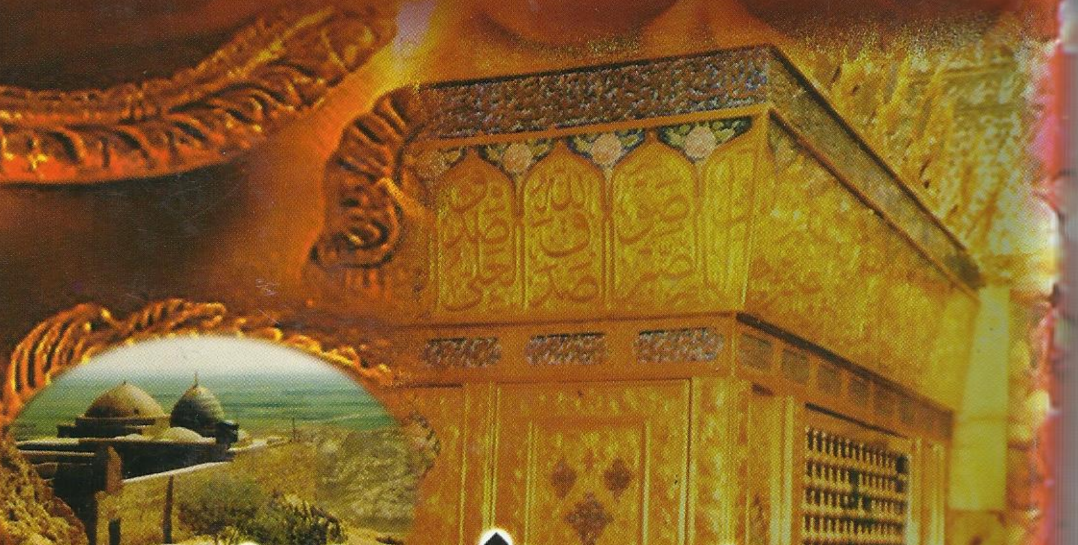
ایران کی شہزادی

حضرت شہربانو سلام اللہ علیہا



علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ھیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ھیں.

منجانب.



سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

۷۸۶

۹۲_۱۱۰

یا صاحب الزماں ادرکنیؑ

Knowledge for All

SABIL-E-SAKINA

یا عباسؑ

DvD Version

لبیک یا حسینؑ

خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

اسلامی کُتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری ۔

www.ziaraat.com

NOT FOR COMMERCIAL

SABIL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عدل کا نوشیرواں کی آل کو یہ پھل ملا
بنتِ کسریٰ سیّدِ سجادؑ کی ماں ہوگئیں

ثابتؔ لکھنوی، شاگردِ اوجؔ لکھنوی

ایران کی شہزادی

حضرت شہربانو سلام اللہ علیہا

علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

نام کتاب : ایران کی شہزادی.... حضرت شہر بانوؑ
تالیف : علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی
اشاعت : (۱۴۳۱ھ بمطابق ۲۰۱۰ء)
تعداد : ایک ہزار
قیمت : ۴۰۰ روپے
ناشر : مرکزِ علومِ اسلامیہ
I-4 نعمان ٹیرس، فیز-III، گلشنِ اقبال، بلاک-11
کراچی۔ فون: 0213-4612868
0300-2778856

کتاب ملنے کا پتہ

مرکزِ علومِ اسلامیہ

I-4 نعمان ٹیرس، فیز-III، گلشنِ اقبال

بلاک-11 کراچی فون:0213-4612868

website: www.allamazameerakhtar.com

......اِن آنکھوں نے کیا کیا دیکھا

میرے ذہن میں حضرت علیؑ کا یہ قول گردش کر رہا ہے کہ ''جس شخص پر احسان کرو اُس کے شر سے بچو'' پہلے یہ قول کئی جگہ پڑھا اور سنا لیکن اِس قول کی تشریح صحیح معنوں میں سمجھ نہیں آئی کہ جس شخص پر احسان کیا جائے کیا وہ بھی احسان کرنے والے کو اپنے شر کا نشانہ بنا سکتا ہے؟۔ لیکن سانحۂ جامعہ سبطین کے بعد یہ قول پوری طرح میری سمجھ میں آ گیا کہ علامہ صاحب پر حملہ کرنے والے وہی لوگ تھے کہ جس قوم پر علامہ صاحب کے لاتعداد احسانات ہیں، سب سے بڑا احسان تو یہی ہے کہ علامہ صاحب نے اپنی مجالس کے ذریعے اِس قوم پر علم کے دریا بہا دیئے ہیں نا صرف یہ کہ اپنی مجالس کے ذریعے محمدؐ و آلِ محمدؐ سے متعلق غلط روایات کا مکمل اور مدلّل جواب دیا بلکہ اپنی تحقیقی کاوشوں سے حقائق کے نئے باب بھی وا کیئے۔ علومِ محمدؐ و آلِ محمدؐ کی ہر صنف میں خواہ وہ مرثیہ ہو، سلام ہو، نوحہ ہو، تفسیر ہو یا آئمہ کی سوانح حیات اتنا کام کر دیا ہے کہ جس کے اثرات صدیوں پر محیط ہیں۔ پھر یہ کون سے شیعہ تھے کہ جنہوں نے علامہ صاحب پر برسرِ منبر حملہ کیا، دراصل یہ علامہ صاحب پر حملہ نہیں کیا گیا بلکہ ایک پوری فکر پر حملہ کیا گیا ہے۔

تقریباً چار سال قبل، کراچی کے امام بارگاہوں میں ایک پمفلٹ تقسیم ہوا تھا جسے شکاگو کی کسی انجمن نے شائع کیا تھا۔ اس پمفلٹ میں امریکن سی آئی اے کے ایک افسر کی خودنوشت کا اقتباس تھا۔ اس نے لکھا تھا کہ ہم نے مختلف ممالک میں اپنے ایجنٹ بھیجے تا کہ وہ ملتِ جعفریہ پر تحقیق کر کے اصل نکتہ سامنے لائیں۔ ہمارے ایجنٹوں نے اپنے اپنے انداز میں تحقیق کی مگر ایک ہی بات سامنے آئی کہ شیعیانِ علیؑ میں اجتماعیت ہے اور اس کی وجہ فرشِ عزا ہے اگر اس سے دُور کر دیا جائے تو یہ قوم کبھی سر نہیں اٹھا سکے گی۔

اب اس سانحہ میں یہ دونوں عوامل کارفرما تھے یعنی علامہ صاحب کی تحقیقی اور علمی

کاوشوں کی روک تھام اور شیعوں کی اجتماعیت پر ایسی ضرب کہ وہ منتشر ہو جائیں، سب سے اہم بات جو اس سانحہ میں سامنے آئی وہ یہ کہ اس سارے واقعے میں جو لوگ استعمال ہوئے اُن کا تعلق کسی اور فرقے سے نہیں تھا بلکہ وہ بھی شیعہ ہی تھے۔

قابلِ غور امر یہ ہے کہ وہ کونسے شیعہ ہیں جو امام بارگاہ پر حملہ کر کے منبر پر چڑھ دوڑے، منبر کے دونوں جانب لگے علمِ حضرتِ عباسؑ کو شہید کیا، فرشِ عزا کو پامال کیا، نوجوانوں کے ساتھ ساتھ بچوں اور بزرگوں کو تشدد کا نشانہ بنایا، نہ صرف گھونسوں، لاتوں سے مومنین کو ظلم کا نشانہ بنایا بلکہ اُن پر پتھروں کی بارش بھی کی گئی، ۱۳؍صفر جو کہ شہادتِ حضرتِ سکینہؑ سے منسوب ہے اُس دن کا بھی خیال نہ کرتے ہوئے خواتین کی بے حرمتی کی گئی اور اُنہیں بھی اپنے ظلم سے بچ کر نہ جانے دیا، کیا یہ تمام واقعہ محمدؐ وآلِ محمدؐ کی تعلیمات کے منافی نہیں! رسولؐ خدا اور امیر المومنینؑ خواتین کا اتنا احترام فرماتے تھے کہ کافروں کے مقابلے میں لشکر بھیجتے وقت تاکید فرمادیا کرتے تھے کہ خبردار کسی بچے یا عورت پر حملہ آور نہ ہونا اور اُن کے معاملے میں عفو و درگذر سے کام لینا اور اُنہیں معاف کر دینا۔ وہاں کافر عورتوں اور بچوں تک کے معاملے میں اِس قدر تاکید تھی جبکہ جامعہ سبطین میں سیدانیوں کے ساتھ ایسا سلوک کیا گیا جو بیان سے باہر ہے۔

اِسی طرح حضرت سیدِ سجادؑ کی مادرِ گرامی حضرت شہر بانوؑ جب ایران سے مدینہ تشریف لائیں تو امیر المومنینؑ نے اُن کا عقد کسی عام شخص سے کرنے کے بجائے حضرتِ امام حسینؑ سے کیا جو خواتین کے عزت و احترام کی دلیل ہے لیکن یہ بات سمجھ سے باہر ہے کہ آجکل کی شیعہ قوم کس نہج پر جا رہی ہے۔ ایک ایسی قوم کہ جس کے سامنے آئمہؑ کی حیات کا ہر ہر پہلو ہو اور وہ اپنی زندگیوں کو آئمہؑ کی حیاتِ طیبہ پر استوار کرنے کے بجائے ظلم و تشدد کا مظاہرہ کر کے دوسرے فرقوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں کہ کیوں تم لوگ ہمیں مہذّب کہتے ہو؟ ہمارا اصل روپ تو یہ ہے جو اب تمہارے سامنے آیا ہے۔

(ادارہ مرکزِ علومِ اسلامیہ، کراچی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

باب اوّل

بادشاہانِ ایران

﴿ا﴾ پیش دادی خاندان

﴿۲﴾ دوسرا خاندان (خاندانِ کیانی)

﴿۳﴾ اشکانی خاندان

﴿۴﴾ خاندانِ ساسانی

........﴿باب دوم﴾........

حضرت شہربانو سلام اللہ علیہا کے خاندان کے حالات....﴿۱۳۱﴾

........﴿باب سوم﴾........

حضرت شہربانوؑ کے اجداد بادشاہوں سے
ہندوستان کے بادشاہوں کی رشتے داریاں...﴿۱۴۷﴾

.... باب چہارم ....

حضرت شہر بانوؑ کا شجرہ ۱۶۹

باب پنجم

سلمان فارسی کا ایران میں تبلیغ کرنا اور بی بی شہر بانوؑ سے ملاقات......(۱۷۷)

باب ششم

حضرت شہر بانوؑ کے فضائل نام اور القاب ...(۱۸۷)

........﴿باب ہفتم﴾........

﴿باب ہشتم﴾

حضرت شہر بانوؑ کی شادی.....﴿۲۸۷﴾

﴿باب نہم﴾

سیّدہ شہر بانو سلام اللہ علیہا (حقائق و دلائل).....﴿۲۹۷﴾

﴿باب دہم﴾

حضرت شہر بانو سلام اللہ علیہا شعرا کی نظر میں ..... ﴿۳۳۷﴾

ضروری یاداشت ....

ا۔ معظّمہ شہر بانوؑ بنتِ یزدگرد (فارس کا آخری سلطان یزدجرد) یہ مخدومہ حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام کی والدہ تھیں۔ یہ محترمہ ہر شب مثلِ مریم کے بتول تھیں۔ مانندِ حورِ بہشت پاکیزہ رہتی تھیں۔ (رِجس اِن سے دور تھا)

(بحوالہ: کامل بہائی، منتخب التواریخ از ہاشم بحرانی)

۲۔ حضرت شہر بانوؑ کے شجرے میں انتالیس ۳۹ بادشاہ گزرے ہیں۔

۳۔ حضرت شہر بانوؑ کے شجرے میں چودہ ۱۴ پیغمبر گزرے ہیں۔

۴۔ حضرت شہر بانوؑ کا شجرہ اور حضرت امام حسینؑ کا شجرہ سام بنِ نوح علیہ السّلام تک ایک ہو جاتا ہے۔

۵۔ حضرت شہر بانوؑ حضرت علیؑ کی خواہش پر امام حسینؑ کے ساتھ ملکِ رَے (تہران) تک گئی تھیں راستے میں آپ کی وفات ہوئی اس لیئے روضہ بھی وہیں تعمیر کیا گیا ہے۔

۶۔ حضرت شہر بانوؑ کی تاریخِ وفات ۲ رجمادی الثانی ہے۔

۷۔ حضرت شہر بانوؑ کنیزی میں نہیں آئی تھیں بلکہ شادی طے ہونے کے بعد مدینے آئیں تھیں جب آپ کی سواری مدینے کے راستوں سے گزریں تو مدینے کی عورتوں نے آپ پر پھول برسائے تھے۔

باب اوّل

بادشاہانِ ایران

بادشاہان ایران

ملک ایران کے شہنشاہوں اور پارسی بادشاہوں کی داستان یزدگُرد کے عہد حکومت تک یہ کل پانچ خاندان ہیں:-

ا۔آبادیان،۲۔جیان،۳۔شائیان،۴۔یاسائیان،۵۔گلشائیان۔

ا۔آبادیان:-

یہ لوگ ملک ایران کے پیغمبر اور شہنشاہ ہوا کرتے تھے دبستان کیخسرو اور پورآزرکیوان کے مصنف نے ان کی بادشاہت کا زمانہ سوکیوائی سال محسوب کیا ہے۔

مہ آباد وہ شخص تھا جس نے انسانوں کو قبائل میں تقسیم کیا۔اور علم،زراعت،حرفت، حکومت سازی اور پہلوانی پر انھیں مامور کیا۔اور اس پر آسمانی زبان میں ایک کتاب نازل ہوئی جسے دساتیر کہتے ہیں اس کی فارسی ایرانیوں کی فارسی سے قریب ہے۔اور اس کے پندرہ ابواب ہیں اور ان میں سے ہر ایک،ایک پیغمبر کے لیے مخصوص ہے۔ اس کے بعد چودہ عقلمند پیغمبر ظاہر ہوئے۔وہ سب آباد نام سے مشہور تھے مہ آباد کے مذہب کی تقلید کرتے تھے۔اس خاندان کے آخری فرد آباد آزاد نے لوگوں سے کنارہ کشی کرلی اور عبادت میں مشغول ہوگیا۔کہا جاتا ہے کہ ''مکہ'' مہ آباد کا گھر تھا اور اسے ''مہ کہ''پکارا جاتا تھا جو فارسی میں چاند کے بت کی جگہ کو کہتے ہیں۔اسی لیے پارسی ستاروں کی طرح سونے چاندی اور پتھروں سے مزّین ہوکر اپنی عبادت گاہوں میں

رہتے تھے۔

۲۔ جیان:-

بیان کیا جاتا ہے کہ ان کی بادشاہی کا عرصہ آبادیان کے بعد ایک اسپار سال کیوانی تھا۔ اس خاندان کا پہلا پیغمبر اور بادشاہ ''جیان جی افرام آزاد'' تھا جو پہاڑوں میں خدا کی عبادت کیا کرتا تھا اور لوگوں کی خواہش پر ان کے درمیان آیا اور ان کی تعلیمات میں مشغول ہو گیا۔ وہ بھی مہ آباد کے مذہبی پیشواؤں میں سے تھا۔ اس خاندان کے آخری فرد کو ''راجی آلاذ'' کہا جاتا ہے۔

۳۔ شائیان:-

جیان کے بعد ان لوگوں نے بادشاہت کی۔ پہلا بادشاہ ''شائی کلیو'' ہے وہ ایک عاقل اور خدا پرست پیغمبر بھی تھا۔ شائیان کے عہد کو ایک شمار سال کیوانی شمار کہا جاتا ہے۔ اس خاندان کے آخری حکمران ''شائی مہبول'' نے بادشاہت سے کنارہ کشی کرتے ہوئے گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی۔

۴۔ یاسائیان:-

کہتے ہیں کہ شائی مہبول کے بعد ''یاسان'' حکمران بنا۔ وہ بھی آبادیان کی پیروی کیا کرتا تھا۔ کیونکہ ستاروں اور روشنیوں کو یزداں کی شعاعوں کا نمونہ سمجھا جاتا تھا اس گروہ کے پانچ آئین دساتیر مہ آباد کے دستور میں سے ہیں۔ ان کی بادشاہی کا زمانہ نوسو سال تھا۔ اس خاندان کا آخری بادشاہ ''یاسان آجام'' ہے۔

۵۔ کلشائیان:-

اس خاندان کے پہلے فرد کو کلشاہ کہا جاتا تھا۔ اس کی پیدائش آدمِ خاکی کے اس دنیا

میں آنے کے بعد جسے عربی تمام انسانوں کا باپ کہتے ہیں انہی میں سے یہ ایک ہے۔ پارسی اسے یاسان آجام کا بیٹا اور کیومرز سمجھتے ہیں۔ کیومرز عظیم زمین ہے چونکہ فارسی میں ''ز'' اور ''س'' آپس میں تبدیل ہو جاتے ہیں لہٰذا کیومرز کو کیومرس بھی کہا جاتا ہے۔ اور اسے آدم خاکی اور کلشان بھی کہتے ہیں۔ اور اس پانچویں خاندان نے یزدگرد بادشاہ تک سوائے ضحاک کے اس خاندان نے چھ ہزار چوبیس سال اور پانچ ماہ ایران پر بادشاہت کی۔ ان کے بعد عربوں نے اس ملک پر غلبہ پالیا اور فارسی کے شہنشاہوں کے بیٹے بادشاہی سے محروم ہو گئے اور اس پانچویں خاندان کو چار حصوں یا ادوار میں کر کے انھیں چار نام دیے گئے ہیں۔ جو کہ:

ا۔ پیشدادیان، ۲۔ کیان، ۳۔ اشکانیان، ۴۔ اورساسانیان ہیں۔

﴿۲﴾ پیش دادی خاندان

عربی ضحاک اور افراسیاب تورانی سمیت یہ گیارہ افراد تھے۔ کیومرس، ہوشنگ تہمورس، جمشید، ضحاک، فریدون، منوچہر، نورز، افراسیاب، زاب گرشاسپ۔

ا۔ کیومرس:۔ (حضرت شیثؑ)

تمام داستان سرا اس بات پر متفق ہیں کہ کیومرس پہلا شخص ہے جس نے دنیا میں بادشاہت کا آغاز کیا (قوانین شاہی دنیا میں لایا)

پہلا بزرگ جس نے جہانبانی کا آغاز کیا
بادشاہوں کا سردار کیومرس تھا

کہا جاتا ہے کہ شہر سازی کی بنیاد اسی نے رکھی۔ سب سے پہلے اس نے دماوند اور

کیومرس



استخر کی تعمیر کی۔ بیشتر اوقات وہیں رہتا۔ برسوں زندہ رہا اور چالیس سال بادشاہت کی۔ کھال پہنتا تھا۔ اور ہمیشہ پہاڑوں اور میدانوں میں پھرتا تھا۔ اُون اور بالوں سے لباس اور زیر انداز تیار کیے گوپھن (لوہے کا بنا ہوا چھینکا جس میں پتھر رکھ کر ہاتھوں سے اس چھینکے کو گھما کر پتھر پھینکتے ہیں) کے ذریعے پتھر پھینکتا تھا۔ ''جشن سدہ'' جو پارسی ماہ بہمن کی دسویں تاریخ کو مناتے ہیں اُسی سے منسوب ہے۔ اپنے بیٹوں سے بہت

اچھی باتیں کرتا تھا اور یہ اسی کے اقوال ہیں۔ بہت زیادہ خوشی طبیعت کو خود پسند کر دیتی ہے۔ بے حساب کامرانی دل کو مردہ کر ڈالتی ہے۔ اور اس نے کہا ہے کہ غم بیماری ہے جو طبیعت کی گرمی کی کمی سے جنم لیتی ہے۔ بخشش وہ شاخ ہے جو تشکر کے وقت پھلتی پھولتی اور تازہ ہو جاتی ہے۔ جس قدر بھی انصاف اور سچائی کی راہ میں قدم آگے بڑھاؤ گے کاموں میں ترقی ہو گی۔ اس کا ایک بیٹا جس کا نام سیامک تھا عقل و دانش میں اپنے زمانے کا برگزیدہ شخص تھا۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ پیغمبر شیثؑ وہی ہے۔ باپ نے چاہا کہ اسے بادشاہی سونپ دے۔ اور خود حکمرانی سے کنارہ کشی اختیار کر لے۔ اور اپنا ملک اس کے حوالے کر دے۔ وہ حکمرانی میں اپنے باپ کی طرح انصاف پسند تھا اور باپ ہی کی طرح اس نے اچھے قوانین وضع کیے۔ جب ملک میں امن اور رعایا کو راحت حاصل ہوئی۔ پہاڑوں کے گوشے میں اپنے رب کی عبادت میں مصروف رہتا

سیامک



تھا۔ چند دیووں نے جب اسے تنہا دیکھا ایک بڑی چٹان نیچے لڑھکادی جس سے وہ مر گیا۔ غالباً یہ دیو جنگل کے سرکش باغی اور نادان افراد تھے۔ جیسا کہ اب بھی ترکستان اور بلوچستان میں اس قسم کے بہت سے نادان خونخوار لوگ ہیں۔ کیومرس اس غم سے نڈھال تھا۔ حتیٰ کہ اس نے خواب میں اپنے بیٹے کا رخسار دیکھا اور اس کی تعبیر سے آگاہی پائی اور اپنے لشکر سمیت دیووں کی جانب بڑھا اور ان سے انتقام لینے کی خاطر انہیں سزا دی اور اس سرزمین میں شہر بلخ کی بنیاد رکھی۔ اسی دوران یوں سیامک کی بیوی نے ایک لڑکے کو جنم دیا اور اس کا نام ''ہوشنگ'' رکھا اور یوں کیومرس کے دل کو اپنے بیٹے کی وفات پر قدرے صبر آیا اور کیومرس نے اسے (ہوشنگ کو) مناسب تعلیم و تربیت کے بعد اپنا جانشین مقرر کیا اور خود بندگی یزداں میں مشغول ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ سریانی زبان میں کیومرس کو زندہ گویا کہتے تھے اور حقیقت میں وہ اسی نام کے لائق تھا۔

۲۔ ہوشنگ (حضرت ادریسؑ)

کیومرس کے بیٹے سیامک کا بیٹا ہوشنگ بہت عاقل اور عالم بادشاہ تھا۔ بہت سے معروف دانشوروں نے اس کے بارے میں بہت سے تذکرے لکھے ان میں ایک ''جاویدان خرد'' ہے اور بعض کے خیال کے مطابق اسے حسن سہل نے دریافت کیا اور عربی زبان میں اس کا ترجمہ کیا اور اس کا زور علمیت اس کی تحریروں سے ظاہر ہے اور پارسی اس بات پر متفق ہیں کہ وہ پیغمبر کا درجہ رکھتا تھا۔ اور اس کے بہت زیادہ عدل و انصاف کی وجہ سے اسے عادل کہا جاتا تھا۔ اور وہ اس ہوشنگ خاندان کا دوسرا بادشاہ ہے جس پیش دادیاں کا لقب دیا گیا۔ بعض لوگ اسے ایران بھی کہتے ہیں اور اس ملک کو اسی کے نام سے ایران کہتے تھے۔ پارس اور زرتشت نے بھی اسے پہلا بادشاہ قرار دیا ہے۔ پارسیوں کا کہنا ہے کہ وہی ادریس پیغمبر ہے۔ وہ برسوں دنیا میں رہا چالیس



ہوشنگ

سال حکومت کی۔اور ہمیشہ پہاڑوں سے لوہا نکلوانے میں لگا رہتا۔اور اس سے آلات جنگ بنوائے لومڑی اور سمور کی کھال اور اُون سے لباس اور زیر انداز (وہ کپڑا یا ٹاٹ جو حقے کے نیچے پانی وغیرہ کی حفاظت کیلئے رکھتے ہیں) تیار کیا۔کاریزیں بنوائیں۔ استخر جو دارالحکومت تھا کی آبادکاری میں اضافہ کیا اور دو شہر شوش اور بابل تعمیر کروائے۔ اگرچہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ بابل کی بنیاد ضحاک نے رکھی ہے ایک روز اس نے اپنے جانشین تہمورس کو بلایا اور کہا اے عزیز بیٹے مجھے تیری رائے کی درستی ایفائے عہد، دانائی، ہوش اور بہت سے علم سے بڑی توقعات وابستہ ہیں۔ظاہر ہوتا ہے کہ تیری سرشت میں بھی دانائی لکھی گئی ہے لہٰذا تو بادشاہت کے لیے تیار رہ۔میرے بعد تو ہی

بادشاہ ہے۔اب میں ملک تیرے سپرد کرتا ہوں اور تجھے لوگوں کی نگہبانی پر مامور کرتا ہوں۔ یہ کہنا اور اپنے اجداد کے دخمے (وہ تہ خانہ نما قبرستان جہاں پارسی اپنے مُردوں کو رکھتے ہیں) کی جانب بڑھا اور اس جگہ قیام کیا حتیٰ کہ اس فانی دنیا کو الوداع کہنے تک یزداں کی عبادت میں مشغول رہا۔ ”جاویدان خرد“ جس میں اس کی بہت سی نصیحتیں ہیں اور اس کتاب کو ہوشنگ نے لکھا ہے اور وہ اس کتاب میں کہتا ہے، ”آغاز وانجام یزداں پاک کی جانب سے ہے اور مدد بھی اسی کی طرف سے ہے۔ وہی تعریف کے لائق ہے۔ ہر وہ شخص جو آغاز سے باخبر ہے اس کی تعریف کو اپنا شعار بنالیتا ہے اور جو کوئی انجام سے خبردار ہو جاتا ہے اس کا مطیع ہو گیا۔ جو کوئی اسی کی جانب سے مدد جانتا ہے وہ عاجز ہو جاتا ہے۔ جو کوئی اس کے عدل وسخاوت سے آگاہ ہوا اس کی بندگی کرنے لگا اور سرکشی سے منہ موڑ لیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ بہترین چیز جو خدا کی طرف سے بندے تک پہنچتی ہے اس دنیا کا علم ہے اور اُس جہان کی بخشش جو خود سے نہ ہوگی

اور اس کا کہنا ہے کہ نیک بیوی راحت ہے۔ فرمایا کہ گھروں کی آبادکاری اور دوسروں کی مدد کرنا نیک کام ہے۔ فرمایا کہ جو کوئی ایسے کام نہ کر سکے اسے مرد نہیں کہا جاسکتا۔ عورت سے جھگڑا کرے اور کامیاب نہ ہو۔ کسی کام کی بنیاد رکھے اور اسے تکمیل تک نہ پہنچائے۔ فصل بوئے اور اسے کاٹ نہ سکے۔ اور تین باتیں ایسی ہیں کہ ایک عاقل شخص کو انھیں یاد نہیں رکھنا چاہیے۔

ا۔ دنیا کی بربادی، ۲۔ اس کا بدل جانا، ۳۔ اس کے غم جن کا کوئی مداوا نہ ہو۔ دو باتیں ہیں کہ جن کو یاد رکھنا چاہیے۔ ا۔ نیکی جو تو کسی کے ساتھ کرے۔ ۲۔ برائی جو کوئی تیرے ساتھ کرے۔ یہ بھی کہا کہ آرزو سے بے نیاز نہیں ہوا جاسکتا۔

اگر تیرے پاس چار چیزیں ہوں تو دنیا میں فیضیاب ہوگا۔

۱۔وہ روٹی جو تو اپنے ہاتھ سے کام کر کے حاصل کرے۔۲،دوستی میں پائیداری، ۳۔راست گوئی،۴۔پاکدامنی،اس نے کہا کہ چھ باتیں دنیامیں کامرانی کی دلیل ہیں۔ ۱۔پسندیدہ خوراک،۲۔نیک بیٹا،۳۔ہمسفر بیوی،۴۔مہربان دوست،۵۔سچی بات،۶۔ بہت زیادہ علم۔فرمایا کہ کم ظرف تعلیم وتربیت سے بہتر نہیں ہوتا۔جس طرح لوہے سے قیمتی تلوار کا دستہ نہیں بنایا جاسکتا۔اسی کے اقوال میں سے ہے کہ تین چیزیں تین حالتوں میں مفید ہیں۔۱۔بھوک کے عالم میں گزر جانا،۲۔غصے کی حالت میں خودداری کو محفوظ رکھنا،۳۔مفلسی میں بھی سخاوت کرنا۔وہ کہتا ہے کہ عقلمندوں سے سوائے خیر کے کسی بھی بات کی توقع نہیں کی جاتی اور وہ چیز جسے وہ اپنے قابل نہیں سمجھتے طلب نہیں کرتے وہ کام جسے انجام نہ دے سکیں اپنے ذمہ نہیں لیتے۔انھوں نے فرمایا کہ آٹھ چیزیں ناتجربہ کاری کی علامت ہیں۔

۱۔بے سبب غصّہ،۲۔بے جا سخاوت،۳۔عہدے کے زوال کا غم،۴۔دوست دشمن کی پہچان نہ ہونا،۵۔غیر سے راز کی بات کہنا،۶۔ناتجربہ کار لوگوں کے متعلق خوش گمانی رکھنا،۷۔احمقوں کی بات پر یقین کر لینا،۸۔بہت زیادہ باتیں کرنا جبکہ کوئی فائدہ نہ دیں۔اسی کا کہنا ہے کہ جو کوئی سلطنت کی قربانی کی خاطر کام کرتا ہے وہ ہمیشہ آرام سے رہتا ہے۔بادشاہ کی دوستی پر فخر مت کرو کیونکہ اس کے مقربین تجھ سے دشمنی کرنے لگیں گے۔اس نے کہا کہ بادشاہ کو نشے کی حالت میں رہنا زیب نہیں دیتا کیونکہ وہ ملک کا محافظ ہے اور یہ بات مناسب نہیں ہے کہ محافظ کی دوسرے لوگ حفاظت کریں۔اس نے فرمایا کہ کسی بھی جگہ اس بات سے دور رہ اور خود کو غمزدہ مت کر کیونکہ زمانہ اولادِ آدم کا دشمن ہے پس اپنے دشمن سے پرہیز کر۔جب تو اپنے دشمن کے کاموں کے متعلق کوئی خیال نہیں لاتا تو دوسروں کو نصیحت کرنا بھی تجھے زیب نہیں دیتا۔

۲۔تہمورس:۔

جیسا کہ پارسی، لغت عربی کی رو سے یہ بات جانتے ہیں کہ تہمورس عربی زبان میں ''ط اور ت'' دونوں سے لکھا جاتا ہے۔جس طرح سے کہ کیومرز اور کیومرث ہے۔ طہمورث بھی تہم مرز ہے۔تہم پارسی زبان میں بہادر کو کہتے ہیں۔تہمتن کی طرح۔پس تہم مرز زمین کے پہلوان کو کہتے ہیں۔وہ ہوشنگ کا بیٹا یا پوتا تھا۔بعض تذکرہ نویسوں نے بیان کیا ہے کہ اس کے بقول بہترین آرزو جو بندہ اپنے خدا سے کرتا ہے وہ تندرستی ہے اور بہترین باتیں یزداں پاک کی حمد وثنا کی باتیں ہیں۔نیکیاں چار قسم کی ہیں، علم اور اس کو عزیز رکھنا، پرہیز گاری اور پاکیزہ طبیعت، علم مذہب کا جاننا ہے اور علم کا دوست رکھنا اس پر عمل کرنا یا کام میں لانا ہے۔پرہیز گاری صبر ہے اور پاکیزہ طبیعت خواہشات کا مردہ ہو جانا ہے۔اس نے فرمایا کہ ہر مذہب ایک گھر کی طرح ہے جو چند



ستونوں پر استوار ہوتا ہے۔ جب بھی کسی ستون کو نقصان پہنچے اور اس کی مرمّت کی کوشش نہ کی جائے تو جلد ہی دوسرے ستون بھی تباہ ہو جائیں گے اور اس گھر کی آبادی مشکل ہو جائے گی پس اگر مذہب کے کسی ایک قانون کو نقصان پہنچے اور لوگ اس سے چشم پوشی کریں تو بتدریج دوسرے قوانین بھی تباہ ہو جائیں گے اور مذہب کا وجود باقی نہ رہے گا اس نے فرمایا کہ یزداں کے بندوں کی خصلت چار ستونوں کی طرح پسندیدہ اور استوار ہے۔ ۱۔ علم، ۲۔ تحمل، ۳۔ پاکدامنی اور عدل ہیں۔ اور نیکی کا علم نیک بننے کے لیے اور برائی کا علم اس سے پرہیز کرنے کے لیے لازم ہے اور علم وعمل جان وتن کی طرح ہیں۔

علم جڑ ہے اور عمل اس کا پھل۔ علم باپ ہے اور عمل بیٹا اور علم عمل کے بغیر پسندیدہ نہیں ہوتا اور عمل علم کے بغیر انجام تک نہیں پہنچتا۔ یہ بھی فرمایا کہ دولتمندی بے نیازی میں ہے اور راحت گوشہ نشینی میں، آزادی نقصان دہ خواہشات کو ترک کر دینے میں، سچائی درست کاموں میں اور عظمت خواہشات کے نہ ہونے میں ہے۔ یہ بھی کہا کہ اپنے دل سے لالچ کو باہر نکال پھینکو تا کہ تمہارے پاؤں کی زنجیریں کھل جائیں اور تمہارے جسم کو آرام نصیب ہو۔ وہ کہا کرتا تھا کہ ظالم شخص خجل ہوتا ہے اگرچہ لوگ اس کی تعریف ہی کیوں نہ کریں اور ظلم سہنے والا سکون میں ہے خواہ اس کو سزا دی جائے۔ اس نے کہا کہ دولتمندی دانائی میں ہے اور اس کی تلاش درویشی میں ہے۔ شکر ادا کرنے والا بے نیاز ہے خواہ برہنہ اور بھوکا ہی ہو اور بہت زیادہ طلب کرنے والا چاہے تمام دنیا کا مالک بن بیٹھے مفلس ہے۔ اگر ایک لالچی تمام دنیا کا مالک بھی ہو جائے تب بھی تنگدست ہی ہے دلیری بہادری سے ہے اور بڑے بڑے کاموں میں قدم رکھنے سے ہے اور ناپسندیدہ اور دردناک دکھوں پر صبر کرنے سے سخاوت

جوانمردی سے ہے۔ طاقتوری میں خودداری نعمت ہے۔ وقت پر پیشگوئی کاموں کو استحکام دیتی ہے۔ آسایش کی لگام غم کے ہاتھوں میں ہے اور راحت غم کے بوجھ تلے ہے فرمایا کہ تیری موت قریب ہے مگر تیرے اختیار میں نہیں ہے۔ دن رات تیزی سے گزر رہے ہیں اور کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرتا کہ زمانہ بیت جاتا ہے وہ کہا کرتا تھا کہ اپنی موت کو مکرم سمجھو اور ہمیشہ اس کے بارے میں فکر کرو۔ جب جسمانی راحت تمھیں نصیب ہو تو لمحہ بھر کو موت کے بارے میں فکر کرو تاکہ اُس راحت سے تمھیں خوشی حاصل ہو۔ دکھ پر غمگین مت ہو کیونکہ سُکھ کا لوٹ آنا اسی کی جانب سے ہے اور یہ بھی کہا کہ نرمی درشتی سے بہتر ہے اور آہستگی عجلت سے زیادہ بھلی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جس وقت بادشاہ زبردست ہوتا ہے اس کا خیال نادرست ہو جاتا ہے۔ اور حقیقت اس کی نگاہوں سے پنہاں ہو جاتی ہے۔ سامع کو زیب نہیں دیتا کہ مخاطب کو توجہ سے نہ سنے سوائے چار مواقع پر اول یہ کہے کہ نادان دکھ میں صبر کرتا ہے دوسرے عقلمند جو کسی ایسے شخص کے ساتھ دشمنی کرے جس نے اس کے ساتھ نیکی کی ہو، تیسرے بدکار عورت جو پردہ دار ہو چوتھے لالچی جو تھوڑے سے پر قانع ہو جائے (یعنی یہ چاروں باتیں غیر یقینی ہیں اور سامع کو ان پر کان نہیں دھرنا چاہیے)

فرمایا کہ تین نقصانات ایسے ہیں جن کی کوئی تدبیر نہیں ہے۔ ۱۔ اپنوں سے دشمنی، ۲۔ ہم رتبہ سے حسد، ۳۔ بادشاہوں کا دوسروں کے خزانوں کی طلب کرنا۔ تین نیکیاں ایسی ہیں کہ ہرگز قابل نقصان نہیں۔ ۱۔ داناؤں کا خدا کی عبادت کرنا، ۲۔ علماء کا صبر، ۳۔ بزرگوں کا عدل، سخاوت تین چیزیں ایسی اور ہیں کہ جن سے طبیعت سیر نہیں ہوتی، ۱۔ تن آسانی، ۲۔ زندگی، ۳۔ مال کا جمع کرنا، فرمایا وہ تکلیف جو خدا کی طرف سے پہنچے اس کا کوئی علاج نہیں اور اس کے لیے دواؤں میں سے بہترین موت ہے۔ بدترین غم

اس دنیا میں جینے کی خواہش ہے اور کہا کہ تین چیزیں دنیا میں خوشی کا باعث ہیں۔ تین چیزیں غم کا (یعنی غم کا باعث) ا۔ صبر کرنا خواہ کچھ بھی پیش آئے، ۲۔ آنے والے کل کا غم نہ کرنا، ۳۔ نیک کاموں پر شکر ادا کرنا۔ باعثِ غم، ا۔ لالچ کی تکلیف، ۲۔ لوگوں سے طلب کرنا۔ ۳۔ ایسی چیز کی خواہش کرنا جو پشیمانی کا باعث ہو۔ فرمایا چار چیزیں نعمت ہیں۔ ا۔ بنیاد رکھنا، ۲۔ شادی کرنا، ۳۔ مال دینا، ۴۔ فارغ البال ہونا (آزادانہ زندگی گزارنا) چار چیزیں تکلیف کا سبب ہیں، ا۔ بہت زیادہ بیوی بچے، ۲۔ تنگدستی، ۳۔ برا ہمسایہ، ۴۔ نافرمان بیوی۔ اور زبردست مشکلات بڑھاپا۔ کمزوری اور وہ مرض جو پیدائشی ہو۔ اس کا ایک بھتیجا جسے دیو بند کہا جاتا تھا۔ ہوشنگ کے بعد تخت شاہی پر بیٹھا اور لوگوں کی نگہبانی پر کمر باندھی وہ کسی کے مذہب میں مداخلت نہ کرتا اور کہا کرتا تھا کہ ہر مذہب کے لوگوں کو چاہیے کہ وہ ایفائے عہد کو اس طرح سے نبھائیں کہ قدم راہِ راست سے نہ بھٹکے۔ اس نے پانچ سو سال بادشاہی کی۔ اس کا ایک عقلمند وزیر تھا جو علم و فضل اور عظمتِ کردار میں اپنے زمانے کا برگزیدہ شخص تھا۔ بادشاہ اپنے وزیر کی مدد سے ملک کی آبادی اور فوج کی نگہبانی میں مشغول ہو گیا تھا۔ سرداروں میں سے چند نے اُس وزیر سے حسد کیا اور دشمنی کا بیج بادشاہ کے دل میں بھی بو دیا اور ان باتوں کو بہانہ بنا کر بغاوت کا آغاز کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ اگرچہ بادشاہ اور وزیر لوگوں کی نگہبانی کے لیے بے نظیر ہیں تاہم ممکن ہے کہ ہوشنگ جس نے بڑھاپے کا بہانہ بنا کر گوشہ نشینی اختیار کر لی ہے دوبارہ لوٹ آئے اور اس نئے طریقے کو اچھا نہ سمجھے۔ بادشاہ اور وزیر نے باغیوں کے قتل کا ارادہ کیا ایک لشکر تیار کر کے جنگ پر آمادہ ہوئے۔ اگرچہ باغی اپنے کئے پر نادم تھے اور معافی کے طلب گار تھے لیکن تہمورس نے ان کی بات قبول نہ کی اور ان کو سزا دی، اہل یورپ بیان کرتے ہیں کہ ہوشنگ نے اپنے بھتیجے تہمورس کو خود اپنی

زندگی ہی میں مروادیا تھا۔ پھر اس کی گوشہ نشینی کے بعد ایک شخص ظاہر ہوا اور یہ دعویٰ کیا کہ تہمورس اور ہوشنگ کا جانشین میں ہوں۔ اس پر چند بزرگوں نے اس کی بات پر یقین نہ کیا اور انتقام لینے کی خاطر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اس زمانے میں عظیم قحط پڑا۔ اس نے بزرگوں سے کہا کہ رات کو تیار کی جانے والی خوراک صبح کے وقت درویشوں کو دے دیں روزے کی بنیاد اسی دن سے شروع ہوئی۔ مرکامر جو مشہور شخص تھا اُس کی شکل کا بہت بڑا بزرگ ظاہر ہوا اور اُس نے لکڑی پتھر اور سونے چاندی سے ایک بت بنایا اور ہمیشہ اس کی طرف دیکھتا رہتا تھا بت پرستی کا آغاز اسی روز سے ہوا۔ فوج اور تعمیرات کا آغاز بھی اسی نے کیا اس بادشاہ کے اقوال میں سے ہے تھوڑے پر صبر کرنا زیادہ کی طلب سے اعلیٰ ہے یہ بھی فرمایا ایک نیک خیال بادشاہ کو چاہیے کہ غصے اور اقتدار میں وہ کام کرے کہ صلح اور زوال کے وقت انجام تک پہنچائے اور فریدون نامہ میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک روز تہمورس نے ایک گناہگار کو قتل کرنے کا حکم دیا اس نے گالیاں دینا شروع کیں بادشاہ نے اسے آزاد کر دیا۔ اس نے کہا جب اس نے مجھے گالی دی ایسے میں اگر میں اسے سزا دے دیتا تو یہ میرے اطمینان قلبی کی خاطر ہوتا نہ کہ قانون کے احترام میں۔

۴۔ جمشید:۔ (حضرت سلیمانؑ)

اس کا نام جم تھا اور چونکہ چہرہ سورج کی طرح چمکتا تھا اس لئے اسے جمشید کہا جاتا ہے۔ تہمورس کا اپنا کوئی بیٹا نہ تھا جمشید اس کا بھائی یا بھتیجا ہے۔ تہمورس کی وفات کے بعد پارس کے عاقل اور بزرگ افراد اس کے پاس آئے اور اسے شہنشاہی کے تخت پر بٹھایا۔ اس کے عہد میں روز بروز کامیابیوں میں اضافہ ہوتا گیا۔ جس قدر بھی وہ نیک کاموں میں اضافہ کرتا تھا خدا لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت پیدا کرتا۔ جوانی ہی

میں وہ بزرگوں کی طرح تجربہ کار تھا۔اس نے استخر کی بنیاد میں اضافہ کیا چنانچہ خضرک سے رامکرد تک کے علاقہ کو اس نے تمام کا تمام آباد کیا۔ایک بلند بالا محل کی بنیاد رکھی جسے تختِ جمشید کہا جاتا ہے اور اب بھی اس عمارت کا کچھ حصہ قائم ہے اور اس کے بنائے ہوئے نقش ونگار ابھی تک اپنی جگہ باقی ہیں۔وہ سیاح جو پارس میں سیاحت کی



جمشید

غرض سے گزرتے ہیں ان نمائشوں کو دیکھ کر متعجب ہوئے اور اس اعلیٰ طرز کے نمونے کو جو،اب بھی لوگوں کے درمیان ہیں اس کا ثبوت ان سے ظاہر ہے اور اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ دنیا کے آغاز ہی میں اس سے قبل کہ دوسرے لوگ ہنرمند ہوتے اہل پارس دانشور اور ہنرمند تھے جب سورج بہار کے پہلے گھر میں آجاتا اور دن رات برابر

ہوجاتے وہ اس محل میں بیٹھتا اور رعایا کو عدل وانصاف کی خوشخبری سے راضی کرتا۔ان پر سونا چاندی نچھاور کرتا اور خود اقبال مندی میں مشغول ہوتا۔اور اس دن کا نام ''نوروز'' رکھا کہ اب بھی پارسی وہ جشن مناتے ہیں۔فیثا غورث یونانی کا تعلق اسی کے زمانے سے تھا۔جمشید کے جام جم کی داستان اب بھی زبانوں پر رواں ہے۔اس نے لوگوں کو چار طبقوں میں تقسیم کیا،۱۔دانشمندان،۲۔محافظین جنگی،۳۔کاشتکار،۴۔صنعت کار یا اہل حرفہ۔اور ہر طبقہ کے لیے سردار مقرر کیے تاکہ روز بروز ان کے کردار سے اسے مطلع کرتے رہیں۔پیمائش فرسنگ بھی اسی سے منسوب ہے۔کہتے ہیں جمشید سے پہلے میدان جنگ میں لکڑی اور پتھر کے سوا کسی چیز کا استعمال نہ ہوتا تھا۔تلوار اور نیزے کا ہتھیار اسی سے منسوب ہے۔اس نے کپاس بونا،کاتنا اور اس سے لباس بنانا اور رنگ کرنے کا فن لوگوں کو سکھایا۔پانی میں تیرنا،غواصی (تیراکی) کرنا اور مروارید کا نکالنا بھی اسی نے لوگوں کو سکھایا۔پارسیوں کو اس بات میں کوئی شک نہیں ہے وہ کہتے ہیں کہ جمشید پیغمبر تھا۔لوگوں سے زیادہ سمجھ بوجھ والا۔اس نے اپنی رعایا سے یہ عہد لیا تھا کہ گناہوں کی پیروی نہ کریں تاکہ خدا بیماری اور موت کی تکلیف ان سے دور رکھے۔لوگ ایک مدت تک اس عہد پر قائم رہے بالآخر انہوں نے یہ عہد توڑ دیا اور گناہ کرنے لگے۔خدا نے لوگوں کو سزا دینے کے لیے نیک سیرت جمشید کو ان کے درمیان سے اٹھالیا اور ضحاک جیسے ظالم کو ان پر مسلط کر دیا تاکہ ان کا خون بہائے۔کہتے ہیں کہ جمشید نے سات سو سال حکومت کی اور اس بات کی صداقت تو خدا ہی جانتا ہے۔''چہار چمن شارستان'' کا مصنف جو پارس کے بادشاہوں اور پیغمبروں کے بارے میں بیان کرتا ہے وہ لکھتا ہے کہ جمشید وہی پیغمبر ہے جسے اہل عرب سلیمان جانتے ہیں۔

۵۔ضحاک:-

اہل عرب ضحاک بہت زیادہ ہنسنے والے کو کہتے ہیں۔ چونکہ اس کے بالائی ہونٹ میں شگاف تھا اور اس کے دانت نمایاں نظر آتے تھے۔لوگوں نے خوشامد میں اسے ضحاک کہنا شروع کیا۔اور پارسیوں کا کہنا ہے کہ اس کا نام ''بیوز'' تھا اور ''بیوراسپ'' بھی کہتے تھے۔ بیوراسپ اسے اس لیے کہتے تھے کہ بادشاہت سے پہلے اس کے پاس دس ہزار گھوڑے تھے۔اور بیور زبان دری میں دس ہزار کو کہتے ہیں۔ اسے ''دہ آک'' بھی کہا گیا ہے۔وہ علوان کا بیٹا اور عاد کا بھتیجا ہے۔ جو اس کے حکم سے ایران کو تباہ کرنے



آیا۔ کہتے ہیں کہ اس نے ہزار سال تک حکمرانی کی۔ ایک جماعت کا کہنا ہے کہ وہ جمشید کا بھانجا اور مرداس کا بیٹا ہے۔ اس کی ناانصافی اور بدنامی اب بھی ایک داستان ہے۔

کوڑے مارنا اور پھانسی پر لٹکانا اسی سے منسوب ہے۔ اسے جس کسی پر غصہ آتا پوچھے بغیر اس کا خون بہا دیتا۔ ظلم و ستم کے سات سو سال بعد اس کے کندھوں پر دو سانپ نمودار ہوئے تا کہ وہ ان کی تکلیف سے آرام نہ پا سکے۔ طبیبوں نے اس کا علاج انسانوں کے مغز میں تلاش کیا۔ ہر روز دو افراد اس کے ستم کا نشانہ بنتے۔ ان کی جان لیتا اور اپنی تکلیف کے علاج کے لیے استعمال میں لاتا۔ کہتے ہیں کہ اس کے دو خوان سالار (یعنی کھانا لانے والے) تھے کرمائیل اور ارمائیل جوان دو (ستم زدہ) افراد میں سے ایک کو آزاد کر دیا کرتے تھے۔ اور رہائی پا جانے والے فریدون کے عہد حکومت تک پہاڑوں اور بیابانوں میں چھپ کر زندگی گزارتے تھے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ صحرا نشین (کُرد) انہی کی نسل سے ہیں۔ تین سو سال یونہی گزر گئے بالآخر ایک لوہار ''کاوہ'' نے اپنے بیٹوں کے خون کا بدلہ لینے کے لیے کمر باندھی۔ اپنی دھونکنی کے چمڑے کا علم بلند کیا اور لوگوں کو ضحاک پر حملے کے لیے اُبھارا اور اس کو موت کے گھاٹ اتارا اور فریدون کو جو جمشید کی نسل سے تھا حکمرانی پر فائز کیا۔ اس کے بعد سے فریدون نے اس چمڑے کے ٹکڑے کو قیمتی موتیوں سے مزین کروایا۔ اور پارس کے تمام بادشاہ اسے میدان جنگ میں اپنی خوش بختی کی علامت سمجھتے تھے اور یزدگرد کے زمانے تک اپنی فوج کے ہمراہ کیا کرتے تھے۔ یہاں تک عمر عربی نے فارس پر غلبہ پالیا۔ اس چمڑے کو قبضے میں کر لیا اس کے قیمتی پتھر فوج میں تقسیم کر دیے اور حکم دیا کہ جو لوہاروں کے اس چمڑے کے ٹکڑے سے مدد طلب کرے گا لوہے سے ہی قتل ہو جائے گا اور اللہ کے سوا کسی سے مدد طلب نہ کرو۔

۶۔فریدون:۔

وہ جمشید کی نسل سے تھا۔اس کے آباء ضحاک کے ظلم وستم کے ہاتھوں فرار ہوکر مازندران کے جنگلوں میں زندگی بسر کرتے تھے۔اُس نے خدا کی قوت اور کاوہ کی مدد سے ضحاک کو سار کوہ کے غار میں ڈال دیا اور تخت نشین ہوا۔اور ایرانیوں کا انتقام لینے کی غرض سے عربوں پر حملے کا ارادہ کیا اور ان کے ملک پر غلبہ پالیا۔اس کے بعد ہر وہ جگہ جو آباد تھی رخ کیا اور جنگ سے کامرانی کے ساتھ واپس لوٹا دنیا کی بہت سی آبادی کو اپنے زیر فرمان کیا۔وہ دن جب وہ ضحاک پر غالب آیا اس کا نام ''مہرکان'' رکھا۔



خندق کھدوانے کی بنیاد اسی نے رکھی۔ سانپ کے کاٹے کی دوا تریاق اسی نے تیار کی
گدھا گاڑیوں سے بار برداری کا کام لینے کا آغاز بھی اسی کے زمانے سے ہوا حتیٰ کہ
اونٹ نمودار ہوئے۔ برسوں تک لوگ اس کی فیاضی سے آسودہ حال رہے اور اس کے
عدل وانصاف کے باعث چین کی نیند سوتے تھے۔ پھر اس نے یہ سوچا کہ اپنا ملک اپنے
بیٹوں میں تقسیم کردے اور خود پروردگار کی بندگی میں مشغول ہوجائے۔ مغربی ممالک
سلم کو دیئے۔ مشرقی ممالک تور کے حوالے کیئے۔ اور ان دونوں حصوں کا مرکزی علاقہ
جو اس کا پایہ تخت اور گنجان آباد علاقہ تھا ایرج کو عطا کیا اس بناء پر کہ وہ نیک سیرت تھا
دوسرے لوگ بھی اسے حکمرانی کے لئے موزوں سمجھتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ سلم اور تور کی
ماں ضحاک کی بیٹی تھی اور ایرج کی ماں تہمورس کے بھانجوں کی بیٹی جنہیں نواذرا اور
ایراندخت کہا جاتا تھا۔ یہی ان کی نیکی اور بدی کے گواہ ہیں کیونکہ عقلمند جانتے ہیں کہ
ماں باپ اولاد کی نیک سیرت میں برابر کے شریک ہوتے ہیں۔ ان کے ماں باپ کے
بزرگوں میں سے زیادہ تر افراد بزرگ اور پرہیز گار تھے یہ اقوال ایرج کے ہیں۔
موت زندگی سے بہتر ہے کیونکہ نیک آدمی کے لیے زندگی قید خانہ ہے۔ اور بدکردار کی
زندگی اسے کوئی فائدہ نہیں دیتی اس لیے کہ وہ جس قدر بھی زیادہ زندہ رہتا ہے اس کے
گناہوں میں اضافہ کرتی ہے۔ دوستوں کے ساتھ بھلائی کرنا نیکی ہے اور عظیم ہے وہ
شخص جو دشمنوں کے ساتھ بھی نیک سلوک کرے۔ اور ایک حریص بادشاہ محتاج ہے
کیونکہ وہ کسی بھی چیز سے سیر نہیں ہوتا۔ فرمایا ''میں دنیا کے لوگوں پر حیران ہوں کہ وہ
دولتمندی مال کے جمع کرنے کو سمجھتے ہیں جبکہ یہ بے نیازی سے حاصل ہوتی ہے۔
راحت وآرام کو زیادہ پالینے میں تلاش کرتے ہیں حالانکہ یہ تھوڑے میں ہے۔ عظمت
وبڑائی کی توقع لوگوں سے رکھتے ہیں لیکن یہ نیک کاموں کے انجام دینے میں ہے



تندرستی آرام طلبی میں جانتے ہیں جبکہ یہ بادشاہ کے عدل وانصاف میں ہے" سلم اور تور نے ایرج سے حسد کیا اور آپس میں متفق ہوکر اسے قتل کردیا اور باپ کو بیٹے کی موت سے آزُردہ کیا اسی دوران ایرج کی بیوی نے ایک بیٹے کو جنم دیا فریدون نے اس کا نام منوچہر رکھا، اس کی تعلیم وتربیت کے بعد اسے اپنا ولی عہد اور جانشین مقرر کیا۔ اس نے اپنے باپ کے قاتلوں کو گرفت میں لیا اور انھیں موت کے گھاٹ اتارا۔ کہتے ہیں کہ فریدون نے پانچ سو سال حکمرانی کی۔ اِس زمانے کے دانشور اس بات پر یقین نہیں کرتے۔ بعض یورپی داستان سراؤں کے خیال میں ضحاک نے ہزار سال اور فریدون نے پانچ سو سال تک بادشاہت کی اور ان کے خاندان کو ان کے بزرگوں کے نام سے یاد کرتے ہیں جیسا کہ یورپ میں تمام لوگوں کو ان کے خاندانی نام Family Name سے پکارتے ہیں۔

جو تھمورس کی تحریر سے بیان کیا گیا ہے فریدون نے سلم اور تور کی بغاوت کے وقت

جو ''نامہ'' لکھا اس میں یہ اقوال شامل ہیں ''جو کوئی ماں باپ کے ساتھ نیکی کے سوا کوئی سلوک کرے اپنی اولاد سے بھی نیکی نہ دیکھے گا اور جو کوئی اپنے بھائیوں سے عداوت رکھے وہ اس بات کا مستحق ہے کہ بھائی بھی اس سے دشمنی کریں اور وہ شخص بھائی چارے کے لائق نہیں ہے۔ جب وزراء خودبین ہو جاتے ہیں تو دوسروں کو کچھ نہیں سمجھتے'' اسی کے اقوال میں سے ہے کہ چونکہ زمانہ تمہارے کردار کی کتاب ہے تمہیں اس کتاب میں اچھی باتیں اور اچھا کردار نقش کرنا چاہیے۔

۷۔ منوچہر:۔ (بہ عہدِ حضرت موسیٰؑ)

مینو جنت کو کہا جاتا ہے۔ اور چہر، چہرے کو، چونکہ وہ جنت کے سے چہرے والا تھا اس لیے اُسے مینو چہر کہا جاتا تھا۔ پھر سہولتِ تکلّم کی خاطر ''ی'' کو حذف کر دیا گیا اور اسے منوچہر کہنے لگے۔ کہتے ہیں کہ وہ ایرج کا بھانجا ہے۔ اور بہت سے داستان سرا بیان کرتے ہیں کہ اس کا پوتا ہے چونکہ اس کی ماں گردآفرید سام کے بیٹے ایرج جمشیدی کی بیٹی تھی۔ ممکن ہے داستان نویسوں کی دو آراء اسی بناء پر ہوں وہ اپنے باپ کی وفات کے چھ ماہ بعد پیدا ہوا۔ جب وہ پانچ سال کا ہوا تو فریدون نے اسے مدرسہ بھیج دیا۔ سلم اور تور پر غالب آنے کے بعد اور فریدون کی وفات کے بعد وہ تخت شاہی پر بیٹھا۔ اس نے ہر ملک کے لیے حاکم اور ہر گاؤں کے لیے چودھری مقرر کیے۔ فرات سے ہر طرف ندیاں رواں کروائیں۔ باغ اور فصلیں بنوائیں۔ پھل دار درخت جنگلوں اور پہاڑوں سے لا کر اُگائے گئے۔ دنیا کی آبادی میں کوشش کی، کہتے ہیں کہ اس نے ایک سو بیس سال حکمرانی کی اس کی حکمرانی کے ساٹھ سال بعد ترکستان سے تور نسل کے افراسیاب نے اس کو قتل کے ارادے سے حملہ کیا۔ منوچہر فرار ہو گیا۔ اور طبرستان میں دڑی میں پناہ لی۔ افراسیاب نے باوجود اس کے کہ اس پر غلبہ پانے کی قوت نہ رکھتا تھا



لیکن صلح پر آمادہ نہ ہوا۔ اس کی فوج نے اپنے ملک کی واپسی کے لیے اس کو صلح پر مجبور کر دیا ناچار اس وقت منوچہر کے ساتھ یہ عہد کیا کہ دریاے آمویہ کا دوسرا کنارہ افراسیاب کا ہوگا اور اس طرف کا علاقہ منوچہر کا۔ ترکوں سے صلح اور واپسی کے بعد منوچہر کے طویل عرصہ تک اس عہد کو نبھایا۔ پھر ترکوں نے مداخلت کا آغاز کر دیا۔ ایک دن موٗبد موٗبدان (آتش پرستوں کا بڑا پیشوا) نے لوگوں کو بلایا اور اس طرح خطاب کیا۔

"اے لوگوں! تمام مخلوق کا ایک خالق ہے جو یکتا ہے اور ہر وہ نیکی جوان تک پہنچتی ہے

اسی کی جانب سے ہے۔آپ کو اپنے خالق کی عبادت کرنا چاہیے اوراس کی جانب سے ملنے والی نیکیوں کے جواب میں اس کا شکر بجالانا چاہیے جو کوئی خالق کے کاموں کے متعلق غور وفکر کرتا ہے اس کی عقل و دانش میں اضافہ ہوتا ہے اور جو شخص تفکر سے کام نہیں لیتا اس کا دل تاریک ہوجاتا ہے۔پس جان لیجئے کہ بادشاہ کو ملک کی نگہبانی کے لیے فوج کی موجودگی ناگزیر ہے اوران کے لیے بھی بادشاہ کا ہونا ضروری ہے فوج کے لیے لازم ہے کہ بادشاہ کے حکم کی تعمیل کرے اور دشمن کے مقابلے میں اس کی مدد کریں۔ بادشاہ کو چاہیے کہ فوج کو خوراک دے اور جس وقت اس کی مناسب خدمت کریں انھیں لباس فاخرہ پہنچائے اور جلد ہی انھیں انعامات سے نوازے کیونکہ بادشاہ کی خاطر جنگ لڑنے والے پرندوں کے بال ودم کی مانند ہیں کہ جس کے بغیر اڑا نہیں جاسکتا اور وہ اس کے جانوروں کو کھاتے ہیں۔بادشاہ کو چاہیے کہ رعایا سے انصاف کرے اور کسی بھی ناانصافی پر درگزر سے کام نہ لے اور ان کو پریشانی کے عالم میں نہ چھوڑے کسانوں کی بیج اور سرمائے سے مدد کرے پھر ان سپاہ ساز کلمات کے بعد بہت زیادہ تعداد میں فوج جمع ہوگئی اوراسے رستم کی سپہ سالاری میں ترکوں سے جنگ کے لیے روانہ کردیا وہ کامران ہوا اور جو کچھ انہوں نے ملک ایران کا علاقہ قبضہ میں لیا تھا ان سے واپس لیا۔اسی (منوچہر) کے زمانے میں اللہ تعالیٰ نے شعیب اور موسیٰ کو پیغمبری کے لیے بھیجا اس کے اقوال میں سے ہے کہ دنیا موسم گرما کا پھل اور موسم سرما کا سورج ہے جو ہمیشہ باقی نہیں رہتا۔اور وہ کہا کرتا تھا کہ بادشاہوں کے انعام واکرام ملک کے گناہگار لوگوں کا بہترین لباس ہیں۔

۸۔نوذر:۔

نوذر تازہ اور خوشگوار کو کہتے ہیں۔اس کی ماں فرنگیس جمشید کی نسل سے ہے۔اس



کے باپ منوچہر نے سات سال بادشاہی کی چونکہ اس نے حلم اور گوشہ نشینی اختیار کر رکھی تھی آہستہ آہستہ ملک اس کے ہاتھوں سے چھن گیا۔ اور وہ افراسیاب کے ہاتھوں مارا گیا۔ اس کے اقوال میں سے ہے ''جو شخص چھ عادات رکھتا ہو وہ دوستی کے لائق نہیں اول جو شخص تیری برائیاں جانتا ہو اور مخفی رکھے تجھے ان سے نہ روکے۔ دوسرے وہ ہنر جو تجھ میں نہ ہو اسے تجھ کو نہ دے اور ہرگز تجھے اس کے متعلق نہ بتائے۔ تیسرے یہ کہ اگر تیرے ساتھ کوئی بخشش کرے اسے اپنے دل میں یاد رکھے۔ چوتھے جب تجھ سے کوئی فائدہ حاصل کرے تو اسے بھلا دے پانچویں یہ کہ جب کبھی تجھ سے کوئی چھوٹا گناہ بھی سرزد ہو تو تیرا مواخذہ کرے۔ چھٹے یہ کہ جب تو اس سے معافی کا طلب گار ہو قبول نہ کرے'' اس کا کہنا ہے کہ پاک دل دوست نایاب ہے اور یہ بھی کہا کہ بدکردار بیٹا چھٹی انگلی کی مانند ہے اگر اسے کاٹ دیں تو تکلیف اٹھائیں اور اگر باقی رہنے دیں تو

بدنما لگے اور اس کا بدنما ہونا ہی برداشت ہوسکتا ہے اگر یہ لوگوں کو آزار پہنچانے کا سبب نہ بنے۔ اور کہا کہ انصاف پسند وہ ہے کہ جب اپنے بیٹے کی بھی کوئی ناانصافی دیکھے تو اس کو سزا دینے میں غفلت سے کام نہ لے۔

۹۔ افراسیاب:-

جب پشنگ کے بیٹے افراسیاب نے نوذر پر فتح حاصل کی اور ملک ایران کو باغیوں سے خالی دیکھا تو اپنی بادشاہت کا نقارہ بجوایا۔ ایران پر اس کی حکومت کا زمانہ سات یا بارہ سال ہے۔ چونکہ وہ ایران کو اپنا ملک نہیں سمجھتا تھا اسے برباد وتباہ کیا اور ظلم وستم کرنے لگا۔ مجبوراً لوگ اس سے عاجز آ گئے اور انھوں نے بغاوت کا آغاز کیا اور قارن



اورکشواد کی مدد سے افراسیاب کو ایران سے باہر بھگایا اور بزرگ نسل کے دو شہزادوں زاب اور کرشاسپ کو انھوں نے اپنا حکمران بنادیا۔ جو پیش دادیان خاندان کے دسویں اور گیارہویں افراد ہیں۔ اور انھوں نے بارہ سال تک حکمرانی کی۔

دوسرا خاندان

(۲) خاندانِ کیانی

اسکندر یونانی سمیت یہ لوگ دس، افراد تھے۔ ان کی بادشاہت کا عرصہ سات



زاب



کرشاسب

سو باون سال پر محیط ہے۔

ا۔ کیقباد،۲۔ کیکاؤس،۳۔ کیخسرو،۴۔ لہراسپ،۵۔ گشتاسب،۶۔ بہمن،۷۔ ہمائے،

۸۔ داراب،۹۔ دارا،۱۰۔ اسکندر۔

ا۔ کیغباد یا کیقباد:۔ (بہ عہد پیغمبران حزقیل، الیاس اور شموئیل)

''کے'' فارسی میں شہنشاہ کو کہا جاتا تھا۔ اسے زبردست بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ ان پہلے چار بادشاہوں کو ''کے'' کہا کرتے تھے۔ ا۔ کے غباد،۲۔ کے کاؤس،۳۔ کے



خسرو،۴۔ کے لہراسپ۔ بعض لوگوں کے خیال میں پانچ بادشاہوں کو ''کے'' سمجھا جاتا ہے۔ کیومرز کو بھی انہی میں شمار کیا جاتا ہے۔اور یہ نام مرتبے کے لحاظ سے ستارۂ زحل کی جگہ لیتے ہیں۔ کیونکہ قدماء کے خیال میں یہ سب ستاروں سے افضل واعلیٰ ہیں۔

کیغباد کا باپ منوچہر کے بیٹوں کی اولاد میں سے تھا۔اور اس کی ماں روشنک جمشید کے بیٹے فرہاد کی بیٹی ہے اور یہ دوسرا خاندان اسی بادشاہ کے نام سے جسے کیان کہا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ کوہِ لبرز میں عبادت یزداں میں مشغول رہتا تھا۔ زال نے کرشاسپ کی وفات کے بعد رستم کو اس کے پاس بھیجا اور اسے بلوا کر تخت شاہی پر بٹھایا وہ ایک باصلاحیت اور عادل بادشاہ تھا چنانچہ کہا جاتا ہے کہ لوگوں نے اس کے عدل وانصاف کے سامنے منوچہر کو بھلا دیا۔ وہ ہمیشہ دریائے آمویہ کے کنارے رہتا تھا اور ترکوں سے جنگیں کیں، جیسا کہ فردوسی نے شاہنامہ میں اس کی جنگوں کے بارے میں لکھا ہے۔ رستم، اور کشواد وہ پہلوان ہیں جو اس کی فوج کے سردار تھے۔ حزقیل، الیاس اور شموئیل وہ پیغمبر ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس کے زمانے میں بھیجا اس نے ایک سوبیس سال تک حکمرانی کی۔ یورپی داستان نویس بیان کرتے ہیں کہ غباد ہی نے سب سے پہلے قوانین کا نفاذ کیا اور بہت عرصہ بعد بادشاہت پر فائز ہوا۔ اس کی بادشاہی کا زمانہ چوالیس سال سمجھا جاتا ہے۔ شہر ہمدان کو اسی نے تعمیر کروایا۔ اس کے اقوال میں سے ہے۔ ''وہ شخص جس کی دوستی سے تجھے کوئی فائدہ حاصل نہ ہو اس کی دشمنی سے بھی تجھے کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ آبادی زندگی کی مانند ہے اور تباہی و بربادی موت کا ثبوت ہے۔ اور فرماتا ہے کہ ہر بادشاہ کا آئین اس کی عظمت کا گواہ ہے۔

۲۔ کیکاؤس:-

وہ کیقباد کا بیٹا اور جانشین تھا۔ اُس کی وفات کے بعد اس نے ملکوں میں اضافہ

کیا۔خوبصورت اور بھاری جسم والا تھا۔اس کی ماں گردآفرید کرشاسپ کی بیٹی ہے۔
فارسی میں کاؤس خوبصورت، تیز طبیعت شعلہ بیان اور خدا کے برگزیدہ کو کہتے ہیں۔تخت
شاہی پر قدم رکھنے کے بعد ہی سے ملک واپس چھین لینے کا خیال اس کے دل میں آیا اور
یہی آرزو اس کی موت کا سبب بن جاتی اگر اس کی فوج میں رستم کا سا پہلوان نہ ہوتا۔اس
کے سرداروں میں سے ایک نے اس کے پاس مازندران کے علاقے کی بہت زیادہ
تعریف کی۔بادشاہ کو یہ بات اچھی لگی اتنی کہ اس نے اپنے عاقل وزیروں کی نصیحت نہ
سنی اور میلاد کو اپنا جانشین منتخب کیا اور اس کے قصد کی تیاری کی۔اُس ملک کے بادشاہ



نے جو صحرائی لوگوں سے آباد تھا اپنے ہمسایہ حکمرانوں میں سے ایک کی مدد سے ایرانی لشکر کو شکست دی۔ اور کاؤس کو اسیر کرلیا جب رستم نے ایرانیوں کی شکست کی خبر سنی فوج کو جمع کیا اور مازندران کی جانب دوڑا۔ کوئی بھی چیز اس پہلوان کی تلوار کی تدبیر نہ کرسکی اور اس نے ہاتھی، شیر، سانپ، دیو اور ساحروں تک کو عاجز کردیا۔ کاؤس کو کامرانی کے ساتھ اپنے ملک واپس لایا، یہ سزا بھی اُسکی راحت کا سبب نہ بنی اور کچھ زیادہ مدت نہ گزری کہ اسے ایک اور خطرناک خیال سوجھا، جب بادشاہ ہام آوراں نے کاؤس کو اپنی بیٹی سودابہ کے ہمراہ دیکھا، لشکر تیار کیا اور اس کی جانب مسلح روانہ ہوا۔ اس ملک کے بادشاہ نے چند دوسرے بادشاہوں کی مدد سے اس کے ساتھ جنگ لڑی اور ایرانی فتح پاگئے۔ جب بادشاہ ہام آوراں نے ایسی صورت حال دیکھی تو عیاری سے کام لیتے ہوئے شہنشاہ کے پاس چند تجاویز بھجوائیں اور اسے دعوت پر بلایا تاکہ اپنی بیٹی اسے دے دے۔ کاؤس اپنی فوج کے چند سالاروں کے ساتھ دعوت میں گیا۔ میزبان نے اسے گرفتار کرلیا۔ فوج نے جب بادشاہ کو دشمن کے نرغے میں دیکھا تو منتشر ہوگئی یہ بات رستم کے کانوں تک پہنچی اس نے بہت سی فوج جمع کی اور ہام آوراں کی جانب بڑھا، جب افراسیاب دریائے آمویہ کے اس کنارے گیا رستم نے سمرقند تک ان کا پیچھا کیا۔ افراسیاب کی شکست کے بعد دوبارہ ہام آوراں کی طرف واپس آیا اور وہاں بادشاہ کو تین دوسرے بادشاہوں سمیت اسیر کرلیا۔ ان سب نے معافی طلب کی۔ کاؤس زبردست کامرانی و فتح کے بعد استخر واپس آیا۔ اس کا ایک بیٹا تھا جس کا نام سیاوش تھا اور رستم دستاں نے اس کی تربیت و پرورش کی تھی۔ کاؤس کی بیوی نے اُس پر جھوٹی تہمت لگائی جس کے باعث باپ اس سے ناخوش ہوگیا۔ سیاوش افراسیاب کے پاس چلا گیا اور اس کی بیٹی فرنگیس سے شادی کرلی۔ افراسیاب کے بھائی کرسیوز نے اس سے حسد کیا

اور افراسیاب کو اس کے قتل کر دینے پر مجبور کر دیا۔ اس کی بیوی نے چند ماہ بعد ایک بیٹے کو جنم دیا جس کا نام کیخسرو رکھا۔ جونہی وہ سن رشد کو پہنچا گیو بن گودرز اصفہانی گیا اور اس کی ماں کے ہمراہ ایران لے آیا۔ اس کے زمانے میں جو پیغمبر اور دانشمند لوگ گزرے ہیں لقمانؑ ہیں۔ اس نے بابل میں ستاروں کو دیکھنے کے لے ایک رصدگاہ بنوائی۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی بادشاہی کا زمانہ ایک سو پچاس سال تھا۔ اس بادشاہ کے اقوال میں سے ہے "سب چیزوں سے بہترین چیز تندرستی اور اس سے بھی بڑھ کر ملک کی خوشحالی ہے۔ پسندیدہ دولت اور ان میں سے قابل قدر مذہب ہے اور سب سے خوبصورت عدل و انصاف پسندی ہے۔ عمل افکار کا ثمر ہے اور سخاوت مصیبتوں کو دور کرنے والی ہے۔ ہر کام وقت پر ادا کرنا موزوں ہے" کہا جاتا ہے کہ اس کے عاملین میں سے ایک کسی شہر پر حکمرانی کرتا تھا جب اس کے رویے کے متعلق پوچھا گیا جواب دیا کہ اس کا کام جمع کرنا ہے (کیکاؤس نے) اُسے یہ پیغام بھجوایا کہ زیادہ مال وزر جمع نہ کر کیونکہ موٹا تازہ شکار ہی شیر کی خوراک بن جاتا ہے۔

۳۔ کیخسرو:-

"آئینہ آئین" میں دانشور جاماسب بیان کرتا ہے کہ خسرو عادل پیشوا کو کہا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے بادشاہ کو خسرو کہتے ہیں۔ اور جب وہ فارس آیا تو کاؤس بوڑھا ہو گیا تھا اور اس نے کیخسرو کو بادشاہت عطا کی۔ اس نے لوگوں کو بلوایا اُن سے محبت آمیز باتیں کیں۔ اپنے باپ کے بھائیوں فیر برزا اور توس کو ایک لشکر سے مسلح افراسیاب سے جنگ کے لیے روانہ کیا۔ وہ ترکوں کے مقابل مقاومت نہ کر سکے تو اس نے رستم کو ایک اور جماعت کے ساتھ ان کی مدد کے لیے بھیجا۔ اس کے بعد پھر خود وہاں مسلح ہو کر گیا۔ افراسیاب کا بیٹا شیدہ خوارزم کے علاقے میں آیا اور کیخسرو کے ساتھ اس وسیع



میدانِ جنگ میں معرکہ آراء ہوا اس جنگ کو جنگِ خوارزم اور اس زمین کو ملک خوارزم کہا جاتا ہے۔ افراسیاب فرار ہو گیا بالاخر کیخسرو کے آدمیوں کے ہاتھوں مارا گیا جب اس کی بادشاہت کو ساٹھ سال کا عرصہ بیت گیا تو لہراسب کو اس نے اپنا جانشین مقرر کر دیا اور خود لاپتہ ہو گیا۔

یونانی پینا گرائی جسے اہلِ عرب فیثاغورث لکھتے ہیں اُس کے عہد کے عظیم دانشوروں میں سے ہے۔ جس نے اٹلی میں ایک مدرسہ قائم کیا۔ اور فیثاغورث کے اقوال میں سے ہے۔ وحدت سے نیکی اور بیگانگی سے بدی جنم لیتی ہے اور برابری عدل وانصاف سے حاصل ہوتی ہے۔

کیخسرو کے اقوال ہیں ''خدا آسمان کا بادشاہ ہے اور شہنشاہ زمین کا، پس جو کوئی اس نام (یعنی بادشاہ) سے معزز ہو اسے چاہیے کہ اپنے عہد حکومت کو لوگوں کے کاموں کے سدھارنے میں بسر کرے نہ کہ اپنی خواہشات کی تکمیل میں'' اس کا کہنا ہے کہ نادان وہ ہے جس کا دل یادِ خدا سے خالی ہو اور عقلمند وہ ہے جو کسی کے خوف کے بغیر گناہ پر نادم ہو اور اپنے رب کی عبادت دلی رغبت سے کرے نہ کہ اگلے جہان میں حاصل ہونے والی راحت اور فائدے کی اُمید میں اس کا کہنا ہے کہ اُس (رب کی) کی مدد سے فیضیاب ہونا خوش بختی ہے اور یہ بھی کہا کہ صبر غم سے ہے اور غموں کو گھلا دینے والا ہے۔

۴۔لہراسب:-

اس کا باپ کیکاوس کا بھائی اورند شاہ اور ماں تناز بنتِ آرش بن کیقباد تھی۔ فارسی میں لہراسب چار آتشجان کے برابر ہے۔ اس نے چونکہ جوانی ہی میں گوشہ نشینی اور خدا پرستی شروع کر رکھی تھی اور کیخسرو کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا چنانچہ اس نے اپنی زندگی ہی میں اسے بادشاہت کے لیے چن لیا۔ اگرچہ زال اور دیگر لوگ اس کام سے راضی نہ تھے لیکن ان کی بات کا اثر نہ ہوا اور وہ لوگوں کے درمیان حکمرانی کرنے لگا۔ گناہگاروں کو ہرگز معاف نہ کرتا اور ان کے گناہوں سے چشم پوشی نہ کرتا۔ ترکوں کے قریب اپنے اور ان سے جنگ لڑنے کی خاطر اس نے اپنا دارالسلطنت بلخ کو بنایا اور اس شہر کی عظمت و خوبصورتی کے لیے بہت سا مال و زر صرف کیا اور ایک عظیم عبادت گاہ تعمیر کروائی جسے ''نوبہار'' کہتے ہیں۔ اس نے اپنے اس نئے شہر پر اس قدر لطف و کرم کیا کہ لوگ اسے ''بلخی'' کہا کرتے تھے ''رہام سپر کودرز'' جسے اہلِ عرب بخت نصر کہتے ہیں کو ہا آوران اور مصر بھیجا۔ کہتے ہیں کہ وہ اُس ملک پر غلبہ نہ پاسکا اور اس شعبدے سے کام لیا کہ، کتے، بھیڑیں اور دوسرے جانور جن کی اہلِ مصر عبادت کیا کرتے تھے اُنھیں سدھا لیا



اوراپنی فوج کے ساتھ لے گیا۔اس شہر کے لوگ چونکہ جانوروں کو مقدس سمجھتے تھے اس لیے اس کے ساتھ جنگ نہ کی اور اپنا ملک اس کے حوالے کر دیا۔اس کے بعد وہ بدژبخت (بیت المقدس) گیا اور اس شہر کو ویران کر دیا۔یہودیوں کو قتل کر ڈالا ان کی عورتوں اور بچوں کو اسیر کر کے ایران لے آیا۔

بالآخر لہراسب بوڑھا ہوگیا اور گوشہ نشینی کا ارادہ کرلیا۔مجبوراً اپنے بیٹے کی تلاش کی۔اسے روم کے ایک دیہات سے ڈھونڈ کر لائے اس نے اُسے اپنے پاس بلایا اور بادشاہت اس کے حوالے کی ایک گروہ کا کہنا ہے کہ جب اس بادشاہ کا ظلم وستم انجام کو

پہنچا اور ایران کے بزرگوں نے بھی رہام کہ جس کو لہراسب نے سردار بنایا تھا اور وہ تمام ملک جو اس نے قبضہ میں کیا تھا اُسے بخش دیا تھا۔ اُس سے حسد کیا اور اس کی مدد میں غفلت سے کام لیا۔ افراسیاب کے پوتے ارجاسب نے توران سے لشکر کشی کی اور اسے مار ڈالا۔ کہتے ہیں کہ لہراسب نے ایک سو بیس ۱۲۰ سال حکومت کی۔ اس کے زمانے کے پیغمبر ارمیاد اور عزیر ہیں۔ لہراسب کے اقوال ہیں" بادشاہ اگر باغیوں پر غلبہ پائے اُنھیں سزا دے پھر اس کے بعد ان پر لطف و کرم کرے تو وہ جونکوں کی طرح جاتے ہیں کہ جنہیں کسی تکلیف میں علاج کے لیے جسم کے کسی ایک حصے میں سوراخ کے ذریعے اکٹھا کیا جائے اور جب وہ اس تکلیف کے سبب کو باہر کھینچ لائیں تو اس سوراخ کو جو کیا گیا تھا سی دیا جائے۔ یہ بھی کہا کہ بیماری ایک طرح سے لوگوں کے لیے تندرستی کا باعث ہے جیسا کہ لوگوں کو مناسب سزا یا تنبیہ کرنا خود اُنہی کی راحت کا باعث ہے اور کہا ہے کہ دوستی قابل قدر ہے بہ نسبت رشتہ داری کے اور مال کو بخش دینا اُس کے جمع کرنے سے زیادہ بلند رتبہ ہے اور اسی طرح سے صبر کرنا دولتمندی سے زیادہ بھلا ہے۔

۵۔ گشتاسب:۔

اس کا باپ "لہراسب" ماں" آزادہ" نوذر کے بیٹے گستھم کی بیٹی ہے۔ کہتے ہیں کہ گشتاسب کے ایران واپس آنے کے بعد زردشت (زرتشت) کی پیغمبری اور اس کی کتاب زند اور پازند کی عظمت کے چرچے لوگوں کے وردِ زباں تھے۔ زردشت (زرتشت) نے بادشاہ کے دربار میں رسائی حاصل کی اور اپنے حسن سلوک سے اس کا دل موہ لیا۔ گشتاسب اس کا گرویدہ ہو گیا اور اس کے مقرب پیروکاروں میں سے ہو گیا۔ چنانچہ ایک مرتبہ اس نے استخر کا ارادہ کیا اور وہاں زردشتی مذہب کی انجام دہی میں



گشتاسب

مشغول ہو گیا۔ اس نے حکم دیا کہ زند اور پازند کی تحریریں سونے کے پانی کے ساتھ بارہ ہزار گائے کی کھالوں پر لکھوا کر ملک میں تقسیم کی جائیں اور رعایا آئین زردشتی پڑھیں اور بہت سے آتشکدے ایران میں قائم کیے جن میں بہترین آتشکدۂ پارس اور آزربایگان کا ہے (آزربائیجان) جب ارجاسب توران سے بلخ آیا تو اس نے لہراسب کو قتل کیا اور اس کی بیٹیوں کو گرفتار کر کے ترکستان لے گیا تھا۔ جونہی گشتاسب تخت نشین ہوا تو اپنے بیٹے اسفندیار کو جس کو ''روئین تن'' کہا جاتا تھا ایک بہت بڑے

لشکر سمیت توران بھیجا۔اس نے ارجاسب سے جنگ کی اور فاتح ہوا اور اپنی بہنوں کو رہائی دلوائی ترکستان کی حکمرانی افراسیاب کے بھتیجوں میں سے ایک کو عطا کی۔جب اسفندیار ارجاسب کو ٹھکانے لگا کر مطمئن ہو گیا تو چند بزرگوں کو اس بات پر مامور کیا کہ اس کے باپ سے درخواست کریں کہ وہ بادشاہت کا تاج اسے عطا کر دے۔یہ باتیں سننے کے بعد گشتاسب نے رستم کو اس سے جنگ کرنے پر بھیج دیا جو آوران سے واپسی کے بعد فوج کا سردار تھا۔اسفندیار سیستان چلا گیا اور رستم سے بہت سی جنگیں کیں بالآخر رستم نے اُسے اندھا کر دیا اور اسی تکلیف سے وہ مر گیا۔

گشتاسب اپنے اس ارادے سے بہت پشیمان ہوا۔اور اس کے بیٹے بہمن کو اپنا جانشین بنایا۔اس کے عہد کے دانشوروں میں سے سقراط اور جاماسب ہیں۔ جاماسب کے اقوال یہ ہیں۔

''بے عقل لوگ بھیڑ بکری کی طرح ہیں اور دانشور اُن کے محافظ ہیں۔اور کہا کہ بدترین عادت بخشش نہ کرنا اور انکار کرنا ہے۔اور بہترین کام اپنی خصلت میں سے تنگ نظری سے ہاتھ کھینچ لینا ہے۔بدترین زخم وہ ہے کہ کوئی جواں مَرد کسی کم ظرف سے خواہش کرے اور پوری نہ ہو اور بدترین ذلت کسی بزرگ کا چھوٹے کے دروازے پر جانا ہے کہ جہاں راستہ نہ ملے۔برائی کرنا ایسی بیماری ہے کہ جس کا علاج پشیمانی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ گشتاسب نے ایک سو بیس سال حکمرانی کی اور اُسے سرزمین خضر میں جو ملک پارس کے قریب ہے دفن کیا گیا۔اس کے اقوال میں سے ہے''انکسار کسی ایسے شخص کے شایانِ شان ہے جسے اللہ نے لوگوں پر برتری دی ہو۔ملک پارس کے ایک شہر بیزا کی بنیاد اسی نے رکھی۔یونانی علمائ کا کہنا ہے کہ گشتاسب مدتوں ایران سے فرار رہا اور پھر اپنے ملک واپس آجانے کے بعد اس نے اپنا نام فرخ زاد رکھا۔اس کی حکمرانی

کا عرصہ ساٹھ سال سمجھا جاتا ہے۔

۶۔ بہمن:-

اس کا باپ ''اسفندیار'' ماں ''فرہنگ'' بنت شیدوش بن فریبرز بن کاوس تھی۔ بعض لوگوں کے مطابق وہ ''طالوت'' کی نسل میں سے ہے۔ گشتاسب نے چونکہ اسے بہت بہادر پایا اس لیے اسے اُردشیر کہا کرتا تھا کیونکہ فارسی میں ''ارد'' غصے کو کہتے ہیں۔ اہل یونان کی زبان میں بہمن ایسے شخص کو کہتے ہیں جس کے افکار نیک ہوں۔ چونکہ یونانی علماء اسے بہت پسند کرتے تھے لہٰذا اسی نام سے پکارتے تھے۔ اسے راست گو اور نیک سیرت بھی کہا جاتا ہے اور بہت سمجھ بوجھ والا بچہ بھی کہتے تھے۔ کیونکہ



وہ بچپن ہی میں بہت عقلمند تھا۔ جب وہ اپنے بازو پھیلاتا تو وہ اس کے زانوؤں تک پہنچتے تھے اور اس نے بہت سے لوگوں پر دست درازی کی تھی۔ لیکن یونانی اسے دراز دست نہیں کہتے۔ اسفندیار نے اسے ۱۲سال کی عمر کی میں معلم کے سپرد کیا۔ اسے کم خوابی اور ملک کی باگ دوڑ سنبھالنے کی تربیت دی اور نزاع کے عالم میں اسے رستم کے حوالے کیا تا کہ اسے جنگ کے طور طریقے سکھائے۔ تعلیم و تربیت کے بعد گشتاسب نے اسے بلوایا اور شاہی تاج اسے عطا کیا۔ اس نے ملک کو اس طرح سے چلایا کہ جاماسب اور دوسرے دانشمند اس بادشاہ کی عقل پر متعجب ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ وہ ہر تحریر کے آغاز میں اس طرح لکھتا کہ یہ اردشیر، خدا کے بندے اور آپ کے نگہبان کی جانب سے ہے۔ جس وقت کوئی حکمران کسی ملک میں بھیجتا تھا تو ایک مخبر بھی پوشیدہ طور پر مقرر کر دیتا تا کہ اسے اس کی رعایا سے سلوک اور کردار کے متعلق اطلاع دے کہ وہ حکمران عادل ہے یا ظالم تا کہ اسے سزا دے۔ اور وہ سال میں ایک مرتبہ تمام رعایا کو ایک محفل میں جمع کرتا اور پھر اس محفل میں خود تخت سے نیچے اتر آتا۔ سب سے پہلے اپنے خالق کا شکر بجالاتا اور اس کے بعد کہتا کہ اس ایک سال میں، میں نے جو حاکم بھیجے اگر مجھ سے یا میرے مقرر کردہ لوگوں سے آپ کو کوئی تکلیف پہنچی ہو تو واضح کیجیے تا کہ میں انصاف کروں۔ یہ کلمات سننے کے بعد لوگ اس کی مدح وستائش کرتے اور موبد موبدان کھڑا ہو کر یہ کہتا کہ رعایا اور سردار تجھ سے راضی ہیں اس لیے کہ تیرا کردار نیک ہے۔ پھر ایک شخص بلند آواز میں سب سے کہتا تھا کہ زرخیز زمین میں بیج بوئیں، خدا سے ڈریں اور نمک حرامی سے پرہیز کریں اور حرص سے دور رہیں۔ پس ہر ملک کے بزرگوں کو دو مرتبہ پوشیدہ طور پر بلواتا اور انصاف کرنے کی بہت زیادہ کوشش کرتا تھا۔ اور اس محفل میں سفید ریش بزرگ اور ہر شہر کے زمیندار رعایا کی فلاح کے لیے جو کچھ بھی دل

میں تجاویز رکھتے تھے، بادشاہ سے کہہ دیتے تھے اور وہ اسی لمحے ان کے کاموں کو پورا کرنے کا حکم دیتا تھا۔ ''آئینِ خسروی'' میں بیان کرتے ہیں کہ بہمن ہمیشہ اپنے وزراء سے کہا کرتا تھا کہ جس وقت بھی آپ دیکھیں کہ میں نے مال و دولت کی خاطر راہ راست سے چشم پوشی کی اور انصاف سے کام نہیں لیا مجھے اس فعل سے روک دیں اور اگر میں بلا وجہ کسی پر غصہ کروں تو مجھے نہ چھوڑیں اور پسندیدہ کام کرنے پر مجبور کردیں کچھ عرصہ بعد اس کو اپنے باپ کا انتقام لینے کا خیال آیا اور ایک لشکر لے کر زابلستان کی طرف چڑھائی کی۔ چونکہ اس زمانے میں رستم مر چکا تھا چنانچہ اُس کے بیٹے فرامرز کے ساتھ زابلستان کے لوگوں کی طرف گیا اور اپنے دل کو باپ کے انتقام سے مطمئن کیا۔ اور ''رہام راز'' کے بیٹے کو بابل کی حکمرانی پر مقرر کیا۔ کشتاسب کے پوتے کتوش کو جس کی ماں اسرائیل کی نسل کے پیغمبروں میں سے ایک کی بیٹی تھی اُس جگہ بھیجا اور حکم دیا کہ یعقوب کی تمام اولاد کو دژ بخت لے جائے اور ان میں سے جس کسی کو لوگ پسند کریں ان پر حاکم مقرر کردے اس نے ایسا ہی کیا اور سب کے سب پیغمبر دانیال کی حکمرانی پر متفق ہوگئے اور انھیں ہام آوراں کی بادشاہت بخش دی اور یہودیوں کو ان کی جائے پیدائش بھیج دیا اور دژ بخت کو از سر نو آباد کیا۔ اس کے دو بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ ساسان۔ داراب، ہمای۔ فرنگ۔ بہمن دخت کہتے ہیں کہ زوجہ کے مرنے کے بعد اس نے دوسری شادی کی جس سے داراب پیدا ہوا تاج اس کے سر پر رکھا اور اسے اپنا جانشین بنایا۔ چونکہ ساسان ملک پر حکمرانی کی امید رکھتا تھا۔ جب مایوس ہوگیا تو استخر سے چلا گیا۔ اور مجبوراً گوشہ نشینی اختیار کرلی۔ بہمن کی تعمیرات میں سے ایک ''بندکوار'' ہے جو دریائے کہبانوں پر باندھا گیا اس کے عہد سے متعلق دانشور حکیم بقراط اور زیمقراتیس ہیں۔ وہ ان کی قدر کرتا تھا اور ان سے عقل و دانش سیکھتا تھا۔ کہتے

ہیں کہ اس کی حکمرانی کا زمانہ ایک سو بارہ سال تھا ایک جماعت بیان کرتی ہے کہ اس نے استخر میں کئی عمارات قائم کیں دوسری جگہیں آباد کیں جواب زیر زمین ہو چکی ہیں۔ اس کے اقوال میں سے ہے ''انصاف بہترین خصلتوں میں سے ہے اور تکبر افکار کو نقصان پہنچاتا ہے۔ جس طرح سے خواہشات پاکدامنی کو نقصان پہنچاتی ہیں۔ اور اس نے کہا کہ بہادر وہ ہے جو نیک نامی کو زبانی مدح وستائش سے افضل سمجھے اور بزدل وہ ہے جو زبانی تعریف کو ہمیشہ باقی رہنے والے نام سے اعلیٰ خیال کرے۔

۷۔ ہمائے دخت بہمن:۔

کہا جاتا ہے کہ وہ مردانہ صفات کی حامل تھی۔ اچھے کام انجام دیتی تھی۔ چونکہ وہ حکمرانی کی خواہشمند تھی چنانچہ داراب کے جنم لینے کے بعد اُس سے حسد کیا اور اسے لکڑی کے ایک تختے پر رکھ کر دریائے بلخ کے پانی میں بہا دیا بعض کے مطابق دریائے فرات میں بہایا۔ اس وجہ سے کہ نجومیوں نے یہ پیشینگوئی کی تھی کہ اس بچے کی بدقسمتی ایران کو نقصان سے دوچار کر دے گی۔ ایک پن چکی والے نے اُسے پالیا اپنے گھر لے گیا اور داراب نام رکھا اور اس کی پرورش وحفاظت میں کمر بستہ ہو گیا۔ جونہی اس نے بچپن سے آگے قدم بڑھایا لوگوں نے اس کے کردار میں شاہانہ طور طریقے دیکھے یہ بات آہستہ آہستہ لوگوں کے درمیان پھیلتی گئی۔ ہمای اس خوشخبری سے بہت خوش ہوئی اور اپنے کیئے پر نادم ہوئی۔ اس نے پن چکی والے کو انعامات سے نوازا۔ شاہی تاج اپنے سر سے اتارا اور داراب کے سر پر رکھ دیا۔ ''چھل پایہ'' جو کہ استخر میں ہے اور آخری پیغمبر کے پیروکاروں نے وہاں ایک عبادت گاہ بنائی ہے اُسی کی تعمیر ہے۔ اس نے ''کلپایکانزا'' کی تعمیر بھی کی۔



۸۔ داراب:-

وہ بہمن کا بیٹا تھا اور ہمائے کی جگہ تخت شاہی پر بیٹھا اس نے دنیا کی بیشتر آبادی کو اپنے تصرف میں کیا۔ ایک لشکر یونان لے گیا اور وہاں کے بادشاہ فلِپ کو شکست دی اس کی بیٹی سے شادی کی اور ایک رات بھی اس کے ساتھ بسر نہ کی اور اسے واپس یونان بھیج دیا۔ بعض لوگوں کے خیال میں اسکندر اسی رات ظاہر ہوا۔ داراب نے فلِپ کو مجبور کر دیا کہ وہ ایک سال تک مرغی کے ایک ہزار انڈوں کی مانند سونا بطور ٹیکس

داراب



بھجوائے۔اس نے بارہ سال حکمرانی کی۔اس کے عہد کے دانشمندوں میں سے ایک سقراط کا شاگرد افلاطون ہے۔پارس میں اس کی تعمیرات میں سے ایک شہر داراب ہے جہاں جلد پیغام رسانی کی خاطر راستوں پر گھوڑے متعین کیے تھے۔اس کے اقوال میں سے ہے۔''جو شخص دوستی میں تیری بات پر تعریف کرے جو تجھ میں موجود نہ ہو تو اس میں تیرے لیے دشمنی ہے۔اور پھر اس نے غلط بیانی سے بھی کام لیا اور ایسی بات کی جو تجھ میں نہیں ہے جب کبھی تجھے کوئی غم پہنچے تو اُس غم کو یاد کر جو اس سے زیادہ بڑا تھا تا کہ اس کا دکھ کم ہو جائے۔نیکی اگر چہ تھوڑی ہی کیوں نہ ہو اسے حقیر نہ جانو اور وہ کہا کرتا تھا

کہ عقلمند کو کسی نادان شخص کے ساتھ جھگڑنا نہیں چاہیے اور ایک سمجھدار شخص مست آدمی سے نہ لڑے۔ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ بادشاہ کی بہترین خوبی سچ بولنا ہے کیونکہ دشمن کا خوف اور دوستی کی اُمید اسی میں ہے۔ اس نے کہا کہ انعام واکرام یہ ہے کہ بن مانگے دے دیا جائے کیونکہ طلب کرنے کے بعد وہ صلہ ہو جائے گا۔

۹۔ دارا:-

وہ داراب کا بیٹا تھا اور گذشتہ بادشاہوں کے سے کردار سے بے بہرہ تھا۔ کہتے ہیں کہ وہ حکمرانی کو حقیر کام سمجھتا تھا۔ پہلی بار جب اس نے کسی کو فِلپ کے جانشین اسکندر کے پاس اُس ٹیکس کی وصولی کے لیے بھیجا جو داراب نے یونانیوں پر عائد کیا تھا۔ تو



اسکندر نے جواب میں کہا کہ وہ مرغیاں جو انڈے دیا کرتی تھیں۔ اُڑ گئیں اب تمہارے اور ہمارے درمیان سوائے تلوار اور نیزے کے کچھ نہیں ہے۔ اس کے بعد دارا نے چوگان اور گیند بہت سے تلوں کے ساتھ روانہ کیے اور اس طرح سے اظہار کیا کہ تو ابھی بچہ ہے تجھے گیند اور چوگان سے کھیلنا چاہیے اور تلوں کے اس ڈھیر کی مانند ایرانی فوج یونان آرہی ہے تجھے جنگ کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ اسکندر نے اس کے بھیجے ہوئے تلوں کے مقابل مرغیاں طلب کیں اور کچھ زیادہ دیر نہ گزری کہ وہ سارا دانہ چگ گئیں۔ اس نے دارا کے قاصد سے کہا کہ ہم نے اس کام سے دو اچھی پیشگوئیاں کی ہیں ایک یہ کہ آپ کے ملک پر غالب آجائیں گے اور اس سے فائدہ اٹھائیں گے دوسرے یہ کہ یونان کے بہادر آپ کے لشکر کثیر کو اسی طرح لوٹ لیں گے جس طرح ان مرغیوں نے تلوں کو اس دوران میں تیس ہزار پیادہ اور پانچ ہزار سواروں کا مسلح لشکر ایران کی جانب سے آیا یورپی لوگوں نے سکندر کی تقلید میں جو راستہ ایشیا کی طرف اختیار کیا دارا نے بھی اسی سمت سے اس کی طرف پیش قدمی کی ایک روز دارا سو رہا تھا کہ ہمدان کے رہنے والے ایک شخص نے اس کے خیمے کو محافظوں سے خالی دیکھتے ہوئے اس کے پہلو کو چاک کر ڈالا اور اسکندر کے لشکر میں فرار ہو گیا۔ دارا نے چودہ سال تک حکمرانی کی۔ اسکندر نے یہ سنتے ہی خود کو دارا کے پاس پہنچایا اس کا سر اپنے زانو پر رکھتے ہوئے بہت رویا اور یہ قسم کھائی کہ میں اس کام سے خوش نہیں ہوں اور تمہاری موت میرے لیے بہت ناگوار ہے۔ اُس نے نزاع کے عالم میں اس سے تین خواہشوں کا اظہار کیا'' ۱۔ اس کی بیٹی روشنک کو اپنی زوجیت میں لے لے، ۲۔ اُس کے قاتلوں کو قتل کرے، ۳۔ ملک ایران پر کسی غیر کو (حاکم) مقرر نہ کرے'' یہ کہا اور جان دے دی۔

اسکندر نے اس کی موت کے بعد بڑی آسودگی پائی۔ اُس کی بیٹی سے شادی کی،

اُس کے لواحقین کی قدر افزائی کی اور اُس کے قاتلوں کو قتل کر دیا۔

۱۰۔ اسکندر:۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ فیلقوس کا بیٹا ہے ایک گروہ داراب کو اس کا باپ اور ماں کو فیلقوس کی بیٹی سمجھتے ہیں۔ دارا کے قتل اور ایران پر قابض ہو جانے کے بعد، استخر جو بادشاہان پارس اور ایران کا دارالسلطنت تھا اور وہ بادشاہ اس کی تباہی کے کام میں بدنام ہونے کے اندیشے سے اس بات کا حامی نہ تھا۔ چنانچہ ایک رات اس کی ہمخواب نے اسے بہت زیادہ شراب پلائی اور اسے نشے کے عروج پر لے گئی۔ اور یونان میں ایرانیوں کی قتل و غارت گری اُسے یاد دلائی اور اس بات پر اسے راضی کر لیا کہ حکم دے



تا کہ استخر کو جلا ڈالیں اور اس ہوشمند بادشاہ کو آج تک اس فعل کی وجہ سے بدنام کردیا۔اس نے تیرہ سال تک حکمرانی کی۔اور اس سرزمین کے بزرگوں میں سے ہر ایک کو اس نے ایک ملک عطا کیا تا کہ دارا کی خواہش کو پورا کردے اور غیروں کو ایران کی حکمرانی نہ سونپے۔اور ان کی سرگزشت ارسطو کو لکھی تھی کہ میں نے ایران سے جنگ کی اور اب ڈرتا ہوں کہ اگر ان میں سے کسی ایک کو بھی حکمرانی پر مامور کرتا ہوں تو کہیں بغاوت کا آغاز نہ کردیں اور اس بادشاہ کی نسل میں سے ایران میں بہت زیادہ لوگ ہیں میں نہیں جانتا کہ ان کے ساتھ کیسا سلوک کروں۔

ارسطو نے جواب میں اسے لکھا کہ پارس کے سرداروں کو حکمرانی عطا کر اور ان پر سختی نہ کرنا تا کہ خداوند تجھ پر سختی نہ کرے اور ہر ملک ایک بادشاہ کے حوالے کردے تا کہ تیرے متعلق کوئی خیال دل میں نہ لائیں اور خود آپس ہی میں جنگ میں مصروف رہیں۔اس نے ایسا ہی کیا اور اُس نے پارس جو دارالسلطنت تھا استھن یونانی کو عطا کیا۔اور پارس وروم کا کام انجام دینے کے بعد اس نے ہندوستان کا قصد کیا۔اس طرح دو ملکوں پر غلبہ حاصل کیا اور واپسی پر بغداد کے قریب ایک شہر ''زور بابل'' میں اس دنیا سے رخصت ہوا۔اس کی زندگی کی مدت چھتیس سال تھی۔اس کے بعد یونان میں اس کے بیٹے ''اسکندروس'' کو بادشاہت دی گئی لیکن اس نے قبول نہ کی اور کہا کہ علم و دانش نے مجھے بادشاہت سے بے نیاز کردیا ہے۔اس نے گوشہ نشینی اختیار کرلی۔ مجبوراً یونان میں ''بطلیموس'' کو تخت نشیں کیا گیا۔حالتِ نزاع میں اسکندر سے پوچھا گیا کہ اس مختصر سی عمر میں کس طرح تو نے دنیا کو فتح کرلیا۔اس نے کہا دو باتوں سے ''اول یہ کہ میں نے دشمنوں کو مجبور کردیا کہ وہ میرے دوست بن جائیں۔دوسرے دوستوں کو اس بات پر نہ چھوڑا کہ وہ مجھ سے دشمنی کریں''۔

اُس نے اپنے مامورین کو وصیت کی کہ قبرستان لے جاتے وقت اُس کے ہاتھ کفن سے باہر نکال دیں تا کہ لوگ یہ دیکھ لیں کہ اس تمام تر بادشاہت کے باوجود (اس دنیا سے) خالی ہاتھ رخصت ہوا ہوں۔ اور اپنی ماں کو پیغام بھجوایا کہ بے صبری کا مظاہرہ نہ کرے اور میری موت کے غم میں دوسروں پر اس طرح سے ظاہر کرنا کہ تمہیں قطعاً کوئی غم نہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی یہ خواہش تھی کہ وہ صبر کرے کیونکہ کسی بھی شخص کے پاس غم کا مداوا نہیں ہے۔ وہ دانشمند اور علم پرور تھا اور سب لوگ جانتے ہیں کہ اس کے عہد میں بہت سے دانشمند گزرے ہیں۔ ایک روز اس نے دانشمندوں کو بلایا اور اس کے یہ اقوال اس کی دانشمندی کے گواہ ہیں اُس نے کہا ''تعریف صرف اللہ کی ذات ہی کے لیے سزاوار ہے کیونکہ اس کے سوا کوئی بھی حمد و ثنا کے لائق نہیں ہے اور وہ مخلوق کی مدد کے بغیر ہی قابل قدر اور عظمت والا ہے۔ چونکہ اس کی شاہی پائیدار ہے۔ اس نے بادشاہوں کو مغلوب کیا کیونکہ اس کی عظمت بہت زیادہ ہے۔ دولتمندوں کو اس نے ذلیل و خوار کیا۔ اُس نے وہ نیک کام جو مجھے عنایت کیے ان پر اس کی تعریف کرتا ہوں اور اس طرح شکر بجالاتا ہوں کہ اس کی بندگی میں اسی کی مدد طلب کرتا ہوں۔ اے لوگو! وہ کمترین بات جس کی میں آپ سے خواہش رکھتا ہوں یہ ہے کہ بتوں کو پھینک دیجئے کیونکہ وہ آپ کو کوئی نفع یا نقصان نہیں دے سکتے۔ خدا کی طرف لوٹ جائیں پرہیز گاری کو اپنا شعار بنالیں اور اُس کے غضب سے ڈریں اور جان لیجئے کہ میں جسے میرے خدا نے منتخب کیا ہے اور جس بات کی میں خواہش رکھتا تھا مجھے بخشی آپ میں سے جو کوئی بھی بغاوت کرے گا تلوار کے سوا مجھ سے (جواباً) کچھ نہ دیکھے گا۔ پس یہی اچھی نصیحتیں تھی جو میں نے آپ سے کہی ہیں'' کہتے ہیں کہ ایک دن ایک نادان نے اسے گالی دی۔ اس کے مقربین میں سے ایک نے چاہا کہ اسکندر اُسے سزا دے۔

اسکندر نے جواب میں کہا کہ اب اگر کوئی اس نادان کی باتیں سنے اس کو تنبیہ کر دیں اور اگر میں اس پر غصہ کرتا ہوں تو مجھے برا بھلا کہے۔ ایک روز ایک باغی کو اس کے پاس لائے اس نے اسے رہائی دے دی۔ بزرگوں میں سے ایک نے غصے کے عالم میں کہا کہ اگر میں تمہارے جگہ ہوتا تو اسے قتل کر دیتا۔ اسکندر نے جواب دیا۔ چونکہ میں تمہاری جگہ نہیں ہوں لہٰذا میں نے اسے قتل نہ کیا!۔ ایک دن اس کے وزراء نے اسے نصیحت کی کہ تم بہت سی شادیاں کرو تاکہ ملک تمہارے ہاتھوں نہ چھن جائے اور ہر سرزمین اپنے بیٹے کے سپرد کر دو۔ اس نے کہا کہ نیک نام بہتر چیز ہے کیونکہ وہ پائیدار رہتا ہے جو کوئی مسلسل لوگوں پر زبردستی کرتا ہو اسے چاہیے کہ عورتوں کے زیردست ہو جائے۔ اس کے مقربین میں سے دو افراد آپس میں جھگڑ پڑے اس کے پاس انصاف طلبی کے لیے آئے اس نے کہا کہ یہ انصاف مجھ سے نہ ہوگا کیونکہ میں دونوں کو عزیز رکھتا ہوں اور یہ بات ناگزیر ہے کیونکہ میرا انصاف ان دونوں میں سے کسی ایک کے دکھ کا باعث ہوگا اور میں اس بات پر راضی نہیں ہوں۔ اس سے پوچھا گیا کہ اپنے استاد کو باپ پر فوقیت کیوں دیتا ہے؟ جواب دیا کہ باپ کی زندگی کا سرمایہ فنا پذیر ہے اور استاد کی زندگی کا سرمایہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے باپ مجھے آسمان سے زمین پر لایا اور میرا استاد ارسطو مجھے زمین سے آسمان تک لے گیا۔ کئی مرتبہ اس کے سپہ سالاروں نے اسے دشمن پر شب خون مارنے کو کہا مگر اس نے اس کام سے دوری اختیار کی اور کہا کہ شب خون چوروں کا سا کام ہے اور ایک بادشاہ کو چوری کرنا زیب نہیں دیتا۔

۳ اشکانی خاندان

اسکندر کی وفات سے لے کر ''اُردشیر'' کے زمانے تک جو ساسانیوں کا بانی ہے۔

داستان سراؤں نے اس دور کو درست طور پر بیان نہیں کیا کہ ملک ایران کتنے حصوں میں تقسیم تھا اور ہر بادشاہ ملک میں حاکم رکھتا تھا چنانچہ اس زمانے کو عہد بے بادشاہی کہا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ دارا کے بیٹے اشک نے دیگر بادشاہوں کی مدد سے اسکندر کے سردار استھن کو مار ڈالا اور ایران کو یونانیوں سے خالی کر دیا وہ بادشاہ جو اس کے عہد میں تھے باوجود اس کے کہ اس برتری کے حامی تھے مگر اسے ٹیکس نہیں دیتے تھے۔ اس کی نسل کو اشکانی کہا جاتا ہے۔ اس خاندان کی بادشاہت کا زمانہ چار سو اکسٹھ سال ہے اور استھن رومی سمیت یہ بیس افراد بادشاہ ہو گزرے ہیں۔ چنانچہ یکے بعد دیگرے ان کے نام اور عہد کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے۔

ا۔ استھن:۔

وہ اسکندر کے سپہ سالاروں میں سے ایک تھا۔ اس نے پارس جو کہ ایران کا درالسلطنت اور گنجان آباد علاقہ تھا چار سال تک حکومت کی۔

۲۔ اشک:۔

وہ دارا کی نسل سے تھا اور پندرہ سال تک حکمران رہا۔

۳۔ اشکان:۔

وہ اشک کی ماں کا بھائی تھا جو کاؤس کے بھائی کی نسل سے تھی وہ نو ۹ سال اپنے بھانجے کی جگہ تخت پر بیٹھا۔

۴۔ اشک:۔

اشکان کا بیٹا تھا اور سات سال حکمرانی کی۔

۵۔ شاپور:۔

وہ اشک کا بیٹا اور نیک سیرت ہوشمند بادشاہ تھا۔ عیسیٰؑ اس کے عہد کے پیغمبر تھے اور

''ویسہ ورامین'' اس کے زمانے کے عاشق و معشوق تھے۔اس نے ساٹھ سال بادشاہت کی اور مدائن کو اپنا دارالسلطنت بنایا۔

۶۔بہرام:۔

وہ شاپور کا بیٹا اور ایک کامیاب جنگجو تھا اس نے اپنے بہت سے ہمسایہ ممالک کو اپنے قبضے میں لیا تھا۔استنبول کے قریب پختہ اینٹوں کا ایک شہر اس نے تعمیر کروایا اور وہاں ایک بڑے آتشکدے کی بنیاد رکھی۔اس نے پچاس برس حکومت کی اور ''رے'' کو اپنا صدر مقام بنایا۔

۷۔پلاش:۔

وہ بہرام بہام آوراں کا بیٹا تھا۔اس نے روم سے جنگ کی اور فاتح ہوا۔اس نے سولہ سال حکمرانی کی۔

۸۔ہرمز:۔

وہ پلاش کا بیٹا تھا۔اس نے انیس سال حکمرانی کی۔اُس نے قادسیہ اور نہروان کی تعمیر کی۔

۹۔نرسی:۔

وہ پلاش کا بیٹا تھا اس نے چالیس سال تک ملک پر حکومت کی۔

۱۰۔فیروز:۔

وہ ہرمز کا بیٹا ہے بارہ سال تک ظلم وستم کرتا رہا بالآخر اسے قتل کر دیا گیا۔

۱۱۔پلاش:۔

وہ فیروز کا بیٹا تھا، بارہ سال بادشاہ رہا۔شہر لاراز اسی نے تعمیر کروایا۔

۱۲۔خسرو:۔

وہ پلاش کا بیٹا تھا۔وہ بدکار اور ہوس پرست تھا۔چالیس سال بادشاہت کی۔

۱۳۔ پلاشان:۔

وہ پلاش کا بیٹا تھا۔بارہ سال حکمرانی کے بعد اس کے خیمے کا تیر اس کے سر پر آن گرا اور وہ مر گیا۔

۱۴۔اُردوان:۔

وہ اشنع کا بیٹا تھا۔اُنتیس سال حکمران رہا۔

۱۵۔خسرو:۔

وہ اشنع کا بیٹا تھا۔اس نے اُنیس سال تک بادشاہت کی۔

۱۶۔ پلاش:۔

اشنع کا بیٹا تھا،اُس نے بارہ سال ایران پر حکمرانی کی۔

۱۷۔ گودرز:۔

وہ پلاش کا بیٹا تھا۔چالیس سال تخت شاہی پر براجمان رہا۔

۱۸۔نرسی:۔

وہ گودرز کا بیٹا تھا بیس سال حاکم رہا۔

۱۹۔ گودرز:۔

وہ نرسی کا بیٹا تھا،پندرہ سال حاکم رہا۔

۲۰۔اردوان:۔

نرسی کا بیٹا جس نے تئیس سال تک بادشاہت کی۔

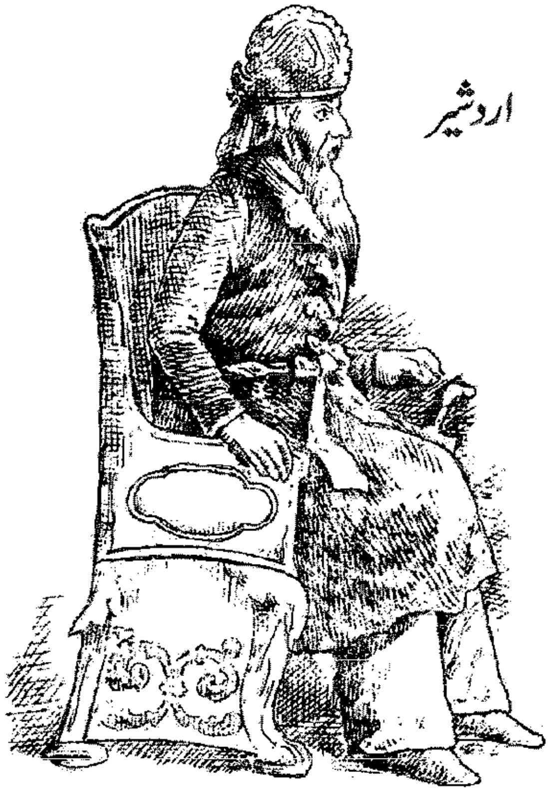
﴿۴﴾ خاندانِ ساسانی

اس خاندان کے اٹھائیس افراد ہیں۔ان کے بادشاہت کا زمانہ پانچ سو دو سال سات ماہ تھا۔(ان کے نام یہ ہیں)

۱،اردشیر،۲،شاپور،۳، ہرمز،۴ بہرام،۵ بہرام،۶ بہرام،۷ نرسی،۸، ہُرمز،۹،شاپور ۱۰،اردشیر،۱۱،شاپور،۱۲، بہرام،۱۳، یزدگرد،۱۴، بہرام،۱۵، یزدگرد،۱۶، ہرمز،۱۷، پیروز، ۱۸، پلاش،۱۹، غباد،۲۰،نوشیروان،۲۱، ہرمز،۲۲،خسرو ،۲۳،شیرویہ،۲۴،اردشیر، ۲۵، پوراندخت،۲۶، ازرمیدخت،۲۷،فرخ زاد،۲۸،یزدگرد

۱۔اُردشیر:۔

وہ دوسو چھبیس عیسوی میں تخت نشین ہوا۔وہ ''بہمن'' کے بیٹے ساسان کی نسل سے تھا۔اس کی ماں ''گہرآفید'' بابک کی بیٹی تھی۔چونکہ بابک نے اس کی تربیت اور پرورش کی تھی اسے اردشیر بابکان کہا جاتا ہے۔وہ ایک عظیم بادشاہ تھا،جو ملکوں کو فتح کرنے اور قوانین کے نفاذ میں اپنی مثال نہ رکھتا تھا۔جونہی وہ بادشاہت پر فائز ہوا۔ اس نے اردوان کا قصد کیا۔اس پر غلبہ پایا۔اس کی بیٹی کو لوٹ مار کے سامان سمیت بادشاہ کے محل میں لایا گیا۔استخر جو اس کے آباء واجداد کی جگہ تھی اسے دوبارہ اپنا صدر مقام بنایا۔ہر طرف رخ کیا۔دشمنوں کو شکست دی۔کہتے ہیں کہ اُس جیسا کوئی بھی بادشاہ نہیں گزرا جس نے دنیا کی بیشتر آبادی پر قبضہ کیا ہو۔چونکہ وہ بہت سے بادشاہوں



پر حکم چلاتا تھا اُسے شہنشاہ کہتے تھے اور اس کے بعد سے بادشاہان پارس کو شہنشاہ پکارا جانے لگا۔ جب اس نے بہت سے ملکوں پر تسلط حاصل کرلیا اور آسودگی حاصل کی تو پارس واپس گیا اور بہت عرصہ تک اطمینان سے عدل وانصاف کرنے لگا۔ اس نے بہت سے نامے لکھوائے آئین بادشاہی سے متعلق ایک نامہ ''کارنامہ'' اور ''کارستان'' جونامۂ بزرگ ہے۔

جو اس نے زمانہ طالبعلمی میں لکھا۔ جس میں لوگوں کے مفید طور طریقے درج ہیں جو کسی بھی شخص کے لیے ضروری ہے۔ وہ ملک کی آبادی اور ماتحتوں کی خوشحالی کی خاطر کسی بات کو پس پشت نہ ڈالتا اور اس نے پسندیدہ قوانین نافذ کیے۔ یہاں تک کہ اس

کے عہد میں بہت سے پیشے، علم ودانش، تجارت اور بالخصوص زراعت میں خاطر خواہ اضافہ ہوا۔ وہ ہمیشہ سیر وسیاحت کرتا تھا۔ اور تھوڑا عرصہ ہی کسی ایک جگہ قیام کرتا۔ اُسے تمام جگہوں سے زیادہ عزیز ملک پارس تھا۔ کیونکہ وہ اس کے آباء کا صدر مقام تھا۔ اوراس کی حکومت کو وہاں عروج تھا۔ وہ ہمیشہ دنیا کی آبادی کی خاطر اپنی اولاد، فوج اور رعایا کی تربیت میں مشغول رہتا تھا۔ اور کہا کرتا تھا کہ میرے ملک کے لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنے بیٹوں کو بے ہنر نہ رہنے دیں۔ اور جس کا باپ نہ ہوتا اُس کے سردار اُن کی تربیت کرتے اوران کا وظیفہ شاہی خزانے سے ملتا تھا۔ تاکہ فوجیوں کے بیٹوں کو سواری اور سپہ سالاری، پیشہ وروں کو پیشہ وری، دانشوروں کو علم وادب اور کسانوں کو زراعت کے طور طریقے سکھائیں، ان لوگوں کو مناسب تعلیم وتربیت کے بعد بادشاہ کے پاس لایا جاتا۔ بادشاہ اُن تمام یتیم جنگجوؤں میں سے کسی ایک کو بقیہ تمام لوگوں پر سرداری عطا کرتا اور انھیں اپنی فوج میں شامل کر لیتا تھا۔ کسانوں کو بیج اور بیل فراہم کرتا تھا اور انھیں زراعت کے لیے بھیج دیتا۔ پیشہ وروں کو سرمایہ دیتا اور ہر کسی کو اس کے کام میں مصروف کر دیتا دانشوروں اور عقلمندوں کو اپنا مقرب بنالیتا تھا۔ اس طرح سے ملک میں کوئی جگہ ویران نہ رہی اور کوئی شخص کسی دوسرے پر ظلم نہ کر سکتا تھا۔ کیونکہ وہ ہر جگہ ایک سردار کو بھیج دیا کرتا تھا۔ سب سے پہلے اسی نے اچھی نصیحتیں کیں۔ اوراس کے حسن سلوک کا ایک نامہ لکھ کر اس کے پاس لایا گیا۔ اس کے عہد حکومت میں ایران میں کوئی شخص بھی حقیر اور مفلس نہ تھا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ ہمیشہ عدل وانصاف کے ساتھ رہتا تھا۔ دن کے اوقات میں وہ دانائی کی باتیں تحریر کرنا پسند کرتا تھا اور راتوں کو خدا کی عبادت کیا کرتا تھا۔ چونکہ نجومیوں نے یہ پیش گوئی کی تھی کہ اس کا شاہی تاج اشکانیوں کی اولاد کے سر پر رکھا جائے گا۔ چنانچہ اس نے اردوان کو شکست دینے کے بعد اس کی نسل میں

سے جس کو بھی پایا مار ڈالا، سوائے اردوان کی بیٹی کے جس کو وہ پہچان نہ سکا تھا۔ جو اسی کے شاہی محل میں تھی۔ اردشیر کی نظر اُس پری چہرہ لڑکی پر پڑی وہ اس کا دیوانہ ہو گیا۔ اس سے شادی کر لی اور اس سے بہت محبت کرتا تھا۔ ایک دن لڑکی نے بادشاہ کی محبت کے جوش میں آ کر کہا کہ جو بچہ میرے بطن میں ہے وہ اردوان کا بھانجا ہے۔ بادشاہ اس بات پر بھڑک اٹھا اور اپنے وزیر سے کہا کہ اس لڑکی کو زندہ درگور کر دو۔ اس نے چاہا کہ اردشیر کے حکم کی تعمیل کرے۔ لڑکی نے رونا شروع کر دیا اور اپنے حاملہ ہونے کا اظہار کر دیا۔ لیکن وہ بادشاہ کی حکم عدولی بھی نہ کر سکتا تھا۔ مجبوراً اس نے زیر زمین ایک اچھا سا تہہ خانہ بنوایا اور لڑکی کو وہاں احترام سے رکھا کہتے ہیں کہ اس وزیر نے دشمنوں کی بدگمانی کے خوف سے خود کو مخنث بنا لیا اور اپنی مردانہ علامت کو ایک رومال میں لپیٹ کر بادشاہ کے پاس لے گیا۔ اور بغیر دکھائے اس کے خزانچی کے سپرد کر دیا۔ کچھ مدت بعد لڑکی نے ایک بیٹے کو جنم دیا وزیر چونکہ اسے بادشاہ کا بیٹا سمجھتا تھا۔ اس کا نام شاپور رکھا۔ کچھ عرصہ گزرا کہ اس نے بادشاہ کو غمگین حالت میں دیکھا جو کہتا تھا کہ میں نے اپنی تمام زندگی ملک پر حکومت کر کے گزاری حتیٰ کے میرے آخری دن قریب آ پہنچے۔ افسوس کے میرا کوئی بیٹا نہیں ہے۔ کہ ملک اس کے سپرد کروں۔ وزیر نے بادشاہ کو لڑکی کی داستان اور اس کے بیٹے کی پرورش کے متعلق خوشخبری دی اور وہ رومال جو خزانچی کے سپرد کیا تھا اسے کھولا گیا اور اس کی مردانہ علامت کو تمام وزرا نے دیکھا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ کل اس بچے کو اس کے ایک ہزار ہم جولیوں کے ساتھ ایک سے لباس میں ملبوس اس کے دربار میں لایا جائے وزیر نے ویسا ہی کیا۔ بادشاہ نے لڑکوں کو گیند اور پولو دی تا کہ اس سے کھیلیں۔ اور گول کرنے کا مقام شاہی محل کے اندرونی حصے میں رکھا گیا۔ بچوں میں سے کسی کو بھی وہاں جانے کا حوصلہ نہ پڑتا تھا

سوائے شاپور کے۔ اردشیر سمجھ گیا کہ اس کے بیٹے کے علاوہ کسی میں اتنی جرأت کی ہمت نہیں ہے۔ اسے اپنے پاس بلایا اور اپنا جانشین مقرر کیا۔ بالآخر تاج شاہی اپنے سر سے اتارا اور شاپور کے سر پر رکھ دیا۔ خود گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ پارس کے قریب ''کورۂ اردشیر'' جسے اب فیروز آباد کہا جاتا ہے۔ اس کی بنیاد ہے۔ کہا جاتا ہے کہ کورۂ اردشیر کے قریب ایک بلند و بالا اور محکم شہر تھا۔ ایران پر تسلط پانے کے بعد اسکندر جب یہاں سے گزرا تو اس شہر کی استواری اس کے لئے باعث حیرت تھی۔ اُس نے اس شہر کو تباہ و برباد کرنے کا حکم دیا۔ اگرچہ اس کے آدمیوں نے بہت چاہا مگر اسے تباہ نہ کر سکے۔ آخر اُس نے حکم دیا کہ دریائے بابل کو جو شہر کے نشیب میں بہتا ہے، اس کا راستہ بند کر دیں۔ چونکہ اس میں کوئی کٹاؤ نہ تھا لہٰذا پانی باہر نہ جا سکتا تھا۔ اور وہیں پر ایک سیلاب کی صورت اختیار کر گیا۔ اور کچھ مدت میں ہی ایک بہت بڑے سمندر کی شکل اختیار کر لی جس میں جہاز چلتے تھے۔ سیاحت کے دوران اردشیر کو اس سمندر کی داستان سے متعلق آگاہ کیا گیا۔ اس نے چند دانشوروں کو بلایا تا کہ اس کے پانی کو بہا لے جائیں۔ انہوں نے قریب ہی ایک پہاڑ کے ٹکڑے میں شگاف کیا تو اس سے کئی بڑے دریا جاری ہو گئے۔ جب اس کا پانی خشک ہو گیا تو اردشیر نے از سرِ نو اس شہر کی تعمیر کروائی۔ جو اب بھی دنیا بھر کے سیاحوں کے لئے باعث استعجاب ہے اور قدمائے ایران کی مہارت کا ثبوت ہے۔ اُس نے سرزمین کومان میں کواشیر اور خورستان میں آہواز کی تعمیر کروائی اور موصل کے علاقہ میں بھی ایک شہر کی بنیاد رکھی۔ کہا جاتا ہے کہ وہ جہانبانی اور اپنے ماتحتوں کی اچھائی اور برائی سے حد تک مطلع رہتا تھا کہ جس کسی نے رات کو جو کچھ کیا ہوتا تھا اگلے دن بادشاہ اسے گذشتہ رات کے عمل سے آگاہ کرتا تھا۔

اُس کے بلند پایہ اقوال اس کی عظمت کے گواہ ہیں۔اس نے کہا ''سلطنت لشکر کے بغیر،لشکر مال وزر کے بغیر مال وزر کا جمع کرنا رعایا پروری کے بغیر اور رعایا کی حفاظت عدل وانصاف کے بغیر ممکن نہیں ہے'' اُسی کا قول ہے کہ ''خونخوار شیر ظالم حکمران سے بہتر ہے اور ظالم بادشاہ ایک پر آشوب ملک سے بہتر ہے۔بدترین بادشاہ وہ ہے جس سے بے گناہ لوگ ڈریں اور بد کردار لوگ اس سے خوف نہ کھائیں۔سلطنت کی بقامذہب سے ہے اور مذہب کی ترویج واشاعت بادشاہ کی طاقت سے ہے'' اس کا کہنا ہے کہ ایک بادشاہ کو چار پسندیدہ اوصاف کا حامل ہونا چاہیے،ا۔بزرگی،۲۔خوش اخلاقی،۳۔برے لوگوں پر غصہ کرنا،۴۔نیک لوگوں پر رحم کرنا،وہ ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ بادشاہت کا نشہ شراب کے نشے سے زیادہ نقصان دہ ہے اور حکمرانی زمانے کی تکالیف اور پستی کو بادشاہ کی یاد سے غافل کر دیتی ہے۔حتیٰ کہ وہ جو کچھ چاہتے ہیں کرتے ہیں۔بادشاہ کو عقلمند خدمت گار رکھنا چاہیے تاکہ وہ اُسے کامیابی اور عظمت میں ذلت اور پستی کی تکالیف کا احساس دلاتا رہے اور کبھی کبھار راحت،خوشی اور غم اسے یاد دلائے۔اس نے چالیس سال دوماہ حکومت کی بارہ سال تک اردوان کی زندگی میں اور اٹھائیس سال تک زمین کے بڑے رقبے پر حکمرانی کی۔

۲۔شاپور:۔

اس کا باپ ''اردشیر'' ماں اردوان کی بیٹی تھی۔وہ ایک کامیاب اور نیک سیرت بادشاہ تھا۔اس نے بادشاہت کے آغاز ہی میں عرب شہزادوں میں سے ایک پر لشکر کشی کی۔اس شہزادے نے شکست کھانے کے بعد ایک محکم قلعے کے بالا خانے میں پناہ لی۔اگرچہ شاپور کی فوج نے چار سال تک کوشش کی لیکن اس شہر کو کھولنے کا کوئی سراغ نہ ملا ایک دن عرب بادشاہ کی بیٹی کی نظر دیوار کے سوراخ سے شہنشاہِ پارس کے خوبصورت

چہرے پر پڑی اور وہ فریفتہ ہوگئی۔اس نے رات کے وقت اس کی طرف پیغام بھجوایا اور اس بادشاہ سے شادی کی خواہش میں اپنے باپ سے مخفی طور پر اس کے لیے قلعے کا راستہ کھول دیا۔شاپور نے شہر تسخیر کرنے اور اس حکمران کو قتل کرنے کے بعد ایک رات اس لڑکی کو جس کا نام ''نضیرہ'' تھا اپنی خواب گاہ میں بلایا اور اس سے شادی کر کے مقصد حاصل کیا کچھ مدت کے بعد اس خیال سے کہ ایک لڑکی جس نے اپنے شفیق باپ کے ساتھ ایسا سلوک کیا،شوہر کے ساتھ کیا کرے گی؟ حکم دیا کہ اس کے بالوں کو ایک سرکش گھوڑے کی دم کے ساتھ باندھ کر جنگل میں چھوڑ دیا جائے حتیٰ کہ اس کی موت



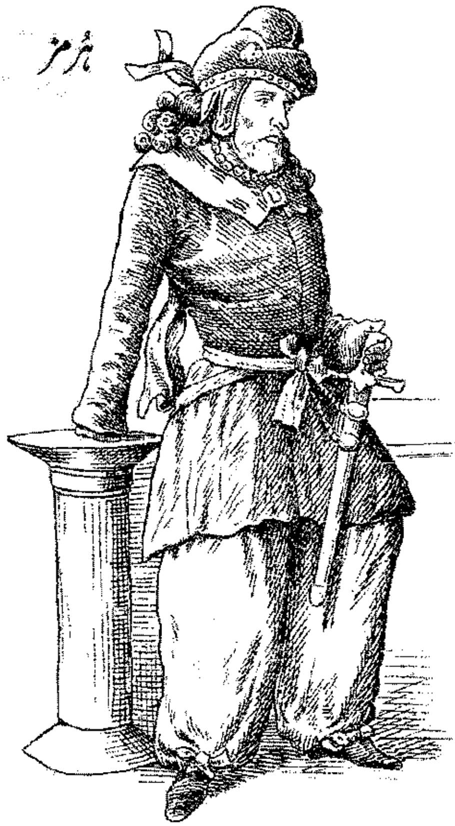
واقع ہوگئی۔ عرب شہروں کی تسخیر کے بعد اس نے ہام آوراں کا قصد کیا اور فتح حاصل کی اور روم پر لشکر کشی کی کئی بار اُسے جنگ کا سامنا ہوا۔ اگرچہ آغاز جنگ میں ایرانی بادشاہ کو شکست کا سامنا ہوا۔ بالاخر ایرانی رومیوں پر غالب آ گئے۔ اور روم کے بادشاہ ویلیرین کو اسیر کر لیا

جب گھوڑے پر سوار ہوتا تو اس کی پشت پر پاؤں رکھ کر گھوڑے پر بیٹھتا۔ الغرض کئی سال کی ذلت وخواری کے بعد روم کے بادشاہ کی کھال کھنچوا کر اس میں بُھس بھراوئی اور عبادت گاہ میں لٹکا دیا گیا۔ اس نے نیشاپور کو از سر نو تعمیر کروایا۔ یہ شہر تہمورس کی تعمیرات میں سے تھا اور سکندر نے ایران پر غلبے کے بعد اسے تباہ و برباد کر دیا تھا۔ سیاحت کے دوران شاپور کی نظر جب ان کھنڈرات پر پڑی تو اس تباہی پر آنسو بہائے۔ اپنے اجداد کی یاد اور ایران پر غیروں کے تسلط پر بہت رنجیدہ ہوا۔ اور اس شہر کے آباد کرنے کا حکم دیا نیشاپور کے قریب ایک پہاڑ پر شاپور کا مجسمہ پتھر سے بنایا گیا ہے۔ اور دیگر کتبوں پر چند دوسرے افراد کے مجسمے تراشے گئے ہیں۔ جو ایرانیوں کی مہارت کے گواہ ہیں۔ اور خوزستان میں گندیشاپور کے نام سے ایک شہر بسایا اور شاپور کے تعمیر کردہ ''بند شاد روان'' سے سب واقف ہیں۔ چونکہ وہ بہت فیاض تھا اس کے وزراء کہا کرتے تھے کہ دولتمندی زیادہ قابل قدر ہے اور اس کا حصول بہت مشکل ہے اور اس کا بہت زیادہ استعمال فضول ہے اس نے جواب دیا کہ مال و دولت سے آزاد وہ شخص ہے کہ سونا اور پتھر اس کے نزدیک یکساں ہو۔ اہل عرب نے اس بادشاہ کی بہت سی نصیحتیں اپنی زبان میں بیان کی ہیں اور ان اقوال کو وہ اپنے اُمور میں بطور گواہ لیتے ہیں۔ اس کا قول ہے۔ داناؤں کی بات دولتمندی اور نادانوں کی بات نقصان میں اضافہ کرتی ہے۔ پاکدامنی (عفت وحیا) خدا کی مدد کے سوا حاصل نہیں ہوتی۔ علم و دانش طلب کے بغیر حاصل

نہیں ہوتی۔ سچائی کو پوشیدہ خیالات میں تلاش مت کرو۔ کیونکہ محفل سے سوائے اچھی بات کے کچھ نہیں نکلتا۔ اس کی حکمرانی کے آخری برسوں میں ''نقاش مانی'' نے پیغمبری کا دعویٰ کیا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ اس کے عہد میں واپس ایران آیا۔ مانی بادشاہِ پارس (اردشیر) کے خوف سے ہندوستان فرار ہوگیا تھا۔ شاپور کی بادشاہت کی مدت تیس سال دو ماہ ہے۔

۳۔ ہرمز:-

اس کا باپ ''شاپور'' ماں ''مہرک'' کی نسل سے تھی جو ملک ایران کے ایک حصے پر



حکمرانی کرتا تھا اور اردشیر نے اسے شکست دی۔ نجومیوں نے یہ پیشین گوئی کی تھی کہ مہرک کی نسل سے ایک شخص ایران کے تخت پر بیٹھے گا۔ اردشیر نے حکم دیا کہ مہرک کے خاندان میں سے جو کوئی بھی ہاتھ آئے اسے قتل کر دیا جائے۔ اُس بادشاہ کی خوبصورت بیٹی کو ایک گڈریا اُٹھا لے گیا۔ ایک دن شاپور کو شکار کے دوران پیاس لگی اس نے گڈریے کے ہاں آ کر پانی طلب کیا۔ اُس لڑکی نے پانی لانے کے دوران شہزادے کا دل موہ لیا۔ شاپور نے اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہا۔ لڑکی نے اپنی نسل اور اردشیر کی خوف سے اُسے آگاہ کیا۔ شہزادے نے قسم کھائی کہ وہ اپنے باپ سے یہ راز نہیں کہے گا اور اُسے اپنے گھر لے گیا اور اپنی بیوی بنا لیا۔ کچھ عرصہ بعد اس کے بطن سے ہرمز پیدا ہوا۔ اردشیر اچانک ایک روز شاپور کے گھر آیا۔ ایک خوبصورت توانا بچے کو دیکھا اور اس کی نسل کے متعلق پوچھا۔ شاپور نے اپنے باپ کو تمام سرگذشت سچ سچ بتا دی۔ اردشیر خوش ہو گیا اور ہرمز کو پیار کیا اور کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ نجومیوں کی پیشین گوئی اس طرح حقیقت سے متصل ہوئی کہ ایران کا شاہی تخت ہرمز کو ملے گا جو مہرک کی نسل سے ہے اور میرے بیٹوں کی نسل سے بھی۔ ہرمز اپنے باپ کے عہد حکومت میں حاکم خراسان تھا۔ چونکہ اس نے اپنی حکومت اور لشکر میں اضافہ کیا اس کے بھائیوں کی جماعت نے اس سے حسد کیا اور شاپور سے کہا کہ ہرمز ایک لشکر عظیم کے ساتھ تم سے بغاوت کرنا چاہتا ہے اور خود تخت نشیں ہونا چاہتا ہے۔ چونکہ اس زمانے میں جس شخص میں کوئی جسمانی نقص ہوتا تھا وہ بادشاہت کے لائق نہ سمجھا جاتا تھا۔ ہرمز نے جب (اپنے بھائیوں کی) یہ بات سنی تو اپنے ہاتھ کاٹ کر باپ کے پاس بھجوا دیئے (تا کہ وہ بادشاہت کے قابل ہی نہ رہے) اس طرح سے شاپور پر ہرمز کے دشمنوں کی غلط بیانی کا بھید کھل گیا۔ اس نے پیغام بھجوایا کہ اگر تم اپنے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دو تو

تمہارے جسم کا آخری ٹکڑا بھی میرا جانشین ہوگا۔اس کی وفات کے بعد ہرمز تخت نشین ہوا۔اور عدل وانصاف اور رعایا پروری میں اضافہ کیا۔ ہندوستان کے قریبی شہر کے بادشاہوں میں سے ایک نے اُسے خط لکھا کہ اگر آپ اس جنس کو خرید لیں تو کچھ عرصہ بعد اسے فروخت کرنے سے دُگنا نفع حاصل کریں گے۔ ہرمز نے جواب میں لکھا دگنا نفع ہو یا دس گنا ہمیں تجارت سے کچھ غرض نہیں اس لیے کہ اگر بادشاہ ایسا کرنا شروع کر دیں تو پھر تاجروں کو کیا کرنا چاہیے۔''ہرمز'' نامی شہر کی تعمیر اسی نے کروائی۔ اس بادشاہ کے اقوال میں سے ہے۔''جس شخص میں پانچ اوصاف نہ ہوں وہ لشکر کی سرداری کے لائق نہیں ہے۔اوّل یہ کہ اتنا دور اندیش ہو کہ آغاز ہی میں انجام کار سے باخبر ہو، دوسرے یہ کہ اتنا دانشمند ہو کہ ہر وہ چیز جو ناپسندیدہ ہے اس سے پرہیز کرے۔تیسرے اس قدر بہادر ہو کہ ہر وہ مشکل جو اسے پیش آئے اُس سے نہ ڈرے چوتھے دنیا کا مال واسباب اس کے نزدیک کوئی وقعت نہ رکھتا ہو''

اس کی حکمرانی کا زمانہ ایک سال دو ماہ ہے۔

۴۔بہرام:-

اُسے شاہندہ جو نیک کردار والے کو کہا جاتا ہے۔پکارتے تھے۔وہ ایک عادل حکمران تھا۔''نقاش مانی''جس نے شاپور کے عہد حکومت میں پیغمبری کا دعویٰ کیا تھا اور پھر اس کے خوف سے جنگلوں اور پہاڑوں میں فرار ہو گیا تھا۔

بہرام کے عہد میں ظاہر ہوا۔سب سے پہلے اِسی بادشاہ نے اُسے قدر ومنزلت بخشی چنانچہ اس کے تمام پیروکار اکھٹے ہوگئے۔چونکہ کردگان اُسے پہچانتا تھا لہٰذا اس نے ایک دن اس کے ساتھ ایک محفل آراستہ کی اور اپنے مذہبی پیشواؤں کو بھی اس میں بٹھایا انہوں نے مانی کے ساتھ مناظرہ کیا اور اُس کے افکار کی نادرستی سب پر عیاں ہوگئی۔



بادشاہ نے حکم دیا کہ وہ اس راستے سے لوٹ آئیں لیکن مانی اور اس کے پیروکار راضی نہ ہوئے۔ آخرکار مانی کی کھال کھنچوا کر اس میں بھُس بھروایا اور لاش کند شاپور کے دروازے پر لٹکائی گئی اور اس کے بہت سے پیروکاروں کو بھی اس کے پیچھے روانہ کیا گیا۔ بہرام نے گندی شاپور کو اپنا درالسلطنت بنایا۔ کہا جاتا ہے کہ گھوڑے کی بیماری کے اسباب اور اس کی بہتر تدابیر اسی نے دریافت کیں اور وہ ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ جس طرح انسانوں کے لیے طبیب اور دوا کے بغیر چارہ نہیں ہے۔ جانوروں بالخصوص گھوڑے کے لیے بھی ناگزیر ہے۔ اس لیے کہ راستے طے کرنا۔ بھاری بھرکم بوجھ اٹھانا

اور دشمن سے جنگ کرنا گھوڑوں کی مدد کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ اس نے تین سال تین ماہ حکمرانی کی اس کے اقوال میں سے ہے۔ ''بخیل لوگوں کے نزدیک اچھی بات یہ ہے کہ آج نہ کھایا جائے تاکہ کل کام آئے، چونکہ کل بھی یہی بات کہی جاسکتی ہے۔ لہٰذا یہی خیال ان کی دائمی بدنصیبی کا باعث ہوگا۔ بہرام دوم اس محفل میں موجود تھا اس نے اپنے باپ کو جواب دیا کہ ہر وہ کام جو آج ہے اسے کل پر چھوڑ دینا ایسا ہی ہے کہ آنے والے کل میں اور کام ہوں گے اور وہ دوسرے کا فائدہ بھی لے اڑیں گے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ سرداری اور دولتمندی کے وقت خدا کی پناہ طلب کرنا چاہیے......

۵۔ بہرام:-

کہتے ہیں کہ وہ نیک سیرت اور خوش اخلاق بادشاہ تھا چونکہ اس کا باپ پیسے کو بہت



عزیز رکھتا تھا لہٰذا اس کا نام بھی اپنے نام پر بہرام رکھا۔اپنے باپ کی وفات کے بعد ان دھوکہ باز افراد کی فریب کاری سے جو بادشاہ کے گرد مجتمع تھے،ظلم وستم کا آغاز کیا۔لشکر اور رعایا اس سے عاجز آگئے اور اسے تخت سے اُتارنا چاہا آخرکار موبد موبدان نے اسے چند نصیحتیں کیں جو بادشاہ کے دل میں گھر کر گئیں۔اوراس کے بعد اس نے خوشگوار اطوار اپنا لیے۔اس نے آٹھ سال تک حکومت کی۔

۶۔ بہرام (سکان شاہ):-

اُسے ''سکان شاہ'' کہا جاتا ہے۔کیونکہ وہ اپنے باپ کے دور حکومت میں سیستان



کا حاکم تھا۔اس کی حکمرانی کی مدت تیرہ سال خیال کی جاتی ہے۔اس نے کندشاپور کو صدر مقام بنایا۔اس کے اقوال یہ ہیں۔''جو کوئی دنیا کے فائدے سے دل لگالیتا ہے وہ ایسے شخص کی مانند ہے جو ایسی عورت سے شادی کرلے جو اپنے شوہر کا مال جمع کرے اور اس سے اطاعت کی توقع رکھتی ہو۔

۷۔نرسی:-

وہ بہرام دوم کا بیٹا تھا اور اپنے بھائی کی وفات کے بعد تخت نشیں ہوا چونکہ وہ زندگان کا شکاری تھا اس لیے اسے نخچیر کان کہا جاتا تھا۔اس نے ملک کو کئی حصوں میں تقسیم کرکے ہر حصے کو ایک عقلمند عامل کے سپرد کردیا۔اس نے اپنے باپ کے حمایتیوں



اوراجداد کو تہ تیغ کر دیا۔ ہنرمند اور پاک فطرت لوگوں کو آگے لایا۔

اس نے اپنی رعایا کو اس طرح سے نوازا کہ لشکر اور دوسرے پیشہ ور اس کی عظمت کے معترف ہو گئے۔ اس نے سات سال بادشاہت کی اس کے اقوال ہیں۔ ''سخاوت، مال کے جمع کرنے سے زیادہ افضل ہے اور قناعت دولت سے بہتر ہے۔ اور دوستی رشتہ داری سے بڑھ کر ہے۔ اور کہا کہ لوگوں کی دو اقسام ہیں اوّل یہ کہ چوپائے ہیں اور بوجھ اٹھاتے ہیں دوسرے وہ جو دو پاؤں والے (انسان) ہیں جمع کرتے ہیں اور کوئی فائدہ نہیں اٹھاتے۔

۸۔ ہرمز:-

وہ اپنے باپ کی وفات کے بعد تخت نشین ہوا۔ چونکہ بہت کینہ پرور تھا لہٰذا اُسے کین توز کہا جاتا تھا۔ اکثر داستان سرا بیان کرتے ہیں کہ اپنی کینہ پروری کے باوجود وہ



ہرمز۔۲

عادل شخص تھا۔ اپنی زندگی کا بیشتر حصہ اس نے غیر آباد تباہ شدہ علاقوں کی آبادی اور خوشحالی میں گزارا۔ اپنی بادشاہت کے آٹھ سال بعد وہ اس قدر بیمار ہوا کہ اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

۹۔ شاپور:۔

جب ہرمز فوت ہوا تو اس کی بیویوں میں سے ایک اُمید سے تھی نجومیوں نے یہ پیش گوئی کی کہ اس کے بطن سے لڑکا پیدا ہوگا۔ جو بادشاہ بنے گا۔ چنانچہ ملک کے بزرگوں نے تاج شاہی اس کی بیوی کے سر پر رکھ دیا۔ اور اس عہد کے تخت نشین بادشاہوں کی ملکہ کی طرح اس کے ساتھ سلوک کیا حتیٰ کہ شاپور نے جنم لیا۔ کہتے ہیں کہ چھ سال کی عمر میں شاپور نے رات بہت شور و غوغا سنا اور اس کی وجہ دریافت کی اسے بتایا گیا کہ ایک


شاپور ۔۲

تنگ پل ہے اور سارا جھگڑا اسی کی وجہ سے ہے کہ پل پر آنے جانے والے لوگ زیادہ ہیں۔اس نے حکم دیا کہ ایک اور پل بنوا دیا جائے تا کہ آنے جانے والوں کا راستہ ایک نہ رہے۔ایران کے بزرگوں کو اس کے اس حکم سے بہت بڑی امیدیں وابستہ ہوگئیں۔

چونکہ بچپن ہی میں اُس بادشاہ نے ان عربوں پر جو کہ مر بھی چکے تھے پر بڑی گستاخی سے قدم بڑھائے۔بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ملک ایران پر قبضہ کر کے انھوں نے بہت ظلم وستم کیا تھا۔کہتے ہیں کہ اس نے اپنی لشکر کشی کا آغاز صرف سولہ سال کی عمر میں کیا اور ایک گروہ کا کہنا ہے کہ جونہی وہ گھوڑے پر بیٹھنے کے قابل ہوا ایک لشکر جرار کے ساتھ اس نے عربوں کو ایران سے بھگایا اور ان کے ملک کا قصد کیا اور اسے تباہ و برباد کیا۔ ان کے تمام بزرگوں کو مار ڈالا اور ان کے باقی بچ جانے والوں کو چار خاندانوں میں سے تھے، ہر خاندان کو ایک جگہ بھیجا۔بنی ثعلب کو بحرین، بنی قیس اور بنی تمیم کو عمان اور کرمان کی جانب، بنی حنظلہ کو اہواز اور بصرہ کی طرف بھیجا چونکہ بہت سے عرب جنہیں گرفتار کر کے لاتے ان کے دونوں کندھوں میں سوراخ کر کے ایک رسی سے کھینچا جاتا تھا اسی وجہ سے اسے ''ذوالاکناف'' کہتے تھے اور پارسی اُسے ہو یہ سینا کہتے تھے کیونکہ ہو یہ ان کی زبان میں کندھے کو کہا جاتا ہے۔کہتے ہیں کہ ایک روز تمیم کے بیٹے عمرو نے جو ایک عقلمند بزرگ تھا۔شاپور سے ملاقات کی اور اس سے عربوں کو قتل کرنے کے خیال سے متعلق دریافت کیا۔شاپور نے اسے جواب دیا ایک اس لیے کہ اس سے پہلے بھی ہمارے ملک میں آئے اور بہت تباہی کی دوسرے یہ کہ نجومیوں نے یہ پیشینگوئی کی ہے کہ اس کے بعد بھی ایران پر غلبہ پالیں گے۔عمرو نے کہا جس وقت عرب پارس آئے باوجود اس کے کہ تم بادشاہ نہ تھے ان کے اندازے سے زیادہ تم انھیں سزا دے چکے ہو اور نجومیوں نے اگر درست کہا ہے کہ آج تم ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو تا کہ کل وہ

بھی تمہارے ساتھ بھلائی کریں۔اور اگر نجومیوں نے جھوٹ کہا ہے تو ان سب کا بے گناہ قتل کر دینا ایک بادشاہ کی عظمت کے شایان شان نہ ہوگا۔شاپور نے اس کی باتوں کو تسلیم کرتے ہوئے خونریزی بند کر دی۔اور اپنے ملک واپس چلا گیا بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ بات اس سے ''نضر بن مالک'' نے کہی تھی۔کئی مرتبہ وہ رومیوں اور دوسرے ملکوں سے بھی جنگ آزما ہوا اور فتح پائی۔اس نے مدائن کو اپنا دارالسلطنت بنایا اور ستر سال بادشاہی کی۔اس کے اقوال یہ ہیں۔''لوگوں میں سے انتہائی بے شرم وہ شخص ہے جو گناہ کرے اور پھر اس پر نادم نہ ہو اور کہا جو شخص لوگوں کے بارے میں ایسی بات بیان کرے جس کا اسے علم نہ ہو تو اُس کے متعلق بھی لوگ ایسی ہی باتیں کریں گے۔اور جو کوئی کسی سے نیکی کرے اور اپنی دانائی سے اس سے فائدہ حاصل نہ ہوگا جیسا کہ ایک درخت لگایا جائے اور اس سے پانی ہٹالیں تو سوائے خشک ایندھن کے اس سے کوئی پھل نہ ملے گا۔اور یہ بھی کہا کہ باتوں میں سے کچھ تو بارش کی طرح مفید ہیں اور کچھ شمشیر سے زیادہ نقصان دہ۔

۱۰۔اردشیر:-

اسے خوبصورت کہتے تھے۔بعض لوگوں کے خیال میں شاپور کی ماں کا بھائی تھا دوسرے لوگ اسے ہرمز کا بڑا بیٹا سمجھتے ہیں۔چونکہ باپ اور ملک کے بزرگ افراد اسے بادشاہت کے قابل نہ سمجھتے تھے چنانچہ شاہی تاج اس کی ماں کے سر پر رکھا گیا جب شاپور نے وفات پائی اس نے ملک کو اپنے قبضے میں لے لیا اور اس سرزمین کے بہت سے لوگوں کو تہہ تیغ کیا مجبوراً بزرگ اس بات پر متفق ہوگئے کہ اسے بادشاہت سے دستبردار کر دیا جائے اور شاپور کے بیٹے شاپور کو شاہی عطا کی جائے اُس نے دس سال حکومت کی۔



۱۱۔شاپور:۔

اسے شاپور سپاہی کہا جاتا تھا۔ایک روز وہ اپنے خیمے میں بیٹھا تھا کہ تیز ہوا چلنے لگی اور خیمے کی رسیاں ٹوٹ گئیں اور لکڑی بادشاہ کے سر پر آ لگی اور وہ اس زخم سے جانبر نہ ہوسکا۔بعض لوگوں کا خیال ہے کہ چونکہ وہ بہت ظالم تھا اس کے مقرّبین نے خیمے کی رسیاں کاٹ دی تھیں تا کہ اس کے قاتل کی شناخت نہ ہوسکے اور اس کے نیچے اسے قتل کردیا گیا۔اس نے پانچ سال چار ماہ حکومت کی۔



شاپور ۔ ۳

۱۲۔ بہرام:-

چونکہ وہ اپنے بھائی کے عہد حکومت میں کرمان کا فرماں بردار تھا اس لیے اُسے "کرمان شاہ" کہا جاتا تھا۔ اس کے ظلم وستم کی وجہ سے ہی اس کے لشکر نے اس پر حملہ کر دیا اور اسی پکڑ دھکڑ کے دوران ایک تیر بہرام کے حلق پر آلگا اور وہ مر گیا۔ اس نے چودہ سال حکومت کی۔



۱۲۔ بہرام:۔

چونکہ وہ اپنے بھائی کے عہد حکومت میں کرمان کا فرماں بردار تھا اس لیے اُسے ''کرمان شاہ'' کہا جاتا تھا۔ اس کے ظلم وستم کی وجہ سے ہی اس کے لشکر نے اس پر حملہ کر دیا اور اسی پکڑ دھکڑ کے دوران ایک تیر بہرام کے حلق پر آ لگا اور وہ مر گیا۔ اس نے چودہ سال حکومت کی۔

۱۳۔ یزدگرد:۔

تمام داستان نویس اس بات پر متفق ہیں کہ وہ بہرام چہارم کا بیٹا ہے اپنے عہد



حکومت کا زیادہ تر حصہ اس نے ظلم و ستم میں بسر کیا اسی لیے اہل عرب اسے ''اثیم'' اور پارسی ''بزہ گر'' کہتے تھے جو کہ گناہگار کو کہتے ہیں چونکہ سب لوگ اس سے عاجز آ چکے تھے ایک روز ایک خوبصورت گھوڑا اس کے لیے لایا گیا خدمت گاروں میں سے کوئی بھی اس گھوڑے کے قریب جانے کی سکت نہ رکھتا تھا آخر کار یزدگرد خود گھوڑے کے قریب گیا جس وقت وہ اس کی پشت پر زین رکھ رہا تھا اس نے بادشاہ کے سخت دولتی ماری کہ اس کا سینہ پاش پاش ہو گیا اور وہ مر گیا اس نے تئیس سال حکومت کی۔

۱۴۔ بہرام گور:-

کہا جاتا ہے کہ وہ نوروز کے دن پیدا ہوا۔ اس کے باپ یزدگرد نے اسے اپنے حکمران نعمان عربی کو جو سرزمین عرب میں حکمران تھا کے سپرد کیا اور اُس سے اس کی تعلیم و تربیت کی درخواست کی نعمان نے اس کا حکم تسلیم کرتے ہوئے اپنے ساتھ اپنے ملک لے آیا یونانی اُستاد سنمّار خود لاویز محلات کی تعمیر میں دوسرے لوگوں سے زیادہ ماہر تھا اس شہزادے کی رہائش کے لیے ایک بلند و بالا محل کی تعمیر کا حکم دیا۔ اُس نے قلیل مدت میں چند محل تعمیر کیے ان میں سے ایک چھوٹا محل جسے عربی میں ''خورنق'' کہتے ہیں اور دوسرا محل جس کے اوپر تلے تین گنبد تھے ''تین گنبد کی عمارت'' جسے عربی میں ''سریر'' کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ صبح سے شام تک اس میں سے رنگ نظر آتے تھے صبح کے وقت نیلگون، دوپہر میں سفید اور غروب آفتاب کے وقت زرد رنگ نکلتے تھے۔ نعمان نے اس استاد کو اس قدر انعام و اکرام سے نوازا کہ اس نے کہا ''اگر مجھے بادشاہ کے اس قدر انعام و اکرام کا علم ہوتا تو محل کو اس سے بھی بڑھ کر خوبصورت تعمیر کرتا، نعمان نے اس ڈر سے کہ کسی اور کے لیے اس سے بہتر عمارت نہ بنا دے اُسے، اُس محل کی چھت سے نیچے گرا دیا۔ کہتے ہیں کہ عمر کے آخری حصے میں (نعمان) اس نے اپنے وزیر عدوی



کے ہمراہ بت پرستی ترک کر دی تھی اور حضرت عیسیٰؑ کے مذہب کی پیروی کی اُس نے
شہزادے کو اپنے بیٹے منذر کے حوالے کیا اور گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ منذر نے بھی اپنے

باپ کی طرح بہرام کی تربیت کی اُسے بہت سے علوم وفنون سکھائے۔ یزدگرد کی وفات کے بعد ایران کے بزرگوں نے بہرام کی عادات وخصائل کو اس کے باپ کی سی عادات کے مترادف خیال کرتے ہوئے کسریٰ نامی ایک شخص کو جو اردشیر پاپکان کی نسل سے تھا تخت نشیں کیا۔ بہرام یہ سن کر بھڑک اٹھا اور منذر بن نعمان کی معیت میں ایک بہت بڑے لشکر کے سات باپ کے ملک کی طرف بڑھا۔ جب وہ اس ملک کے قریب پہنچ گیا تو پارس کے بزرگوں نے اس کی جانب پیش قدمی کی اور اسے خود کو سلطنت کے لائق ثابت کرنے کے لیے دو باتیں کہیں، آخر کار سب اس بات پر متفق ہوگئے کہ کیانی تاج دو بھوکے شیروں کے درمیان جائے اور ان دونوں میں سے جو کوئی تاج اُچک لے گا وہ اپنے سر پر رکھ لے ستام جو پارس کے سرداروں میں سے تھا، دو زبردست شیر شاہی تاج کے ساتھ اُس وسیع میدان میں لایا بہرام نے کسریٰ سے کہا کہ قدم آگے بڑھا، اس نے جواب دیا کہ ابھی ملک میرے قبضے میں ہے اور تم اس کے خواہش مند ہو تمہیں چاہیے کہ تم آگے بڑھو، شہزادے نے شیروں کی جانب رخ کیا اور دونوں کو مار گرایا اور تاج شاہی اُٹھا کر اپنے سر پر رکھ لیا۔ پارس کے سرکشوں نے بہرام کے حکم کی اطاعت کی اور وہ بیس سال کی عمر میں ایران پر حکمران ہوا۔ منذر بن نعمان کو اُس نے بہت سے شاہی نوازشات کے ہمراہ اُس کے ملک واپس بھجوایا اور ایران کی ہر وہ جگہ جو اس کے باپ کے ظلم سے برباد ہو چکی تھی آباد کیا۔ اس نے خود کو رعایا پروری میں اس قدر مشغول کیا کہ ظلم وستم کی جڑ اکھاڑ پھینکی اور نیکی کا بیج بو دیا وہ ہمیشہ اس کوشش میں رہتا کہ لوگوں کا ہر دلعزیز بن جائے۔ پس بہت اطمینان اور سکون سے اس نے ملکی انتظام وانصرام احسن طریقے سے چلایا اس کے عہد میں موسیقی اور آلاتِ موسیقی کے

کام کو عروج حاصل ہوا۔ چنانچہ ایک روز وہ ملک ''ہا آوران'' سے گزر رہا تھا کہ ایک جماعت کو اجتماعی صورت میں ساز و آواز کے بغیر رقص کرتے دیکھا بہت حیران ہوا اور ان کی بے مقصد خوشی کا سبب دریافت کیا۔ اسے بتایا گیا کہ اس بناء پر کہ عوام شہنشاہ کے زیر سایہ خوشحال ہیں اور خوشی منانے کی کوشش کر رہے ہیں اگرچہ سازندوں اور گویوں کو بہت تلاش کیا لیکن نہیں ملے۔ بادشاہ کو یہ بات بہت پسند آئی اور اس نے ہندوستان سے بارہ ہزار موسیقار اور سازندے بلوائے اور اپنے ملک کے ہر علاقے میں انھیں بسایا اس گروہ نے ایرانیوں سے شادیاں کیں کہا جاتا ہے کہ بازی گر انہیں کی نسل میں سے ہیں۔ چونکہ وہ گورخر کا شکاری تھا اسے بہرام گور کہتے تھے۔ اس کی طاقت و قوت سے متعلق بہت سی داستانیں لکھی جا چکی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک روز شکار کے دوران اس نے دیکھا کہ ایک شیر گورخر پر بیٹھا ہے اُس نے ایسا تیر چلایا کہ اُن دونوں کو باہم چیرتا ہوا مٹی میں دھنس گیا۔ اس نے خاقان پر جو دریائے آمو یہ عبور کر کے ایران پر حملے کی نیت سے آیا تھا۔ اس طرح سے شب خون مارا کہ جنگ میں فتح پائی اور اس کے عقلمندوں کی حیرت و تعجب کا باعث بنا۔ اسی زمانے میں اس نے ''مہر نرسی'' کو روم روانہ کیا اس سردار نے استنبول تک پیشقدمی کی اور اس ملک کے بادشاہ کو شکست دی جو ہر سال دارالسلطنت کو ٹیکس ادا کرتا تھا۔ اور خود بہرام نے یمن کا قصد کیا اور عربوں کو بری طرح قتل کیا پھر اس کے بعد تنہا ہندوستان گیا اور اس سرزمین میں سب کو مار ڈالا اور وہاں کے بادشاہ کی بیٹی سے شادی کر کے ایران واپس آیا۔ بالآخر شکارگاہ میں ایک کنویں میں گر پڑا کہتے ہیں کہ اس کی ماں کے حکم پر جتنا بھی اُس کنویں کو کھودا گیا، اس کا سراغ نہ ملا بعض کی رائے میں اُس نے چمن میں وفات پائی

اور پانی میں ڈوب گیا۔اس نے ساٹھ سال بادشاہی کی۔اسی کے اقوال میں سے ہے۔

خزانوں کو بخش دینا بھی انسان کے نام کی بقا کا باعث ہے۔چار چیزیں چار چیزوں کے بغیر ناگزیر ہیں۔"بادشاہ کے لیے عقلمند وزیر،عورت کے لیے شوہر،گھوڑے کو تازیانہ اور تلوار کو آب دینا۔

۱۵۔ یزدگرد:۔

اُسے سپاہ دوست کہتے تھے۔جب وہ تخت نشین ہوا تو اس نے بھی نرسی کو لشکر سمیت



روم بھیجا۔ اپنے باپ کی طرح وہ بھی ٹیکس لیتا تھا۔ اس کے دو بیٹے تھے۔ چھوٹے بیٹے کو وہ زیادہ عزیز رکھتا تھا۔ آخر اس نے ایک محفل آراستہ کی اور لوگوں سے یوں خطاب کیا۔ ''اگر چہ فیروز عمر میں ہرمز سے بڑا ہے لیکن ذہانت بردباری اور شائستگی میں ہرمز اُس سے بڑھ کر ہے'' اور فیروز کو سیستان کی حکمرانی پر بھیج دیا۔ اس نے اٹھارہ سال حکومت کی۔

۱۶۔ ہرمز:-

اُسے ہوشمند کہا جاتا تھا۔ یزدگرد کی وفات کے بعد، باپ کے حکم کے مطابق ہرمز



نے دنیا کی بادشاہت سنبھالی ۔اس کے بعد بڑا بھائی فیروز جو سیستان کا حاکم تھا۔ بدخشاں کے علاقہ ہیاتلہ کے بادشاہ کے پاس گیا اور اپنے باپ کی ناانصافی سے اُسے آگاہ کیا کہ چھوٹے بیٹے کو اپنا جانشین مقرر کر دیا اور مجھ سے حکومت چھین لی۔ ہیاتلہ کے بادشاہ ''خوش نواز'' نے تیس ہزار افراد اس کی مدد کو بھجوائے اس نے ہرمز پر غلبہ پالیا اور خود بادشاہ بن بیٹھا۔اس نے ایک سال حکمرانی کی۔

۱۷۔ فیروز:-

ہرمز کو ٹھکانے لگانے کے بعد اُس نے ہیاتلہ کے لشکر کو بہت سے انعامات سے نوازا اور ان کے ملک واپس روانہ کیا اور خود حکمران بن گیا۔ کہتے ہیں کہ سات سال اس



طرح کا قحط پڑا کہ دریائے آمویہ اور دریائے بغداد میں پانی کی نمی تک نہ رہی چشمے اور کاریزیں ختم ہوگئیں اور اس عرصے میں کوئی گھاس تک نہ اُگی ۔ فیروز نے ان سات سالوں میں رعایا سے کوئی ٹیکس وصول نہ کیا!!! ملک میں ایلچی بھجوا کر یہ اعلان کرادیا کہ اگر میں نے یہ سنا کہ کسی بھی گاؤں میں کوئی ایک شخص بھی بھوک سے مر گیا تو اس علاقہ کے تمام لوگوں کو قتل کر دیا جائے گا۔ اور اس نے خود بھی تنگدستوں میں بہت سامال تقسیم کیا۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ ان سات برسوں میں سوائے ایک شخص کے کوئی بھوک سے نہ مرا۔ سات سال بعد لوگوں کو خوشی کا دن میسر آیا اور اس زمانے میں اس کی رعایا میں سے بعض کے خیال کے مطابق بادشاہ ہیاتلہ ایران آیا اور انہوں نے فیروز پر یہ ظاہر کیا کہ خوشنواز اس کے ملک پر حکمرانی کا ارادہ رکھتا ہے۔ اور جب اس بادشاہ کو فیروز کی لشکر کشی کی اطلاع ہوئی تو اس نے اپنے سرداروں کو مشورے کے لیے طلب کیا اس کے سرداروں میں سے ایک نے کہا کہ اس کے ہاتھ کاٹ کر جنگل میں فیروز کے راستے پر ڈال دیا جائے میں ایسا کام کروں گا جو آپ کو اس کے نقصان سے بچالے گا۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جب بادشاہ ایران اس علاقے میں پہنچا تو ایک دست بریدہ کو وہاں پڑا دیکھا اس سے سبب دریافت کیا۔ اس نے جواب دیا کہ میں خوشنواز کے مقرّبین میں سے تھا جب میں نے اسے ظلم و ستم کرنے اور شہنشاہِ ایران سے جنگ کرنے پر منع کیا تو اس نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا۔ بادشاہ اُس کی اس بات پر اُس کا گرویدہ ہوگیا اور اسے لشکر کی راہنمائی سونپی ۔ ہیاتلہ سردار نے ایرانی لشکر کو ایسے بیابان سے گزارا جہاں گھاس پانی نام کو نہ تھا۔ تمام فوج بھوک اور پیاس کے باعث جاں بحق ہوگئے ۔ بادشاہ اپنے ساتھیوں کی ہلاکت سے سخت رنجیدہ ہوا۔ اور خوشنواز کے پاس ایک ایلچی بھجوایا۔ صلح کی پیشکش کی ۔ خوشنواز نے اس کی مصالحت قبول کر لی

اور اسے مدائن واپس بھجوایا۔ فیروز نے تھوڑے ہی عرصہ بعد اپنا عہد توڑ دیا اور دوبارہ بدخشاں کی جانب لشکر کشی کی۔ خوشنواز نے اپنی فوج کے ساتھ اس کی طرف پیشقدمی کی اُسے ایک اور ترکیب سوجھی اور دونوں لشکروں کے درمیان کئی گڑھے کھدوا دیئے اور ایرانی فوج کے سامنے اس راستے سے جہاں گڑھے کھدوائے تھے فرار ہو گئے فیروز نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اس کا تعاقب کیا اور اچانک اپنے متعدد ساتھیوں سمیت ان گڑھوں میں جا گرا اور ترک فوج واپس پلٹ آئی جو کچھ اُس علاقے میں تھا لوٹ لیا اور فیروز کی بیٹی کو بھی گرفتار کر لیا۔ فیروز نے پندرہ سال حکومت کی۔

۱۸۔ پلاش:۔

فیروز کے بعد بزرگان پارس نے پلاش کو جسے ''گرانمایہ'' کہتے تھے بادشاہت کے



لیے انتخاب کیا۔ اس کی بادشاہت کا عرصہ پانچ سال دو ماہ تھا۔

۱۹۔ کیقباد:-

جب پلاش تخت نشین ہوا اُس کے بھائی قباد نے جسے نیک رائے کہا جاتا تھا ترکستان کا ارادہ کیا۔ جب وہ نیشاپور پہنچا ایک کسان کے گھر قیام کیا اس کی بیٹی سے شادی کی اور اُسی رات وہ لڑکی حاملہ ہوگئی۔ صبح ہی ترکستان روانہ ہوگیا۔ کچھ عرصہ وہاں قیام کیا۔ بالآخر ترکستان کے بادشاہ نے اپنی فوج اس کے ہمراہ کی اور وہ ایران واپس چلا گیا۔ جب وہ نیشاپور پہنچا تو اُس کسان کو بلوایا اور اپنی بیوی کے بارے میں پوچھا۔ جس بچے کو اس نے جنم دیا تھا اُس کے پاس لایا گیا۔ قباد اس بچے کو دیکھ کر بہت خوش



کیقباد

ہوااور اس کا نام ''نوشیرواں'' رکھا۔ اُسی دن ایک قاصد مدائن سے آپہنچا اور اسے پلاش کی وفات اور ایران کے بزرگوں کو اس کی بادشاہت پر متفق ہونے سے آگاہ کیا۔ قباد نے اس خوشخبری کا اس نومولود کی خوش بختی قرار دیا اور مدائن کی طرف رخ کیا۔ ایران کے بزرگوں کی حمایت سے وہ ملک ایران کا مالک بن گیا۔ عدل وانصاف اور رعایا پروری کی کوشش کی۔ اس کی حکمرانی کے دسویں سال ''مزدک'' نیشاپوری مدائن آیا اور خود کو پیغمبر قرار دیا۔ اس نے عورتوں اور غلاموں کو دوسروں پر جائز قرار دیا۔ مقربین سے قربت کو نیک خیال کیا اور لوگوں کو جانوروں کے مارنے اور ان کا گوشت کھانے سے منع کیا۔ بہت سے مفلس اس کے گرد جمع ہوگئے اور عورتوں پر دست درازی کی اور لوگوں کی املاک پر قبضہ کیا۔ چنانچہ طویل عرصہ تک کسی نومولود کے باپ کی شناخت نہ ہوتی تھی۔ اس نے قباد کو بھی اپنا گرویدہ بنالیا تھا چنانچہ جو کچھ بھی وہ چاہتا تھا کرتا تھا اور اس کی یہ روش بادشاہ کو بہت پسند تھی۔ کہتے ہیں کہ اُس نے کئی بار چاہا کہ قباد کے حکم سے نوشیروان کی ماں پر ظلم کرے۔ نوشیروان اس وقت چھ سال کا تھا۔

اس نے مزدک سے خواہش کی حتیٰ کہ اس نے یہ خیال ترک کردیا۔ بالآخر بزرگان آپس میں مل بیٹھے قباد کو گرفتار کر کے زندان میں ڈال دیا اور اس کے بھائی جاماسب کو جسے ''نگاریں'' کہتے تھے اس کی جگہ تخت نشیں کردیا گیا۔ اور انہوں نے یہ طے کیا کہ مزدک کو قتل کردیا جائے چونکہ اس کے پیروکار بہت زیادہ تھے۔ وہ قابو میں نہ آیا۔ ایک روز مجلس میں ان لوگوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ جب تک قباد (زندہ) دنیا میں ہے مزدک کو قبضے میں نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ پہلے قباد کو قتل کردیں اس کے بعد مزدکیوں کی ہلاکت میں مشغول ہوجائیں گے۔ بادشاہ کی ایک بہن تھی جو اپنے زمانے کی بہت حسین وجمیل عورت، مزدک کے مذہب کی پیروکار تھی جب وہ اس بات

سے آگاہ ہوئی تو قباد کو دیکھنے کی خواہش کی۔ وہ سردار اس کے حسن کا دیوانہ تھا اس کی درخواست قبول کرلی۔ اس عورت نے رات محل سرا میں بسر کی اور صبح قباد کو شب خوابی کے لباس میں لپیٹ کر خدمت گاروں میں سے ایک کے سر پر رکھوا کر قید خانے سے باہر لے آئی اور ملک ہیاتلہ فرار کروادیا کچھ عرصہ بعد وہ وہاں کے تیس ہزار افراد کے ساتھ ایران واپس آیا۔ جاماسب اور دوسرے بزرگ چونکہ اس کا مقابلہ نہ کرسکتے تھے، قباد کی فوج کی جانب بڑھے اور اس سے بخشش طلب کی۔ اس نے بھی بھائیوں اور دوسرے لوگوں پر نوازشیں کیں اور مزدک اور اس کے پیروکاروں سے کنارہ کشی اختیار کرلی اور پھر ان کی مزید سرپرستی نہ کی۔ اس نے تینتالیس سال بادشاہت کی۔ اس کی تعمیرات بے شمار ہیں جن میں سے ایک ''شہر گرگان'' ہے۔

۲۰۔ نوشیروان عادل (کسریٰ):-

یعنی زندہ جاوید اہلِ عرب اسے کسریٰ اور اہل یورپ ''کسروی'' کہتے ہیں اور اس کی عظمت و مرتبہ کے ہم سے زیادہ معترف ہیں۔ تمام یورپی داستان نویسوں نے اس بادشاہ کی بہت تعریف کی ہے اور اس کی عظمت کے بہت گن گائے ہیں۔ یورپی افراد میں سے ایک اُس کی بے حد تعریف کے بعد یوں رقمطراز ہے کہ ہم یہ نہیں لکھ سکتے کہ وہ عدل وانصاف، آزاد پسندی اور اخوت میں کس درجہ پر فائز تھا۔ کہتے ہیں کہ نزاع کے وقت قباد نے نوشیروان کو یہ نصیحت کی کہ اے بیٹے میں تجھے بہت خوش قسمت پاتا ہوں اس لیے کہ تجھ میں تمام تر پسندیدہ اطوار ہیں مجھے تشویش اس بات کی ہے کہ کہیں تم لوگوں پر سختی سے حکمرانی کرنے لگو۔ اور یہ بھی نہیں چاہتا کہ تم دوسروں کی خواہشات کی خاطر اپنا خیال ترک کردو، میری آرزو ہے تم اپنے سرداروں کے متعلق خوش گماں رہو کیونکہ بدگمانی اکثر اوقات سیدھی راہ کو غلط کردیتی ہے اور اچھے کاموں کو بڑھنے کا موقع



نہیں دیتی قباد کے مرنے کے بعد اس کی وصیت کے مطابق بزرگ نعمان نے نوشیروان کو حکمرانی کے لیے بلایا۔ اس نے جواب دیا کہ میں یہ کام انجام نہیں دے سکتا۔ اس لیے کہ بہت سے لوگ کام کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے اور ان کے لیے لازم ہے کہ ان میں سے بہت سے افراد خانہ کے ساتھ برا سلوک کیا جائے اور اس قسم کا خیال بھی نہ تو میرے خون میں شامل ہے نہ فطرت میں۔ آخر کار بزرگوں نے بہت

بحث مباحثے کے بعد اسے اس بات پر مجبور کر دیا کہ بادشاہت قبول کرے پس اس نے ہر ملک میں ظاہراً اور پوشیدہ طور پر قاصد روانہ کیے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ وہ اُسے حکمرانوں کے انصاف اور ستم گری سے آگاہ کریں اور دوسرے یہ کہ جہاں کہیں بھی کوئی دانشمند ملے اُسے سلطنت کی ترقی کے لیے اس کے دربار میں لائیں۔ کہتے ہیں کہ ایک رات اس نے خواب دیکھا کہ ایک بھیڑیا جام شراب پی رہا ہے اور بادشاہ کی جگہ تخت پر بیٹھا ہے۔ تمام دانشمند اس خواب کی تعبیر بیان کرنے سے عاجز آ گئے۔ اس نے اپنے درباری خدمت گاروں میں سے ایک کو جس کا نام ''آزاد سرو'' تھا حکم دیا کہ ملک ملک پھرے اور کسی ایسے عقلمند کو جو اس خواب کی تعبیر بیان کر سکے پکڑ لائے۔ اس نے بھی سارے ملک میں عاقلوں کی تلاش کی حتیٰ کہ خراسان میں وہ ایک ایسے دانشمند کے پاس پہنچا جس کے تین شاگرد تھے۔ ان میں سے ایک بزرگ مہر نامی تھا جب ان سب نے خواب کی داستان سنی تو بزرگ مہر نے کہا کہ اگر بادشاہ کے پاس جاؤں تو اس پوشیدہ بات کو ظاہر کروں گا۔ آزاد سرو اُسے بادشاہ کے پاس لے آیا۔ بزرگ مہر نے بادشاہ سے کہا کہ ایک نوجوان عورتوں کے لباس میں ملبوس آپ کے محل میں موجود ہے اگر آپ یہ حکم دیں کہ تمام عورتیں میرے سامنے گزریں تو میں بادشاہ کو اس کی نشاندہی کرادوں جب انہوں نے ایسا کیا تو ایک دراز قد عورت کو دیکھا جو جان کے خوف سے اس طرح سے کانپ رہی تھی کہ اس کی ہڈیوں کی آواز تک سنائی دے رہی تھی۔ بزرگ مہر نے اسے پکڑ کر بادشاہ کے حوالے کیا۔ تفتیش کے بعد علم ہوا کہ کنیزوں میں سے ایک اُس سے محبت کرتی تھی اور اُسی نے اسے اس لباس میں حفاظت سے رکھا تھا۔ بادشاہ نے ان دونوں کو سزا دی صبح کے وقت بزرگ مہر اور دوسرے دانشمندوں کو اس نے بلایا اور کہا کہ میں نے عظیم کام کرنے کا ارادہ کیا ہے اور میں آپ سے اس کام میں مدد چاہتا

ہوں آپ فرمائیں کہ میں کیا کام انجام دوں کہ جو میرے لیے باعث راحت واطمینان ہو اور اس سے رعایا کو خوشحالی حاصل ہو۔ ہر ایک نے اپنی بات کہی۔ بالآخر بزرگ مہر نے کہا کہ بارہ ایسی اچھی باتیں جو بادشاہ کی خواہش کے عین مطابق ہیں اور ہم عدل وانصاف کے لیے ان کو تکمیل تک پہنچائیں گے۔ اوّل محبت میں خودداری اور غصّہ و خود پسندی، دوسرے لوگوں کے ساتھ خوش اخلاقی اور راست گوئی سے پیش آنا اور اپنے وعدوں کی حفاظت کرنا اور اُن قوانین کا استحکام جو نافذ کرر کھے ہوں، تیسرے عقلمند لوگوں کو راضی کرنا اور ہر کام میں ان کی نصائح پر عمل کرنا، چوتھے عقلمندوں، بزرگوں اور مصنفیّن کی اور ان کے خاندان کی ان کے درجات و مراتب کے مطابق عزت وتکریم کرنا، پانچویں انصاف اور ناانصافی پر منصف مقرر کر اور خود ان کی نگرانی کر اور ہر ایک کو ان کے نیک یا برے کام کی جزا اور سزا پہنچائے، چھٹے قیدیوں کے بارے میں یہ کوشش کرو کہ گناہگاروں کو سزا دی جائے اور جو لوگ قابل معافی ہوں انہیں آزاد کردو۔ ساتویں تاجروں سے تعاون کرو کیونکہ وہ ملک کی خوشحالی کا باعث ہوتے ہیں، آٹھویں رعایا کی ان کے گناہوں کے مطابق ہی جواب طلبی کی جائے اور ہر کسی سے اس کے رتبے کے مطابق سلوک کرو، نویں فوجیوں اور ان کو جو جنگ میں کام آتے ہیں ان کے دل کو لبھاؤ، دسویں ان کی اولاد اہل خانہ اور قرابت داروں کی تکریم کرو اور جس قدر بھی ممکن ہو سکے ان کے لیے تیار رہو، گیارہویں ان لوگوں کے ساتھ جو ملکی امور سے آگاہی رکھتے ہوں پوشیدہ بات چیت کرو، بارہویں ہمیشہ اپنے وزراء، خدمتگاروں اور مقرر کردہ عہدہ داروں کے بارے میں متفکر رہو، پس نوشیروان نے یہ باتیں سونے کے پانی سے لکھوائیں اور وہ ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ یہ ایک حکمران کے علم و دانش کی اصل ہیں، پھر اس کے بعد اس نے بزرگ مہر کو دیگر وزراء پر فوقیت دی اور

اسے وزیر اعظم اور ملک کا نگہبان مقرر کیا۔ پہلا کام جو اس بادشاہ نے انجام دیا یہ تھا کہ جس قدر بھی مزدکیوں کو انعامات دیے گئے تھے۔ اور انھیں ملک میں حکمرانی پر مامور کیا گیا تھا۔ اپنے عاملین کو خط لکھا اور یہ عہد کیا کہ مزدکیوں میں سے جس قدر بھی ہاتھ آئیں انھیں قید کر لیں اور خود بھی اسی روز مزدک اور اس کے پیروکاروں کو جو پایہ تخت میں قیام پذیر تھے۔ دعوت پر بلایا گیا بادشاہ کے محل کے قریب ایک باغ میں کنویں کھودے گئے اور سپہ سالاروں کو حکم دیا کہ ان کو گروہ کی صورت میں باغ میں کھانے کے بہانے اوندھا گرادیں چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ایک ہی دن میں مزدکیوں میں سے اسی ۸۰ ہزار افراد کو قتل کر دیا گیا آخر نوشیروان نے اس خطرے کے پیش نظر کہ مبادا تمام رعایا ہی قتل نہ ہو جائے ان میں سے باقی بچ جانے والوں کو بخش دیا اور ان غلاموں کو جو ان کے قبضے میں تھے اُن کے پہلے آقاؤں کے سپرد کر دیا اور اگر ان میں سے کسی کے پاس کوئی رہائش میں نہ ہوتی تو وہ محلات اور عمارات جو مزدکیوں کے ظلم وستم سے تباہ ہو چکے تھے استعمال میں لائے گئے۔ پس اس ملک میں خوشحالی کے بعد فوج کو بابل اور دریائے آمو یہ کے دوسرے کنارے لے گیا اور ہیاتلہ خاندان کو اپنے زیر تسلط کیا۔

جس وقت نوشیروان ملک کی آبادی میں مشغول تھا ترکوں کے حکمران نے بخارا اور فرغانہ کو جو ایرانیوں کے قبضے میں تھا اپنے قبضہ میں کر لیا۔ نوشیروان نے اپنے بیٹے ہرمز کو ترکوں سے جنگ کرنے بھجوایا۔ وہ بادشاہ ایرانیوں کے خوف سے مقبوضہ مما لک چھوڑ کر اپنے لشکر کے ساتھ دور افتادہ مما لک کی جانب فرار ہو گیا اور قاصد بھیج کر صلح کی پیشکش کی اور یہ طے پایا کہ فرغانہ تک کا علاقہ ایرانیوں کا ہو گیا۔ اور اسی زمانے میں ہام آوراں کے لشکر نے بھی بادشاہ روم کے حکم سے عربوں کے ملک پر جو نوشیروان کے زیر تسلط تھے لشکر کشی کی ان میں سے بعض کا قتل کیا، اُونٹ، گھوڑے اور بہت سے غلام لیے

اور واپس چلا گیا۔وہاں کے حکمران نے نوشیروان کو اس بات سے آگاہ گیا۔شہنشاہ چونکہ شاہِ روم سے صلح کر چکا تھا لہٰذا اسے خط لکھا کہ اپنے لشکر کے سردار کی خوب خبر لو اور جتنے بھی غلام لے گیا ہے واپس کرے اور عربوں کے ملک کی تباہی اور ان لوگوں کے خون بہا کے بدلے سونا چاندی قانون تاوان کے مطابق ادا کرے۔شاہ روم نے نوشیروان کے خط کو کوئی اہمیت نہ دی اُس کے اِس غیر شائستہ رویے پر شہنشاہ ایران نے تحمل نہ کیا اور فوری طور پر اپنے لشکر سمیت اس سرزمین روم تک پہنچا جو اس کے ہمسایہ میں تھی۔ان کے بعض شہروں کو قبضے میں لیا۔کہا جاتا ہے کہ جس وقت اس نے ''انطاکیہ'' پر قبضہ کیا اس شہر کی فن تعمیر اسے اس قدر پسند آئی کہ اس نے مدائن کے قریب ویسا ہی ایک شہر تعمیر کرنے کا حکم دیا اور اس کا نام ''رومیہ'' رکھا۔یہ دونوں شہر اس طرح سے ایک دوسرے کے مانند تھے کہ جس وقت انطاکیہ کے لوگوں کو اس جگہ لایا گیا تو وہ جماعت جونہی دروازے تک پہنچی بغیر کسی کی راہنمائی میں اپنے گھروں کو پہچانتے ہوئے ان میں جا مقیم ہوتے تھے۔اور کہتے کہ جو چیز تمہارے شہر میں نہیں ہے وہ درخت تھے کیونکہ انطاکیہ میں گھر کے سامنے لگے تھے۔شاہ روم نے اس جنگ کے بعد نوشیروان کے پاس مناسب تجاویز کے ساتھ قاصد روانہ کیے اور صلح کی خواہش ظاہر کی شہنشاہ نے اس عہد کو قبول کر لیا کہ وہ اس جنگ کے بدلے میں اسے بہت سا مال و اسباب دیں گے تا کہ عربوں کی بربادی کو اس مال و زر سے آباد کیا جائے اور جو کچھ ایرانی لشکر نے رومیوں سے لیا ہے وہ ایرانیوں کا ہی رہے گا اور وہاں مذہب عیسیٰؑ کے پیروکاروں شہزادوں میں سے ایک کی خوبصورت بیٹی سے شادی کی اور اس نے ایک بیٹے کو جنم دیا جس کا نام ''نوشزاذ'' رکھا۔اس لڑکے نے اپنی ماں کا مذہب اختیار کر لیا اگرچہ نوشیروان نے بہت تقاضا کیا کہ اس مذہب سے باز رہے لیکن اس کے بیٹے نے

قبول نہ کیا چنانچہ اسے ایک محل میں نظر بند کر کے اس کی آمد و رفت پر پابندی لگا دی۔ پھر کچھ مدت بعد ہام آوراں کی طرف رخ کیا اور وہاں بیمار ہو گیا۔ بیٹے نے گمان کیا کہ باپ کا وقت پورا ہونے کو ہے اس محل سے باہر نکلا ایک بہت بڑا لشکر بالخصوص عیسائیوں کو اکھٹا کیا اور انھیں بہت مال و زر بخشا اس نے خورستان اور پارس کے حکمرانوں کو قید کروا دیا اور دیگر قیدیوں کو آزادی بخشی نوشیروان نے یہ سب سننے کے بعد اپنے نائب ''رام برزین'' کو خط لکھا کہ اگر نوشزاد اپنے کیے پر نادم ہو اور اُس محل کے جس میں پہلے تھا واپس چلا جائے اور بغاوت کرنے والوں کو قتل کر دے تو اُسے بخش دیا جائے گا و گرنہ اس سے جنگ کرو اور اگر میدان جنگ میں وہ گرفتار ہو جائے تو اسے کوئی ایذا نہ پہچانا اور پہلے کی طرح اسی محل میں حفاظت سے اسے رکھو۔ رام برزین نے بادشاہ کے حکم سے نوشزاد کی طرف رخ کیا۔ دوران جنگ وہ ایک تیر کھا کر گر پڑا اور اس کے تمام پیروکار منتشر ہو گئے۔ سردار اُس کے سرہانے آیا اور اس سے پوچھا کہ تیری آخری خواہش کیا ہے؟ اس نے کہا کہ مرنے کے بعد اس کا جسم اس کی ماں کے حوالے کر دیا جائے تا کہ اسے عیسائیوں کی طرح زمین میں دفن کیا جائے۔ نوشیروان نے واپس آنے کے بعد رعایا کے ساتھ ہونے والے ظلم و ستم کے متعلق تفتیش کی اور اس کام کا سبب یہ بات بنی کہ ایک روز اس نے موبد موبدان سے کہا کہ میں نے ترکستان کی جانب سے بہت بھیڑیوں کو ایران آتا ہوا دیکھا ہے۔ اس نے بادشاہ کو جواب دیا کہ مردار خور جانور جب ملک میں آئیں گے تو یہاں کے لوگوں کے ظلم و ستم کے ہاتھوں ہی ہلاک ہو جائیں گے چنانچہ اسی جملے سے بادشاہ نے یہ کام کیا کہ ظلم و ستم کی جڑوں تک کو اکھاڑ پھینکا۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی محافل میں اس کے عدل و انصاف کے چرچے ہیں۔ وہ ٹیکس جو رعایا سے وصول کرتا تھا انہی میں سے اکثر بخش دیتا اور جن کی سالانہ

آمدنی بیس سے کم اور پچاس سے زیادہ ہوا کرتی تھی ان سے خدمت گاری کا کام نہ لیتا تھا۔ رعایا کو مفلسی کے اوقات بیج اور بیل دیا کرتا تھا۔ سپاہیوں کو دوران خدمت ان کی کوششوں کے مطابق انعامات دیا کرتا تھا۔ اس نے اپنے اسی حسن عمل سے ملک کو اس قدر وسعت بخشی کہ کہتے ہیں اس کا ملک دریائے ماژندران سے لے کر ہندوستان کے مشرق تک شمال میں مصر اور بحیرۂ احمر تک اور مغرب میں فرات تک پھیل گیا اور آخری پیغمبرؐ اسی کے عہد میں اس دنیا میں تشریف لائے اور یہ ارشاد فرمایا کہ میں نے عادل بادشاہ کے زمانے میں ولادت پائی۔ اور آپ کا یہ فخر اس بادشاہ کی عظمت کی بہت بڑی دلیل ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کے دربار میں سونے کے چار تخت رکھے گئے تھے۔ بزرگ مہر کے لیے، حاکم روم، خاقان چین اور بادشاہ خوارزم کے لیے۔ نوشیروان کے اقوال میں سے ہے "سلطنت لشکر کی بدولت لشکر ٹیکس کی وصولی سے، ٹیکس ملک کی خوشحالی سے اور خوشحالی عدل وانصاف کی بدولت حاصل ہوتی ہے۔ اور اس نے کہا "ہوا کے دن سونا بہتر ہے، بارش کے دن شربت نوشی کرنا، بادل کے روز حمام میں جانا اور دھوپ کے روز ضروری کاموں کا انجام دینا بہتر ہے۔ کم ظرف لوگ جب کم ظرفوں پر برتری پا لیتے ہیں تو بزرگوں پر ستم کرتے ہیں" اور اس کے اقوال کو اس کے دخمے میں لکھا گیا کہ ہم نے جو کچھ بھی اپنے آگے بھیجا ہے وہی ہمارے کام آئے گا اور کسی ایسے کام کے پاس ہے جو اس کے صلے میں قوت رکھتا ہو۔ اور جب تلک میں زندہ تھا تو خدا کے تمام بندے میرے ہمراہ تھے۔ مگر اب وقت مرگ زمانے کی تنگدستی درپیش ہے میں نے ان اقوال کو دیوار پر لکھوا دیا ہے تا کہ اگر کوئی میرے دخمے میں آئے تو ان نصائح کو پڑھ لے اور میرے بعد بھی میرے اقوال سے مستفید ہو اور یہ اُس شخص کی باتیں ہیں جو یہ کہتا ہے کہ جب تک دن رات کا آنا جانا ہے کاموں کی گردش پر حیران نہ ہو اور کہا کہ لوگ

جس بات سے ایک مرتبہ ندامت و شرمندگی اٹھا چکے ہوں دوبارہ کیوں اس کو انجام دے کر پشیمانی اٹھاتے ہیں۔ یہ بھی کہا کہ جو کوئی بادشاہ سے دوستی رکھتا ہو وہ کیوں کر اطمینان سے سوئے اور کہا کہ جس شخص کی زندگی کا کوئی ہدف نہ ہو وہ خود کو ہرگز زندہ نہ سمجھے ایسے شخص کو اپنا دشمن سمجھو جو اپنی جوانمردی لوگوں کو ایذا پہچانے میں خیال کرتا ہو۔ اور ایسے شخص کو اپنا دوست نہ جانو جو تمہارے دوستوں کا دشمن ہو اور بے ہنر لوگوں سے دوستی نہ کرو۔ کیونکہ بے ہنر دوستی اور دشمنی کے لائق نہیں ہے۔ ایسے نادان سے پرہیز کرو جو اپنے تئیں دانا سمجھتا ہو اور کہا کہ اپنی ذات سے انصاف کرو تاکہ تم دعوے سے بے نیاز ہو جاؤ سچ بات کہو اگر چہ تلخ ہی کیوں نہ ہو۔ یہ بھی کہا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا دشمن تمہارے راز سے واقف نہ ہو تو اپنے دوست کے سامنے بھی اسے مت کہو اور وہ کہتا ہے کہ تنگ نظری نقصانِ عظیم ہے کم ظرفوں کو زندہ مت سمجھو، اگر تم چاہتے ہو کہ بغیر کسی تکلیف کے دولتمند بن جاؤ تو کم ظرفوں کو دُور رکھو، وہ یہ بھی کہتا ہے کہ اپنے ہمسروں کی محتاجی سے موت بہتر ہے اور کم ظرف لوگوں کی روٹی سے پیٹ بھرنے سے تو مرجانا بہتر ہے۔ ہر وہ خیال جو تمہارے دل میں آئے اُسے سست لوگوں پر استوار مت کرو اور چابکدستوں سے سستی نہ کرو۔ دوسرے یہ کہ اپنے سے کم رتبہ رشتہ داروں سے حاجت طلب کرنا بہت بڑی تکلیف کا باعث ہے چنانچہ پانی میں ڈوب کر مرجانا بہتر ہے اس بات سے کہ ملاح سے پناہ طلب کی جائے اور ایک عاجز گناہگار ایک نیک مگر سرکش انسان سے بہتر ہے۔ وہ شخص نادان ہے جو پستی سے بلندی کو پہنچے لیکن خود دوسروں کو اُسی نظر سے دیکھے۔ اور اس سے زیادہ بدتر بے حیائی نہ ہو گی کہ اس بات کو بیان کرے جسے وہ جانتا نہ ہو اور دیوانہ ہے وہ شخص جس نے جو پایا ہو اُسے نہ پایا ہوا جانے جو پایا ہوا نہ پائے ہوئے جانے اور کم ظرف وہ شخص ہے کہ لوگ اس سے کسی

بات کی امید رکھیں اور وہ اُس کو پورا کرنے کی سکت رکھتا ہو مگر نہ کرے وہ کہتا تھا کہ اگر کوئی شخص ہنر مند ہو لیکن اس میں عقل نہ ہو تو اس کا ہنر ہی اس کا دشمن ہو جائے گا اور جس شخص کو گردش دوراں عاقل نہ بنا سکے تو اس کی تعلیم و تربیت میں داناؤں کی محنت اکارت ہو جائے گی یہ بھی کہا کہ لوگوں کی برائی نہ کرو تا کہ وہ تمہاری برائی نہ کریں۔ اور جو کچھ ہو گزرا اس کا ذکر نہ کرو تا کہ دکھ سے دور ہی رہو۔ حیا کو اپنا شعار بناؤ تا کہ تم باوقار بن جاؤ۔ ناکردہ کاموں کو کیا ہوا مت جانو

کسی کی عیب جوئی نہ کرو تا کہ لوگ تمہاری عیب جوئی نہ کریں۔ کسی کی غیر موجودگی میں اس پر مت ہنسو تا کہ تمہاری غیر موجودگی میں لوگ تم پر بھی نہ ہنسیں۔ اپنی خواہشات پر عمل نہ کرو تا کہ تمہیں ندامت کا سامنا نہ ہو۔ بے ضرر رہو تا کہ تم بے خطر ہو جاؤ۔ اپنے قول کو پورا کرو تا کہ لوگ تمہاری کہی ہوئی بات پر عمل کریں اور بے عقل لوگوں کے پاس اپنے راز ظاہر نہ کرو۔ جب تک تم لوگوں کے ممدوح رہو گے اپنے وعدوں کو نبھاؤ تا کہ لوگوں سے زیادہ جوانمرد بنو، دل کی آزردگی نکال باہر کرو تا کہ تمہارا شمار آزاد لوگوں میں ہو۔ رعایا سے بھلائی کے ساتھ پیش آؤ تا کہ وہ تمہیں عادل پکاریں۔ راست گو بن جاؤ تا کہ تم لوگوں کی بدگوئی سے دور رہو۔ لوگوں کی خواہش کے مطابق بات کرو تو تُم ہر دل میں جگہ بنا لو گے۔ احمقوں سے جھگڑا مت کرو تا کہ تمہیں زیادہ دکھ نہ ہو۔ لوگوں کے ساتھ اچھائی کرنے سے گریز نہ کرو تا کہ تم لوگوں میں سے بہترین ہو جاؤ۔ کوتاہ دست رہو تا کہ تمہاری زبان دراز نہ ہو۔ اس نے اڑتالیس (۴۸) سال حکمرانی کی۔

۲۱۔ ہرمز:-

چونکہ اس کی ماں ''توران کے شہزادوں'' کی نسل میں سے تھی لہٰذا نوشیروان نے

اسے اس کے بڑے بھائیوں پر فوقیت دی (یعنی ہرمز کو) اور اپنا جانشین منتخب کیا۔ اس نے آغاز میں اچھے کام انجام دیئے اور نوشیروان کے خدمت گاروں میں سے ہر ایک کو ان کی جگہ دیکھ بھال کی اور ہمیشہ یہ بات کہتا تھا کہ میرا باپ لوگوں کو مجھ سے بہتر پہچانتا تھا۔ کچھ زیادہ مدت نہ گزری کہ اس نے ملک کے بزرگوں میں سے بعض کو قتل کروا دیا۔



ہُرمز

پارس کے بزرگوں میں سے باقی بچ جانے والے اس سے منحرف ہو گئے۔ جب یہ بات قریب و دور کے لوگوں کے کانوں تک پہنچی۔ ہمسایہ ممالک کے بادشاہوں نے ملک ایران کے بارے میں خیال کیا اور اس کی جانب پیشقدمی کی ان میں سے ایک حاکمِ روم تھا۔ اس نے اسی ۸۰ ہزار افراد کے ساتھ ایران کا قصد کیا اس کا یہ کہنا تھا کہ نوشیروان نے اگر ہم سے ملک چھینا تھا تو ہرمز اسے واپس کر دے گا۔ چرکسان آذربائیجان تک آیا اور اسے تباہ و برباد کر دیا اور لوٹ مار کی۔ اور دو عربی شہزادے جو

عباس احول اور عمار ارزق تھے۔ فرات کے کنارے آئے اور لوٹ مار کا بازار گرم کیا۔ ترکوں کا بادشاہ جو ہرمز کی ماں کا بھائی تھا۔ ایک لشکر کثیر لے کر دریائے آمویہ سے گزر کر ہرات اور بادخیز میں پڑاؤ کیا ایک قاصد ہرمز کے پاس بھجوایا کہ پل تعمیر کرواؤ اور راستوں کو ہموار کرواؤ کیونکہ میں روم پر حملے کا خیال رکھتا ہوں ۔ ہرمز نے اس وقت جان لیا کہ اس نے اپنی سپاہ کے بزرگوں کو قتل کرنے اور ملک کو تباہ کرنے میں کس قدر حماقت کی ۔ چنانچہ اس نے باقی ماندہ بزرگوں اور دانشمندوں کو اس معاملے میں مشورہ کرنے کی خاطر جمع کیا۔ دانشوروں میں سے ایک نے کہا کہ اس ملک کی حکومت جو نوشیروان نے اس سے چھینی تھی اُسے واپس چاہتا ہے۔ اسے دے دو تا کہ واپس چلا جائے اور چرکس کے لوگ ہمارے ملک کو لوٹنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اگر ہم آذربائیجان کے باشندوں کو یہ پیغام دیں کہ تمام لوگ اُن سے جنگ کرنے اُٹھ کھڑے ہوں اور لٹیروں سے لڑ بھڑیں اور مقبوضہ چیزیں لے کر فرار ہو جائیں ۔ عربوں کو بھی یہی پیغام بھجوائیں اور اس خیال سے روک دیں یہاں تک کہ ان میں سے کوئی بھی ایران سے جنگ کرنے کا خیال تک نہ رکھتا تھا سوائے شاہ ترکان کے جو ہمارا قدیم دشمن ہے۔ پس ہمیں چاہیے کہ جو کچھ بھی کرنا ہو اس کے بارے میں کریں تا کہ اس عظیم دشمن کو اپنی راہ سے ہٹائیں ۔ ہرمز نے اس کی باتیں قبول کر لیں اور بہرام چوبین کو جو اس کے سپہ سالاروں اور بزرگوں کی اولاد میں سے تھا۔ ملک کے وزرا کے اتفاق رائے سے شاہِ ترکان سے جنگ کرنے بھیجا۔ بہرام نے ترکوں پر غلبہ پا لیا ان کے بادشاہ کو قتل کر دیا اور اس کے بیٹے ''ساوہ شاذ'' کو گرفتار کر کے بہت سے غلاموں کے ساتھ مدائن بھجوایا۔ ہرمز نے اس عظیم کام کے انجام دینے پر بہرام کی بہت تعریف کی وزراء میں سے ایک جو بہرام سے عداوت رکھتا تھا اس نے بادشاہ کو پُرفریب باتوں سے بہرام

کے متعلق ناراض کر دیا۔ ہرمز نے طوق اور تکلا بہرام کو بھجوایا اور اس سپہ سالار نے وہ طوق و تکلا پہنا اور اہلِ لشکر کو بادشاہ کے تحفے دکھائے جس پر تمام لشکری اس کے اس سلوک سے رنجیدہ ہو گئے اور ہرمز سے انتقام لینے کی خاطر اس کے ساتھ متفق ہو گئے۔ بہرام نے اول تو اس دھوکے سے کام لیا کہ بہت سا سونا خسرو جو ہرمز کا بیٹا تھا کے نام سے پورے ملک میں بھجوایا۔ اور باپ کو بیٹے سے بدظن کیا۔ پرویز اپنے باپ کے خوف سے آذربائیجان فرار ہو گیا۔ اس کے بعد ہرمز نے ''پندویہ'' اور ''بستام'' کو جو پرویز کی ماں کے بھائی تھے قید کر رکھا تھا وہ فرار ہو گئے اور دوسرے لوگوں کے تعاون سے بادشاہ کو نابینا کر دیا۔ پرویز یہ سن کے نوشیروان کے پایۂ تخت آیا شاہی تاج اپنے سر پر رکھا باپ سے معذرت کی اور اسے یہ یقین دلایا کہ وہ اس کام سے خوش نہیں ہے باپ نے کہا اگر ایسا ہی ہے تو تم ان لوگوں سے میرا بدلہ لو جو اس کام میں شامل تھے۔ خسرو نے کہا کہ میں بہرام چوبین کو ٹھکانے لگانے کے بعد ہی ایسا کروں گا۔ پرویز نے ایک لشکر تیار کروایا دریائے نہروان کے کنارے بہرام سے کچھ دیر جنگ کے بعد وہ روم کی سمت بھاگ گیا۔ پندویہ اور بستام مدائن آئے۔ ہرمز کو کمان کے تیر کی طرح درمیان سے اٹھایا اور اس کا پیچھا کرتے ہوئے بادشاہ سے جا ملے جب وہ استنبول پہنچے تو وہاں کے حکمران نے ان کی عزت و تکریم کی اور اپنی بیٹی مریم اس کی زوجیت میں دے دی اور بہت بڑے لشکر کے ہمراہ اسے آذربائیجان کے راستے ایران بھیجا۔ بہرام نے بھی آذربائیجان تک اس کی پیش قدمی کی۔ بہرام کی فوج سے تین جنگجو اُس وسیع میدان جنگ میں آئے اور پرویز کو جنگ کے لیے للکارا اس نے ان کی جانب رخ کیا۔ اور ہر ایک کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کی اس بہادری سے طرفین کے لشکر ششدر رہ گئے۔ بہرام کے سپاہیوں میں سے کچھ نے بادشاہ کی طرف رخ کیا

اس سے معافی مانگی مجبوراً بہرام کو فرار ہونا پڑا۔ وہ ترکستان چلا گیا اور اپنی موت تک اس نے وہیں زندگی بسر کی۔ ہرمز نے بارہ سال بادشاہت کی۔

۲۲۔ خسرو پرویز:-

بہرام چوبین کو ٹھکانے لگانے کے بعد وہ تخت نشین ہوا۔ اس نے ''بناتوس'' اور روم کی فوج کو بہت سے انعامات دیئے اور انہیں خوشی خوشی واپس بھجوایا۔ اور چونکہ ہرمز نے مرتے وقت یہ خواہش کی تھی لہٰذا بندویہ اور بستام کو قتل کر دیا۔ کچھ مدت بعد اہل روم نے اپنے بادشاہ سے بغاوت کی اور اُسے اس کے بیٹے بناتوس سمیت قتل کر دیا۔ اور اس کے چھوٹے بیٹے نے شہنشاہ ایران کے ہاں پناہ لی۔ چنانچہ اس بادشاہ نے اس کے



باپ کے اچھے سلوک کا لحاظ کرتے ہوئے تین سرداروں کی ہمراہی میں ایک بہت بڑا لشکر بھجوایا اور انہوں نے رومیوں پر فتح حاصل کی۔اور انھیں استنبول تک بھگا دیا اور اس شہر میں خوب تباہی مچائی۔مگر ان کی یہ کوشش کسی انجام کو نہ پہنچی اور رومیوں نے بادشاہ کے بیٹے کو حکمرانی کے لیے منتخب نہ کیا۔اور ایرانی لشکر کی واپسی کے بعد حرقیل کو اپنا بادشاہ بنالیا۔ اُس نے ایک لشکر کے ساتھ ایران کا قصد کیا۔پرویز نے اپنے سپہ سالاروں میں سے ایک کو بارہ ہزار افراد کی سرکردگی میں جنگ لڑنے بھیجا اور رومی فوج نے ایرانیوں پر فتح حاصل کرلی۔ان کے ایک ہزار افراد کو قتل کردیا۔پرویز ایک خودغرض اور عیاش بادشاہ تھا یہی وجہ ہے کہ اس کی بہت سی خواتین کے ساتھ محافل عیش و نشاط کی داستانیں بالخصوص شیریں کے ساتھ اس کی محبت کی داستانیں قصیدہ سراؤں کی تحریروں سے واضح ہیں۔آخر کار بزرگان نے اس سے بغاوت کردی اور اسے قید کردیا اور اس کے بیٹے شیرویہ کی حکمرانی پر اس شرط کے ساتھ اتفاق کیا کہ وہ پرویز کو قتل کردے گا۔پہلے تو شیرویہ اس کام پر راضی نہ ہوا لیکن بالآخر مہر ہرمز نے مردان شاہ کو جس کے باپ کو خسرو نے قتل کروادیا تھا۔اس کام کے انجام دینے کے لیے بھیجا۔جب بادشاہ نے اسے دیکھا سمجھ گیا کہ وہ کس کام کی غرض سے آیا ہے۔اُسے کہا آؤ! میں نے تمہارے باپ کو قتل کیا ہے اور جوکوئی اپنے باپ کے قاتل کو قتل نہ کرے وہ اس کی نسل سے نہ ہوگا۔پھر مردان شاہ کے بیٹے خسرو کو قتل کردیا اور شیرویہ کے پاس واپس گیا اور نادانی میں اپنے اور خسرو کے مابین ہونے والی گفتگو اسے بتادی۔شیرویہ نے مردان شاہ کے بیٹے کو پرویز کے دخمہ میں لے جاکر مارڈالا۔اور کہا میرے باپ نے درست کہا تھا کہ جو اپنے باپ کے قاتل کو نہ مارے وہ اس کی نسل میں سے نہیں ہے۔اُس نے چھتیس سال حکومت کی۔

۲۳۔ شیرویہ:۔

اس کا نام غباد تھا اور وہ خسرو پرویز کا بیٹا تھا۔ جب شاہی تاج اس کے سر پر رکھا گیا تو اس نے لشکر کی حفاظت اور رعایا کی خوشحالی میں مشغول ہونے کے بجائے ظلم و ستم کو اپنا شعار بنا لیا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اس نے اپنے پندرہ بھائیوں کو قتل کروا دیا۔

کہتے ہیں کہ جب شیرویہ نے اپنے ہاتھوں کو بھائیوں کے خون سے آلودہ پایا اور اس کی دونوں بہنوں آزرمیدخت اور پوراندخت نے اسے دیکھا اور خوب برا بھلا کہا کہ تجھے شرم نہ آئی کہ تو نے سلطنت کی خاطر باپ اور بھائیوں کا خون بہایا عدل کرنے



والا پروردگار جلد ہی تجھے سزا پہنچائے گا۔شیرویہ نے یہ باتیں سنتے ہی شاہی تاج زمین پر دے مارا اور اس قدر غمگین ہوا کہ موت نے اس کا دامن تھام لیا۔اس نے بائیس سال زندگی گزاری اور سات ماہ تک حکومت کی۔

۲۴۔اُردشیر:۔

اسے شیرویہ کو چک بھی کہتے تھے۔سات سال کی عمر میں وہ اپنے باپ کی جگہ تخت نشیں ہوا اور بزرگانِ ایران میں سے ایک اس کے نام پر ملک میں (بطور سرپرست) حکومت کرتا تھا۔جب شہرآزاد نے جو ایرانی سردار تھا اور روم کے قریب لشکر کی تیاری میں مشغول تھا جب اس کام سے آگاہ ہوا۔اس بہانے سے کہ میری جگہ کیوں کر ایک بچے کو سلطنت سونپ دی گئی۔فوج کے ساتھ مدائن پر چڑھائی کی۔اردشیر کو مار ڈالا۔اس



کم سن بادشاہ کی حکمرانی کا زمانہ چھ سال لکھا گیا ہے۔

۲۵۔ شہر آزاد:-

اردشیر کے قتل کے بعد تخت شاہی پر جانشین ہوا۔ چونکہ اس کا حسب نسب شاہی



خاندان سے نہ تھا۔ لہٰذا تمام بزرگ اس کی برتری پر شرمندہ تھے۔ آخر کار استخر کے سپاہیوں میں سے تین بھائیوں نے سواری کے دوران تلوار اور نیزے سے اسے مار ڈالا

وہ چالیس دن سے زیادہ تاجِ شاہی اپنے سر پر نہ رکھ سکا۔

۲۶۔ پوراندخت:-

شہرآزاد کے خاتمے کے بعد بزرگان ایران اس بات پر متفق ہوئے کہ شیرویہ کی بہن پوراندخت کو ملک کی حکمرانی کے لیے منتخب کیا اور اس نے لوگوں کے ساتھ اچھا



سلوک کیا۔ اس نے مردوں کی طرح ہر کام میں پختگی کا مظاہرہ کیا۔ بزرگوں کے ساتھ انعامات اور نوازشوں سے پیش آئی۔ اس نے چھ ماہ حکومت کی۔

۲۷۔ آزرمیدخت:-

وہ شیرویہ کی بہن تھی۔ نہایت حسین وجمیل، عقلمند اور انصاف پسند عورت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے انصاف پسندی میں شہرت پائی۔ اس نے خود ہی حکومت کی باگ ڈور سنبھال رکھی تھی۔ "فرخ ہرمز" جو اس کے سرداروں میں سے ایک تھا اور خراسان میں لشکر کی سپہ سالاری کرتا تھا۔ مدائن آیا اور بادشاہ (یعنی آزرمیدخت) سے محبت کرنے لگا اور کسی کے توسط سے اسے شادی کا پیغام بھجوایا۔ آزرمیدخت نے جواب دیا کہ بادشاہوں کا شادی کرنا مناسب نہیں ہے اگر سپہ سالار ہم سے ملاقات کا مقصد رکھتا ہے تو کسی مناسب رات میں کسی پوشیدہ مقام پر آجائے تاکہ ضروری گفتگو ہو سکے۔ اُس نے بادشاہ سے یہ خوشخبری سنی تو وہاں دوڑا۔ بادشاہ کے حکم سے اس کے سرکردہ



محافظوں نے اس کا سرتن سے جدا کر دیا۔ جب اس (مقتول) کے بیٹے کو خراسان میں اس ماجرے کی خبر ہوئی تو وہ لشکر لے کر مدائن کی جانب بڑھا اور آزرمیدخت پر غلبہ پالیا اسے اپنے باپ کے انتقام میں مار ڈالا۔ آزرمیدخت نے چار ماہ حکومت کی۔

۲۸۔ فرخ زاد:۔

وہ خسرو پرویز کا بیٹا تھا۔ اور اسے ''برگزیدہ'' کہا جاتا تھا۔ ایران میں ان برسوں کے دوران یکے بعد دیگرے رونما ہونے والی بغاوتوں کے بعد بزرگان پارس قدیم



شہنشاہوں کے ورثاء کی تلاش میں نکلے آخر کار انھیں پتہ چلا کہ سرزمین روم کے قریب، خسرو پرویز کے بیٹوں میں سے ایک شیرویہ کے خوف سے فرار ہو کر وہاں موجود ہے۔ کسی قاصد کو بھجوا کر اسے بادشاہت کے لیے بلوایا۔ وہ تخت شاہی پر حکمرانی کی خاطر آیا۔ ایک ماہ کی مدت کے بعد ہی اس کے غلاموں میں سے ایک نے اُسے زہر دے کر ہلاک کر دیا۔

۲۹۔ یزدگرد:۔

کہتے ہیں کہ خسرو پرویز نے نجومیوں سے یہ سن رکھا تھا کہ اس کی نسل میں سے ایک شخص ایران کو اپنے ہاتھوں گنوا دے گا اور غیر ایرانی اس کے عہد میں پارس پر غلبہ پالیں گے۔ اس نے اپنے بیٹوں کو ایک محل میں عورتوں کے قرب سے دور محبوس کر دیا۔ خسرو کے بیٹے شہریار نے کچھ عرصہ بعد قرب زنان کی شدید خواہش ظاہر کی اور شیریں نے چھپ کر یہ تدبیر کی کہ پارس کے بزرگوں کی اولاد میں سے ایک عورت کو شادی کے لیئے شہریار کے پاس بھجوا دیا۔ اُسی عورت سے شادی کے بعد یزدگرد نے جنم لیا۔ جب یزدگرد پانچ سال کا ہوا۔ ایک روز خسرو نے اسے دیکھا اور اس کی نسل کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے بتایا کہ یہ شہریار کا بیٹا ہے۔ اس کے حکم سے انہوں نے جب اسے برہنہ کیا اور بدی کی وہ علامت جس کے متعلق نجومی بتا چکے تھے اس بچے کے زانو پر دیکھی اور خسرو نے اسے قتل کر دینے کا حکم دیا۔ شیریں نے اُسے اس کام سے روک دیا۔ پس اس نے حکم دیا کہ اسے دور لے جائیں تا کہ میری نگاہیں اس کی منحوس صورت پر نہ پڑیں۔ یزدگرد کو دور دراز کے شہروں میں سے ایک میں بھجوا دیا گیا۔ بعض لوگوں کے خیال میں یزدگرد کا ماموں اسے شیرویہ کے خوف سے پارس لے گیا تھا اور اُس نے اس ملک میں ہی پرورش پائی۔ فرخ زاد کی وفات کے بعد ایک مرتبہ بزرگانِ پارس



یزدگرد کی داستان سے آگاہ ہوئے اسے تخت نشینی کے لیے بلایا۔ چونکہ اس عرصہ میں اہلِ عرب ہر سمت سے ایران میں مداخلت کر کے ایرانیوں کو بارہا شکست دے چکے تھے یزدگرد کی حکومت سنبھل نہ سکی وقاص کے بیٹے سعد نے عمر (بن خطاب) کے حکم سے قادسیہ کے میدان میں صف آرائی کی ۔ یزدگرد نے رستم فرخ کو ان سے جنگ

کرنے پر مامور کیا۔ تین روزہ جنگ کے بعد رستم مارا گیا۔ نہاوند میں یزدگرد کو اس کی شکست کی اطلاع ملی۔ وہ اپنے وزیر ماہویہ کی عیاری کے خوف سے اصفہان فرار ہوگیا۔ خاقانِ ترکستان اور بادشاہِ ہیاتلہ نے اس کو قید کرنے کا ارادہ کیا۔ یزدگرد نے پے در پے فرار ہوتے ہوئے ایک آسیابان کے ہاں پناہ لی۔ آسیابان نے جواہرات ولباس کے لالچ میں اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اُس نے کل بیس سال حکمرانی کی چار سال آرام واطمینان سے اور سولہ سال جنگ اور حالتِ فرار میں۔ یزدگرد ساسانی بادشاہوں کا آخری تاجدار ہے۔ (نامۂ خسروان....۱۹۰۶ء میلادی۔ مطبوعہ لاہور)

طاقِ کسریٰ اور حضرت امام مہدی علیہ السّلام کا ظہور:

طاقِ کسریٰ مدائن شہر میں وہ عالی شان محل ہے جسے ایران کے ساسانی بادشاہوں نے تعمیر کیا تھا۔ طاقِ کسریٰ میں صدیوں سے آگ روشن تھی لیکن جس دن حضرت رسولِ خداؐ دنیا میں تشریف لائے اور حجرۂ آمنہؑ مطلعٔ انوار بنا اُس دن آتشکدۂ پارس طاقِ کسریٰ کی آگ سرد ہوگئی اور محل کنگرے سجدہ ریز ہوگئے۔

عربوں نے جب مدائن پر حملہ کیا اور کسریٰ کے محل کو تاراج کیا آخری ساسانی بادشاہ یزدگرد (یزدجرد) نے مدائن سے کُوچ کیا آخری مرتبہ ''طاقِ کسریٰ'' پر آکر آخری سلام کر کے کہنے لگا۔

''اے طاقِ کسریٰ تو اس وقت تک سلامت رہے گا جب تک میری نسل سے زمین کا آخری وارث نہ آجائے''۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام یزدگرد (یزدجرد) کی بیٹی حضرت شہر بانوؑ کی نویں پشت میں ہیں۔

باب دوم

حضرت شہر بانو سلام اللہ علیہا کے خاندان کے حالات

کپتان جیمس ٹاڈ (۱۸۸۱ء)

حضرت شہر بانوؑ کے خاندان کے حالات

تاریخِ راجستھان (حالاتِ مارواڑ) جلد اوّل... ص ۲۵۱ تا ص ۲۵۹

رانائے میواڑ کو ایرانیوں کی نسل سے کہتے ہیں۔ اسناد باثبات اس دعوے کے درباب اس کے کہ رانا ایک عیسائی شہزادہ ساکن بای زین شیم کی اولاد میں سے ہے۔ خیالاتِ مصنف ان مضامین پر تمام ممالک روئے زمین میں قومی خام خیالی امورات واقعی تواریخی کو مانتے نہیں یعنی اُن امورات واقعی مندرجہ تواریخ کو جو اُن کی قوم کی بزرگی پر حرف لاتے ہیں اُن کی صحت کے وہ قائل نہیں ہوتے ہیں۔ اپنی قومی بزرگی قائم رکھنے کے لئے وہ قصہ وکہانیاں اختراع کرتے ہیں اور جھوٹ کو سچ سمجھتے ہیں۔ سوائے قومی خام خیالی کے اصل ہندو کب اِن باتوں کا یقین کرسکتا ہے کہ صرف بارہ سو برس گزرے ہیں کہ گائے کا گوشت کھانے والا رام کے تخت پر بیٹھا تھا اور سب کی منظوری سے ہندوؤں کا سورج کہلاتا تھا یا یہ کہ وجود نہایت ذاتی قدیم قوم دنیا کے اخیر شاہانِ خاندان ساماں[1] کے سبب سے موجود ہے۔ وہ کب یقین کرسکتے ہیں کہ پیوند اس درخت کا شاخ اُس خاندانِ شاہی میں جو "ست جگ" سے لے کر "کل جگ" تک برابر چلی آتی ہیں لگ کر پیوندی نطفے پیدا ہوئے اور اُس کی شاخیں اس زمین پر پھیل گئیں۔ یہ ظاہر ہے کہ رسمیات مذہبی خاندان رانا وقوم گیوبر زیا اقوامِ قدیم ایران میں باہم بڑی مشابہت ہے۔ وہ نون آفتاب پرست ہیں اور دونوں کے جھنڈوں پر آفتاب کی تصویر بنی ہے۔ ہفتہ کے سات[2] روز

[1] یزدجرد نے ۶۵۱ء میں وفات پائی۔

[2] سورج وآریاوت وار اتوار کہلاتا ہے باقی ہفتے کے دنوں کا نام اور ستاروں کے ناموں پر مقرر ہیں۔ اقوام مغربی نے یہ نام اقوام مشرقی سے لئے ہیں۔

میں ایک روز سورج کا ہے۔ بڑا دروازہ شہر کا اور ہر برج قلعہ کا سورج کے نام پر بنا ہے۔

اگر چہ مذہب اسلام نے شیطانی باشندگان کو چشمۂ میتھراس سے خارج کیا ہے لیکن خاندان سورج کے چیلے اب تک چوٹی چتوڑ پر اور بلبھی میں قائم ہیں۔ اور اگر ہم اُن کی نسلوں کا کھوج زمانۂ قدیم تک لیجا سکیں تو یہ دریافت ہوگا کہ وہ دونوں ایک خاندان میں سے نکلے ہیں۔ جو چشمہ ہائے دریائے اوکس و جیکسارٹیز پر آفتاب کی پرستش کیا کرتے تھے۔ بکرماجیت کے عہد کے بعد چھ سو سال تک تواریخ ہند تاریک رہی۔ اُس عرصہ کو ایک بھی شعاع علم کی روشن نہیں کرتی ہے۔ لیکن اُس وقت ہند میں بڑے انقلاب ہو رہے تھے۔ اقوامِ غیر شمال سے جوق در جوق ہند پر گرتی تھیں۔ کرسی نامجات پران میں حال حسب ونسب خاندانہا چھٹی صدی تک برابر قلمبند ہوا ہے اور یہ از راہ پیشین گوئی تحریف کے چھپانے کے لئے بیان کیا ہے کہ اُس وقت اصلی خاندان شاہی نیست و نابود ہو جاویں گے اور پیوندی نطفے بیگانہ وحشی اقوام مثل تکشک [۱] و مانا و یون [۲] و گورنڈ و گردھرب کے ساتھ حکمرانی کریں گے۔

---

[۱] دیکھو تواریخ اقوام صفحہ ۱۷۱ و ۱۳۳ باب تکشک و جھالا یا مکواہانا جس کو غالباً پرانوان میں بنام مانا نامزد کیا ہے۔

[۲] یون یا شاہانِ یونان جو اصلاع واقع دریائے سندھ کے اندر بعد مسیح حکمرانی کرتے تھے یا تو وہ بقیہ خاندان بیکٹیریا آزاد سلطنت ڈیمی ٹریس یا اپولوڈوٹس حاکم پنجاب میں سے تھے۔ اُن کے دارالریاست کا نام سگالا تھا لیکن ڈیمی ٹریس نے نے اُس کو بدل کر بنام یوتھی میڈیا معروف کیا۔ تیبر تواریخ بیکٹریا صفحہ ۸۴ میں بیان کرتا ہے کہ میں نے کتاب من تصنیف کلاڈیس ٹولومی میں دیکھا ہے کہ ایک شہر حدود ہڈا اس پس کے اندر لیکن قریب تر دریائے سندھ سے بنام سگالا معروف ہے اور اُسکو یوتھی سڈیا بھی کہتے ہیں۔ مجھے اس باب میں ذرا بھی شک نہیں کہ ڈیمی ٹریس نے یہ نام اپنے باپ کے نام پر بعد اُس کی اور میمن نڈر کی وفات کے رکھا ہے۔ ڈیمی ٹریس کی جائیداد موروثی ۵۶۲ء میں اُس کے ہاتھ سے جاتی رہی تھی۔ سگالا کے باب میں جو بڑا پرانا شہر تھا میں بہت کچھ کہہ چکا ہوں اور قیاساً میں نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ شہر وہ ہی

یہ بیان اُن کا خالی از راستی نہیں اور اِس میں بھی شک نہیں کہ بہت سی اقوام راجپوت اُسی عہد میں شمال مغرب سے بھی داخل ہند ہوئی ہے، دونوں گوراور گردھرب کے ایک ہی معنی ہیں گور لفظ فارسی ہے اور گردھرب اُس کا ترجمہ ہندوی زبان میں معنی دونوں کے گورخر ہیں جو لقب بہرام شاہ ایران کا تھا۔ وجہ تسمیہ اس لقب کی یہ ہے کہ وہ گورخر کے شکار کو بہت پسند کرتا تھا۔ بہت سے مصنف اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ پانچویں صدی میں بہرام گور داخل ہندوستان ہوا تھا اور شہزادی قنوج سے بہت اولاد چھوڑ مرا تھا۔ میں نے ایک فقرہ قدیم و پرانی کتب قوم جین سے منتخب کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ راجہ گردھرب بھیلا ساکن گلوس تھا یا سورج بنسی سمت ۵۲۳ء میں بمقام بلبھی پور حکمرانی کرتا تھا۔ یہ قیاساً بیان ہوا ہے کہ گردھرب بھیلا فرزند بہرام گور تھا کہتے ہیں کہ گردھرب بھیلا پٹن پر قابض و متصرف

(گزشتہ سے پیوستہ) جہاں کہ قوم جادو بعد اخراج زابلستان سے آباد و معمور ہوئی تھی اور جہاں کہ پانچویں صدی میں یوچی یا یوٹی وسط ایشیا سے آ کر سکونت پذیر ہوئے تھے اور جس کو وہ بنام سالبا ہن پورا نامزد کرتے ہیں اور اگر یوٹی دوسری صدی میں جبکہ ٹولوی نے اپنی کتاب تصنیف دوسری صدی میں جبکہ ٹولوی نے اپنی کتاب تصنیف کی یا اُس سے پہلے وہاں آباد ہوئے تھے تو تبدیلی نام کی اُنہیں کے نام پر ہوئی ہوگی یعنی نام بوٹی میڈیا یا وسط یوٹی اُنہیں کے نام پر معروف ہوا ہوگا۔ بہت سے سکے و تمغے جو میرے پاس موجود ہیں حدود و ریاست سگالا کے اندر سے جو زیر حکم یونانیوں کے ہو گئے تھے پائے ہیں یا تو وہ اُن بادشاہوں سے متعلق ہیں یا شاہان منگارا واقع دریائے سندھ سے کہ قوم پارتھا میں سے ہیں۔ قصہ جات ایک طرف تو یونانی زبان میں اور دوسری طرف حروف ساسیاں میں اب تک میں نے سوائے نام اپولوڈوٹس اور مینڈر کے کسی اور نام کی اُس میں سے تعبیر نہیں کی ہے لیکن خطاب شاہ کلاں و مغرفت کنندہ وغیرہ کہ ارسیڈیا نے مستعمل کئے ہیں بخوبی پڑھے جاتے ہیں۔ اُن کے طریق نوشت سے میں یقین کرتا ہوں کہ وہ قوم پارتھیا سے متعلق ہیں۔ اس بات کا تحقیق کرنا کہ کیونکہ یہ یونانی اور اہل پارتھیا ہنود میں مل گئے بڑا حیرت انگیز ہوگا۔

ہو گیا اور وہاں ریاست کرتا تھا۔ جب ہم از روئے اسناد یہ ثابت کریں گے کہ رانا کا خاندان ایرانی نسل میں سے ہے اُس وقت امر واقعی مرقومۂ بالا کو یاد کرنا۔

جب مسلمانوں نے ہندوؤں کو زیر کیا تب ہندوؤں کے دل میں یہ خیال جبلی پیدا ہوا کہ از بسکہ اس سلسلہ ربط و تعلق کو توڑ نہیں سکتے ہیں تو بناچاری اُس پر ملمع ہی کرنا چاہیئے چونکہ تاتاری شہنشاہ دہلی کو اپنی لڑکیوں کے دینے میں داغ لگتا تھا۔ اس لئے انہوں نے یہ بات بنائی کہ ہم اور وہ ایک ہی تخم سے ہیں گو کہ وہ رشتہ بعید ہی ہو اور اس بات کے فرض کرنے سے کہ خرابی نسل کی اُس کے منقد[1] سے ہی پیدا ہوئی ہے۔ یک گونہ اُن کے دل میں تشفی تسکین ہوتی تھی۔ اُن دعووں کی تحقیقات کے باب میں کہ وہ ایرانیوں کی اولاد میں سے ہیں ہم اوپدیس پرشاد میں سے (جو متفرق تواریخوں سے منتخب ہو کر زبان مگدہ میں لکھی گئی ہے۔ انتخاب مندرجہ ذیل درج کرتے ہیں۔

[1] از بسکہ ہندوؤں کے کرسی نویس اس بات سے واقف نہ تھے کہ اغور خان قوم تاتار کے بزرگوں اور سایقینون میں تھا۔ اس لئے قوم چغتائی اور چندر کے رشتہ باہمی کو مربوط نہیں کر سکتے تھے۔ اس نقص کا عوض برہمن بیربل نے جو صاحب علم تھا۔ مسئلہ آواگون سے کیا اور کہا کہ جسم اکبر میں روح پاک ہندو کی حلول کر گئی ہے اور تن ناپاک اورنگ زیب میں روح ناپاک کال جمن دشمن جانی کرشن داخل ہوئی ہے۔ وہ بڑا سنجیدہ چہرہ بنا کر یہ بات زبان سے نکالتے ہیں کہ اکبر بمقام اتصال دریاہائے گنگ و جمن اُس گوشہ عبادت میں کو اپنے پہلی جون میں بیٹھا کرتا تھا دیکھنے کو گیا اور اُن عبادت خانوں کو جہاں کہ اگلی جون میں بیٹھ کر شغل کرتا تھا کھدوائے۔ ہندو اورنگ زیب سے ایسے متنفر تھے کہ اُنہوں نے اُس کے حق میں یہ کہا کہ کال اپنے سفید گھوڑے پر اُس کی شکل میں آئے گا۔ جیسلمیر کی تواریخ یہ بیان کرتی ہے کہ تمام قوم چغتائی کہ ترک یا ترشکا کی نسل میں سے ہیں از فرقہ جادو ہیں لیکن جام جھاریجا ساکن کچھ کہتا ہے کہ وہ شاہ جمشید شاہ ایران ہمعصر سلیمان کی نسل میں سے ہے۔ یہ دعوے بڑے عجیب ہیں لیکن رانا ایسی خام خیالی کو داخل گناہ سمجھتا ہے۔

گوجر دیس یا گجرات میں ۸۴ شہر ہیں۔ ان شہروں میں سے ایک میں جو بنام کیرا معروف ہے برہمن دیوادت شارح بید مسکون تھا۔ اُس کے ایک لڑکی تھی خرد سال موسوم بہ سوبھگنا بڑی صاحب قسمت وہ باکرہ و بیوہ تھی۔ اپنے مرشد و گرو سے چاند کا منتر سیکھ کر بے خیالی و بے قاعدگی سے پڑھنے لگی۔ آفتاب موجود ہوا اور اُس سے بغلگیر ہوا اور وہ تب حاملہ ہوگئی۔ جب اُس کے باپ کو معلوم ہوا کہ آفتاب سے یہ حرکت سرزد ہوئی اُس کا غم ذرا فرو ہوا لیکن بخیال اس کے کہ عوام الناس اُس پر اعتبار نہ کریں گے۔ اس کے دل میں یک گونہ کھٹکا بنا رہا۔ اُس نے بہمراہی ایک عورت کی اپنی لڑکی کو بلبھی پور میں طلب کیا اور وہاں اُس کو ایک جوڑا پیدا ہوا، یعنی لڑکا ولڑکی توام۔ جب لڑکے نے ہوش سنبھالا اُس کو مدرسے میں تعلیم کے لئے بھیجا لیکن ازبسکہ لڑکے کو مدام اپنی پیدائش کے باب میں فکر رہتی تھی کہ میں کس کا بیٹا ہوں اس لئے ایک روز اُس نے جوشِ غضب میں آ کر ماں کو خوب دھمکایا کہ جلد بتا میں کس کا تخم ہوں اگر سچ نہ بتائے گی تو میں تجھ کو فوراً مار ڈالوں گا۔ اس اثناء میں آفتاب آن کھڑا ہوا اور اُس نے اُس لڑکے کو ایک سنگ ریزہ دیا اور کہا جس کسی کو چھواؤ گے وہ فوراً مغلوب ہو جائے گا۔ جب اُس لڑکے کو بحضور شاہ بلبھارا لے گئے۔ اُس نے گیپا کو کہ نام اس لڑکے کا تھا، دھمکایا لڑکے نے اُس سنگریزہ سے اُس کو مار ڈالا اور آپ شاہ سوراشترا بن بیٹھا۔ بروقت تخت نشینی اُس نے اپنا نام سِلاّدِت [1] رکھا۔ سلا کے معنی پتھر یا سنگ ریزہ کے ہیں اور آدِت کے معنی آفتاب کے اس لڑکے کی بہن کی شادی راجہ بیروچ سے ہوئی۔

یہ لفظی ترجمہ اُس قصہ کا ہے جو تواریخ خاندان رانا سے درحقیقت کچھ تعلق نہیں

[1] غالباً یہ وہی سلادت ہے جو سترنجیا ماہاتم نے بیان کیا ہے۔ اُس نے سوالہ کی سمت ۴۷۷ مطابق ۴۲۰ء میں مرمت کی تھی۔

رکھتا ہے اگرچہ بظاہر وہ اس مضمون پر آتا ہے۔ بموجب بند کو اغز سندریا اور سورج راو کے درمیان میں سومادِت[۱] کو داخل کرتے ہیں۔

راجپوت نوشیران کی اولاد ہیں:۔

دیکھو اس باب میں کہ رانا نوشیروان کی اولاد میں بھی ہے ابوالفضل کیا کہتا ہے۔ رانا کا خاندان اپنے تئیں نوشیروان کی اولاد میں سے شمار کرتا ہے۔ وہ برار یا برات سے آئے ہیں اور پرنالا کے سردار بن گئے ہیں۔ پرنالا آٹھ سو سال قبل از تصنیف[۲] اس کتاب کے لوٹ گیا تھا۔ اُس کی والدہ میواڑ میں چلی گئی اور اُس کو منڈ لیک بھیل نے پناہ دی اور اُس کی حمایت کی۔ منڈ لیک بھیل کو باپا نے قتل کیا اور اُس کی سلطنت چھین لی۔[۳]

---

[۱] اس کے پڑھنے سے مشابہت تام درمیان کتاب ہندو ہیلیڈ یا اور کتاب اُس خاندان تاتار کے جس کی اولاد میں سے چنگیز خان پیدا ہوا ہے پائی جاتی ہے۔ نورانیاں یعنی فرزندان نور آفتاب النقوا سے پیدا ہوئے ہیں اور اُن سے نویں پشت میں چنگیز خان تھا۔ ٹپس ڈی لاکر اوکس بحوالہ مصنفان دیگر واپنے وقائع چنگیز خان میں اور میگنی اپنی تواریخ قوم سپریسن میں بیان کرتے ہیں کہ چنگیز خان اولاد یزدجرد اخیر شاہ خاندان ساسانیان ہے۔ چنگیز بت پرست تھا اور مسلمانوں سے متنفر تھا۔ ایک درباری نے ازراہ چاپلوسی اورنگ زیب سے بڑا سنجیدہ چہرہ بنا کر کہا کہ تم اولاد آسمانی اجرام کی ہو اور تب وہ قصہ اُس عورت کا کہ غور کی نسل میں سے تھی) جو آفتاب کے ساتھ گزرا تھا زبان پر لایا۔ متعصب شاہ نے چہرہ بنا کر جواب دیا کہ ملا کعبہ بود ہم اُس کا ترجمہ نہ کریں گے۔

[۲] اکبر شاہ کی سلطنت ۱۵۵۵ء میں شروع ہوئی بعد چالیس سال تخت نشینی کے ابوالفضل نے آئین اکبری بنائی۔

[۳] اورم اس فقرہ کو جانتا تھا اور اُس کے بیان آئندہ سے واضح ہوتا ہے کہ وہ ہندوی حروف سے واقف تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ خسرو کو جو پیرو و مذہب روز آستر تھا۔ ہندو شہزادہ لکھنا عجیب وغریب ہے۔ اگرچہ وہ بہت سی چیزوں سے بہ مجبوری پرہیز رکھتا تھا۔ لیکن وہ گائے کا گوشت کھانا نہیں چھوڑتا تھا۔ نیکوٹیل ڈیوپرن پارسیوں کے باب میں لکھتا ہے کہ جب سے ان کی اولاد نقل مکانی کرگئی ہے تب سے اُنہوں نے محض ہندوؤں کے خوش کرنے کے لئے گاؤکشی ترک کردی ہے۔

صرف کتاب مآ ثر الامرا سے جو میرے پاس موجود ہے اور کتاب بساط الغنائم[1] سے جو مآ ثر الامرا سے نکلی ہے اور ۱۲۰۴ ہجری میں لکھی گئی ہے یہ دریافت ہوتا ہے کہ آبا و اجداد شاہان میواڑ اولاد شاہان ایران سے ہیں۔ جو کچھ حال کہ اس باب میں موجود ہے وہ صرف اُنہیں دو کتب سے نکلتا ہے۔ مصنف کتاب بساط الغنائم اپنے تئیں بہ لقب پچھمی نرائن شفیق اورنگ آبادی ملقب کرتا ہے۔ وہ حال سیاجی بانی سلطنت مرہٹا قلمبند کرتا ہے۔ اس مطلب کے لئے وہ دور تک کرسی نامہ رانائے میواڑ جن کی اولاد میں سے سیاجی[2] پیدا ہوا لکھتا چلا جاتا ہے اور مآ ثر الامرا سے بہت سے فقرات و عبارات مطول نکال کر اپنی کتاب میں درج کرتا ہے۔ اُسی کتاب سے عبارت منتخب کر کے اُس کا ترجمہ ذیل میں درج ہوتا ہے۔

[1] لفظ بساط الغنائم میں سے تاریخ نکلتی ہے۔ چنانچہ بحساب ابجد یہ تاریخ نکال کر ذیل میں درج ہوئی ہے۔ب (۱) س (۱۰) ا (۱) ط (۹) ا (۱) ل (۳۰) غ (۱۰۰۰) ن (۵۰) ا (۱) ی (۱۰) م (۴۰) مجموعہ اس کا ۱۲۰۴ ہوا۔

[2] ولفرڈ جس نے اپنی تلاش و تجسس سے اور بسبب علم شاستری کے بہت سا سامان اس باب میں بہم کیا تھا اپنے خیالات ملا کر اُس کو بگاڑتا ہے تاہم اُس میں بہت سے تحفہ و نادر خیال ہیں جن کو واقف ان حالات کا پسند کر سکتا ہے۔ ولفرڈ نے اس باب میں بھی مثل اور مضامین باب قدامت ہنود کے لکھا ہے ولفرڈ صاحب بحوالہ علی ابراہیم بیان کرتے تھے کہ رانا ایرانیوں کی نسل میں سے ہے۔ علی ابراہیم نے اُن سے بیان کیا تھا کہ میں نے بہ چشم خود اصل تواریخ دیکھی ہے جس کا نام ہے اصلیت پیشوا از خاندان رانائے میواڑ۔ ابراہیم کی مراد شاید شہزادگان ستارہ سے ہوگی جس کے وزیر پیشوا تھے۔ از روئے اس حوالہ کے یہ لکھا ہے کہ تین مرتبہ با وفات مختلفہ گیو بز ریا ایرانی زمانہ قدیم ایران سے گجرات میں منتقل ہوئی۔ اوّل بہ زمانہ ابو بکر۔ ۶۲۱ء دوم بروقت شکست یزجرد بہ ۶۵۱ء سوم جب اولاد عباس غالب ہوئی۔ یہ ۷۴۹ء یہ بھی لکھا ہے کہ ایک فرزند نوشیروان اٹھارہ ہزار رعایائے لارستان لے کر متصل سورت زمین پر اُترا اور شاہ اُس ملک کے اُس کا بخوبی استقبال کیا اور وہ اُس سے اچھی طرح پیش آیا۔ ابوالفضل کے بیان سے صحت حالات مندرجہ بالا بہ پایہ تصدیق پہنچتی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ پیروان زردشت یا زوراسٹر بعد فرار ہو کے ایران سے سورت میں جا بسے۔ سورت اختیار جزیرہ نما شہر سوراشٹر ہے۔

سب جانتے ہیں کہ راجہ اودے پور ہندوستان کے شاہان میں درجۂ اعلیٰ پر ہے۔اور ہندوستان کے راجہ بروقت اپنی تخت نشینی کے رانا اودے پور کے ہاتھ سے قشقہ یاٹیکہ شاہی لگواتے ہیں۔ بڑی عاجزی اور ادب سے وہ ٹیکہ لگواتے ہیں۔وہ قشقہ انسان کے خون کا بنتا ہے اودے پور کے راجاؤں کا لقب رانا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ہم نوشیروان عادل کی اولاد میں سے ہیں جس نے کہ ممالک فلاں [1] اور بہت سے اضلاع ہند کو فتح کیا اُس کے حین حیات میں نوشیزاد اُس کے فرزند نے جس کی ماں دختر قیصر روم تھی۔ اپنے قدیم مذہب کو ترک کر کے مذہب عیسائی اختیار کیا اور وہ بہت سے رفیق ہمراہ لے کر داخل ہندوستان ہوا۔ وہاں سے وہ لشکر جرار ایران پر لے گیا اور اپنے باپ نوشیروان کے مقابل ہو۔نوشیروان نے اپنا جنرل رام [2] برزین مع لشکر بے شمار اپنے فرزند سے مقابلہ کرنے کے لئے روانہ کیا دونوں طرف سے صف آرائی ہوئی اور لڑائی شروع ہوئی ۔اُس جنگ میں نوشیزاد [3] کام آیا لیکن اُس کی اولاد ہندوستان میں رہی جس کی نسل سے رانا اودے پور ہیں۔نوشیروان کا ایک قبیلہ

[1] اصل کتاب میں نام مٹ گئے ہیں۔ فرشتہ بیان کرتا ہے کہ ام دیو راٹھور شاہ قنوج کو فیروز نے کہ خاندان ساسان میں سے ہی اپنا باج گزار بنایا لیکن پرتاب سنگھ نے جو غاصب سلطنت رام دیو تھا زر معمولی باج کے ادا کرنے میں پہلو تہی کی اس لئے نوشیروان نے ہندوستان پر زر مقررہ وصول کرنے کے لئے کوچ کیا اور راہ میں اُس نے کابل و پنجاب کو فتح کیا اور چونکہ بیان اس اصل کتاب اور مصنفوں کا بعینہٖ مطابقت کھاتا ہے اس لئے یہ قیاس چاہتا ہے کہ اُنھوں نے پرانی تواریخ ہنود گیو برز سے نقل کی ہے۔شاید تلاش سے وہ کتب بھی مل جائیں۔

[2] مارس شہنشاہ بائی زین شیم۔

[3] مورخ ممالک مغربی اس کو واراس کہتے ہیں۔

[4] شاہان تاتار چینی بلقب خاقان چینی ملقب ہیں یہی لقب سردار قوم ہنز کا تھا جو اس وقت بحر کیسپین میں صاحب اختیار و اقتدار تھا اور روز جزر و بلکر دسیری بھی اس لقب سے ملقب تھے۔ یہ چاروں الفاظ روس پر آتے تھے۔قبل اس کے کہ قیصر کا قضا رینگیا جس سے روس اب معروف ہے روم و روس میں یہ یشا ستری لفظ کیسر بمعنی شیر سے آیا ہے۔

خاندان خاقان چین[۳] میں سے تھا۔ اُس سے ایک لڑکا ہرمُز تولد ہوا تھا نوشیروان نے تھوڑے ہی عرصہ قبل اپنی وفات کے اُس کو اپنا ولی عہد بنایا تھا۔ چونکہ رسم آتش[۱] پرستوں کی یہ ہے کہ وہ مردہ کو نہ تو جلاتے ہیں نہ دفن کرتے ہیں بلکہ آفتاب کی شعاعوں میں سکھاتے ہیں اس لئے لوگ یہ کہتے ہیں کہ جسم نوشیروان کا آج تک بد ستور قائم ہے اور تازہ۔

نوشیروانِ عادل کی اولاد کا حال:۔

اب ہم حال یزدجرد فرزند شہر یار قلمبند کرتے ہیں۔ شہر یار بیٹا خسرو پرویز کا اور خسرو پرویز بیٹا ہُرمز کا اور ہرمُز بیٹا نوشیروان کا ہے۔ یزدجرد اخیر شاہ عجم ہے سب جانتے ہیں کہ اُس نے مسلمانوں سے بہت معرکہ آرائی کی۔ خلیفہ عمر کے پندرھویں سال سلطنت میں رستم فرزند فرخ کہ بڑا سردار تھا۔ لڑائی میں سعد ابن ابی وقاص کے ہاتھ سے جو جنرل تھا مارا گیا۔ اُس کی وفات باعث بربادی خاندان ساسان ہوئی حتی کہ ۳۱ ہجری میں اُن میں سے برائے نام بھی کوئی باقی نہ رہا اُسی سنہ میں ایران اہل اسلام کے قبضہ میں آیا۔ یہ لڑائی چار روز تک ہوتی رہی چوتھے روز رستم فرخ زاد ہلال فرزند لکھنا[۲] کہ ہاتھ سے بحکم سعد قتل ہوا اگرچہ فردوسی بیان کرتا ہے کہ سعد نے خود اپنے ہاتھ سے اُس کا کام تمام کیا۔ تیس ہزار مسلمان اور اسی قدر عجمی اس معرکہ میں کام آئے۔ لوٹ اس قدر بے شمار ہوئی کہ اُس کا شمار موجب تکلیف عظیم تھا سال ۳۱ میں جو ۱۶ سال حضرت محمدؐ کا تھا سنہ ہجری[۳] داخل ہوا۔ سنہ ۱۷ ہجری

---

[۱] ڈیمی مجوسا نقلی معنی اس کے مذہب مجوسی ہے۔

[۲] نام پدر ہلال عرب کشندہ رستم فرخ زاد ساستری میں بمعنی سیر آتا ہے۔

[۳] محمدؐ ۵۷۰ء میں پیدا ہوئے۔ سنہ ہجری ۶۱۲ء سے شروع ہوئے۔

میں ابوموسیٰ ساکن اشعر نے ہرمز کو جو چچازاد یزدجرد تھا گرفتار کر کے مع دختر یزدجرد امام حسینؑ کے پاس بھیج دیا اور اُس کی لڑکی کو ابوبکر کے پاس روانہ کیا۔ یہاں تک کہ میں[1] نے آتش پرستوں کی تواریخ سے انتخاب کیا ہے۔ جو اُن کا امتحان کیا جاتا ہے کرے۔ پیروان مذہب زردشت اِن حالات سے بخوبی واقف ہیں اور جانتے ہیں کہ کن کن تاریخوں پر وہ وارداتیں واقع ہوئیں۔ وہ تحقیقات سرگزشت زمانہ ہائے قدیم وعلم ہیئت میں بڑے محفوظ ہوتے ہیں اور سرگرم رہتے ہیں اور اُن کی کتب میں دوتین ہزار سال کا حال درج ہے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ جب تقدیر یزدجرد برگشتہ ہوئی اور لوٹ گئی اُس کا خاندان مختلف اضلاع میں منتشر وپریشان ہوگیا، دوسری لڑکی موسوم بہ شہر بانو امام حسینؑ سے بیاہی جب امام حسینؑ شہید ہوئے ایک فرشتہ اُس لڑکی کو آسمان پر اُڑا لے گیا۔ اُس کی تیسری لڑکی کو کہ بنام کیہان بانو موسوم ہے ایک لُٹیرا عرب کا پکڑ کر تیس کوس یزدجرد سے جنگل قپچاق میں لے گیا۔ اُس نے دعا اپنی خلاصی کی مانگی اور وہ فوراً وہاں سے غائب ہوگئی۔ اُس جگہ کو پارسی اب بھی متبرک ومقدس سمجھتے ہیں اور اُس کو بنام گوشہ مقدس نامزد کرتے ہیں۔ اب بھی پارسی بتاریخ ۲۶ ماہ بہمن اپنے گھر سے نکل کر ایک مہینہ کامل حج میں گزارتے ہیں اور جھونپڑوں میں جو انگوروں کی بیلوں کے نیچے زیر دامن کوہ ہوتے ہیں اوقات بسر کرتے ہیں۔ پہاڑوں سے وہاں چشموں میں پانی آتا ہے لیکن اگر روح ناپاک چشمہ کے نزدیک جاوے تو پانی بہنا بند ہو جاتا ہے۔ دختر کلاں یزدجرد کا حال جس کا نام ماہ بانو ہے پارسیوں کی تواریخ میں درج نہیں لیکن ہندوستان کی

[1] یہ یاد رکھنا کہ یہ بات [illegible] کتاب مآثر الامرا کہتا ہے کہ مصنف اورنگ آبادی وہاں میں نے سے مراد مصنف کتاب مآثر الامرا ہے۔

کتاب سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ہندوستان میں آئی تھی اور اُسی کی اولاد سے قوم سسودیا نکلی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یا تو یہ قوم تخم نوشیزاد فرزند نوشیروان سے پیدا ہوئی ہے یا اولاد[۱] دختر یزدجرد سے۔ شاید تمام دلائل اس باب میں آ سکتے ہیں کہ رانا ایرانیوں کی اولاد میں سے ہے۔ تحریر میں آ جائیں جس زمانہ میں کہ نوشیزاد نے سوارشٹر پر حملہ کیا اُسی زمانے میں شہر بلبھی پور لٹا اور غارت ہوا نوشیزاد ۵۲۱ء میں تخت نشین ہوا اور ۵۲۴ء میں شہر بلبھی مسمار و منہدم ہوا۔ فوج جو اُس نے اپنے باپ کو تخت سے اتارنے کے لئے فراہم کی تھی شائد اقوام پاریہا و جیٹی واسترا اور اقوام سیتھیا واقع سندھ میں سے ہوگی اگرچہ یہ قریب القیاس نہیں کہ جب ایران کے تخت حاصل کرنے کی آرزو ہو تو وہ سوراشٹر میں بے فائدہ اپنی فوج و دولت کو خرچ کرے۔ خسرو پرویز پوتہ نوشیروان عادل نے شیرین دختر مارس شہنشاہ بائی زین شیم سے شادی کی۔ اُس سے شیرویہ پیدا ہوا۔ مورخان مذہب عیسائی زمانہ قدیم شیرویہ کو سرولیس لکھتے ہیں۔ خسرو پرویز نے بھی اپنا لقب نوشیروان عادل رکھا۔ اب چونکہ دو نوشیروان ہو گئے تو یہ کہنا مشکل ہے کہ کونسا فی الحقیقت اُن میں عادل تھا۔

بموجب نقشہ جات موریری نوشیزاد فرزند کلاں خسرو نے ۵۳۱ء سے لے کر ۵۹۱ء تک سلطنت کی یہ بیان ماثر الامرا کے خلاف ہے وہ کہتا ہے کہ نوشیزاد ایام

---

[۱] مصنف اورنگ آباد جس نے کہ کتاب تواریخ ماثر الامرا سے انتخاب کیا ہے قابل تعریف ہے میں نے چاہا تھا کہ نقل اُس کتاب کی ہندوستان میں بہم کروں لیکن میری کوشش اس بارے میں ضائع گئی۔ سر ولیم اولیس بی بیان کرتا ہے کہ ایک جلد اُس کتاب کی برٹش میوزیم میں یعنی عجائب خانہ میں موجود ہے ہم اُس ملک کے بڑے قرض دار ہیں اس لئے کہ ہم نے اُن سے ایک خزانہ کتب علمی لیا ہے اور اُن کو کتب خانہ ہای مارس سرکاری میں الماریوں پر سونے دیا ہے۔ یعنی اُن کو کوئی ہاتھ بھی نہیں لگاتا ہے دیکھنے اور پڑھنے کا تو کیا ذکر۔

غدر و فساد میں قتل ہوا۔ سردلیں فرزند خسرو نے کہ نوشیروان دوم تھا باری باری دوست و دشمنان عیسائیوں کو اپنی مدد کے لئے طلب کیا اور علم سرکشی بلند کیا اور انجام اُس کا بھی وہی ہوا جو نوشیزاد کا ہوا تھا۔ اُس کی وفات کے بعد اُس کا بھتیجا یزدجرد مسند آرائے ریاست ہوا۔ تخت تو چھوٹے بھائی شیرویہ کے لئے تجویز ہوا تھا۔ اس لئے سرکشی ہوئی اور ایام بلوہ میں بڑا فرزند ہندوستان میں پناہ گزین ہوا۔ اِس میں ذرا بھی شک نہیں کہ خاندان ساسان و خاندان رانا میں انقلاب ایک ہی وقت میں ہوا آمد و رفت و خط کتابت شاہان پرستش کنندگان سورج و متھر اس میں جاری تھی حسب ونسب اُس خاندان پر جس کے آباو اجداد کا حال بسبب انقضائے زمانہ دراز تاریکی میں پڑ گیا ہے خیالات کا باندھنا راز جوئی میں داخل ہے اور جب اتنے مصنفوں سے اُن کے لئے بھی جو فرضیات کے قائل نہیں شہادت قوی باثبات اس امر کے لا سکتے ہیں کہ آبا و اجداد اور رانائے مارس ساکن بائی زین شیم وسائرس یعنی خسر و ایران ایک ہی تھے تو مضمون نہایت دل پسند ہو جاتا ہے یہ امر واقعی کہ بائی زین شیم اُسی مقام پر جو جہاں کہ شہر قدیم بھی مقیم تھا دلیل قطعی اس امر کی ہو سکتی ہے کہ وہ فرزند نوشیروان ہی تھا۔ جس نے بلبھی و گجنی کو تسخیر کیا اور خاندان سلاوت کو غارت و معدوم کیا بدیں وجہ کہ ایسی فتح کو اُس شہر کے نام پر نامزد کرنا جہاں کہ اُس کی عیسائی ماں پیدا ہوئی تھی نہایت قریب القیاس ہے دونوں باتوں مفصلہ ذیل میں سے خواہ کسی کو ہم تسلیم کریں نتیجہ یہی ہے عجیب وغریب پیدا ہوگا کہ ہندو سورج جس کے خاندان میں سے سو بادشاہ ہوئے ہیں اور جو مربی خاندان سورج بنسی کی عزت وتوقیر کا قطعی وارث ہے عیسائی شہزادی کی اولاد میں سے ہے۔

اور یہ کہ قوم ہنود کا بڑے سے بڑا خاندان شاہی شہنشاہ مالک دنیا سے رشتہ و پیوند رکھتا ہے اگرچہ یہ رشتہ اُسی وقت میں پیدا ہوا جبکہ اُسی کی شان تنزل پر تھی اور اُس کا تاج شاہی دریائے ٹائمبر سے بوسفرس میں منتقل ہو گیا تھا۔

وہ دونوں امور واقعی یہ ہیں اوّل خاندان شیسو دیا تخم نوشیزاد فرزند نوشیروان ہے دوم۔ بادہی خاندان تخم ماہ بانو دختر یزدجرد ہے۔

اگرچہ میں اس بات کو قطعی ناممکن سمجھتا ہوں کہ رانا خاندان ایران کے مرد کی اولاد ہو لیکن میں اس بات میں ویسا ہی شبہ نہیں کرتا ہوں کہ ماہ بانو دختر یزدجرد جو ہندوستان میں آکر پناہ گزین ہوئی تھی شاہ سوراشتر سے منسوب ہو گئی ہو اور شائد وہ ہی سوبھگتا ہو جس سے سلادت پیدا ہوا۔ جس پر آفتاب[1] عاشق ہو گیا اور اسی وجہ سے اُس کو اپنا وطن کہ شہر کیرا تھا چھوڑنا پڑا۔ فرزند میریں سوراشٹر میں گیا تھا اور وہاں سکونت رکھتا تھا اور اسی وجہ سے بعید از قیاس نہیں کہ اُس کے پوتے نے بہ ایامِ مصیبت اُس کے خاندان کے وہاں پناہ لی ہو۔

سالک لا یہاں جاری تھا لوگ اُس کو مانتے تھے اگرچہ کبھی کوئی عورت موافق اُس قانون کے تخت نشین نہ ہوئی لیکن ایسا ہو سکتا ہے کہ دختر خاندان ساسان رام

---

[1] یاد رکھنا چاہئے کہ مختلف مصنف جن کا ذکر اوپر ہوا بیان کرتے ہیں کہ راجہ سورج از قوم کا کستھ سلادت کا باپ تھا۔ بموجب کرسی تا مجات خاندان سورج بنسی کا کستھ و سورج منبتی دونوں ایک ہی ہیں۔ جو کہتے ہیں کہ رانا ایرانیوں کی نسل سے ہے تو وہ اُس کو کیکاؤس کی نسل سے کہیں جو ایرانیوں میں معروف و مشہور ہے۔ میں یہ بخوبی نہیں جانتا ہوں کہ کاکستھ کہاں سے نکلا ہے۔ غالباً وہ کے اور کوسیا سے بنا ہوگا۔ کی کے معنی متعلق اور کوسا کے معنی کُس کے ہیں۔ کُس فرزند دوم رام ہے۔ میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ اسیراین ٹیدس شاید اولاد ہباسپس سے ہوگا جو شاخ انڈومیڈادس خاندانیات سے ہی یہ بنام کاسیکا نام زند ہے۔

کے خاندان سے منسوب ہوگئی اور کسی نے اس امر پر طعن وطنز نہ کیا ہو[1] اب ہم اس مضمون کو ختم کرتے ہیں اور یزدجرد[2] سے جو خاندان ساسان میں اخیر تھا رخصت ہوتے ہیں یعنی اب ہم حال اُس کا کچھ اور بیان نہیں کیا چاہتے ہیں۔

[1] مسٹر ہیوم بیان کرتا ہے کہ بوجہ اثر قانون و رواج ملک حسب و نسب کا نتیجہ بدلتا ہے اور نسبت عورت کے زیادہ تر شریف سمجھا گیا ہے۔ یہ خیال جبلی ہے کہ فرزند وارث جائداد و عزت و توقیر والد ہے اور اُن کے قبیلے بطور بیگانہ مددگاران کے متصور ہیں۔ دیکھو جواب مضمون من تصنیف ہیوم جلد دوم صفحہ ۱۹۲ راجپوتوں کا مقولہ بھی اس سے ملتا ہے اگرچہ وہ خیال اُن کا موٹا ونا تراش ہے۔ وہ مقولہ یہ ہے، اُس نے یہ درخت بویا نہیں اس جگہ جہاں کہ وہ اب نشو نما پاتا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جانتے تھے کہ خاوند و جورو میں سے کس سے عزت و توقیر پیدا ہوتی ہے۔ اگرچہ یہ ضرور ہے کہ دونوں خاندان پاک و خالص نسل کے ہوں۔

[2] ایک نیا سنہ یہاں سے شروع ہوا۔ یہ جو لوگ خیال کرتے ہیں کہ یزدجرد کی تخت نشینی کے سبب سے یہ سن شروع ہوا محض غلط معلوم ہوتا ہے، بدیں وجہ کہ اُس وقت سلطنت اندیشہ میں تھی اور زوال آنے کو تھا کیونکر قیاس مقتضی اس امر کا ہو سکتا ہے کہ وہ شاہ اپنی تخت نشینی سے نیا سنہ مروج کرتا باعث شروع اس نئے سنہ کا یہ ہے کہ مشہور و معروف قرن ۱۲۴۰ سال ختم ہوا تھا۔ یزدجرد بمقام مرو ۶۵۱ء مطابق ۳۱ ہجری میں قتل ہوا تھا اور حسب بیان موریری ۱۱ ہجری یا ۶۳۲ء میں وہ تخت نشین ہوا تھا۔

کیا شہر یار فرضی شخصیت ہے؟

ہمارے پاس کوئی ایسی تاریخ شہادت نہیں ہے کہ یزدجرد پدر جناب شہر بانوؑ کا کوئی بیٹا بنام شہر یار موجود تھا۔ بالفرض اگر ہو بھی تو یزدجرد کے کسی بیٹے کا مسلمان ہونا یا کسی حصہ ملک کی سلطنت حاصل کرنا کسی مورخ نے نہیں لکھا۔ متقدمین اور متاخرین کی تمام معتبر و مستند کتابیں دیکھنے سے کہیں اشارتاً و کنایتاً بھی اس کا ذکر نہیں پایا جاتا کہ زوال سلطنت کے بعد شہر یار پسر یزدجرد یا کسی دوسرے کسرائی شہزادے کو آج تک پھر سلطنت خواہ کسی چھوٹے سے ملک کی ہی حاصل ہوئی ہو۔ جب شہر یار اور اس کی سلطنت یا ریاست کا وجود ہی نہیں تو اس کا لشکر لے کر حضرت کی کمک کو آنا کس قدر لغو اور بے سروپا ہے۔

مولوی ناصر حسین صاحب بھی ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: شہر یار کا قصہ قطعاً کتب معتبرہ میں نہیں اور اس کا قصہ جس طرح روضہ خواں پڑھتے ہیں وہ بالکل غلط اور سراسر خلاف واقعات مسلّمہ مورخین فریقین ہے۔ ایک یہ امر بھی قابل غور ولحاظ ہے کہ نبی یا امام کے مامور من اللہ ہونے کے وقت اس کے والدین بقید حیات نہ ہوں ورنہ ان پر بھی بیٹے کی اطاعت فرض ہو جائے گی۔ اس کلیہ یا عقیدہ کے موافق جس پر علماء امامیہ کا اتفاق ہے جناب سیّد الشہداء کی رحلت کے وقت جناب شہر بانوؑ کا زندہ ہونا تسلیم نہیں کیا جا سکتا کیونکہ سیّد الساجدینؑ اسی وقت امام مفترض الطاعت منجانب اللہ ہو گئے تھے۔

(مجاہدِ اعظم مؤلف علامہ محقق سیّد شاکر حسین امروہوی)

باب سوم

حضرت شہربانو سلام اللہ علیہا
کے اجداد بادشاہوں سے
ہندوستان کے بادشاہوں
کی رشتے داریاں

حضرت شہر بانوؑ کے اجداد بادشاہوں سے ہندوستان کے بادشاہوں کی رشتے داریاں

کشن کی حکومت:

ملک ہندوستان میں جس شخص نے سب سے پہلے اپنی حکومت قائم کی وہ کشن تھا۔ یہ کشن وہ مشہور شری کرشن نہیں ہے جس کے متعلق ہندوستان والوں نے طرح طرح کے عجیب وغریب قصّے اور خلاف عقل روایات وحکایات اپنی کتابوں میں بیان کی ہیں اور اسے خدا کے درجے تک پہنچا دیا ہے۔ بلکہ یہ کشن ایک سمجھدار اور عقیل شخص تھا کہ جس کو ہندوستان والوں نے اس کی بہادری اور مردانگی کے پیشِ نظر اپنا فرماں روا منتخب کیا تھا۔ یہ شخص بہت بھاری جسم کا تھا۔ اس کا وزن اس قدر تھا کہ گھوڑا اس کی سواری کی تاب نہ لاسکتا تھا۔ لہٰذا اس نے حکم دیا تھا جنگلی ہاتھیوں کو حسن تدبیر سے رام کیا جائے تاکہ وہ ان پر سواری کرے۔ راجہ کشن کے زمانے میں ہند کے بیٹے بنگ کی نسل سے ایک دانشوار اور عاقل برہمن پیدا ہوا جسے کشن نے اپنا وزیر بنایا۔ ہندوستان کی بعض صنعتیں اسی برہمن کے حسن تدبیر سے رائج ہوئیں۔ ہندوستان میں پہلا شہر جو آباد ہوا وہ اودھ ہے۔ کشن نے چار سو[۴۰۰] سال کی زندگی پائی۔ یہ راجہ بادشاہِ ایران طہمورث کا ہم عصر تھا اور اس کے عہد میں تقریباً دو ہزار[۲۰۰۰] گاؤں اور قصبے آباد ہوئے اس کے سینتیس[۳۷] بیٹے تھے جن میں سب سے بڑا جس کا نام مہاراج تھا باپ کے بعد مسند حکومت پر جلوہ آرا ہوا۔

مہاراج کی حکومت:

اپنے باپ کشن کی وفات کے بعد مہاراج نے اپنی قوم کے سرداروں اور بھائی بندوں کے مشورے سے حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی اور یہ حقیقت ہے کہ ملک کو آباد کرنے اور حکومت کے انتظام کو بہترین طریقے پر چلانے میں اس نے اپنے باپ سے زیادہ محنت کی اپنی رعایا کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا ہند کے بیٹے پورب کی اولاد کو حکومت اور سیاست کے کاموں کے لیے منتخب کیا۔ برہمن کی نسل کے لوگوں کے سپرد وزارت اور نجوم و طبابت کے اہم کام کیے ایک طبقہ زراعت اور کھیتی کے کاموں کے لیے متعین کیا اور ایک قوم کو پیشہ وری کا حکم دیا۔

مہاراج نے زراعت کی ترقی و ترویج پر بہت زیادہ توجہ دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے ایسے شہر جو ہندوستان سے بہت دور کے مقامات پر تھے۔ آباد ہو گئے۔ اس نے شہر بہار آباد کیا اور دور دور سے اہل علم کو بلا کر اس شہر میں بسایا۔ شہر میں بیشمار مدرسے اور عبادت گاہیں بنوائیں اور نواحی محاصل کی آمدنی کو ان عبادت گاہوں کے مصارف کے لیے وقف کر دیا۔ ان اصلاحات کا یہ نتیجہ ہوا کہ سنیاسی، جوگی، اور برہمن فرقے کے لوگ پڑھنے پڑھانے سے پوری پوری دلچسپی لینے لگے۔ مہاراج نے سات سو سال تک ہندوستان پر حکومت کی اس کے عہد حکومت میں ہندوستان کی حالت بالکل بدل گئی یہ راجہ ہندوستان کا جمشید اور فریدون تھا۔ اس نے حکومت کے کاموں کے استحکام اور رعایا و افواج کی بہتری کے لیے بہت سے قاعدے اور اصول مقرر کیے جن میں سے چند قاعدے آج تک اسی طرح جاری ہیں اس نے شاہان ایران کے ساتھ ہمیشہ خلوص و محبت کا برتاؤ رکھا لیکن کچھ دنوں کے بعد اس کا بھتیجا ناراض ہو کر فریدون کے پاس گیا اور اس سے اپنے چچا کے خلاف مدد کی درخواست کی

فریدون نے ایک بہت بڑی فوج گرشسپ بن اطرود کے ساتھ اس کی مدد کے لیے روانہ کی جب گرشسپ ہندوستان آیا تو اس کی فوج نے بہت سے آباد شہروں کو ویران کر دیا اور غارت گری کا یہ سلسلہ دس روز تک جاری رہا مہاراج نے جب یہ عالم دیکھا تو اس نے اپنے ملک کا ایک حصّہ دے کر اپنے بھتیجے کو راضی کر لیا اور چند عمدہ اور قیمتی اشیاء فریدون کی خدمت میں بطور تحفے کے بھیجیں مہاراج کے آخری زمانے میں سنگلدیپ اور کرناٹک کے زمینداروں نے آپس میں مل کر پوری قوت کے ساتھ اس کی فوج کا مقابلہ کیا طرفین میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی۔ مہاراج کا بیٹا لڑائی میں مارا گیا شیورائے اور مہاراج کی باقی ماندہ فوج زخمی اور پریشان ہو کر بھاگ نکلی اور اپنے اسباب اور ہاتھیوں کو میدان جنگ ہی میں چھوڑ گئی۔ مہاراج نے جب یہ خبر سنی تو وہ دم بریدہ سانپ کی طرح پیچ و تاب کھانے لگا اور سخت غصّے میں آیا۔ اس پیچ و تاب اور غم و غصّہ کا سبب یہ تھا کہ دکن کے معمولی زمینداروں کی یہ سرکشی اتنی بڑی تھی کہ ایسی سرکشی تلنگ، پیگو اور ملیبار جیسے دور دراز مقامات کے بہادر اور جانباز زمینداروں نے بھی کبھی نہ کی تھی۔ مہاراج نے اس شکست کا انتقام لینے کا پکّا ارادہ کیا لیکن اس زمانے میں بادشاہ ایران کے حکم سے ایرانی سردار سام بن نریمان ہندوستان کو فتح کرنے کے لیے پنجاب کی سرحد تک پہنچ چکا تھا اور مال چند سپہ سالار (یعنی مہاراج کی افواج کا سپہ سالار) بقیہ سپاہ کو لے کر اس کے مقابلے پر گیا ہوا تھا لہٰذا مہاراج کو اس وقت تک انتظار کرنا پڑا جب تک کہ مالچند سردار شام سے صلح کر کے واپس نہ آ گیا۔ مالچند نے یہ صلح اپنے چرب زبان ایلچیوں کے توسط سے بہت سے زر و جواہر اور ملک پنجاب کو سام کے حوالے دینے پر کی تھی۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ فریدون کے عہد سے پنجاب ہمیشہ ایرانی بادشاہوں کے قبضے میں رہا اور گرشسپ کی اولاد یعنی رستم کے بزرگ

پنجاب، کابل، زابل، سندھ، اور نیمروز[۱] پر جاگیرداروں کی صورت میں قابض رہے۔

مالچند ایک سپہ سالار کی حیثیت سے بڑی اہمیت رکھتا تھا۔ ملک مالوہ ابھی تک اسی کے نام سے مشہور ہے (گرشسپ سے صلح کرنے کے بعد) جب وہ واپس مہاراج کے پاس پہنچا تو اسے دکن جانے کا حکم ملا۔ اس نے بڑے استقلال اور شان وشوکت کے ساتھ فوراً ملک دکن کا رُخ کیا جب دشمنوں نے اس کی آمد کی خبر سنی تو ہراساں ہوکر اِدھر اُدھر بھاگ نکلے۔ مالچند نے فساد پھیلانے والے گروہ کو بُری طرح تہہ تیغ کیا کہ ان کا نام ونشان تک باقی نہ رہا اس نے جابجا تھانے اور چوکیاں قائم کیں اور واپس آیا۔ واپسی میں گوالیار اور بیانے کے قلعے تعمیر کروائے اور راگ کا علم جو موسیقی کے نام سے مشہور ہے۔ دکن اور تلنگانے سے لاکر ہندوستان میں مروج کیا۔ چونکہ مالچند کا زیادہ وقت گوالیار ہی میں گزرا اور وہ تمام موسیقار اور کلاونت جو اس کے ساتھ دکن سے آئے تھے گوالیار ہی میں رہے اس لیے اس شہر میں موسیقی کو بہت ترقی اور فروغ حاصل ہوا۔

کیشو راج کی حکومت:

مہاراج نے سات سو سال کی عمر پائی اس کے چودہ ۱۴، بیٹے تھے۔ جن میں سے سب سے بڑا کیشو راج اپنے باپ کا جانشین ہوا۔ کیشو راج نے اپنے عہدِ حکومت میں اپنے بھائی کو مملکت کے کسی نہ کسی حصّے میں بھیجا اور خود کالپی سے گونڈوارہ (گونڈوانہ یا وسط ہند) آیا اور دکن سے سنگلدیپ (لنکا) تک کا سفر کیا۔ اس سفر میں اس نے سرکش اور کج کلاہ راجاؤں سے خراج لیا اور تحفے حاصل کیے اور اپنی رعیت کی پوری پوری طرح بہبودی کی کوشش کی جب وہ اس سفر سے واپس ہوا تو دکن کے زمینداروں نے آپس

---

[۱] مغربی افغانستان اور موجودہ خراسان کے چند علاقوں کا نام زابل یا زابلستان تھا۔ اس کا جنوبی علاقہ جس کا زیادہ تر حصہ اب سیستان میں شامل ہے نیمروز کہلاتا تھا۔

میں متحد ہو کر بغاوت کا علم بلند کیا۔ ان زمینداروں کی قوت و طاقت روز بروز بڑھتی چلی جارہی تھی۔ ان کے حوصلے یہاں تک بڑھے کہ وہ کیشو راج کا مقابلہ کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ اس وقت کیشو راج نے یہ محسوس کیا کہ اس میں ان سرکشوں کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں ہے۔ لہٰذا مجبوراً اسے ان سے صلح کرنی پڑی۔ اس کے بعد وہ اپنے دارالسلطنت میں آیا اور بیش قیمت تحفوں کے ساتھ ایک خط شاہ ایران منوچہر کی خدمت میں ارسال کیا اور اس سے مدد کا خواہاں ہوا۔ (اس خط کے جواب میں) منوچہر نے ایک زبردست فوج سام بن نریمان کی ماتحتی میں ہندوستان کی طرف روانہ کی کیشو راج نے جالندھر پہنچ کر اس فوج کا استقبال کیا اور بڑے اعلیٰ پیمانہ پر اس کی مہمان داری اور خاطر و تواضع کی اور پھر اس فوج کو لے کر دکن کی جانب روانہ ہوا۔ دکن کے زمینداروں نے جب اس زبردست فوج کی آمد کی خبر سنی تو وہ پریشان ہو کر منتشر ہو گئے اور اس طرح دکن پھر کیشو راج کی ماتحتی میں آ گیا (اس فتح کے بعد) کیشو راج نے سام بن نریمان کی بڑی اچھی طرح خاطر داری کی اور اسے رخصت کرنے کے لیے پنجاب کی سرحد تک گیا اور منوچہر شاہ ایران کے لیے بہت سے تحفے اور نذرانے اس کے ساتھ روانہ کیے بعد ازاں کیشو راج اپنے پایہ تخت اودھ میں آیا اور آخر عمر تک وہیں رہا۔ اہل ہندوستان کو اس نے اپنے انصاف کی برکت سے مالا مال اور خوشحال رکھا۔ اس نے دو سو بیس ۲۲۰، سال تک حکومت کی اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا منیر رائے تخت پر بیٹھا۔

منیر رائے کی حکومت

منیر رائے کو ہندوؤں کی علمی کتابوں یعنی شاستر وغیرہ سے بڑی دلچسپی تھی اور وہ اہل علم اور عقلمند لوگوں کی محبت کو پسند کرتا تھا۔ اس بنا پر اس نے غیر علمی مشاغل یعنی سواری

اور لشکر کشی وغیرہ کو بالکل ترک کر دیا۔ وہ اپنا بیشتر وقت علما و فضلاء کی محفل میں گزارتا تھا۔ اس نے اہلِ ضرورت اور فقراء وغیرہ میں بے شمار دولت تقسیم کی اور بہار جا کر بہت زیادہ خیرات کی۔ منیر نامی شہر اسی راجہ کے عہد میں آباد ہوا [۱] اس راجہ نے بڑی ناشائستہ حرکت یہ کی کہ جب سام بن نریمان کا انتقال ہوا تو منوچہر شاہ ایران کی سلطنت میں کمزوری پیدا ہوگئی ایرانی بادشاہوں کے پرانے دشمن افراسیاب نے موقعے سے فائدہ اٹھایا اور ایران پر حملہ کر کے غلبہ حاصل کر لیا۔ اس وقت منیر رائے نے سام بن نریمان اور منوچہر کے احسانات کو فراموش کر کے پنجاب پر حملہ کیا اور اسے زال بن سام کے عمال کے قبضے سے نکال کر اپنے تصرف میں لے لیا اور جالندھر کو پایہ تخت بنایا۔ اس نے بہت سے نادر تحائف کے ساتھ اپنے ایک ایلچی کو افراسیاب کی خدمت میں بھیجا تاکہ اپنے آپ کو اس کا دوست ظاہر کرے اس زمانے سے لے کر کیقباد کے عہد تک پنجاب ہندوستان کے راجاؤں کے قبضے میں رہا لیکن جب مشہور عالم رستم پہلوان اپنے باپ دادا کے منصب سرداری پر پہنچا تو اس نے پنجاب کو واپس لینے کے لیے ہندوستان پر حملہ کیا منیر رائے رستم کا مقابلہ نہ کر سکا اور ترہٹ کے کوہستان کی طرف بھاگ نکلا۔ جب رستم نے پنجاب، سندھ اور ملتان کو فتح کر کے ترہٹ کا عزم کیا تو منیر رائے جھاڑ کھنڈ اور کونڈواڑے کے کوہستانوں کی طرف چلا گیا اس کے بعد پھر کبھی اسے خوشی کا دن دیکھنا نصیب نہ ہوا اور وہ اسی زمانے میں انتہائی رنج و غم کے ساتھ راہی ملکِ عدم ہوا کہا جاتا ہے کہ منیر رائے کا زمانہ سلطنت پانچ سو سینتیس ۵۳۷، سال ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

---

[۱] دریائے سون کے دائیں کنارے کا علاقہ جواب گھل کھنڈ اور چھوٹے ناگپور میں شامل ہے۔

راجہ سورج

کہا جاتا ہے کہ جب منیر رائے کی وفات کی خبر رستم نے سنی تو اس نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ اس کی اولاد میں سے کسی کو سلطنت کی ذمہ داریاں سونپی جائیں کیونکہ منیر رائے کی بدعہدی اور بے وفائی اس کی نگاہوں کے سامنے تھی۔ اس خیال کے پیش نظر اس نے اب ہندوستان کے سرداروں میں سورج کو جو اس کی خدمت میں پہنچ گیا تھا (اس کام کے لیے منتخب کیا اور) ہندوستان کی حکومت اس کے سپرد کی اور خود واپس ایران چلا گیا۔ سورج نے ہندوستان میں اپنی حکومت کو بہت مضبوط اور طاقتور بنایا اور ایسی عظیم الشّان سلطنت قائم کی کہ دریائے بنگالہ سے لے کر دکن کی سرحد تک اسی کی علمداری تھی اور اسی کے نائبین حکومت کرتے تھے۔ اپنے عہد حکومت میں راجہ سورج نے زراعت کی ترقی اور بستیوں کی آبادی کی طرف بہت توجہّ کی۔

جھاڑ کھنڈ کے کوہستان کا ایک برہمن جو جادو ٹونے وغیرہ میں بڑی مہارت رکھتا تھا راجہ سورج کے دربار میں آیا اس نے تھوڑے عرصے میں راجہ کی نگاہوں میں بڑا رسوخ حاصل کر لیا۔ اس برہمن نے راجہ کو بت پرستی کی تعلیم دی۔

ہندوستان میں بُت پرستی

چونکہ حضرت نوح علیہ السّلام کے پوتے ہند نے اپنے بزرگوں کو خدا کی عبادت اور اطاعت گزاری کرتے ہوئے سنا اور دیکھا تھا۔ لہٰذا (وہ خود بھی اسی راہ پر گامزن رہا اور) اس کی اولاد بھی کئی نسلوں تک اسی مشرب کی پیروی کرتی رہی مہاراج کے زمانہ میں ایران سے ایک شخص ہندوستان آیا اور اس نے یہاں کے لوگوں کو آفتاب پرستی کی تعلیم دی اس کی تعلیم کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ یہاں تک کہ ستارہ پرست لوگ بھی آگ کی

پرستش کرنے لگے۔لیکن اس کے بعد جب بت پرستی کا رواج ہوا تو یہی طریقہ سب سے زیادہ مروج ومقبول ہوا۔بُت پرستی کو اس درجہ مقبولیت اس سبب سے ہوئی کہ اس برہمن نے جس کا تذکرہ اوپر کیا جا چکا ہے راجہ کو اس بات کا یقین دلا دیا تھا کہ جو شخص اپنے بزرگوں کی سونے چاندی یا پتھر کی شبیہ بنا کر اس کی پرستش کرتا ہے وہ سیدھے راستہ پر ہوتا ہے۔اس عقیدے کو لوگوں نے اس حد تک اپنایا کہ ہر چھوٹا بڑا اپنے بزرگوں کے بُت بنا کر ان کی پوجا کرنے لگے۔خود راجہ سورج نے بھی دریائے گنگا کے کنارے شہر قنوج آباد کر کے وہاں بت پرستی شروع کی۔رعیت نے بھی اپنے فرمانروا کی تقلید کی اور ہر کوئی اس مشرب کے مطابق اپنے اپنے طور پر بت پرستی میں مبتلا ہو گیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان میں بت پرستوں کے نوّے[۹۰] مختلف گروہ پیدا ہو گئے۔راجہ سورج نے چونکہ قنوج کو اپنا دارالسلطنت بنا لیا تھا۔اس لیے اس شہر کی آبادی میں بہت اضافہ ہوا۔یہاں تک کہ شہر کا پھیلاؤ پچیس[۲۵] کوس تک بڑھتا چلا گیا۔راجہ سورج کی مدت حکومت دو سو پچاس برس ہے اس مدت کے بعد اس نے انتقال کیا یہ راجہ شاہ ایران کیقباد کا ہمعصر تھا اور اسے ہر سال خراج ادا کیا کرتا تھا نیز اس نے ہمیشہ رستم کے احسان کو یاد رکھا اس کا بڑا لحاظ کیا اور اپنی بھانجی کی شادی رستم کے ساتھ کر دی راجہ ہر سال بادشاہ ایران کو خراج بھیجنے کے ساتھ ساتھ رستم کے لیے بھی تحفے تحائف ارسال کیا کرتا تھا۔اس راجہ کے پینتیس[۳۵] بیٹے پیدا ہوئے جن میں سب سے بڑا لہراج تھا جو اس کا جانشین ہوا۔

لہراج کی حکومت

لہراج نے زمام اقتدار سنبھالتے ہی اپنے نام کی مناسبت سے ایک شہر "لہراج" آباد کیا اس راجہ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ علم موسیقی سے دلچسپی لینے میں گزارا۔اس کے

باپ یعنی راجہ سورج نے اپنے عہد حکومت میں بنارس شہر کی بنیاد رکھی تھی۔لیکن وہ اس شہر کو اپنی زندگی میں مکمل نہ کروا سکا تھا۔لہراج نے اس شہر کو بسانے میں پوری کوشش کی اس نے اپنے بھائیوں کو ہمیشہ عزیز رکھا اور انھیں ان کے حال کے مناسب جاگیریں وغیرہ دے کر ہمیشہ خوش رکھا۔بعض لوگوں کا بیان ہے کہ راجہ نے اپنے باپ کی اولاد کو ''راجپوت'' کے نام سے اور دوسرے لوگوں کو مختلف فرقوں اور ناموں سے موسوم کیا لیکن ان خوبیوں کے باوجود اس نے حکومت اور سلطنت کے امور اور قواعد میں بڑا خلل پیدا کیا جس کی وجہ سے ہندوستان کی حکومت میں بہت سی خرابیاں پیدا ہوگئیں اور ہر شخص حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں سنبھالنے کے خواب دیکھنے لگا۔ایسے ہی لوگوں میں کیدار نامی ایک برہمن بھی تھا۔اس نے سوالک[1] کے کوہستان سے سرکشی کی اور لہراج پر حملہ کیا۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لہراج کو شکست ہوئی ہندوستان کی حکومت کیدار کے ہاتھ آ گئی کہا جاتا ہے کہ لہراج نے ۲۶ سال تک حکومت کی۔

کیدار برہمن کی حکومت

کہا جاتا ہے کہ جب کیدار مسند حکومت پر بیٹھا۔اس وقت وہ حکومت اور سلطنت کے امور سے پوری طرح واقف تھا۔اس لیے اس کا نام بھی ہندوستان کے مشہور اور عالی مرتبت فرمانرواؤں میں شامل ہوگیا۔ایران کے مشہور بادشاہوں ''کیخسرو'' اور ''کیکاؤس'' کو اس نے ہمیشہ خوش رکھا۔ان کی خدمت میں تحفے تحائف بھیجتا رہا اور ان کا مطیع بن کر رہا۔اس نے کالنجر کے قلعے کی بناڈالی اور اسے مکمل کروایا۔اس کے عہد میں شنکل نامی ایک باغی نے کوچ بہار کی طرف سے نکل کر سلطنت پر حملہ کیا اور ملک

---

[1] ''کوہستان سوالک'' کے متعلق حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا بعض مورخین کی رائے ہے کہ یہ کوہستان سلسلہ ہمالیہ کی جنوبی شاخ ہے۔

بنگال و بہار کو فتح کر کے ایک بھاری فوج تیار کی۔ اس کی کیدار سے کئی بڑی بڑی معرکہ آرائیاں ہوئیں جن کا بالآخر یہ نتیجہ نکلا کہ کیدار کو شکست ہوئی اور شنکل کو فتح اور یوں شنکل ہندوستان کا راجہ بن گیا۔ کیدار کی مدّت حکومت انیس سال ہے۔

شنکل کی حکومت

شنکل نے زمام اقتدار ہاتھ میں لے کر اپنی شان و شوکت اور رعب داب کا سکّہ بٹھایا لکھنوتی کا شہر جو اب گور کے نام سے مشہور ہے اسی نے آباد کیا تھا۔ یہ شہر دو ہزار سال تک صوبہ بنگالہ کا دارالسلطنت رہا۔ لیکن سلاطینِ تیموریہ کے عہد میں ویران ہو گیا اور اس کے بجائے ٹانڈہ کو حکام نے اپنی قیام گاہ بنایا۔ شنکل نے ایک زبردست فوج تیار کی جس میں چار ہزار ہاتھی۔ ایک لاکھ سوار اور چار لاکھ پیادے شامل تھے۔ اس وجہ سے اس پر غرور و تکبّر کا نشہ چھایا رہنے لگا۔ اس کے عہدِ حکومت میں افراسیاب نے جب اپنا ایلچی خراج وصول کرنے کے لیے ہندوستان بھیجا تو شنکل نے اسے ذلیل و خوار کر کے واپس بھیج دیا۔ افراسیاب کو جب شنکل کی اس حرکت کا علم ہوا تو وہ بہت برافروختہ ہوا۔ اور اس نے اپنے سپہ سالار ''پیران دیسہ'' کو پچاس ہزار خونخوار ترک سپاہ کے ساتھ ہندوستان کی طرف بھیجا۔ شنکل نے بھی ہمت نہیں ہاری اور ایک بہت بڑی فوج اپنے ساتھ لے کر (پیرانِ دیسہ) کے مقابلے کے لیے نکل پڑا بنگالہ کی سرحد کے قریب کوچ کے کوہستان میں دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا اور لڑائی شروع ہوئی۔ جو دو دن اور دو رات تک جاری رہی۔ اس جنگ میں اگرچہ ترکوں نے بڑی بہادری سے کام لیا اور اپنی مردانگی کے جوہر دکھائے اور پچاس ہزار دشمنوں کا کام تمام کیا۔ لیکن دشمنوں کی بھاری جمعیت کی وجہ سے انھیں بھی نقصان اٹھانا پڑا اور ان کے تیرہ ہزار آدمی مارے گئے آخر کار نتیجہ یہ نکلا کہ ترکوں کی حالت خراب ہونے لگی اور تیسرے دن

انھوں نے مجبور ہو کر لڑائی سے گریز کرنا شروع کیا۔ ترکوں کا اپنا ملک دور تھا اور دشمن کو پورا غلبہ حاصل تھا۔ اس لیے ترکوں کی فوج بھاگ کر ایک مضبوط جگہ پر پناہ گزین ہوئی "پیران دیسہ" نے اپنے ساتھیوں کی رائے سے جنگ کی ساری کیفیت ایک خط میں لکھ کر افراسیاب کو روانہ کی اور وہ رات دن چھپ چھپا کر دشمن کے حملے سے اپنا بچاؤ کرتا۔ ترکوں کی فوج ہندوؤں کو جو چاروں طرف سے حملہ کرتے تھے۔ تیراندازی کر کے پسپا کرتی رہی۔ لیکن پھر بھی ہر ترک کے دل میں یہی خیال رہ رہ کر آتا تھا کہ آخر اس جنگ کا انجام کیا ہوگا۔

کہا جاتا ہے کہ اس زمانے میں افراسیاب شہر کنک وڑ میں مقیم تھا جو خطا اور ختن کے درمیان خان بالغ سے ایک مہینے کی مسافت پر واقع ہے جب افراسیاب کو "پیرانِ دیسہ" کے حالات کا علم ہوا تو وہ ایک لاکھ ترکی سواروں کی جمعیت تیار کر کے ہندوستان کی طرف روانہ ہوا۔ اور چاند کی رفتار سے بھی تیز چل کر عین اس وقت ہندوستان میں وارد ہوا جب کہ شنکل نے ہندوستان بھر کے تمام راجاؤں کو جمع کر کے "پیران دیسہ" کے مقابلے پر لا کھڑا کیا تھا۔ ہر طرف سے ترکی سپہ سالار کو گھیر کر پناہ کے تمام راستے بند کر رکھے تھے۔ افراسیاب نے یہاں آتے ہی دشمن پر ایک زبردست حملہ کیا اس حملے کا یہ اثر ہوا کہ ہندوؤں کے ہاتھ میں تلواریں اور سینے میں دل، دونوں ہی بیکار ہو گئے ان کی فوج آسمانی ستاروں کی طرح بکھر گئی اور اپنا تمام مال و اسباب چھوڑ کر میدان جنگ سے بھاگ نکلی پیران دیسہ کو جب محاصرے کی مصیبت سے نجات ملی تو وہ اپنے آقا افراسیاب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ افراسیاب نے اسے ساتھ لے کر بھاگتے دشمن کا پیچھا کیا اور جو شخص جس جگہ نظر آیا اسے وہیں قتل کر دیا۔ شنکل بھاگتا ہوا ملک بنگالہ میں پہنچا اور یہاں لکھنوتی میں پناہ گزین ہوا۔ لیکن ترکوں نے یہاں بھی اس کا پیچھا نہ

چھوڑا۔لہٰذا شنکل (اپنی جان بچانے کے لیے) لکھنوتی میں صرف ایک روز ٹھہر کر کوہستان ترہٹ[1] کی طرف بھاگ گیا ترکوں نے بنگالے میں ایسی غارت گری کی کہ کہیں بھی آبادی کا نشان تک نہ چھوڑا لیکن افراسیاب نے پھر بھی اس کا پیچھا نہ چھوڑا۔اس پر شنکل نے مجبور ہوکر کئی عقلمند پیامبر افراسیاب کے پاس بھیجے اور یہ کہلوایا کہ میرا قصور معاف کر دیا جائے اور مجھے قدم بوسی کی اجازت دی جائے۔افراسیاب نے اس درخواست کو قبول کرلیا اور شنکل کی تلوار اور کفن باندھ کر اس کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ استدعا کی کہ افراسیاب اُسے اپنے ہمراہ توران (ترکستان) لے چلے۔ افراسیاب کو شنکل کی عقیدت مندی کی یہ ادا بہت پسند آئی اور وہ اسے اپنے ساتھ توران لے گیا۔ملک ہندوستان کی حکومت افراسیاب نے شنکل کے بیٹے "برہٹ" کے سپرد کردی۔شنکل نے بقیہ عمر افراسیاب کی خدمت میں گزاردی یہاں تک کہ ہمادران کی جنگ میں رستم کے ہاتھوں مارا گیا شنکل نے ہندوستان پر کل چونسٹھ ۶۴، سال حکومت کی۔

برہٹ کی حکومت

شنکل کا بیٹا برہٹ بڑا عبادت گزار، نیک طبیعت اور خلیق انسان تھا اس کی سلطنت گڈھی سے مالوے تک پھیلی ہوئی تھی۔وہ اپنی سلطنت کی آمدنی کے تین حصے کیا کرتا تھا۔ایک حصہ غرباء وفقراء میں خیرات کر دیتا۔ایک حصہ فوج اور جانوروں وغیرہ پر صرف کرتا۔اس تقسیم کی وجہ سے اس کی فوج میں کمی واقع ہوگئی۔مالوے کے راجہ نے جو اس کا مطیع اور خراج گزار تھا بغاوت کر کے گوالیار کے قلعے کو اس کے عہدیداروں سے چھین کر اپنے قبضے میں کرلیا۔قلعہ رہتاس کا بانی راجہ برہٹ بھی جو رہتاس میں

[1] اس نام کا علاقہ آج کل بنگال کے دو اضلاع مظفر پور اور دربھنگہ میں تقسیم ہوگیا ہے اور اب اس کا پرانا نام ترہٹ مروج نہیں رہا۔۱۲

ایک بڑا بت خانہ بنا کر مشغول عبادت تھا۔اس کی اطاعت سے منحرف ہو گیا۔ برہٹ نے اکیاسی[۸۱] سال تک حکومت کر کے وفات پائی۔ برہٹ چونکہ لاولد مرا تھا اس لیے اس کی وفات کے بعد دارالسلطنت قنوج کے آس پاس طوائف الملو کی کا دور دورہ ہو گیا۔ کچھواہہ قوم کے ایک شخص مہاراج نامی نے مارواڑ سے نکل کر قنوج پر قبضہ کر لیا اور ہندوستان کا راجہ بن گیا۔

مہاراج کچھواہہ کی حکومت

مہاراج نے حکومت حاصل کرنے کے بعد ایک مدّت تک اپنی قوت بڑھانے کی کوشش کی اور جب اس نے اپنی قوّت میں مناسب اضافہ کر لیا۔ تو اس نے نہروالہ (گجرات) کے ملک پر حملہ کیا اور اسے وہاں کے زمینداروں سے جن میں سے بیشتر اسیر تھے، چھین کر اپنے قبضے میں کر لیا۔ مہاراج مظفر و منصور واپس آیا۔ اس نے چالیس سال تک حکومت کرنے کے بعد وفات پائی۔ مہاراج گشتاسب کا ہم عصر تھا اور ہر سال اس کو تحفے تحائف وغیرہ ارسال کیا کرتا تھا۔

کیدر راج کی حکومت

مہاراج کی وفات کے بعد اس کی وصیت کے مطابق اس کا بھانجا کیدر راج تخت پر بیٹھا۔ چونکہ اس زمانے میں رستم کی موت واقع ہوئی تھی اور کچھ عرصے سے پنجاب کا کوئی طاقتور حکمران نہ رہا تھا۔ اس لیے کیدر راج نے اس پر حملہ کر کے اسے اپنے قبضے میں لے لیا اور کچھ دنوں شہر بھیرہ میں جو ہندوستان کے قدیم ترین شہروں میں سے ایک ہے۔ قیام کر کے جموں کا قلعہ تعمیر کروایا اور اپنے ایک رشتہ دار کو جس کا نام داک درگا تھا جو کھکروں کی قوم سے تعلق رکھتا تھا اور حکمران بننے کا پورا اہل تھا۔ وہاں کا حاکم مقرر کیا اس وقت سے لے کر اب تک یہ قلعہ اسی قوم کے قبضے میں ہے کچھ عرصے بعد

پنجاب کے زمینداروں کے دو معتبر فرقوں کھکر اور چوبیہ نے کابل اور قندہار کے وسطی کوہستانی اور جنگل (علاقے کے) باشندوں کے اتحاد سے ایک بہت بڑی فوج تیار کی اور کیدراج پر حملہ کر دیا۔ کیدراج نے مجبور ہو کر یہ علاقہ انھیں زمینداروں کے سپرد کر دیا۔ اس وقت سے یہ قوم تفرقے کی حالت میں مختلف سرداروں کی ماتحتی میں پنجاب کے کوہستانی علاقوں میں آباد ہے۔ یہ وہی قوم ہے جسے اب افغان کہا جاتا ہے کیدراج نے تینتالیس ۴۳ سال تک حکمرانی کے فرائض انجام دے کر وفات پائی۔

جے چند کی حکومت

جے چند کیدراج کا سپہ سالار تھا۔ اس نے کیدراج کے مرتے ہی قوت و اقتدار حاصل کر کے سلطنت پر قبضہ کر لیا اور راجہ بن بیٹھا اس کے عہد حکومت میں ایک بہت بڑا قحط پڑا چونکہ وہ شاہی خاندان سے تعلق نہ رکھتا تھا۔ اس لیے اس نے خدا کے بندوں کی کوئی پروانہ کی اور شہر بیانہ میں مشغول عیش وعشرت رہا۔ خدا کی مخلوق کی جانیں ضائع ہوئیں اور فوج اور رعایا کی تباہی سے اکثر گاؤں اور قصبے ویران ہو گئے (اس کے باوجود بھی) جے چند نے کوئی پروانہ کی اور اس بے پروائی کا یہ نتیجہ نکلا کہ ایک عرصے تک ہندوستان اپنی اصلی حالت پر نہ آ سکا اور سارے ملک پر اداسی چھائی رہی جے چند نے ساٹھ ۶۰ سال تک حکومت کر کے وفات پائی وہ بہمن و داراب کے زمانے میں تھا اور ان بادشاہوں کو ہر سال نذارنہ بھیجا کرتا تھا۔ اس نے اپنے پیچھے ایک کم عمر لڑکا چھوڑا جو حکمرانی کے قابل نہ تھا۔ اس لیے جے چند کی بیوی اس لڑکے کو تخت پر بٹھا کر خود حکمرانی کرتی رہی۔ کچھ عرصے بعد جے چند کے بھائی دہلو نے سلطنت کے سرداروں اور امیروں وزیروں وغیرہ کی اتفاق رائے سے اس لڑکے کو تخت سے اتار دیا اور خود عنان حکومت سنبھال لی۔

راجہ دہلو کی حکومت

یہ راجہ بڑا بہادر، باہمت اور دلیر شخص تھا۔ رعایا سے شفقت اور مہربانی کا برتاؤ کرتا اس کی یہ ہمیشہ کوشش رہی کہ رعایا خوش حال رہے اور آرام سے زندگی بسر کرے شہر اسی کا آباد کیا ہوا ہے۔ جب دہلو کو حکومت کرتے ہوئے چالیس ۴۰ سال گزرے تو کمایوں کے راجاؤں کے ایک عزیز فور[1] نامی نے اس کے خلاف بغاوت کی فور نے پہلے تو کمایوں پر قبضہ کیا اور بعد ازاں قلعہ قنوج پر حملہ کیا۔ یہاں اس کی راجہ دہلو سے بڑی زبردست جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں دہلو گرفتار ہوا فور نے اس قلعہ کو رہتاس میں قید کر دیا۔

راجہ فور کی حکومت

فور نے راجہ دہلو کو قلعہ رہتاس میں قید کرنے کے بعد بنگالے پر قبضہ کیا اور سمندر تک تمام ملک کو فتح کر کے اپنے قبضے میں لے آیا۔ اور ہندوستان کا ایک بہت بڑا راجہ بن گیا۔ تمام مورّخوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ ہندوستان میں آج تک فور سے بڑا راجہ پیدا نہیں ہوا۔ فور نے گزشتہ راجگان ہند کی طرح شاہان ایران کو خراج دینا بند کر دیا تھا۔ اس لیے سکندر نے اس پر حملہ کیا۔ فور نے اس حملہ کی بالکل پروانہ کی اور ایک بہت بڑا کیڑوں مکوڑوں کی طرح کا لشکر لے کر اس نے سرہند کے قریب سکندر کا مقابلہ کیا دونوں بادشاہوں میں زبردست جنگ ہوئی فور اس جنگ میں کام آیا۔ فور نے تہتر ۷۳ سال تک حکومت کی۔

دنیا کے واقعات وحوادث سے باخبر رہنے کے متمنی لوگوں کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ مندرجہ بالا واقعات کے ساتھ ساتھ ہندوستان میں اور بھی بہت سے عظیم الشان راجہ

---

[1] فور سے مراد مشہور راجہ پورس ہے جس نے سکندر کے مقابل جنگ کی تھی۔

اس زمانے میں گزرے۔مثلاً گل چند جس نے گلبرگہ آباد کیا۔راجہ مرچ چند جس کے نام سے قصبہ مرچ اب تک آباد ہے اور بجے چند جس نے بیجاپور کو آباد کر کے اسے سارے دکن کا دارالسلطنت بنایا۔وغیرہ وغیرہ۔اس جگہ سارے راجاؤں کے ناموں کی مفصّل فہرست دینا موجب طوالت ہوگا۔

جب سکندر نے ہندوستان پر حملہ کیا تھا۔تو قلعہ بیدؔر کا بانی،اور قوم راج بیدر سکندر کا سردار(جو دکن میں تمام قوموں اور فرقوں میں شجاعت و دلیری میں مشہور ہے)راجہ بیدر سکندر کے حملے اور راجہ پورس کے مارے جانے سے سخت ہراساں ہوا اسے اپنی فکر لاحق ہوئی لہٰذا اس نے بہت سامال و دولت اور ہاتھی گھوڑے وغیرہ جو کچھ کہ اس کے پاس تھا اپنے بیٹے کے ساتھ سکندر کی خدمت میں بھیجا تا کہ وہ اس کے ملک پر حملہ نہ کرے اور اسے اس کے حال پر چھوڑ کر واپس ایران چلا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور سکندر نے اس پر حملہ نہ کیا اور واپس ایران چلا گیا۔

راجہ سینسار چند کی حکومت

فوؔر کی وفات اور سکندر کی واپسی ایران کے بعد سینسار چند نامی ایک شخص نے ہندوستان کی عنان حکومت کو اپنے ہاتھ میں لیا اور کچھ ہی مدت میں ہندوستان میں ایک مستحکم اور پائیدار حکومت قائم کر لی چونکہ اس راجہ نے راجہ پورس کا حشر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اس لیے وہ بہت خوفزدہ تھا لہٰذا ہر سال وہ نذرانے کی رقم طلبی سے پہلے ہی شاہ ایران گودرز کی خدمت میں روانہ کر دیتا سینسار کو حکومت کرتے ہوئے جب سترؔ سال گزر گئے تو جونؔہ نامی ایک شخص نے سرکشی کی اور حکومت کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔

راجہ جونہ کی حکومت

بعض لوگوں کا بیان ہے کہ جونؔہ راجہ فوؔر کا بھانجا تھا۔جب وہ تخت نشین ہوا تو اس

نے اپنے اچھے کاموں اور نیک عادتوں کی وجہ سے ملک کو خوشحال اور آسودہ بنانے کی کوششیں کیں۔ اس نے گنگا اور جمنا دونوں دریاؤں کے کناروں پر بہت سے نئے قصبے اور گاؤں آباد کیے اور جب ہندوستان کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور ایک بہت بڑی فوج لے کر ہندوستان کی سرحد پر پہنچ گیا تو راجہ جونہ کو سخت تشویش لاحق ہوئی لہٰذا اردشیر بابکان کی خدمت میں حاضر ہوا اور بہت سے زر و جواہر اور کوہ پیکر ہاتھی اس کی نذر کیے (اس وجہ سے اردشیر) حملہ کیے بغیر واپس چلا گیا۔ اس کی واپسی کے بعد جونہ واپس قنوج میں آیا اور ایک عرصے تک بڑے آرام سے حکومت کرتا رہا۔ اس واقعہ کے نوے[۹۰] سال بعد اس کا انتقال ہوا۔ اس راجہ نے اپنے پیچھے بائیس[۲۲] بیٹے چھوڑے ان میں سب سے بڑا جس کا نام کرپان چند تھا سلطنت کا وارث ہوا۔

راجہ کرپان چند کی حکومت

کرپان چند بڑا ظالم اور سفاک راجہ تھا۔ وہ چھوٹی چھوٹی غلطیوں پر خلق خدا کو مروا دیتا تھا اور بے گناہ لوگوں پر طرح طرح کی تہمتیں باندھ کر ان کا مال و اسباب ضبط کر لیتا تھا۔ اپنی رعایا سے وہ بڑی سختی سے روپیہ وصول کرتا تھا ان سختیوں اور سفاکیوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ لوگ دارالسلطنت کو چھوڑ کر اِدھر اُدھر کے دوسرے علاقوں میں چلے گئے۔ ہندوستان کی حکومت کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔ فوج کی قومی اور اجتماعی قوت میں زبردست کمی واقع ہوئی اور راجہ مع مختصر سی فوج کے تنہا رہ گیا۔ حکومت کی وہ اگلی سی شان و شوکت ختم ہو گئی اور ہندوستان میں طوائف الملوکی کا ایسا دور دورہ ہوا کہ آس پاس کے سارے راجہ باغی اور خود مختار بن گئے۔ یہ باغی اور خود مختار راجہ اس قدر طاقتور اور عالی مرتبت ہوئے کہ تاریخ میں ان کا ذکر کرنا بھی ضروری خیال کیا جاتا ہے (یہاں) صرف قنوج اور ہند کے رجاؤں ہی کے تذکرے پر اکتفا نہیں کی جاتی بلکہ ان دوسرے راجاؤں کا

تذکرہ بھی کیا جاتا ہے ذیل میں مالوے کے راجہ بکر ماجیت کا حال درج کیا جاتا ہے۔

راجہ بکر ماجیت کی حکومت

بکر ماجیت کا تعلق پوار قوم سے تھا۔ وہ طبیعت کا بہت نیک تھا۔ اس کی اصل حقیقت ان قصّوں اور روایتوں سے معلوم کی جاسکتی ہے۔ جو ہندوؤں کی قوم میں کہانیوں کی طرح مشہور ہیں۔ راجہ بکر ماجیت ابتدائے جوانی سے کئی سال تک فقیروں کی وضع قطع اختیار کر کے انھیں کے گروہ میں شامل ہو کر جگہ جگہ کی سیاحت اور طرح طرح کے مجاہدے کرتا رہا۔ جب اس کی عمر پچاس۵۰ سال کی ہوئی تو اُس نے غیبی رہنمائی سے سپہ گری کے میدان میں قدم رکھا چونکہ خدا کی مرضی اسی میں تھی کہ یہ فقیر ایک بہت بڑا فرمانروا بنے اور خدا کے بندوں کو ظالم حکمرانوں کے پنجۂ ظلم سے آزاد کروائے۔ اس لیے بکر ماجیت کو بڑی ترقی حاصل ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ کچھ ہی عرصے میں نہروالا اور مالوہ اس کے قبضے میں آ گئے، عنانِ حکومت سنبھالتے ہی اس راجہ نے عدل و انصاف کو دنیا میں اس طرح پھیلایا اور اپنے احسان کے چتر کے سائے تلے ہر شہر اور اہلِ شہر کو اس طرح پناہ دی کہ ظلم اور سفاکی کا کہیں بھی نام و نشان نہ رہا۔ ہندوؤں کا یہ عقیدہ ہے کہ بکر ماجیت کی حالت اور اس کا مرتبہ دنیا کے عام انسانوں سے کہیں زیادہ بلند تھا۔ اس کے عرفان اور روشن ضمیری کے متعلق کہا جاتا ہے کہ جو بات اس کے دل میں آتی تھی وہ بغیر کسی کمی بیشی کے ظاہر ہو جاتی تھی اور ہر اچھا یا برا واقعہ جو رات کو اس کے ملک میں ہوتا۔ اس کی اطلاع اسے دن ہی میں ہو جاتی تھی۔

باوجود فرمانروا ہونے کے وہ اپنی رعایا کے ساتھ بالکل برادرانہ سلوک کرتا تھا۔ اس کے گھر کا تمام سرمایہ ایک مٹی کے پیالے اور ایک بوریئے پر مشتمل تھا۔ بکر ماجیت نے اجین کو آباد کیا اور دھار کے قلعے کو تعمیر کروا کے اپنا مسکن بنایا۔ اجین کا مشہور بت خانہ

مہا کال بھی اسی نے بنوایا تھا اوران جوگیوں اور برہمنوں کے وظیفے مقرّر کیے تھے جو اس بت خانہ میں رہ کر عبادت کرتے تھے وہ اپنے وقت کا بیشتر حصّہ اپنی رعایا کے حالات جاننے اور خدا کی عبادت کرنے میں صرف کرتا تھا۔ ہندوستان کے لوگ اس راجہ کے متعلق بہت اچھا عقیدہ رکھتے ہیں اور بہت سے عجیب وغریب افسانے اور قصّے اس کے نام سے منسوب کرتے ہیں (ہندوؤں کے) سال اور مہینوں کی ابتدا اسی راجہ کی وفات کے دن اور مہینے سے ہوتی ہے۔اس کتاب کی تصنیف کے وقت کہ جو ہجرت نبوی کا ایک ہزار پندرہواں ۱۰۱۵،سال ہے سنہ بکرماجیت کی ابتدا کو ایک ہزار چھ سو تریسٹھ ۱۶۶۳ سال گزر چکے ہیں۔راجہ بکرماجیت ایران کے بادشاہ اردشیر کا ہمعصر تھا بعضوں کا بیان ہے کہ اس کا اور شاپور کا زمانہ ایک ہی تھا۔بکرماجیت کے آخری زمانے میں ایک زمیندار نے جس کا نام سال باہن تھا۔اس پر حملہ کیا۔دریائے نربدا کے کنارے دونوں کے لشکروں میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی جس کے نتیجے میں سال باہن کو فتح حاصل ہوئی اور بکرماجیت مقتول ہوا۔

سال باہن کے عہد حکومت کی بہت سی ایسی روایتیں بیان کی جاتی ہیں جو تاریخی لحاظ سے معتبر نہیں ہیں۔اس لیے ان کا ذکر قلم انداز کیا جاتا ہے۔ بکرماجیت کی وفات کے بعد ایک عرصے تک مالوہ بالکل ویران رہا اور کوئی انصاف پسند راجہ اور سخی حاکم اس پر فرمانروا نہ ہوا یہاں تک کہ راجہ بھوج نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔

راجہ بھوج کی حکومت

راجہ بھوج پوار قوم سے تعلق رکھتا تھا۔اس نے عدل وانصاف اور سخاوت میں ہر طرح سے بکرماجیت کی پوری پوری تقلید کی۔وہ راتوں کو بھیس بدل بدل کر پھرتا تھا اور ضرورت مندوں اور فقیروں وغیرہ کے حالات سے آگاہ ہو کر ان کی خبر گیری کرتا تھا۔

وہ ہمیشہ اپنی رعایا کی خوشحالی اور آسودگی کی کوشش کرتا تھا۔ یہ تین مقامات کھرکھوں[1]، بیجانگر[2]، اور ہنڈیہ[3]، اسی راجہ کے عہد میں آباد کیئے گئے تھے راجہ بھوج کثرت ازدواج کا بڑا شوقین تھا۔ وہ ہر سال دو مرتبہ ایک بہت بڑا جشن منایا کرتا تھا جس میں ہندوستان کے ہر گوشے کے رقص و سرود کے ماہرین شرکت کیا کرتے تھے۔ جشن کا یہ سلسلہ چالیس روز تک رہتا تھا اور اس میں سوائے ناچ گانے کے کوئی اور کام نہ ہوا کرتا تھا۔ دورانِ جشن میں ہر گروہ کو کھانا شراب اور پان وغیرہ حکومت کی طرف سے دیا جاتا تھا۔ رخصت کے وقت ہر شخص کو ایک خلعت اور دس[1]، مثقال سونا دیا جاتا تھا۔ راجہ بھوج نے پچاس[50] سال تک حکومت کرنے کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا۔

راجہ باسدیو کی حکومت

راجہ بھوج کے زمانے ہی میں ایک شخص جس کا نام باسدیو تھا، قنوج کا راجہ بن بیٹھا اور بہار کو جو بنگالے کی طرح قنوّج سے علیحدہ ہو گیا تھا۔ پھر دوبارہ اپنے قبضے میں لے آیا۔ اور اپنا رعب اچھی طرح قائم کرلیا۔ کہا جاتا ہے کہ اسی راجہ کے زمانہ میں بہرام گور ایک سوداگر کے بھیس میں ہندوستان آیا تھا۔ تاکہ وہ اس ملک کے اور یہاں کے باشندوں کے حالات معلوم کرے۔ بہرام گور کے ہندوستان آنے اور یہاں اس کو پہچان لیے جانے کا قصّہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ جن دنوں وہ یہاں تھا۔ ایک جنگلی ہاتھی قنوّج کے نواح میں اتفاق سے آ گیا تھا اور کوئی دن ایسا نہ گزرتا تھا کہ یہ مدہوش ہاتھی لوگوں کی جانوں کو تلف نہ کرتا ہو۔

راجہ باسدیو نے کئی بار اس ہاتھی کا کام تمام کرنے کی کوشش کی لیکن وہ ہر بار ناکام رہا۔ جس روز بہرام قنوّج میں داخل ہوا اسی روز یہ بدمست ہاتھی جھومتا ہوا شہر کی حدود تک آ پہنچا اور شہر میں بڑا شور وغوغا بپا ہوا۔ راجہ نے شہر کے تمام دروازے

بند کر دینے کا حکم دے دیا۔ بہرام گور نے جب یہ خبر سنی تو وہ اکیلا اس بدمست اور جنگلی ہاتھی کے سامنے آیا اور ایک ہی تیر ایسا مارا کہ اس سفاک جانور کا کام تمام ہو گیا۔ اہلِ شہر نے جو یہ تماشا دیکھنے کے لیے جمع تھے جب یہ عالم دیکھا تو تحسین و آفرین کے نعروں سے آسمان سر پر اُٹھا لیا اور عقیدت و محبت سے بہرام گور کے پیروں پر گر پڑے جب راجہ باسدیو کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو اس نے بہرام گور کو بلایا۔ بہرام راجہ کی طلبی پر اس کے سامنے آیا۔ راجہ کے ایک مصاحب نے بہرام کو جب دیکھا تو اسے پہچان لیا۔ کیونکہ ایک سال قبل جب وہ نذرانہ لے کر ایران گیا تھا تو اس نے بہرام گور کو دیکھا تھا۔ اس مصاحب نے راجہ کو اصل حقیقت سے آگاہ کیا باسدیو کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو وہ فوراً اسی وقت بہرام کے سامنے خادموں کی طرح حاضر ہوا اور اپنی بیٹی اس کے نکاح میں دی۔ نیز بہت اعزاز و اکرام اور دولت کے ساتھ اسے رخصت کیا۔ باسدیو جب تک زندہ رہا ہر سال بیش قیمت تحفے تحائف بہرام گور کو بھیجتا رہا۔ باسدیو نے ستر سال تک حکومت کرنے کے بعد وفات پائی۔ مشہور شہر کالپی اسی راجہ کا آباد کیا ہوا ہے اس نے اپنے پیچھے بتیس[۳۲] بیٹے چھوڑے، جو سلطنت حاصل کرنے کے لیے آپس میں متواتر دس سال تک لڑتے رہے۔ آخر کار باسدیو کے سپہ سالار نے ان بھائیوں کے باہمی نفاق سے فائدہ اٹھایا اور فوج کے سرداروں کے مشورے اور اتفاق رائے سے قنوج پر قبضہ کر کے ایک عظیم الشان راجہ بن بیٹھا۔

(تاریخِ فرشتہ جلد اوّل، صفحہ ۶۰ سے صفحہ ۷۴)

باب چہارم

حضرت شہربانو سلام اللہ علیہا کا شجرہ

حضرت شہر بانوؑ کا شجرہ

محمد قاسم فرشتہ "تاریخِ فرشتہ" میں ایران کے بادشاہوں کا شجرہ اس طرح لکھتا ہے:۔

("تاریخ فرشتہ" صفحہ ۵۹، جلد اوّل)

سام حضرت نوحؑ کے بڑے بیٹے اور جانشین تھے۔ ان کے فرزندوں کی تعداد ننانوے (۹۹) تھی۔ جن میں ارشد، ارفخشد، کیئے، نود، ارم، قبطہ، عاد اور قحطان مشہور ہیں اور عرب کے تمام قبیلے انھیں کی نسل سے ہیں۔ حضرت ہود، صالح، اور ابراہیم علیہ السلام کا سلسلۂ نسب ارفخشد تک پہنچاتے ہیں۔ ارفخشد کا دوسرا بیٹا کیومرس شاہان عجم کا مورث اعلیٰ ہے کیومرس کے چھ بیٹے تھے۔ سیامک، عراق، فارس، شام، تور اور ومغان، بڑا بیٹا سیامک باپ کا جانشین ہوا اور باقی بیٹے جس جس جگہ گئے وہ جگہ انہیں کے نام سے موسوم ہوئی اور وہاں انھیں کی اولاد آباد ہوئی، بعضوں کا خیال ہے کہ حضرت نوح علیہ السّلام کے ایک بیٹے کا نام عجم تھا، اور عجم کے سب رہنے والے اسی کی اولاد میں سے ہیں۔ سیامک کے بڑے بیٹے کا نام ہوشنگ تھا۔ عجم کے تمام بادشاہ "یزدجرد" تک اسی کی اولاد سے ہیں۔

ابوالبشر حضرت آدم صفی اللہ

|

حضرتِ شیثؑ

|

حضرتِ انوشؑ

|

حضرتِ قینانؑ

|

حضرت مہلائیل

|

حضرتِ بیارد

|

اخنوخ

یا

حضرت ادریسؑ

|

متوشلخ

|

لمک

|

حضرت نوحؑ

حضرت سام

ذکر اولاد حضرت سامؑ بن حضرت نوحؑ

حضرت ارفخشدؑ

کیومرس

سیامک

ہوشنگ

تہمورس

جمشید

فریدون فرخ	شیداسپ
ایرج	شاشب
منوچہر	نریمان
طہماسپ	سام
کیقباد (عہد شموئیل نبی، الیاس، حزقیل)	زال
لہراسپ	رستم
	سہراب
کشتاسب (عہد سقراط)	
اسفندیار	
بہمن	
داراب ——— (عہد افلاطون)	
دارا	

شاشان
|
اردشیر بابکان
|
شاپور
|
اُردشیر اردوان ——— ہرمز
|
ہواذرمیر
|
بہرام ——— (شاہندہ)
|
بہرام
|
اردشیر
|
بہرام ——— بہرام (سکان شاہ)
|
بہرہ میان
|
برمشی شاہ ——— (نرسی)
|
ہرمز
|
شاپور ذوالاکناف
|
اردشیر نیکوکار
|
شاپور
|
بہرام چہارم

یزدگرد

بہرام گور

کیقباد

نوشیروانِ عادل

ہرمز

خسرو پرویز

شہریار

یزدگرد (یزدجرد)

ملکہ زمان حضرت شہربانوؑ
(والدۂ امام زین العابدینؑ)

کیہان بانو

ماہ بانو

انبیاء اور اولیاء کے شجرے میں حضرت شہر بانوؑ

سام بن نوحؑ کی نسل میں سکندر ذوالقرنین کا نام بھی آتا ہے۔حضرت شہر بانوؑ کے اجداد سکندر ذوالقرنین کے شجرے میں ہیں۔قرآنِ مجید میں سکندر ذوالقرنین کا تذکرہ فضیلت کے ساتھ آیا ہے۔

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنْ ذِی الْقَرْنَيْنِ ط قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا (۸۳) اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِی الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ سَبَبًا (۸۴) فَاَتْبَعَ سَبَبًا (۸۵) حَتّٰٓی اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِیْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ط قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا (۸۶) (سورۂ کہف آیات ۸۳تا۸۶)

یہ لوگ آپ سے ذوالقرنین کا حال پوچھتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ میں اس کا ذکر ابھی تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں۔ہم نے ان کو روئے زمین پر حکومت دی تھی اور ہم نے ان کو ہر قسم کا سامان (کافی) دیا تھا۔چنانچہ وہ بہ ارادۂ فتوحات ملک مغرب کی ایک راہ پر ہو لیئے یہاں تک کہ جب غروبِ آفتاب کے موقع پر پہنچے، تو آفتاب اُن کو ایک سیاہ رنگ کے پانی میں ڈوبتا ہوا دکھلائی دیا۔اور اس موقع پر اُنھوں نے ایک قوم دیکھی ہم نے (الہاماً) کہا اے ذوالقرنین خواہ سزا دو اور خواہ ان کے بارے میں نرمی کا معاملہ اختیار کرو، ذوالقرنین نے عرض کیا کہ (بہت اچھا اوّل دعوتِ ایمان ہی کروں گا) لیکن جو ظالم رہے گا سو اس کو تو ہم لوگ سزا دیں گے پھر وہ اپنے مالکِ حقیقی کے پاس پہنچایا جاوے گا پھر وہ اس کو (دوزخ کی) سخت سزا دے گا۔اور جو شخص ایمان لے آویگا اور نیک عمل کرے گا تو اس کے لیئے (آخرت میں بھی) بدلے میں بھلائی ملے گی۔اور ہم (دنیا میں) اپنے برتاؤ میں اس کو آسان (اور نرم) بات کہیں گے۔پھر ایک (دوسری) راہ پر ہو لیئے۔

باب پنجم

سلمان فارسی
کا ایران میں تبلیغ کرنا اور
بی بی شہر بانو سلام اللہ علیہا
سے ملاقات

سلمان فارسی کا ایران میں تبلیغ کرنا اور بی بی شہر بانوؑ سے ملاقات

رسولؐ خدا نے حضرت سلمان فارسی کو ایران کے شہنشاہ پرویز کو دعوت اسلام کے لیئے بھیجا۔ سلمان فارسی کے والدِ محترم بھی دارالحکومت فارس، اصفہان کے رہائشی تھے۔ سلمانِ فارسی اپنے عیال کے ساتھ اصفہان وارد ہوئے اور ان کے پہلے تو مسلم ان کے والد کے ملازم اور غلام تھے۔

پرویز کے دربار میں سلمان فارسی کے کپڑوں کا مزاح کیا گیا۔ لیکن آپ نے رسولؐ خدا کا خط پرویز کے حوالے کیا، با آوازِ بلند خط کا ترجمہ بھرے دربار میں سنایا۔

پرویز غصّے سے بے قابو ہو گیا اور کہنے لگا کہ یہ صحراؤں کا رسولؐ کون ہے کہ جو پرویز سے ایمان کا طالب ہے پرویز نے مترجم سے یہ خط لے کر پھاڑ دیا اور کہا کے پرویز محمدؐ کا سر قلم کر دے گا اور یمن میں اپنے نمائندے کو خط لکھا کے محمدؐ کا سر لے کر آؤ، سلمان فارسی نے کہا کہ خدا تیری سلطنت کو تباہ کر دے گا اور تیری فوج کو برباد کر دے گا۔ درباریوں نے سلمان فارسی کو قتل کرنا چاہا لیکن سلمان کے والد کی وجہ سے ان کو چھوڑ دیا۔

دربار کو چھوڑتے ہوئے سلمان فارسی اور ان کے والد کا گزر دوسرے ہال سے ہوا جہاں پر ایک ملازمہ ایک ۲۔۳ سال کی بچی کو بہلا رہی تھی سلمان فارسی کے والد نے

سلمان کو بتایا کہ یہ پرویز کی پوتی اور شہزادہ یزدگرد کی بیٹی ہے۔

سلمان فارسی نے بچی کے سر پر ہاتھ رکھ کر دعا دی کہ جس کا نام شہزادی شہر بانو ہے۔ سلمان کا اصفہان میں رہنا ممکن نہ تھا اور جب وہ مدینے کی طرف گامزن تھے پرویز کے ولی عہد شیرویہ نے پرویز کو قتل کر دیا اور خود کو شہنشاہ قرار دیا یمن کے نمائندے بازان کہ جس کو پرویز نے محمدؐ کے قتل کا خط ارسال کیا تھا مسلمان ہو چکا تھا۔ جب اس کو یہ خط موصول ہوا تو بازان نے رسولِ خدا سے مشورہ کیا رسولِ خدا نے اس سے کہا کہ ''جس شخص نے میری جان لینا چاہی تھی جو شخص خود کو خدا سے بڑا مانتا تھا۔ پہلے ہی مر چکا ہے''

ایران میں خانہ جنگی پھوٹ پڑی اور بازان یمن میں خود مختار ہو گیا۔ بازان نے حضرت علیؑ کو ایک گھوڑا تحفے میں دیا جس کا نام آپ نے ذوالجناح رکھا۔ جس پر سوار ہو کر آپ نے یمن کے اور فارس کے ساحلوں پر لوگوں کو مسلمان کیا اور مساجد تعمیر کیں خلیج فارس سے آپ نے کشتی میں سوار ہو کر مکران کے ساحلوں پر قیام کیا اور آپ دریائے سندھ کے کنارے تک آئے۔ یہاں پر آپ نے مسجد تعمیر کی اور آپ دریائے سندھ کے کنارے سے ہوتے ہوئے شمال میں ہندوکش کے پہاڑوں سے ہوتے ہوئے افغانستان میں پہنچے اور سفر کیا جس راستے سے آپ گزرے اس کو خیبر پاس کہتے ہیں جو جنگ خیبر میں آپ کی فتح کی یاد سے وابستہ ہے اس پورے راستے میں آپ نے ہندوؤں اور لادینوں کو مسلمان کیا اور جس مسجد کو آپ نے خیبر میں تعمیر کیا اس کو مسجدِ علیؑ کہتے ہیں اور آج بھی یہ مسلمانوں کے لیے مقدس مقام مانا جاتا ہے۔

The Princess Sherbanoo By M.Aziz Haji Dossa Page 137,140,150

مولا علیؑ افغانستان میں پہلے اسلامی مبلغ تھے کہ جہاں زرتشت آباد تھے مزار شریف کے مقام پر آپ نے معجزات دکھائے جس سے پوری آبادی مسلمان ہو گئی مدرسے اور

اسکول تعمیر کیے گئے کہ جہاں کے مبلغین نے شمال اور روس وچین میں اسلام پھیلایا یہاں سے آپ واپس یمن کے لئے روانہ ہوئے تو آپ نے فارس کے سرحدی علاقوں سے اپنا سفر کیا اور ایک سال کے بعد آپ مدینے اپنے اہلِ خانہ سے ملے۔

The Princess Sherbanoo. By.M.Aziz Haji Dossa Page 151

شاہِ ایران یزدگرد (یزدجرد) کا قتل اور حضرت سید سجادؑ کی ولادت:

(Qadasia) قادسیہ کی جنگ میں سعد ابن ابی وقاص کے ہاتھوں رستم کی شکست ۶۳۱ عیسوی میں ہوئی اور عربوں نے بھاگتی ہوئی فارسی فوج کا پیچھا دارالحکومت تک کیا۔ جو کہ دریائے فرات (tifris) کے کنارے واقع ہے۔

۶۳۸ عیسوی میں مسلمانوں کو دارالحکومت کی فتح ملی یزدگرد مچھیرے کے بھیس میں فرار ہوگیا ایک روایت کے مطابق جب کہ اس کی ۱۶ سال کی بیٹی بی بی شہر بانو کو حراست میں لیا گیا اور مدینے عمر کے پاس بھیج دیا گیا فارسیوں کو ذلیل کرنے کے لیے عمر نے یہ ترکیب سوچی کہ اس شہزادی کو عرب کے بازار میں سب سے مہنگے خریدار کو بیچ دیا جائے گا۔

اس موقع پر حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اب کسی بھی قسم کا نقصان اس شہزادی کو پہنچا تو یہ اسلام کی اشاعت میں مضر ثابت ہوگا اس بات کا عمر پر کافی اثر ہوا اور اس نے بی بی شہر بانو کو غلامی کے خوف سے نجات دلائی، لیکن شہزادی کے لئے مدینے میں کوئی ٹھکانہ نہ تھا تو یہ طے ہوا کہ آپ کو کسی مسلمان سے شادی کرنا ہوگی ہُرمز ایک مال دار اور پرنس فارسی مسلمان کہ جواب مدینے کا رہائشی تھا اور فارس کے شاہی خاندان سے ہمدردی رکھتا تھا اس نے اعلان کیا کہ صرف ایک شہزادہ ہی شہزادی سے شادی کرسکتا ہے حضرت ابوایوب نے حضرت علیؑ سے مشورہ کیا اور ۱۵، ۱۶ سال کے امام حسینؑ کا رشتہ دیا) ہرمز نے بے اختیار کہا ''حسینؑ شاہ است حسینؑ''، ۶۳۵ عیسوی میں ہرمز امام حسینؑ کا پیام

لے کر بی بی شہر بانو کے پاس روانہ ہوا جس کو آپ نے قبول کیا اور شادی کے وقت آپ اسلام پر ایمان لائیں۔

The Princess Sherbanoo By.M.Aziz Haji Dossa Page 356

ایک مچھیرے کے بھیس میں یزدگرد اصفہان سے فرار ہوا اور ہمدان میں پھر سے ایک فوج تیار کی جس میں ہاتھیوں کا ایک دستہ بھی تھا تاکہ اصفہان پر دوبارہ قبضہ کیا جاسکے لیکن اس حملے میں بھی ناکام رہا اور رے میں آکر آباد ہو گیا۔ اس عرصے میں عمر اور عثمان دونوں کو مسلمانوں نے قتل کر دیا اور حضرت علیؑ کو خلیفہ بنایا گیا حضرت علیؑ فارس کے ساتھ تصفیہ چاہتے تھے لہٰذا آپ نے امام حسینؑ اور بی بی شہر بانو کو تہران بھیجا آپ دونوں کو مرو میں جلاوطن حاکم سے ملنا تھا جو کہ یزدگرد تھا۔ جنگ قادسیہ کے ۲۰ سال تک یزدگرد در بدر پھرتا رہا اور اسفندیار، رستم کے بھائی کے ہاتھوں قتل ہوا۔

The Princess Sherbanoo By M Aziz Haji Dossa Page 378

اپنے باپ یزدگرد کی موت کی خبر سُن کر بی بی شہر بانو کو کافی صدمہ ہوا اور کچھ ہی دنوں میں بچے کی ولادت کے وقت آپ کا انتقال ہوا بی بی شہر بانو کو امام حسینؑ غزالہ بھی کہا کرتے تھے۔

جنگ قادسیہ کے نتیجے میں فارس اور عرب کے تعلقات انتہائی خراب ہو گئے تھے بی بی شہر بانو کا باپ یزدگرد بیس سال تک شہر در شہر جلاوطنی گزارتا رہا اس عرصے میں عمر اور عثمان کی حکومت ختم ہوئی اور مولا علیؑ کو خلافت ملی آپ جنگ قادسیہ کے نتیجے میں بھڑکی آگ کو کم کرنا چاہتے تھے اور اس درمیان آپ کو یزدگرد کے مسلمانوں سے ہمدردی کے واقعات کا علم ہوا اس لیئے آپ نے امام حسینؑ اور ان کی اہلیہ بی بی شہر بانو کو ''رے'' تہران روانہ کیا تاکہ تصفیہ ہو جائے۔

اس عرصے میں یزدگرد کی اسفندیار (برادرِ رستم) کے ہاتھوں قتل کی اطلاع امام

حسینؑ اور بی بی شہر بانو کو نہروان میں ملی اس صدمے کا اثر حضرت شہر بانوؑ کو بہت زیادہ ہوا اور کچھ ہی دنوں میں بچے کی ولادت کے وقت آپ کا انتقال نہروان میں ہوا۔

امام حسینؑ نے اپنی اہلیہ کو اسی ہی مقام پر دفن کیا اور خادمہ فضہ اور نومولود کو لے کر کوفے کی طرف گامزن ہوئے بچے کی نگہداشت کی ذمہ داری فضہ کے پاس رہی اور حضرت شہر بانوؑ کے اصرار پر بچے کا نام علی رکھا گیا کہ جو کہ بی بی شہر بانو کی خواہش اور وصیت کے مطابق ہے۔

The Princess Sherbanoo By M Aziz Haji Dossa Page 375

جنابِ فضہ نے بی بی شہر بانوؑ کے نومولود کی پرورش کی

جب امام حسینؑ اپنی عزیز بیوی شہر بانو کو تہران میں دفنا چکے اور آپ کوفے کے لئے واپس اپنے نومولود بیٹے اور خادمہ جنابِ فضہ کے ساتھ چلے تو فضہ نے نومولود کو اپنی نگرانی میں لے لیا اور امام حسینؑ سے اصرار کیا کہ اس بچے کا نام ماں کی وصیت کے مطابق علی رکھا جائے۔

بی بی شہر بانو ہمیشہ حضرت علیؑ کی ممنون رہیں کہ انھوں نے بی بی شہر بانوؑ کی آزادی اور محافظت فرمائی کہ جب آپ اصفہان سے شہزادی کی صورت مدینے لائیں گئیں بعد میں آپ کا نکاح امام حسینؑ سے کر دیا گیا شادی کے ۱۵ سال بعد تہران میں آپ بچے کی پیدائش کے وقت انتقال کر گئیں۔

The Princess Sherbanoo By M Aziz Haji Dossa Page 241,

اہم ترین سوال اور اُس کا جواب

سوال:۔ پروفیسر اطہر رضا بلگرامی (دہلی، انڈیا)

یاد علی جعفری صاحب نے اودے پور کے مہاراجہ کے یہاں امام زین العابدینؑ

کے ایک خط کا ذکر کیا ہے جو وہاں کے مشہور راج گھرانے کی زیارت ''کھڑک جی کی سواری'' سے منسلک ہے۔ آپ بتلائیے کہ امام زین العابدینؑ کی خالہ ہندوستان کے راجپوت گھرانے میں کیسے پہنچیں۔ سید سرفراز علی صاحب رئیس جانسٹھ کی تصنیف تاریخ سادات بارہہ میں ذکر ہے کہ یزدوجرد کی تین لڑکیاں تھیں ایک کا عقد امام حسینؑ سے ہوا، دوسری محمّد بن ابوبکر سے منسوب ہوئیں اور تیسری نے ہندوستان کا رخ کیا ان کا ہندوی نام ''گیان'' بتلایا جاتا ہے اس خط کا تعلق اسی رشتہ سے ہے۔ میں اُودے پور جب ایک سیمینار میں گیا اور معلومات حاصل کیں تو یہ سب سنی سنائی باتیں بتلائی گئیں۔ حقیقت کیا ہے ذرا آپ روشنی ڈالیے۔ کام کی معلومات ہے جو میرے کام آئیگی۔

جواب:- (علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی)

لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ جب کسی موضوع پر معلومات نہیں ہوتی تو کہہ دیتے ہیں یہ سب سنی سنائی باتیں ہیں۔

تفصیلات کیلئے کتاب دیکھئے

The Annals and Antiuities of Rajistan ''قدیم تاریخ راجستھان'' مصنف کرنل جیمز ٹاڈ.....ص ۲۵۷ جلد اول۔

عہد قدیم میں راجپوتانہ، ایران کے نامور حکمران نوشیروان عادل کی وسیع سلطنت میں شامل تھا۔ ساسانی بادشاہوں نے راجپوتوں کو راجستھان کے مختلف علاقوں کی حکمرانی دے دی تھی یہی راجپوتانہ کی وجہ تسمیہ ہوئی ایران اور راجستھان میں عہد قدیم سے رشتے داریاں قائم تھیں۔ ایران کے مشہور شہنشاہ بہرام گور نے قنوج کے مہاراجہ باسدیو کی بیٹی سے شادی کی تھی۔ ان کی نسل کو گردابلی راجپوت کہتے تھے، اودے پور کے رانا حکمرانوں کے اجداد بھی ایرانی النسل اور ساسانیوں کی اولاد تھے، نوشیروان

عادل کی پوتی اور بادشاہ یزدوجرد کی بیٹی ماہ بانو، رانا اودے پور کو بیاہی تھی جو چندر بھان (چندر بھوگا) کے نام سے معروف تھا۔

بادشاہ یزدوجرد کی تین بیٹیاں اور ایک بیٹا تھا بیٹے کا نام فیروز تھا جس کی ساتویں پشت میں محمود غزنوی تھا۔ تین بیٹیاں تھیں، ماہ بانو، گیہان بانو (گیہان کے معنی تاج ہیں) اور حضرت شہر بانو، ماہ بانو کی شادی مہاراجہ اودے پور چندر بھان سے ہوئی، گیہان بانو کی شادی حضرت محمد ابن ابی بکر سے ہوئی جن سے ایک فرزند قاسم پیدا ہوئے، قاسم کی بیٹی ام فروہ تھیں جن کی شادی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ہوئی جن سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔

حضرت شہر بانو کی شادی امام حسین علیہ السلام سے عہد حکومت حضرت علیؑ میں ہوئی۔ جن سے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے المیہ کربلا کے بارے میں جو خط اپنی خالہ ماہ بانو (مہارانی اودے پور) کو لکھا تھا وہ اودے پور کے شاہی کتب خانے میں تقسیم ہند کے وقت تک موجود تھا۔

مولانا اولاد حسین شاعرؔ (معروف مولانا للّن صاحب مرحوم) نے اس موضوع پر سرفراز لکھنؤ میں ایک مضمون بھی لکھا تھا اور اس خط کا عکس بھی شائع کیا تھا۔ مجھے یاد ہے اس موضوع پر انہوں نے امام باڑہ غفرانمآب میں ایک مجلس بھی پڑھی تھی یہ میرے بچپن کی بات ہے۔ تفصیلات کیلئے مندرجہ ذیل کتابیں دیکھئے،

جلاء العیون، قمقام، عیون اخبار رضا، دمعۃ السّاکبہ جلد اول، ارشاد، فصل الخطاب، مجمع البحرین، مناقب ابن شہر آشوب، ربیع الابرار، ابن خلکان، روضۃ الصفا، اعلام الوریٰ، عمدۃ الطّالب، جامع التواریخ، کشف الغمّہ، مطالب السؤل، صواعق

محرقہ، نورالابصار، تحفۂ سلیمانیہ، چودہ ستارے، کاروان تجلی سادات آگرہ، تاریخ راجستھان۔ حضرت شہر بانو کا شاہی نام جہان بانو یا شاہ جہاں مشہور تھا حضرت علیؑ نے خطاب ''شہر بانو'' عطا کیا تھا۔ شاہی خاندان کے نگراں حضرت شہر بانو کے چچا شہزادۂ ہرمز تھے۔ حضرت علیؑ کے عہد حکومت میں جب شہر بانو اپنے خاندان کے ساتھ آئیں تو ایوان حکومت میں یہ سوال اٹھا کہ شہر بانو بادشاہ کی بیٹی ہیں اس لئے کسی بادشاہ سے ان کی شادی کی جائے، اس وقت امام حسینؑ بھی حضرت علیؑ کے پہلو میں تشریف فرما تھے اس وقت ہرمز نے فارسی میں کہا۔

''حسینؑ'' شاہ ہست حسینؑ'' (Hussain' is Prince of Princes)

اور یوں حضرت علیؑ نے شہر بانو کا عقد امام حسینؑ سے کر دیا۔ اس واقعے کے چھ سو برس کے بعد خواجہ معین الدین چشتی اجمیری (غریب نواز) نے ہرمز کے جملوں کو رباعی بنا دیا اور آج یہ رباعی ''حسینی ترانہ'' کے نام سے مشہور ہے۔ دیکھئے کتاب.... ص ۳۵

"The Princess Shehr Banoo" By M. Aziz Haji Dossa (Alex)

یہ کتاب انگریزی میں 460 صفحات پر مشتمل ہے، میری کتاب ''ایران کی شہزادی شہر بانوؑ'' بھی عنقریب شائع ہوگی آپ پڑھ کر داد دیں گے۔

(''القلم'' کراچی، مدیر اعلیٰ علامہ ضمیر اختر نقوی)

حضرت شہر بانوؑ کا ''رے'' کی طرف چلا جانا

ان ہی غلط موضوع اور بے بنیاد روایات میں یہ قصہ بھی نہایت مشہور ہے کہ حضرت کی شہادت کے بعد آپ کا گھوڑا در خیمہ پر آیا تو جناب شہر بانوؑ سوار ہو کر رے کی طرف چلی گئیں راستہ میں ان کا بھائی شہر یار جو کمک کے واسطے لشکر لئے ہوئے آرہا تھا بہن سے ملا۔ اور اس وجہ سے کہ واقعات شہادت ہو چکے تھے بہن کو اپنے ساتھ لے کر واپس چلا گیا۔ فاضل دربندی نے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں اکسیر العبادات میں شہر یار کا آنا تو نہیں لکھا مگر یہ ضرور بیان کیا ہے کہ جنابِ شہر بانوؑ فاطمہ یا سکینہ یا زبیدہ زوجۂ قاسم بن حسنؑ کو اپنے ساتھ لے کر گھوڑے پر سوار، رے کی طرف چلی گئیں اور وہاں کوہ شمران کے ایک غار میں پوشیدہ ہو گئیں۔ لیکن یہ روایت سراسر لغو اور کذبِ محض ہے اور اس میں حسبِ ذیل امور تنقیح طلب ہیں۔

(الف) کیا شہر بانوؑ اس وقت تک زندہ اور واقعہ کربلا میں موجود ہیں؟

(ب) کیا یہ ممکن تھا کہ شہر بانوؑ تمام اہلِ بیتؑ اور اپنی اولاد کو اس مصیبت میں چھوڑ کر محض اپنے تحفظ کیلئے اس طرح علیحدگی اختیار کر لیں؟

(ج) کیا ان کا کوئی بھائی مسمی شہر یار موجود تھا۔ اگر تھا تو کیا شہر یار کو کسی ملک کی سلطنت حاصل تھی اگر تھی تو کس ملک کی؟

(د) کیا جناب سیّد الشہداؑ نے ان کو ''رے'' کی طرف جانے کی اجازت دیدی تھی؟

(ہ) اگر یہ شہر بانوؑ والدہ سیّد الساجدین نہ تھیں تو کیا کوئی دوسری عجمی شہزادی تھیں اگر تھیں تو حضرت نے ان سے عقد کب کیا تھا۔

امرِ اول کی نسبت عموماً محققین کا اتفاق ہے کہ شہر بانوؑ واقعۂ کربلا کے وقت زندہ ہی نہ تھیں۔ بلکہ اس واقعہ سے ۲۲ سال پہلے ان کا انتقال ہو چکا تھا۔

(مجاہدِ اعظم مؤلف علاّمہ محقق سیّد شاکر حسین امروہوی)

باب ششم

حضرت شہر بانو سلام اللہ علیہا کے فضائل

نام اور القاب

حضرت شہر بانوؑ کے فضائل

نام اور القاب

حضرت شہر بانو سلام اللہ علیہا ایرانی بادشاہ یزدگرد بن شہر یار کی نسل سے ہیں جو ساسانی، ایران کے آخری بادشاہ تھے اور بی بی شہر بانو کی پیدائش، شہر مرو، خراسان میں ہوئی جو کہ اُس وقت ایران کا پایہ تخت (راجدھانی) تھا۔ یہ شاہی خاندان سے متعلق تھیں۔ اور جوانی تک شاہی محل میں پرورش پائی۔ تاریخ میں حضرت شہر بانو کے ۱۷ سترہ نام لکھے ہیں اور کئی ناموں کا تذکرہ، مولا علیؑ نے امام حسینؑ سے کیا ہے۔ جیسے۔

جہان شاہ، شاہِ زنان، سلامہ، غزالہ، خویلہ، جہان بانویہ، سلافہ، خولہ، برہ بنت نوشجان، فاطمہ، مریم، شہرناز، حرار شہرباں، شہر بانو، شہر بانویہ اور اُمّ الاوصیاء، وغیر وغیرہ آپ کے اسمائے گرامی قدر ہیں اور جتنے بھی نام بی بی شہر بانو کے لکھے گئے ہیں اُن میں سے چند نام، مولا علی بن ابی طالبؑ نے پہلی بار ملاقات کے وقت ہی بتلا دیئے تھے۔ جیسے شہر بانو، شہر بانویہ، فاطمہ، مریم اور اُمّ الاوصیاء، البتہ غزالہ ایک ایسا مخصوص نام ہے جس سے امام حسینؑ آپ کو پکارا کرتے تھے۔

حضرت شہر بانو کا درجہ اماموں کی ماؤں کے درمیان:۔

حضرت شہر بانو خاصانِ خدا میں سے ہیں، جیسے کہ دوسرے آئمہ معصومینؑ کی والدہ

ہائے گرامی بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت مقرب ومخصوص ہیں،اسی طرح سے یہ بی بی بھی تقویٰ اور طہارت میں بلند مقام کی مالک ہیں۔اور جس طرح سے حضرتِ نرجس خاتون کا بلند مقام ہے جو کہ امامِ زمانہ حجۃ بن الحسن کی والدۂ گرامی ہیں،اور ان کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ نے ایسے مقام پر پرورش پائی ہے کہ جہاں پر دین اسلام نہ تھا۔اور بادشاہت تھی جس میں فتنہ وفساد مارکاٹ عام ہوتی ہے۔ایسے ناگفتہ بہ حالات میں،اپنی عفّت وپاکدامنی کو برقرار رکھنا بہت ہی بڑی بات ہے کہ آپ نے اپنی عزت وشرافت کو یہاں تک برقرار رکھا کہ آپ کی ملاقات عزت وشرافت کے بڑے شہنشاہ امام حسینؑ سے ہوئی اور آسمانِ عزّت کے چوتھے امام زین العابدینؑ آپ سے دنیا میں تشریف لائے اور امام حسینؑ جو کہ سید وسردارِ اہل بہشت ہیں آپ اُن کے عقد میں آگئیں،اور یہ خصوصیت آپ کی بہت ہی بلند وبالا ہے کہ آپ سے ائمہ کی نسل چلی،کیونکہ جب ہم حالات پر غور کرتے ہیں تو ہم کو ایسی ناہنجار ودشمنِ خدا عورتیں بھی نظر آتی ہیں جیسے کہ جعدہ بنتِ اشعث ملعونہ کہ جس کی شادی امام حسنؑ سے ہوگئی اور وہ خاندانِ رسالت کی بہو بن کر آ گئی۔لیکن چونکہ ملعونہ تھی اس لئے قدرت نے اُسے بے اولاد ہی رکھا۔اُس کی کوئی نسل نہ چلی اور اس نالایق عورت نے زہر ہلاہل امام حسنؑ کو پلا دیا جس سے امام حسن علیہ السّلام کی شہادت واقع ہوگئی،اس پر شیطان مسلط تھا۔معاویہ مردود کے بہکائے میں آکر ایسا منحوس کام کیا پھر بھی اُسے مقصد حاصل نہ ہوا۔اب دیکھیئے اچھی عورتوں کے بارے میں کہ بی بی شہر بانو جو اسلام سے دور تھیں شاہی خاندان تھا،ہر قسم کی سہولت میسر تھی مگر آپ نے اپنی زندگی،عفت وطہارت میں رہ کر پاک وپاکیزہ گزاری،اپنے جسم اور روح کو پاک وپاکیزہ رکھا،اپنی زندگی کو محکم طریقے پر گزارا ویسے شاہی خاندان میں اور بالخصوص بڑے لوگوں میں تو عیش وعشرت کی زندگی

ہوتی ہے اور پھر بھی عیب چھپے رہتے ہیں۔ان سب اسباب کے ہوتے ہوئے بھی حضرت شہر بانو نے زندگی پاک بسر کی،جس طرح اسلام کا حکم ہے کہ اپنی زندگی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے طریقے پر گزارو اور اسلامی حکومت کے قیام میں کوشش کرو،اور جیسے کہ دوسرے واقعات ہمارے سامنے آتے ہیں کہ حضرت یوسفؑ پیغمبر خدا اور حضرت مریمؑ طاہرہ،اور حضرت آسیہؑ وغیرہ نے کیسے اپنی زندگی کو احکام خداوندی پر عمل پیرا ہو کر گزارا بالکل ان ذواتِ مقدسہؑ کی طرح ہی بی بی جنابِ شہر بانو نے اپنی زندگی کو طہارت سے سنوارا،ورنہ حالاتِ زمانہ تو بہت بدتر تھے،ان سے بچ کر زندگی گزارنا ہی تو انسانیت کی معراج ہے۔

خسرو پرویز پر رسولِؐ خدا کی لعنت:۔

جناب رسولِؐ خدا نے جب صلح حدیبیہ کر لی،تو اسلام کی تبلیغ پر توجہ دی اور دوسرے ممالک میں اپنے نمائندے بھیجے،تا کہ اپنی رسالت لوگوں تک پہنچائیں،اور اب چاندی کی ایک مہر،مہرِ رسالتؐ بنائی گئی اپنے نامے لکھ کر اُس پر مہر ثبت کی جاتی تھی۔ چنانچہ مُلکِ ایران کا بادشاہ اس وقت خسرو پرویز تھا۔جب اُس کو رسولؐ خدا کا خط دعوتِ اسلام کا دیا گیا تو بہت غصّہ ہوا اور خط کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔جب یہ خبر رسولؐ خدا کو ملی تو آپ نے خسرو پرویز کیلئے بددعا کی اور فرمایا کہ۔

یا اللہ تعالیٰ،جس طرح خسرو پرویز،بادشاہِ ایران نے ہمارے نامے کو پارہ پارہ کیا ہے،اسی طرح اُس کی سلطنت بھی پارہ پارہ ہو جائے،اس واقعے کو ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ خسرو پرویز مر گیا،یا سلطنت ختم ہو گئی اور پھر یزدگرد ایران کا بادشاہ بنا۔ابھی اس واقعے کو چودہ (۱۴) سال بھی گزرنے نہیں پائے تھے کہ سن اکیس ۲۱ ؍ ہجری میں

جنگِ نہاوند میں ساسانی (ایرانی) فوجوں نے شکست کھائی اس طرح حالات نے عظیم ساسانی سلطنت کو ختم کر دیا اور مسلمان فاتح قرار پائے اب جنگ نہاوند کی شکست کے بعد ایران حکومت ختم ہوگئی اور مُلکِ ایران ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا جس طرح خسرو پرویز نے نامۂ رسولؐ خدا کو ٹکڑے ٹکڑے کیا تھا، اور جنابِ رسولؐ خدا نے بددعا دی تھی بالکل ویسا ہی ہوا اور ایرانی حکومت نے مسلمانوں کو جزیہ (ٹیکس) دینا منظور کر لیا، ان چودہ برسوں میں ایرانی بادشاہت کا ختم ہو جانا، کتنی بڑی اہمیت رکھتا ہے، ایران جیسی زبردست حکومت اور وہ بھی ہزاروں سال پرانی صرف چند روز میں مٹی میں مل گئی اس کا سبب وہی ہوا کہ بادشاہ ایران خسرو پرویز نے حکومت کے نشے میں آ کر نامۂ رسولِؐ خدا کو ٹکڑے ٹکڑے کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس کی حکومت تباہ کر دی، یزدگرد ساسان نے مسلمانوں سے جنگ کی باالآخر ہار گیا اور بمقام مرو، آسیابانی، کے ہاتھوں سے قتل ہوا۔ اور اُس کا مال و منال مسلمانوں نے لوٹ لیا جس میں مالِ غنیمت کے طور پر بیٹیاں بھی مدینے مسلمانوں کے پاس بھیج دی گئیں۔

تاریخِ اسلام اور حضرت شہربانوؑ:-

اب ہم غور کرتے ہیں اس بات پر کہ حضرت شہربانوؑ کب اور کیسے؟ امام حسینؑ کے حبالۂ عقد میں آئیں، جناب مولا علیؑ کے زمانۂ خلافت میں آئیں یا حضرت عمر بن خطاب کے یا حضرت عثمان کے زمانۂ خلافت میں آئیں، اس بارے میں مختلف روایات ہیں اس لیئے ہم ان تفصیلات کو جدا جدا لکھتے ہیں، تا کہ صحیح صحیح حالات کا اندازہ لگایا جا سکے۔

پہلے گروہ کا کہنا ہے کہ حضرت شہربانو سلام اللہ علیہا زمانۂ خلافتِ حیدریہؑ میں آئیں شیخ مفید علیہ الرحمہ نے کتاب ''ارشاد'' میں ذکر فرمایا ہے۔

حریث بن جابر جعفی جو کہ زمانۂ حکومتِ شاہِ ولایت مولا علیؑ میں نوائی مدائن مشرق کے علاقوں کے گورنر تھے اُن کے ہاتھ دو دختران یزدگرد آئیں جن کو بہت احترام کے ساتھ مدینے بھیج دیا گیا۔ ان کو حضرت علیؑ نے شہر بانو بی بی کو حضرت امام حسینؑ کے نکاح میں دے دیا جن کے بطن سے چوتھے امام حضرت زین العابدین پیدا ہوئے اور دوسری بہن (گُہر بانو یا کیہان بانو) کو حضرت محمد بن ابو بکر کے نکاح میں دے دیا جن کے بطن سے حضرت قاسم پیدا ہوئے اور دوسرا گروہ جو بی بی جنابِ شہر بانو کو حضرت عثمانؓ خلیفہ کے زمانے میں آنا بتاتا ہے۔ وہ کتاب ''عیون اخبار الرضا'' سے حوالہ دیتے ہیں کہ شیخ صدوق نے لکھا ہے کہ سھل بن قاسم بوشنجانی سے روایت ہے۔

جب عبداللہ بن عامر نے خراسان کو فتح کرلیا اور دخترانِ یزدگرد کو اپنی تحویل میں لے لیا۔ اُن کو مدینے حضرت عثمان بن عفان کے پاس بھیج دیا تو عثمان نے اپنے صوابدید سے حضرت شہر بانو کا امام حسینؑ سے عقد کرادیا اور دوسری بہن (ماہ بانو) کا حضرت امام حسنؑ سے عقد کرادیا۔

تیسری بات یہ ہے کہ کچھ لوگوں کا نظریہ یہ ہے کہ حضرت عمر بن خطاب کی خلافت میں حضرت شہر بانو کو لایا گیا تھا اور روایتِ قطب راوندی کتاب (خرائج الجرائح) میں روایت کی گئی ہے ممکن ہے ایسا ہی ظہور پذیر ہوا ہو کیونکہ کچھ کتابوں میں حضرت عمر کے ہی زمانے میں حضرت شہر بانو کا آنا درج کیا گیا ہے۔

حضرت شہر بانوؑ کا خواب:-

جس زمانے میں ایران و خراسان پر مسلمانوں کے تابڑتوڑ حملے ہو رہے تھے اُسی زمانے میں حضرت شہر بانوؑ نے ایک خواب دیکھا کہ ایک غیبی طاقت نے آکر اِن پر ایسا اثر کیا کہ جسم میں جان پڑ گئی اور روح میں بالیدگی پیدا ہوگئی، گویا زندگی میں زبردست

تبدیلی آگئی۔

حضرت شہر بانوؑ کے خواب کی تعبیر:-

جنابِ بی بی شہر بانوؑ، فرماتی ہیں کہ میں نے ایک رات خواب دیکھا کہ جنابِ رسولؐ خدا اور امام حسینؑ ہمارے مکان میں آگئے اور میرے روبرو آکر بیٹھ گئے۔

جنابِ رسولِؐ خدا نے امام حسینؑ سے تزویج کرنے کو مجھ سے کہا، میں نے یہ سن کر صبر کا سانس لیا اور دل کو سکون ملا خاموشی اختیار کی (گویا میری رضا مندی تھی) پھر جنابِ رسولؐ خدا نے حضرت امام حسینؑ کے ساتھ میرا عقد خود پڑھا، صیغے عقد کے جاری کردیئے اس کے بعد صبح کو جب میری آنکھ کھلی تو میرے دل میں امام حسین علیہ السلام کا عشق اِس قدر پیدا ہو گیا کہ ہمہ وقت میں اسی محبت میں گرفتار رہنے لگی، اور مجھے دوسرا کوئی کام نہ تھا، مجھے تمام روز یہی عشق ستاتا رہا اور میں اسی محبت میں منہمک رہی کہ رات آگئی۔

خواب میں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی زیارت:-

اور پھر رات کو جب میں سوئی تو میں نے خواب میں بی بی پاک حضرت فاطمہ زہراؑ کو دیکھا کہ ہمارے گھر میں قدم رنجہ فرمایا، اور آپ نے مجھ سے کہا کہ تم کلمہ پڑھو اور اسلام لاؤ میں نے آپ کا حکم جونہی سنا تو میں نے کلمۂ اسلام لبوں پر جاری کر دیا، میں نے شہادتین پڑھی، اور بہت خوش خوش اسلام کے دامن میں آگئی، پھر بی بی فاطمہ زہراؑ نے مجھ سے فرمایا، کہ تمہارے ملک ایران پر جو مسلمانوں کے حملہ پے در پے ہو رہے ہیں اس جنگ میں فتح مسلمانوں کی ہوگی، (ایران کو شکست ہوگی) اور تم یرغمال بنا کر (مثلِ مالِ غنیمت) گرفتار ہو کر میرے لعل حسینؑ کے پاس پہنچو گی، درآنحالیکہ کسی غیر

مرد نے تم کو ہاتھ نہ لگایا ہوگا جیسے جیسے بی بی فاطمہؑ نے پیش گوئی فرمائی تھی بالکل ویسا ویسا ہی ہوا، ایران کو شکست ہوگئی، مسلمانوں کو ایران پر فتح حاصل ہوگئی، ہم کو قیدی بنا کر مالِ غنیمت کے ساتھ مدینے روانہ کر دیا گیا۔

حضرت شہر بانوؑ مدینہ میں :-

جب ملکِ ایران شکست کھا گیا اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہوگئی تو جملہ ساز و سامانِ کو مالِ غنیمت کے ساتھ مع تینوں دخترانِ شاہِ ایران (یزدگرد) مدینے میں لایا گیا، تو ان دونوں شہزادیوں کے مقابل کا کوئی حُسن والا نہ تھا جب کوچہ مدینہ میں ان شہزادیوں کو گھمایا پھرایا گیا تو تمام مرد و عورتیں مدینے کے گلی کوچوں میں جمع ہو گئے مستوراتِ مدینہ نے اس قدر خوبصورت و بہترین قدّ و قامت والی مستورات نہیں دیکھی تھیں، اُن کو دیکھ کر تعجب ہوا کہ کس قدر حُسن بھرا ہوا ہے اس بارے میں امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں۔

اور جس وقت کہ ایران کی تینوں شہزادیوں کو خلیفہ وقت کے پاس لایا گیا تو تمام مستوراتِ مدینہ ان کو دیکھ کر مہربان ہو گئیں اور جب یہ شہزادیاں مسجد میں داخل ہوئیں تو اتنی نورانیت تھی اور عظمت و جاہ و جلال تھا کہ ان کے جمال نے اہلِ مسجد کو خیرہ کر دیا۔ اور جونہی یہ دخترانِ شاہِ ایران مسجد میں خلیفہ وقت کے سامنے پیش کی گئیں تو شاہی فرمان خلیفہ کا جاری ہوا کہ ان کنیزوں کو فروخت کر دیا جائے اور جو رقم بھی حاصل ہو اُس کو شاہی خزانہ میں جمع کر دیا جائے کیونکہ نادار، اپاہج، مفلوج حضرات جو اپنے پیروں پر چل کر حج نہیں کر سکتے اُن کو دوش پر سوار کر کے حج کرایا جائے۔

اور خلیفہ وقت نے یہ کارکردگی عرب کی فضیلت عجم پر قائم کرنے کے لئے دکھانا چاہی تاکہ عربوں کو ایرانیوں پر سبقت حاصل رہے۔ اب چونکہ مولا علیؑ کا کام ہی یہ تھا کہ جب خلیفہ وقت کوئی غلط اقدام کرے تو آپ (مولا علیؑ) حکومت کی راہنمائی

فرمائیں۔اس لئے آپ نے دختران کے فروخت کرنے کا حکم ختم کر دیا۔اور آپ نے فرمایا کہ میں نے جنابِ رسولؐ خدا سے سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ، ہر قوم کے بزرگ اور سر برآوردہ لوگوں کا احترام کرو چاہے وہ تمہارے دشمن ہی ہوں۔

یہ شہزادیاں اور گرفتار شدہ مرد سب کے سب دانشمند اور قابلِ احترام ہیں، اور انھوں نے سرِ تسلیم خم کر لیا ہے کلمہ پڑھ کر مسلمان بھی ہو گئے ہیں۔اس لئے میں علی ابن ابی طالبؑ اپنا حق اور بنی ہاشم کا حق (ایرانیوں سے) معاف کرتا ہوں یہ کلماتِ مولا علیؑ سنتے ہی تمام مہاجر و انصار نے بھی ایثار و جواں مردی سے کام لیا۔اور کہا کہ اے رسولؐ خدا کے بھائی، ہم نے بھی اپنے حق کو چھوڑ دیا۔

اب علیؑ بن ابی طالبؑ مولا فرماتے ہیں کہ اے خدا تو گواہ رہنا کہ اِن مہاجر و انصار نے بھی اپنے حق ہم کو بخش دیئے اور ہم نے قبول فرمایا اب میں تمام قیدیوں کو آزاد کرتا ہوں، یہ سن کر خلیفۂ وقت نے کہا کہ علیؑ نے پیش دستی کی اور عرب و عجم کو برابر رکھا۔اور مولا علیؑ کی تجویز کو کچھ لوگوں نے دوسرے طریقے پر مانا ہے اور کہا ہے کہ خلیفۂ وقت نے ایرانی کنیزوں اور غلاموں کو فروخت کرنے کا حکم دیا تو فوراً مولا علیؑ آڑے آ گئے اور تجویز کو رد کر دیا۔فرمایا۔

بادشاہوں کے بیٹے اور بیٹیاں ہرگز ہرگز فروخت نہ کیے جائیں خواہ کافر ہوں، بلکہ اُن قیدی دختران کو یہ اختیار دیا جائے کہ راضی خوشی کسی بھی مسلمان سے اپنی شادی کر لیں، اور حق مہر (زرِمہر) کی رقم سرکاری خزانے ''بیت المال'' سے ادا کی جائے ان کو فروخت کر کے بے عزت نہ کیا جائے۔

حاکم کے مقابلے میں حضرت شہر بانو کا آنا:۔

جس وقت شاہِ ایران کی دختران کی تزویج کا مسئلہ پیش آیا تو خلیفۂ وقت کی نظر اُس

ایران کی شہزادی کی طرف گئی جو ایک گوشے میں کھڑی تھی، اور اُن کے قد و قامت اور عز و وقار کو دیکھا تو ایک گونہ طبیعت خوش ہوئی، جب بی بی شہر بانو نے دیکھا کہ نظریں عمر کی میری طرف پڑ رہی ہیں اور مجھے خوب غور سے دیکھا جا رہا ہے تو آپ نے اپنے جسم کو چھپایا پردہ کیا اور کہا۔ یہ میری بدبختی ہے کہ میں قید ہو کر یہاں لائی گئی ہوں چونکہ ایسا ہونا بھی لازمی تھا کہ میرے دادا خسرو پرویز نے تختِ شاہی کے زعم میں آ کر، جنابِ رسولؐ خدا کے دعوت نامۂ اسلام کو غصّے میں آ کر پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا تو میں اُسی کی پاداش میں قیدی بن کر آئی ہوں۔ عمر کو چونکہ فارسی زبان نہیں آتی تھی تو انھوں نے یہ سمجھا کہ یہ قیدی دخترِ شہر بانو اُن کو گالیاں دے رہی ہے برا بھلا کہہ رہی ہے فوراً غصّے میں آ کر تازیانہ مارنے کے لئے اٹھایا اور کہا کہ یہ زنِ مجوسیہ مجھے گالیاں دے رہی ہے ابھی اسے مزہ چکھاتا ہوں۔

حضرت علیؑ نے شہر بانو کی مدد کی:-

حضرت امیر المومنین امام المتقین مولائے کائنات حضرت علی ابن ابی طالبؑ نے حضرت شہر بانو کی جان چھڑوائی اور کہا کہ اے عمر تم آرام سے بیٹھو اور ناراض نہ ہو نہ تازیانہ اُٹھاؤ کیونکہ تم ایرانی زبان نہیں جانتے ہو اور ہم ہر زبان کے مالک ہیں اس شہزادیٔ ایران کو مارنے کے لئے تازیانہ نہ نکالو۔ کیونکہ یہ شہزادی تو اپنے دادا کو برا بھلا کہہ رہی ہے کہ نہ میرا دادا جنابِ ختمیؐ مرتبت کے دعوت نامۂ اسلام کو ٹکڑے ٹکڑے کرتا نہ ہمارا ملک ٹکڑے ٹکڑے ہوتا نہ ہم یوں قیدی بنتے پھر اس مقام پر حضرت عمر نے کہا دوبارہ کہا۔ "لَوْ لَا عَلِیٌّ لَھَلَکَ عُمَرُ"

ترجمہ: اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا، پھر حضرت عمر نے اپنا رخ حضرت شہر بانو بی بی کی طرف کیا اور کہا، کہ تم مجھے برا کہہ رہی ہو، حالانکہ میں تمہاری تزویج

کرنے والا ہوں۔ مجھے تمہارا رشتہ کسی مسلمان سے کرنا ہے۔

جنابِ امیر المومنین مولا علیؑ نے اس خیال سے کہ ایرانی شہزادی کی کوئی توہین نہ ہو فوراً فرمایا کہ یہ شہزادی کوئی معمولی عورت نہیں ہے کہ جس کی تزویج کسی معمولی انسان سے کر دی جائے بلکہ میں سب سے بہتر انسان کی تزویج ان سے کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت علیؑ کا رشتہ طلب کرنا:۔

اب مولائے کائنات حضرت علیؑ نے حضرت شہر بانو بی بی کی طرف اپنا رُخ کیا اور فرمایا۔

اے شہر بانو، کیا تم نے مجھے اپنا وکیل کیا کہ میں تمہارا عقد کسی بہترین مسلمان سے کردوں، حضرت شہر بانو نے یہ بات سنی اور کچھ سکوت اختیار کیا۔ امیر المومنین مولا علیؑ نے فرمایا کہ شہر بانو نے مجھے اجازت دے دی۔

عمر نے کہا کہ آپ نے مرضی کیسے دریافت کر لی حالانکہ (منھ سے) بی بی شہر بانو نے اقرار نہیں کیا ہے پھر آپ کس طرح سے اُن کا نکاح کرانا چاہتے ہیں تب جنابِ امیر المومنین مولا علیؑ نے فرمایا کہ میں نے جنابِ رسولؐ خدا سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی اعلےٰ خاندان کی شہزادی ولی کی سرپرستی میں آجائے اور اس کی تزویج کرنی پڑے اور اُس سے اجازت لیں اگر وہ خاموشی اختیار کر لے تو اُس کی رضامندی مان لی جائے اور اگر کوئی باکرہ کسی شخص سے شادی کرنے پر راضی نہ ہو تو اُس پر جبر نہ کیا جائے اور اُس کی شادی نہ کی جائے تو اب میں نے شہر بانو کی مرضی لینے کیلئے کہا تو انھوں نے بہ سبب حیا کے خاموشی اختیار کر لی اُس لئے مجھے اُن کی مرضی معلوم ہوگئی کہ وہ حسینؑ بن علیؑ کے ساتھ رشتے کیلئے آمادہ ہیں۔

انتخابِ امام حسین علیہ السّلام :-

حضرت شہر بانو بی بی ایران کی شہزادی۔ جن کے ساتھ مدتوں پہلے امام حسینؑ سے تزویج کا معاملہ درپیش تھا کیونکہ خواب میں بھی شادی ہو چکی تھی اس لئے بی بی شہر بانو نے امام حسینؑ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا۔

کہ اگر مجھے شادی کرنی ہے تو وہ ذات صرف حسینؑ بن علیؑ کی ہے اور اس بارے میں مَیں علی ابن ابی طالبؑ کو اپنا وکیل مقرر کرتی ہوں اب کیا تھا یہ سنتے ہی مولا علیؑ نے حضرت حذیفہ سے فرمایا کہ تم خطبۂ ازدواج شہر بانو اور امام حسینؑ پڑھو۔

رشتہ پسند کرنا:-

یہ رشتہ شہر بانو امام حسینؑ ایسے زمانے میں واقع ہوا جبکہ مردمانِ مدینہ کنیزوں سے شادی کرنا بُرا سمجھتے تھے اور ان کنیزوں کی اولاد کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے لیکن امام حسینؑ نے یہ شادی کی تو یہ منحوس رسم ختم ہوگئی اور کنیزوں سے اُن کو آزاد کر کے نکاح کرنا اچھا سمجھا جانے لگا۔ بالخصوص ایران کی ان تینوں شہزادیوں (۱) شہر بانو (۲) کیہان بانو (۳) مروارید، اِن تینوں کے بیٹے پیدا ہوئے جو مشہورِ زمانہ ہوئے۔ (مثلاً)

۱۔ حضرت شہر بانو سے امام زین العابدینؑ، سیّد الساجدینؑ، مُتَوَلِّد ہوئے۔

۲۔ کیہان بانو سے قاسم بن محمد ابن ابی بکر ہوئے۔

۳۔ مروارید سے سالم بن عبداللہ بن عمر پیدا ہوئے۔

جالب کا بیان ہے جو قبیلۂ قریش سے تعلق رکھتے تھے اور اُن کی والدۂ گرامی کنیز تھیں، نقل کرتے ہیں کہ میں اور دیگر شخص سعید بن مسیّب کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے! چنانچہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ انھوں نے پوچھا کہ تمہاری والدہ کون ہے؟ اُس مرد نے

جواب دیا کہ میری والدہ کنیز ہے۔

سعید بن میسیّب نے یہ سنتے ہی اپنا رخ اس کی طرف سے موڑ لیا (گویا یہ بات کنیزی کی بری لگی) اور انھوں نے اُس کی عزت کو گھٹایا اب ایسا موقع آیا کہ ایک روز سالم بن عبداللہ عمر، جو کہ قریش کی دانشمند و تیز دماغ والی ہستی تھی اُن کی ماں بھی کنیز تھی، سعید بھی آ گئے اب باہمی گفتگو شروع ہوئی اور بات چیت ہوتی رہی جب واپس گھر جانے کا وقت آیا اور خدا حافظ کہنے کی نوبت آئی تو انھوں نے اپنا رُخ سعید کی طرف کر کے کہا عمر! یہ کون مرد تھا۔

سعید کو یہ سنتے ہی بہت غصّہ آیا اور کہا کہ سبحان اللہ آپ ان شخص سے واقف نہیں ہیں۔ یہ سالم بن عبداللہ، یہ سن کر فوراً مرد نے پوچھا، ان کی ماں کون ہے؟

سعید نے کہا ان کی والدہ کنیز ہے۔

دوسرے روز قاسم بن محمد بن ابو بکر آئے کہ جن کی ماں کنیز تھی انھوں نے سعید بن مسیّب سے بحث شروع کر دی وہ بار بار کنیز کی اولاد بے وقعت ہوتی ہے یہی جملے دہرا رہا تھا بحث طولانی ہو گئی۔ اچانک امام زین العابدینؑ تشریف لے آئے۔ اب سعید نے امام کا بہت زیادہ احترام و اکرام کیا پھر امام تشریف لے گئے تو اُس شخص نے سعید کی طرف منھ کر کے کہا کہ یہ بتایئے کہ یہ صاحب کون تھے جن کی آپ نے تعظیم کی تھی۔

سعید کو یہ سن کر غصّہ آیا اور جواباً کہا کہ یہ وہ ذاتِ والا صفات ہے کہ ہر مسلمان اِن کو جانتا ہے اور یہ علی بن الحسینؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔

اُس مرد نے فوراً پوچھا کہ ان کی والدہ صاحبہ کون ہیں؟ تو جواب ملا کہ ان کی والدہ کنیز ہیں۔ یہ سنتے ہی برجستہ جواب ملا کہ ''عمو'' جب میں نے آپ سے کہا تھا کہ میری ماں کنیز ہے اور میرے اَعِزّہ واقربا کوئی نہیں ہے تو آپ نے یہ سنتے ہی مجھے نظرِ حقارت

سے دیکھا (توہین کی)

سعید یہ بات سنتے ہی فکر و تردو میں پڑ گئے اور اُس دن سے اُس مرد کا اور ہمارا احترام کرنا شروع کر دیا۔

حقیقت میں کچھ جاہلانہ رسمیں برسوں پہلے سے چل رہی تھیں کہ کنیز کی اولاد کی لوگ عزت نہیں کرتے تھے اور تقریباً کافی علاقہ دور و دراز میں یہ جاہلیت والی باتیں چل رہی تھیں گویا یہ عالمی رواج تھا حالاں کہ اگر کسی شخص کی ماں، روسی، رومی یا ایرانی یا دیگر قوم سے ہوتی تو کیا نقصان والی بات تھی۔ اس بارے میں شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

لا تشمتن امرأفی ان تکون لهٔ　　اُمّ من الروم او سوداء عجماء

فانها امهات القوم او عیة　　مستودعات وَلِا لَا حَسَابِ آباء

کہا گیا ہے کہ اگر کسی کی والدہ روسی، رومی، ایرانی، غیر قوم کی ہو تو اُسے بے عزت نہ جانو، بلکہ تعظیم و تکریم کرو۔ اور ماؤں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ تو ایک برتن ہیں جس میں امانت محفوظ رہتی ہے۔ شرافتِ نسب تو باپ سے تعلق رکھتی ہے۔ اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ (اعمالِ نیک) کے ذریعے کوئی انسان بلند درجے پر پہنچتا ہے، انسان کی شرافت کرامت اور عظمت بلند درجے پر پہنچتی ہیں۔ اگرچہ کسی کی ماں، کالے رنگ کی ہو، یعنی غیر عرب ہو، اور اعمال و افعال اچھے ہیں تو وہ بلند درجہ شمار ہوگی اور اگر کسی کی ماں، قریشی ہو، سفید رنگ کی گوری خوبصورت ہو، اگر اعمال خراب ہیں تو وہ پست و حقیر شمار ہوگی۔ کیونکہ اسلام نے "اعمال انسانی" پر زور دیا ہے کہ اعمال اچھے ہوں جیسا کہ فرمایا گیا ہے۔ اس لئے معاشرے میں جو غیر اسلامی رسمیں چل رہی تھیں اسلام نے اُن تمام غیر ضروری باتوں کو ختم کر دیا جیسے کہ معاشرے میں کنیز زادے کی عزت نہیں کی جاتی تھی لیکن حضرت رسولؐ خدا نے اس رسم کا خاتمہ کیا کہ دنیا اُن کی عظمت کا سکّہ

ماننے لگی اور جاہلیت کے رسم ورواج ختم ہو گئے، یہ سب کارہائے نمایاں اسلام اور اہلِ بیتؑ رسولؐ کے نیک کاموں کی وجہ سے ہوئے۔

امام حسینؑ کا نکاح حضرت شہر بانوؑ سے:-

امام حسینؑ چونکہ مرکز ومنبعِ غیرت اور ہمت والے تھے۔اور زندگی کے بیشتر اوقات آپ نے اپنے جدنانا،رسولؐ خدا کے نقش قدم پر چل کر گزارے،اور اپنے طور طریقوں کو کم استعمال کیا زیادہ تر اپنے نانا کے اصولوں پر چلے اس لئے انھوں نے دیگر خلفا یا آئمہؑ کی طرح زیادہ شادیاں بھی نہیں کیں اور نہ زیادہ اولادیں پیدا کیں۔ کیونکہ عرب میں تو زیادہ شادیاں کرنے اور بچے زیادہ پیدا کرنے کا عام رواج تھا۔

آپ کی جتنی بھی اولاد پیدا ہوئی اکثر کو رضائے الٰہی کی خاطر اللہ کی راہ میں قربان کر دیا اور یہ بات تو اصول کی ہے کہ عورت جب کسی کو خوبرو نوجوان، مال و دولت عزت والا دیکھتی ہے تو شادی کیلئے تیار ہو جاتی ہے۔لہٰذا یہ تمام خوبیاں امام حسینؑ میں بدرجۂ اتم پائی جاتی تھیں کیونکہ آپ کا خاندان اعلےٰ تھا۔آپ خاندانِ بنی ہاشم کے جیتے جاگتے بلند درجہ انسان تھے۔شجرۂ نسب ساری دنیا سے اعلےٰ وارفع تھا۔علم و دانش، زہدتقویٰ کرم وسخاوت،غرض ہر ہر خوبی کے مالک تھے۔اور پھر سونے پر سہاگہ یہ کہ آپ کے جدنانا محمد مصطفٰیؐ اللہ کے رسولؐ تھے۔اور چونکہ عرب کی عورتیں رسولؐ خدا کے نام پر فدا تھیں اور چاہتی تھیں کہ ہمیں اس گھر میں آنے کا کوئی موقع ملے لہٰذا امام حسینؑ کو دیکھتے ہی فریفتہ ہو جاتی تھیں۔اور چاہتی تھیں کہ ہم امام حسینؑ کے زیرِ سایہ رہیں۔ ان کے ساتھ زندگی گزاریں۔کوئی بھی عورت جو اپنا رشتہ کرنا چاہتی ہے تو سب سے پہلے عظمت وبزرگی کا خیال کرتی ہے کہ معاشرے میں کتنی عزت ہے، دوسرے درجے پر عورت اپنے منگیتر کا جمال وخوبصورتی دیکھتی ہے۔تیسرے درجے پر مال ودولت کی

طرف دیکھتی ہے کہ آرام سے زندگی گزرے فاقوں کی نوبت نہ آئے اور جب یہ تینوں خوبیاں کسی مرد میں جمع ہوتی ہیں تو عورت ''سَو جان سے'' یہ رشتہ منظور کر لیتی ہے بلکہ عاشق ہو جاتی ہے اور چونکہ یہ تمام صفات امام حسینؑ کی ذات میں بیک وقت جمع تھیں اور آپ کامل ترین مراتب و مقام اور مال و جمال والے تھے۔ اس لئے بے شمار عورتیں آپ سے والہانہ عشق کرتی تھیں۔ اب ہمیں ان کی بیویوں کی تفصیل دینا ہے۔

سب سے پہلی بیوی امام حسینؑ کی، جنابِ شہر بانو ایران کی شہزادی ہیں (ملکہ ساسانی) یزدگرد کی بیٹی ہیں۔

امام حسینؑ اور ان کی بیویاں:-

مورخین نے لکھا ہے کہ امام حسینؑ نے پانچ شادیاں کیں۔ امام حسینؑ کا پہلا نکاح حضرت شہر بانوؑ بی بی ایرانی شہزادی سے ہوا جو ساسانی خاندان سے عجمی (ایرانی نژاد) تھیں اور یہ نکاح سالہائے ۲۶ ر ہجری، تا، ۳۵ ر ہجری رہا۔

دوسری بیوی امام حسینؑ کی جنابِ رباب بنت امراؤالقیس مادرِ سکینہ بی بیؑ ہیں۔ یہ بی بی بہترین صفاتِ کاملہ و فاضلہ کی حامل تھیں ان کی تربیت پاک و پاکیزہ ماحول میں ہوئی تھی اور بہت تہذیب یافتہ تھیں فصاحت و بلاغت میں یکتا تھیں۔ بزرگ منش اور عشرۂ مبشرہ میں تھیں اور امام حسینؑ کو بھی جنابِ ربابؑ سے والہانہ محبت تھی اور آپ بی بی ربابؑ سے بے انتہا محبت فرماتے تھے بی بی ربابؑ کی کافی جائیداد تھی جیسا کہ امام حسینؑ بھی بڑے زمین دار تھے۔

تیسری زوجہ امام حسینؑ، بی بی اُمّ لیلیٰ، دختر، ابی مرہ بن مسعود ثقفی، مادرِ جنابِ شہزادۂ علی اکبرؑ تھیں یہ بی بی بڑی ہی پاکدامن، وقار و تمکنت، عفت و عصمت اور بہترین تربیت کی حامل تھیں۔ اس بارے میں کافی اختلاف ہے کہ کچھ لوگ کہتے ہیں

کربلا میں زندہ تھیں۔ امام حسینؑ کی چوتھی بیوی، حضرت اُمّ اسحاق دختر طلحہؒ بن عبداللہ تھیں۔ اِسی نام کی ایک بی بی امام حسنؑ کی زوجہ تھیں امام حسینؑ ان کے بیوہ ہوجانے کے بعد اِن کے بچوں سے اوران سے بہت شفقت سے پیش آتے تھے، یہ بی بی جنابِ اُمّ اسحاق، امام حسینؑ سے بے انتہا محبت کرتی تھیں۔

پانچویں بیوی امام حسینؑ کی، قضائیہ مادرِ جعفر بن حسین تھیں۔ کہ ان کا بچہ جعفر صغرِ سنی میں ہی امام حسینؑ کی زندگی میں انتقال کرگیا تھا۔ یہ قضائیہ بھی امام حسینؑ کی دیگر بیویوں کی طرح بلند درجات کی مالک تھیں اور نہایت ہی شوہر پرست تھیں۔

شہر بانوؑ امام حسینؑ کی بڑی مددگار بیوی تھیں :-

ان تمام بیویوں میں امام حسینؑ، حضرت شہر بانوؑ سے بہت والہانہ محبت کرتے تھے بلکہ فوقیت دیتے تھے اس لئے کہ جب بھی امام حسینؑ پر مشکلات آتی تھیں تو بی بی شہر بانوؑ بے تابی سے آپ کی دل جوئی کرکے اُس غم کو ختم کردیتی تھیں۔

البتہ تاریخ نے کچھ اور باتیں بھی لکھی ہیں جیسے امام حسینؑ کی زندگی، بیویوں کے ساتھ کیسی گزری ہے اور آگے چل کر یزید اُور اُرینب کا رشتہ مانگنا وغیرہ کی داستان بھی لکھی ہے۔ اور بھی تاریخ میں بہت سی باتیں لکھی گئی ہیں جیسے امام حسینؑ حضرت شہر بانو بی بی کو غزالہ کہہ کر پکارتے تھے۔

حضرت شہر بانوؑ کی تربیت:

بی بی شہر بانو نے عالی ترین گھوارے میں پرورش پائی تھی اعلےٰ دودھ پیا تھا چونکہ آپ کی پرورش بہت اعلےٰ وافضل طریقے پر ہوئی تھی اس لئے آپ بھی اچھی اولاد پیدا کرنے کا سبب تھیں، حالانکہ ایرانی عوام کی پرورش سادہ طور پر معمولی طور پر ہوتی تھی

مگر بی بی شہر بانوؑ نے اپنی آنکھ کھولی تو اپنا خاندان بہت اعلےٰ وافضل پایا اور افلاطون نے بھی اُس عالیٰ خاندان کی پرورش کی تعریف کی ہے۔اب چونکہ بی بی شہر بانو ایرانی تھیں طور طریقے رسم و رواج عجمی تھے ،شہزادے اور شہزادیاں، ایرانی طرز پر عیش و عشرت میں زندگی بسر کر رہے تھے۔اب جب کہ ایران کو مسلمانوں نے فتح کرلیا تو مسلمانوں اور اسلام کے رسم و رواج الگ تھے جن سے یہ ایرانی حضرات واقف نہ تھے اہلِ بیتؑ کی زندگی اور ان کی زندگی میں زمین وآسمان کا فرق تھا،اب جنابِ سلمانِ فارسی کی یہ ڈیوٹی مقرر ہوئی کہ آپ اسلامی آداب وقوانین ان عجمی شہزادوں اور شہزادیوں کوسکھائیں کیونکہ جنابِ سلمان اہلِ بیتؑ میں شمار ہوگئے تھے اور ان کے علاوہ کوئی فارسی داں نہ تھا جو اُن کی فارسی زبان میں صحیح طور پر سمجھا سکیں،لہٰذا جنابِ سلمان فارسی نے یہ ذمہ داری خود لے لی اور اسلام سکھایا۔

بزرگ استاد:۔

اب چونکہ ان ایرانی شہزادیوں کی اسلامی تربیت کا سوال تھا تو عرب حضرات تو فارسی زبان سے ناواقف تھے تو جنابِ سلمانؑ فارسی کو یہ کام سونپا گیا کہ بالخصوص بی بی شہر بانوؑ کو اسلامی اطوار سے روشناس کرائیں اور اہلِ بیتؑ کی عظمت سمجھائیں کہ جنابِ محمد مصطفےٰؐ کے بعد خلیفہ بننا اور جانشینی اختیار کرنا ان ہی کا حق تھا اور بنی ہاشم کی عظمت کو سمجھائیں ،تا کہ اسلامی قوانین کو بخوبی سمجھ سکیں، جنابِ سلمان فارسی صحابی نبیؐ نے تمام رجالِ صدر (اسلام کے رکن) کا مرتبہ وعظمت بی بی شہر بانوؑ کو بتلایا تا کہ آپس میں اہلِ بیت اور عجمی گھل مل جائیں اور یہ کوشش جنابِ سلمان فارسی ہی کی تھی کہ ایرانی حضرات کو اہلِ بیت سے والہانہ محبت ہوگئی کہ آج چودہ صدیاں گزرنے کے باوجود بھی اپنی پوری آب وتاب سے اسلام کی روشنی چمک رہی ہے۔

امام حسینؑ اور شہر بانو کی بے پناہ محبت:-

حضرت علیؑ کے گھر کے ماحول نے اہلِ بیت کی عظمت ومحبت کو ایرانی شہزادی کے دل میں اس قدر پایہ دار کر کے بھر دیا تھا کہ ہر ہر سختی میں، بی بی شہر بانوؑ نے امام حسینؑ کا ساتھ دیا اور اُن کا غم بانٹ لیا اُدھر امام حسینؑ بھی شہزادی شہر بانو کی پیشانی میں دانش و معرفت کا نور دیکھ رہے تھے اور امام حسینؑ بھی اِن کو اپنی شریک حیات سمجھتے تھے اسی وجہ سے دل کا راز ان کو بتا دیتے تھے اور ہر کام میں مدد کے طالب رہتے تھے اور ہر ہر پریشانی وغم میں اپنے دل کی بات کہہ کر دل کی تسلّی و تشفی کر لیتے تھے جس سے سکون ملتا تھا۔

جس طرح سے ہم نے پہلے ذکر کیا ہے تمام مادرانِ آئمہ اطہار، طہارت ظاہری و باطنی رکھتی ہیں، کیونکہ یہ خاصانِ خدا سے ہوتی ہیں اور اپنے بچوں کی خاص عبادتِ خداوندی کی ذمہ دار ہوتی ہیں ان کا جسم۔ گوہر، بالکل گوہر کی طرح جسمانی کثافتوں سے پاک اور مُبرّہ ہوتا ہے تاکہ اولیاء اللہ ان کی طہارت وخاصگی خدا سے فیض حاصل کریں اور یہی وجہ ہے کہ ہم زیارت آئمہ میں پڑھتے ہیں۔

ترجمہ: اے فرزند رسولؐ آپ کے اوپر ہمارے ماں باپ اور ہماری جانیں فدا ہوں میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلب ہائے پاکیزہ اور ارحامِ مطہرہ نور تھے اور جہالت ونجاست کی گندگی سے آپ دور رہے اور کدورت ودشمنی کے اندھیرے سے آپ محفوظ رہے جب ہم زیارت میں یہ پڑھتے ہیں تو گواہی دیتے ہیں کہ آپ کا نور آپ کی پاک وپاکیزہ ماؤں کے پاک صلب اور پاک رحموں میں محفوظ رہا اور اُس نے ہدایت کی ہے اور بی بی حضرت شہر بانو بھی پاک وپاکیزہ ماؤں میں سے تھیں جن سے جنابِ سجاد جیسے فاضل وکامل انسان پیدا ہوئے جن پر عبادت کو ناز ہے۔

امام علیہ السّلام بھی اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

امام فرماتے ہیں (امام زین العابدینؑ) مَیں خدا کے پسندیدہ دو گروہوں کا فرزند ہوں رسولؐ خدا نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو گروہ پسندیدہ ہیں ایک گروہِ قریش ہے، دوسرا گروہ عجم ہے، کہ جس سے کسریٰ ایرانی حضرات مراد ہیں اور یہ دونوں خوبیاں امام سجادؑ میں ایک جگہ جمع ہیں کہ آپ باپ کی طرف سے قریشی و عربی ہیں اور والدہ کی طرف سے عجمی (ایرانی) ہیں اور اولادِ حسینؑ کو اولادِ حسنؑ پر فضلیت حاصل ہے کہ امام سجاد اپنی والدہ کی طرف سے ایرانی نسل ہیں کیونکہ بی بی جنابِ شہر بانو کریم الطرفین (نجیب الطرفین) کی والدہ ہیں اور شیراوی نے کچھ اشعار اس سلسلے میں کہے ہیں حضرت کی نسبت افتخار سے دی ہے۔

خیرة اللّٰہ من الخلق أبی   بعد جدّی و أنا ابن الخیرتین

فضّة قد صیغت من ذهب   فأنا الفضة ابن الذهبین

من له جدّ کجدّی فی الوری   أو کأبی و أنا ابن القمرین

فاطمة الزهراء أمی و أبی   قاصم الکفر ببدر و حنین

وله فی یوم أد و قعة   سَقَت الغل بعض العسکرین

اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ ہستی خلق میں میرے جدنانا محمد مصطفیٰؐ کے بعد میرے باپ علیؑ مرتضیٰ کی ہے۔ اور میں دونوں برگزیدہ ہستیوں کا مجموعہ (فرزند) ہوں سونے میں چاندی ملی ہوئی کی طرح میں اُس چاندی سے دوطرح کا ملا ہوا سونا ہوں۔ کسی کا نانا بھی میرے نانا سے بہتر و برتر نہیں ہے نہ میرے باپ کی طرح کوئی صاحبِ مرتبہ ہے اس لئے مجھے دو ماہِ تاباں کا بیٹا ہونے پر فخر ہے میری جدہ ماجدہ فاطمہ زہراؑ ہیں اور میرے جد نے بدر و اُحد، حنین میں کفر کو ختم کر دیا ہے۔

جنگ کے موقع پر جنگ اُحد میں پانی کی وجہ سے سپاہِ اسلام کو پانی سے سیراب کیا تھا۔

اب ہم جنابِ شہر بانو بی بی کے بلند درجات کو دیکھتے ہیں کہ بی بی تنہا ہی قابلِ افتخار امام سجادؑ نہیں ہیں بلکہ شاہانِ ایران بھی عظیم قوم ہے اُس کے علاوہ نو، امامؑ آپ کی نسل سے عالم وجود میں آئے ہیں جس کی طرف رسولؐ خدا نے بھی اشارہ کیا ہے۔

مہدی میری نسل سے ہے اور یزدگرد کی بھی نسل سے ہے اور یہی وجہ ہے کہ ''ابوالاسود دوئلی'' امام سجادؑ کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

وانّ غلاماً بین کسریٰ و ھاشم　　لاکرم من نیطت علیه التمائمُ

ھو النور نور اللّٰه موضوع سره　　ومنبع ینبوع الامامة عالم

فرزند (امام سجادؑ) کسریٰ اور ہاشم کی وجہ سے دنیا میں آیا ہے۔ دنیا کے تمام بزرگوں سے گرامی تر ہے بلند درجہ رکھتا ہے۔ یہ نور ہے، نورِ خدا، گنجینۂ قدرت، سرچشمۂ اصل امامت اور عالم دانا ہے۔

شاعر نے امام سجادؑ کی تعریف میں کہا ہے۔

واُمّه ذاتُ العُلی والمجدِ　　شاه زنان بنتِ یزدجرد

وھو ابن شھریار بنِ کسریٰ　　ذو سو دولیس یخافُ کسریٰ

ان کی والدۂ گرامی صاحبِ مقامِ بلند ہیں اور بزرگی کے مقام پر ہیں جو کہ دختر شہنشاہِ ایران یزدگرد ہیں کہ جو پسر شہریار فرزند کسریٰ ہیں۔ آپ سید و سردار ہیں اور عظیم تر ہیں۔

ایرانیوں کی محبت اہلِ بیتؑ کے ساتھ:-

ان تمام اوصاف کے ہوتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایرانی حضرات کی محبت اہلِ بیتؑ کے ساتھ۔ بہ سببِ عشق بی بی شہر بانو کے ہے جو آپ کو حضرت امام حسینؑ سے

تھا اور اسی محبت کے سبب بی بی کا عقد حضرت امام حسینؑ سے ہوا تھا۔ تاریخِ یعقوبی میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔ ایرانی حضرات ساسانی بادشاہ کے زمانے میں حقوقِ آسمانی کے قائل تھے اور نورِ آسمانی کو اللہ تعالیٰ کا وسیلہ سمجھتے تھے اور چونکہ ان کو اپنے عقیدے سے والہانہ محبت تھی اور خونِ حسینؑ کا بدلہ لینے کا جذبہ اسی وجہ سے پیدا ہوا شروع شروع میں ایرانی چونکہ عقیدۂ اسلام اور قوانین اسلام سے واقف نہیں تھے۔

بس جیسے ہی عجمیوں نے دینِ اسلام کی عدالت اور انصاف دیکھا تو بہت متاثر ہوئے اور اس پر اپنی جانیں نچھاور کرنے لگے اور یہ زمانہ حضرت امیرالمومنینؑ کا تھا جب آپ نے ایران میں دین اسلام پھیلایا۔

ماں کی عزت کرو:۔

بہت سی آیاتِ قرآنی میں روایات میں حدیثوں میں کہا گیا ہے کہ والدین کی عزت کرو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنے آپ کے حکم کے ماننے کو کہا ہے تو وہاں اپنے حکم میں فوراً ہی بعد والدین کی اطاعت کا حکم دیا ہے کہ اپنے والدین کی اطاعت کرو خدمت کرو اور آیۂ سورۂ نساء میں فرمایا ہے کہ۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی ہی صرف عبادت کرو، اس کے غیر کی ہرگز نہ کرو اور اُس کا کوئی شریک قرار نہ دو اور اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو۔ اور آئمہ اطہار کو اتنا بلند و پاکیزہ بنا کر بھیجا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے حامل ہیں اور اللہ کے اسمائے حُسنیٰ ہیں اور اگر نمونہ دیکھنا ہو تو یوں تو تمام آئمہ علیہ السّلام ہی اللہ تعالیٰ کی بہتر نشانیاں ہیں ان میں امام سجاد جو بزرگی و شرافت میں بالاتر ہیں اور اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں میں شامل ہیں اُن میں اپنی والدۂ ماجدہ کی جانب سے بہت سی خوبیاں آ گئی ہیں اور امام سجادؑ اپنی والدہ کا احترام اس درجہ کرتے تھے کہ ایک برتن میں سالن کھانا نہیں کھاتے تھے کہ

شاید جولقمہ والدہ کھانا چاہتی ہوں کبھی سجادؑ کھالیں یہ احترام تھا اور جب ماں (وہ بی بی جنہوں نے امام کی پرورش کی انھیں مثل ماں کے سمجھتے تھے) کے ساتھ کھانا کھانے کے بارے میں آپ سے پوچھا گیا تو فرمایا۔

میں اپنی اماں کے ساتھ ایک برتن میں غذا اس لئے ایک ساتھ نہیں کھاتا ہوں کہ کبھی غلطی سے وہ لقمہ میں اٹھالوں، جو میری ماں کھانا چاہتی ہوں اور ایسا ہو کہ اس غلطی کی وجہ سے میں عاق ہو جاؤں۔ یہ تمام بزرگیاں امام سجادؑ کی والدہ صاحبہ کی وجہ سے تھیں چونکہ آپ بلند عظمت شخصیت کی حامل تھیں ان کی فاضل و کامل عادتوں کی وجہ سے امام سجادؑ کی نظر میں عزت بڑھی۔

بی بی شہربانو کا مزار کہاں ہے:۔

آپ کے مرقدِ مبارک کے بارے میں کچھ اختلاف ہے اور ہم کو دو قول ملتے ہیں۔

علماء و مورخین میں مشہور ہے کہ حضرت شہربانو سے امام زین العابدینؑ پیدا ہوئے تو آپ زچگی کے دوران ہی انتقال فرما گئیں لہذا امام سجاد بچپن میں ہی سایہ مادر سے محروم ہو گئے جب مرض بڑھا تو امام حسینؑ نے بہت خدمت کی لیکن آپ بستر بیماری پر گر گئیں اور اپنے بچے کو پروان نہ چڑھانے کا غم کھانے لگا ایسی حالتِ کمزوری میں انتقال ہو گیا۔ "اناللّٰہ وانا الیہِ راجعون"

آپ کی ذاتِ والا صفات میں فضیلت پاکدامنی، حیا سخاوت غرض ہر اچھی صفت درجہ کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔ اور یہی باتیں ایک عورت کیلئے باعثِ افتخار ہیں ان بی بی کے انتقال پر سارا خاندانِ بنی ہاشم سوگ میں ڈوب گیا۔ اور دوسری روایت جو مشہور ہے اور کتاب تذکرۃ الخواتین میں لکھی ہوئی ہے یہ ہے کہ روزِ عاشورہ آپ حضرت شہربانو کربلا میں موجود تھیں اور امام حسینؑ نے آپ کو وصیت فرمائی تھی کہ میری شہادت کے

بعد میرا ذوالجناح خیمے میں آئے گا آپ اُس پر سوار ہو جانا اور وہ جہاں بھی حکم پروردگار سے لے جائے چلی جانا، چنانچہ حسبِ وصیت امام حسینؑ بی بی شہر بانو ذوالجناح پر سوار ہو کر جانے لگیں تو بی بی فاطمہ کبریٰ (بیٹی نے) جنابِ والدہ ماجدہ حضرت شہر بانو سے کہا (کہ جن کی شادی حضرت قاسم سے ہوئی تھی)

اماں مجھے آپ تنہا نہ چھوڑیئے بلکہ مجھے اپنے ساتھ لے چلیئے کہتے ہیں کہ دونوں ہی ایک ساتھ روانہ ہوگئیں۔

ذوالجناح اتنی تیزی سے ہوا میں اڑتا چلا جارہا تھا کہ ایسا لگتا تھا گویا زمین کی تہ لپٹتی جارہی ہے۔ یہاں تک کہ مُلکِ ''رے'' آ گیا اب بی بی شہر بانوؑ نے بیٹی سے فرمایا کہ یہ مقامِ ادب ہے یہاں پر مقدس ہستیاں اور تمہارے باپ سے محبت کرنے والے دفن ہیں اور یزدگرد کی نسل بھی اس کے آس پاس دفن ہیں اور موجودہ حضرات اپنی ڈیوٹیاں بخوبی انجام دے رہے ہیں اب مجھے امام کے حکم کی تعمیل اکیلے ہی کرنی ہے اس لئے میں ذوالجناح کے ساتھ جارہی ہوں اور حکم امام کی خلاف ورزی ہرگز ہرگز نہیں کروں گی چنانچہ ذوالجناح پر آپ بیٹھ کر روانہ ہوگئیں اور حوالی شہر ''رے'' تہران میں پہنچ کر موجودہ غار میں چلی گئیں اور غائب ہوگئیں اور یہ بھی روایت بیان کی گئی ہے کہ وہاں پر ایک عورت اودبار کی رہتی تھی اور وہ عمار یاسر کی نسل سے تھیں جن کا اسم گرامی، ''رابعہ'' تھا انھوں نے جیسے ہی سنا کہ دختر امام حسینؑ ملک ''رے'' میں آ گئی ہے وہ آ کر فاطمہ کی خدمت کرنے لگیں

مکان شہر بانو بقعۂ نور ہے:-

اب کوہستانِ شمال امین آباد، جو پہاڑی سلسلوں کے درمیان آباد ہے ایک حصّہ (ایران کا) اتنا زیادہ پرانا ہے کہ وہ بھی قدامت کیلئے مشہور ہے اور اس علاقے کو بقعۂ

بی بی شہر بانو کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ شہر رے کی آبادی سے بھی زیادہ پرانا علاقہ ہے تو یہ حقیقت ہوگی کوئی جھوٹ نہ ہوگا۔

اور یہ بقعہ بی بی شہر بانوؑ بہت متبرک سمجھا جاتا ہے جو دخترِ آخر بن شہر یار ساسانی کے نام سے مشہور ہے اور اس کو روضۂ زوجہ امام حسینؑ گردانتے ہوئے تمام محبانِ اہلِ بیتؑ اور شیعہ عظیم جگہ تصور کرتے ہیں اور ایرانی حضرات بھی اسے ایرانی بادشاہ یزدگرد ساسانی کی بیٹی کا روضہ تصور کرتے ہوئے بے حد عزت وتوقیر کرتے ہیں اور یہ روضہ تجلی روح، ایرانی حضرات کیلئے ہے اور سنتِ قدیمی وآدابِ وقواعد اسلامی کے اعتبار سے خوبی رکھتا ہے اور خدا کرے کہ آنے والے وقت میں اور بھی زیادہ خوبصورت بنا دیا جائے۔

اور یہ بقعۂ متبرکہ بی بی شہر بانوؑ جو چونے، گارے، سنگ اور گچ سے بنایا گیا ہے اس میں بہت سے طاق بنائے گئے جن سے ساسانی دور کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اور شاید چوتھی صدی ہجری میں بنایا گیا ہے۔

اور یہ مقام کافی بڑا کر لیا گیا ہے اور دور تک پہاڑی سلسلے کو ختم کر کے کافی جگہ فراہم کر لی گئی ہے یہ شہر رے کے باہر ہے۔اس عمارت کے بنانے میں کئی بادشاہوں نے حصہ لیا ہے معماری کا جنوبی شرقی کا گوشہ (کونہ) پتھر سے نقاشی کر کے بنایا گیا ہے اور حرم میں طول وطویل کمرے (بڑے بڑے ہال) بنائے گئے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کام ساسانی دور میں ہوا ہے اور حرم کی باہر کی چہار دیواری آلِ بویہ اور سلجوقیوں کی یاد دلاتی ہے اور پھر مختلف بادشاہوں نے اپنے اپنے طور پر مزار میں کام کرایا ہے۔اور قبر پر منبر، کتبہ، جو موجود ہے اس پر احایث نبویؐ اور بی بی شہر بانوؑ کا نام کنداں ہے یہ کام ۸۸۸ھ ہجری میں ہوا ہے اس کے بانی محمد بن صفر شاہ حدادقی ہوئے ہیں، اور بنانے والے حسین ومحمد فرزندانِ استاد حسن نجار لواسانی ہوئے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ زمانہ

طہماسپ صفوی، حرم کے شرقی جانب کہ جہاں داخل ہوتے ہیں (Main Gate) ہے اور قدیمی ہے یہ تعمیر کیا گیا ہے علاوہ نام شہر یار نر بور نامِ بانی در، محمد فرزند احمد راغ بیکا اور تعمیر کرنے والے (سازندہ) ہدایت اور فرزند نجار و تاریخ ۹۶۲ء لکھی ہوئی ہے۔

اور یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ دورانِ سلطنت قاچاریہ اس حرم کی تزئین و آرائش کی گئی ہے اور یہ وہ مقام ہے کہ جہاں ایران میں اسلام پھیلنے سے پہلے سے برسوں لوگ اس جگہ کو باعثِ تکریم سمجھتے ہیں یہاں پر ایک بہت پرانا کتبہ بھی لکھا ہوا ہے جو صندوق (قبر کے) کی طرف لگا ہوا ہے جس کو بہت معمولی طور پر لگایا گیا ہے صندوق کا طول و عرغ طول میں ایک میٹر اور ۸۷ سینٹی میٹر اور عرض میں (۹۷) اور ارتفاع (۹۸) سینٹی میٹر اور گوشہ جنوبی غربی میں دیوار کے بالکل سہارے ایک قبر ہے اور دیوارِ جنوبی حرم کو تقریباً بہ جانبِ پائیں (پائنتی کی طرف) تقریباً ۳۰ سینٹی میٹر کاٹا گیا ہے تاکہ صندوق کا حصّہ حرم کے اندر رہے اور بہ جانبِ اضلاع شمالی و شرقی صندوق کو گوشۂ حرم میں ہی رہنے دیں اور اس صندوق پر بہت عمدہ تزئین و آرائش کی گئی ہے کئی قسم کے کتبے بھی لگائے گئے ہیں جس میں آیاتِ قرآنی کے علاوہ اور بھی کئی مفید قسم کی باتیں درج ہیں۔ جس سے لوگ فیضیاب ہوتے ہیں۔

اور بلائے اضلاع شمالی و شرقی آیۃ الکرسی بسم اللہ الرحمٰن سے لے کر، تا ''وھو **العلی العظیم**'' پوری کی پوری لکھی گئی ہے۔

بی بی شہر بانو کا مزارِ مبارک:-

شمالی جانب، صندوق پر دو کتبے درج ہیں داہنی طرف والا کتبہ یہاں سے شروع ہوتا ہے۔

"قال النبیؐ ان کنت صالغاً لکنت نجارافی سنه ثمان و ثمانین و ثماه مائه"

جس سے پتہ چلتا ہے کہ صندوق نُربور سال (۸۸۸) ہجری میں یعنی ۲ سال بعد بنایا گیا جب کہ بقعہ سید اسمٰعیل بنایا گیا تھا تہران شہر میں اور ۷ سات سال پہلے بنایا گیا تھا حضرت امام زادہ یحییٰ تہران کے مزار سے پہلے بنایا گیا ہے بائیں طرف کا کتبہ ہے ضلع شمالی کا جس پر یہ عبارت لکھی ہے "هٰذا المقبره لام المومنین و خیرالخواتین ستی شهر بانو یه قدس الله سرها" اور ہر ضلع شرقی کی طرف ۲ کتبے لکھے ہوئے ہیں اور پائنتی کی جانب اضافہ کیا گیا ہے برائے اوقاف وامورِ خیریہ، شہرری، اور مخیّر حضرات نے اس کارِ خیر میں بڑا حصّہ لیا ہے اور سال ۱۴۰۴ میں ایک خوبصورت ضریح مقدس حضرت بی بی شہر بانو کی قبر پر لگادی گئی ہے۔

مقبرۂ شہر بانو یادگار ہے:-

اب ہم قولِ اوّل کے بارے میں کچھ روشنی ڈالیں گے کہ مرقدِ منور حضرت شہر بانو "رے" (تہران) میں ہے اور جہاں آپ دفن ہیں اس طرح یادگار ہیں اور مقبرے بنانے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اُن کی یاد ہمیشہ تازہ رہے اسی طور پر اگر ایران میں آپ کا روضہ بنالیا گیا ہے تو اُس کا مقصد بھی یہی ہے کہ ایران میں آپ کی یاد تازہ رہے تاکہ محبانِ اہلِ بیتؑ اور امام حسینؑ کے چاہنے والے اُس مقبرے پر عزاداری کرتے رہیں اور روح مقدس شاد ہو عوام بھی فیض اٹھائیں اس طرح جناب شہر بانو اور امام حسینؑ کی یاد قائم رہے۔

اس کی مثال ہندوستان کی لے لیں۔ جہاں پر کربلا امام بارگاہ اور مسجدیں بے شمار بنی ہوئی ہیں اور بڑی بڑی یادگار مزار بنے ہوئے ہیں جہاں پر ہزاروں لاکھوں عقیدت مند جاتے ہیں اور اُن مزارات سے مرادیں پاتے ہیں۔

زیارت نامہ حضرت شہر بانو:-

اَلسَّلامُ عَلَيْكِ أيَّتُهَا الطّاهرةُ الُمطَهَّرةُ اَلسّلام عَلَيكِ
أيَّتُهَا الرّاضِيَةُ المرضِيَّةُ اَلسَّلامُ عَلَيكِ يا والِدةُ الامَامِ
المَعصُومِ عَلِيَّ بنِ الُحسَينِ زَينِ العَابدينِ اَلسَّلامُ
عَلَيكِ يَا جَدَّةُ الَا ئِمَّةِ المعصُومِينَ عَلَيهِمُ السَّلامُ،
اَلسَّلامُ عَلَيكِ يَا حَلِيلَةُ ابنِ سَيَّدِ الانبيَاءِ مُحمَّدصَلَّى
اللّٰهُ عَلَيهِ وَآلِهِ۔ اَلسّلامُ عَلَيكِ يَا حَلِيلَةَ ابن سَيَّدِ
الاوصيَاءِ عَلي المُرتضىَ اَلسّلامُ عَليَكِ يا حَلِيلَةَ ابنِ
سَيّدة نِسَاءِ العَالَمينَ فَاطِمَةَ الزَّهرَاءِ سَلام اللّٰهِ عَلَيهَا
اَلسَّلامُ عَليكِ يا مَنِ اختارت نِعَمَ الاحلَة عَلَى العَاجِلَة
اَلسَّلامُ عَلَيكِ يامَن اَحَبَّت دارُالبَاقيةِ عَلَى القَاصِرةِ
الفَانِيَةِ اَلسَّلامُ عَلَيكِ يَا سَيّدَتَنَا وَمولاتنَااِنَّا
تَوجَّهنَاوَاستَشفَعنَا وَ تَوسَّلنَا بِكِ اِلَى اللّٰهِ وَ قدَّ منَاكِ
بَينَ يَدَى حَاجَاتِنَا يَا وَجِيهَةً عِندَاللّٰهِ اِشفَعِي لَنَا
عِندَاللّٰهِ فَانَّكِ مُستَجَابَةُالدَّ عوةِ وَمقبُولَةُ العَمَلِ
وَالطَّاعَةِ وَالصَّلَوة وَالسَّلامُ عَلَيكِ وَ عَلَى بَجلكَ
وَبَنِيكِ اِلى قِيَامِ السَّاعَةِ وَ رَحمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ۔

ترجمہ: آپ پر سلام ہو، اے پاکیزہ بانو، اور سلام ہو آپ پر اے خوشنود ہستی، اللہ تعالٰی آپ سے راضی ہے اور آپ پر سلام ہو اے اماموں کی معصوم ماں، علی بن الحسین

زین العابدین کی اور سلام ہو آپ کی مبارک ذات پر کہ آپ امام حسین کی زوجہ مبارکہ ہیں، یہ حسینؑ فرزندِ رسولِؐ کونین ہیں اور اے سرور اوصیاء کی ملکہ آپ پر درود و سلام ہوں علیؑ مرتضٰی کی بہو ہیں اور دنیا کی عورتوں کی سردار کے بیٹے کی ملکہ ہیں اور آپ پر سلام ہو کہ آپ نے آخرت کی نعمتوں کو دنیائے فانی کی نعمتوں پر ترجیح دیا، اور سلام ہو آپ پر کہ آپ نے جنّت کو پسند کیا اس فانی دنیا کے عوض اور آپ پر بے شمار درود اور سلام ہوں کہ آپ نے ہمارا اور اپنا رابطہ پروردگار سے کرلیا۔ ہم آپ سے شفاعت کے امیدوار ہیں اور اللہ کی بارگاہ میں آپ کو وسیلہ بناتے ہیں اور ہم اپنی حاجتیں خدا سے آپ کے وسیلے سے طلب کرتے ہیں اے خدا کی برگزیدہ ہستی اللہ تعالٰی سے ہماری شفاعت کریں کہ دعائیں آپ کے وسیلے سے قبول ہوتی ہیں اور آپ کے فرزند اور شوہر پر درود و سلام ہوں قیامت تک اور اللہ تعالٰی کی رحمتیں آپ پر نازل ہوتی رہیں۔

حضرت شہر بانو اور معرفتِ محمدؐ و آلِ محمدؐ:-

مولانا ظفر حسن امروہوی لکھتے ہیں:-

حضرت سیّدِ سجاد علیہ السّلام کی مادرِ گرامی حضرت شہر بانو بنتِ یزدجرد بادشاہِ ایران تھیں اور کمال درجۂ ایمان پر فائز تھیں جب سے امام حسین علیہ السّلام کے عقد میں آئیں شب و روز عبادت الٰہی میں مشغول رہتی تھیں اور فرمایا کرتی تھیں یہ میری خوش نصیبی ہے کہ ایسے گھر میں آئی جہاں رحمت ایزدی کا ہر وقت نزول ہے ایک دن کسی کنیز نے آپ سے کہا آپ بادشاہی محلات کی پرورش یافتہ ہیں اور یہاں آپ کے لئے کوئی سامانِ راحت نہیں ضرور آپ کو یہ زندگی گراں گزرتی ہوگی آپ نے اُسے ڈانٹ کر فرمایا خاموش ہو جا یہ بات تیرے کہنے کے لائق نہ تھی تو کیا جانے کہ میں کہاں آ گئی میں دوزخ میں تھی بہشت میں آئی کفر کی بستی میں تھی ایمان میں آئی، ناروالوں میں تھی

نور میں آئی عذاب والوں میں تھی رحمت میں آئی، آتش پرستوں سے نکل کر خدا پرستوں میں آئی وہ دولت کے خزانے میری نظر میں سے گر گئے وہ محلات کا عیش میری نگاہ میں ہیچ ہو گیا دنیا اور دنیا کے عیش کا کیا یہ چند روز کی بہار تھی مجھے فرزندِ رسولؑ کے صدقے میں دین کی دولت ملی جس کا شکریہ عمر بھر ادا نہیں کر سکتی۔ (محافل ومجالس، ۹۸)

❁ ❁ ❁

باب ہفتم

حضرت شہر بانو سلام اللہ علیہا علماء کی نظر میں

حضرت شہر بانوؑ

﴿مولانا آغا مہدی لکھنوی﴾

شہر بانوؑ کی شادی

جناب شہر بانو کا عجم کے اسیروں کی گرفتاری میں حضرت امام حسینؑ کی زوجیت میں آنا وہ بحث ہے جو اختلاف سے خالی نہیں۔ کتاب شہزادہ علی اصغرؑ میں اس اختلاف کو عرض کر چکا ہوں۔ کچھ اہلِ قلم خود حضرت علی بن ابی طالب کے زمانے خلافت میں ان کا آنا قرار دیتے ہیں۔ اس شبہ کو دور کرنے کے لئے کہ تقسیم مالِ غنیمت میں خلافت باطل کا ہاتھ نہ ہو۔ اگر شہر بانو عہد فاروق میں آئیں تو حضرت علیؑ کا اقتدار باقی جو کچھ ہوا ان کے اذن سے، شکایت آج کل کے نام نہاد اہلِ قلم سے ہے جو اپنے رویہ کے مطابق انتہائی لطف و محبت کو ثابت کرتا ہے۔ خان بہادر محمد سعید خاں ندوی کہتے ہیں۔

شہر بانو نے امام حسینؑ کا انتخاب کیا اور ان کی شادی بڑے تزک و احتشام سے کی گئی۔ خود خلیفۃ المسلمین حضرت عمر دولھا کے گھوڑے کے ساتھ پیادہ پا شہر میں پھرے ان دونوں واقعات سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ حضرت علیؑ کے تعلقات خلیفہ وقت سے نہایت شگفتہ تھے (خلافت راشدہ صفحہ ۱۳۱ طبع کراچی)

سیرت نگاری کا یہی اگر معیار ہے تو شاید فاضل مصنف کو اپنے دورانِ تخیّل میں

لکھنؤ کی شادیاں پیش نگاہ تھیں۔ ان کو اپنے الفاظ کا جائزہ لینا چاہئے تھا۔ فرزند علیؑ و فاطمہؑ کی شادی تزک و احتشام کے ساتھ اور نوشاہ کے گھوڑے کے ساتھ خلیفۃ المسلمین یہ وہی بچہ ہے جس نے اثنائے خطبہ میں آپ کو ٹوک دیا تھا اور آپ شرمندہ ہو کر رہ گئے تھے۔ حضرت عمر کے اس طرح شریک ہونے کا تاریخ میں ذکر نہیں۔ ہمیں کوئی کاوش اس مسئلہ میں نہیں ہے کہ امام حسینؑ کی شادی خانہ آبادی عہد حضرت عمر میں ہوئی۔ گفتگو الزامی ہے۔ اس عہد میں شادی کی سرگزشت میں یہ موجود ہے کہ حضرت عمر نے جب شہر بانو کو کنیز کی طرح تصور کیا تو ان کے اس تصوّر کے بعد وہ کسی دوسرے مسلمان کے سپرد بھی کی جاسکتی تھیں اور بحیثیت خلیفہ اختیار حاصل تھا۔ اس وقت شہر بانوؑ نے اپنے خاندانِ شاہی سے ہونے کی عبرت کے اظہار میں تاجور کا نام زبان پر لائیں۔ حضرت عمر سمجھے کہ وہ ان کو برا بھلا کہہ رہی ہیں یہ ان کی علمی تہی دستی اور پڑوسی ملک یا مفتوحہ علاقہ کی زبان نہ سمجھنے کا وہ داغ ہے دامن پر جو چھوٹ نہیں سکتا اور ان کے منصب اعلیٰ پر ضرب واقع ہوتی ہے۔ ایک طرف تو ان کے سیرت نگار پوری ذمہ داری کے ساتھ لکھتے ہیں کہ جب حضرت عمر کی موت ہوئی تو ان کے قتل پر قوم جن نے نوحہ پڑھا (حلیۃ الاولیار ابو نعیم) اس دعویٰ کا پس منظر یہ تھا کہ وہ جن وانس پر حاکم تھے۔ جس کی امارت اس قدر وسیع ہو وہ اک اسیر کی زبان نہ سمجھے قابل افسوس ہے یہ لاعلمی۔

شہر بانو کے عہد فاروق میں آنے کو تسلیم کرنے والے ان منصوبوں پر نظر نہیں کرتے اور زیادہ دکھ اس بات کا ہے کہ ان کو خود حضرت عمر کا رویہ تسلیم نہیں حضرت عمر سختی سے اس عمل میں نمایاں تھے کہ میّت پر نوحہ میں عذاب ہوتا ہے لہٰذا وہ عورتوں کو برابر روکتے تھے کہ وہ مرنے والوں پر آنسو نہ بہائیں ایک طرف گریہ کو بدعت کہنا اور دوسری طرف اپنے معاملہ میں اس کو جہل سمجھنا دھاندلی نہیں تو کیا ہے۔

سیرت نگاری کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ وہ اس اعلان میں کہ ان پر قوم جن نے نوحہ پڑھا تھا صحاح ستہ سے بے خبر ہونے کا ثبوت بھی دیتے ہیں اور ان کے اس حکم امتناعی کے جواب میں جناب اُمّ المومنین عائشہ نے کیا اچھا استدلال کیا تھا۔ جواباً وہ فرماتی ہیں کہ ایک شخص مرجاتا ہے دوسرے اس پر روتے ہیں "ان رونے والوں کے فعل سے اس کو معذب کرنا خلاف کتاب خدا ہے۔ اللہ کہتا ہے **"لاتزروازرۃ و زرااُخری"** ایک کا بوجھ دوسرے پر نہیں ڈالا جاسکتا لہٰذا حدیث رسول کا ارشاد نہیں ہے اور ناقل پر اللہ رحم کرے (صحیح بخاری جلد اوّل صفحہ ۱۲۲، طبع مصر)

ہم اپنے موضوعِ بحث سے فروعی شبہات کے جواب میں دور ہو گئے ناظرین معاف کریں ہم تو سوانح شہزادہ علی اصغر ۳۴ طبع دوم میں یہ شادی عہد علوی میں قرار دے چکے ہیں۔ گریہ کا بدعت ہونا بھی صاف ہو گیا جو موضوع سخن کا روح رواں ہے۔ مگر یاد رکھئے کہ امام حسینؑ کی برات میں ان کی دلچسپی اور دولھا کے گھوڑے کے ساتھ حضرت عمر کا چلنا افسانہ ہے اور دلچسپی جلال حکومت کے خلاف ہے۔ خلافت مآب کو ٹوکنا حافظ احمد بن علی بن محمد ابن حجر عسقلانی کے اصابہ سے نقل ہوا ہے اور ان کی لفظیں تو یہ ہیں فصدت الیہ منبر پر شہزادہ کو بیٹھا رہنے دیا اور بعد میں اپنے گھر آئے۔ اور پوچھا **من علمك هذا** کس نے سکھا کر بھیجا تھا۔ شہزادہ نے جواب دیا۔ قسم بخدا مجھے کسی نے نہیں سکھایا۔ الغرض ایران کی شہزادی خاتون محشر کی بہو اور ثانی زہرا جناب زینب کی بھاوج قرار پائیں اور وہ گرد و پیش ان کو قدرت نے عطا کیا جو خزانۂ کسریٰ سے زیادہ قیمت رکھتا تھا۔ عروس نے اپنے شرف حاصل کرنے پر جتنی کنیزیں آزاد کیں اس کے ذکر کا انتظار کیجئے۔

اسی طرح واقعہ کربلا کے کسی ایک جز کے لئے یہ طے کر لینا کہ ایسا ہی ہے، عاقلانہ

---

[۱] اعیان الشیعہ جلد ۴، ۲۳۴

فعل نہیں ہے۔ جناب شہر بانؑو کے لئے عام طور پر یہ روایت ہے کہ وہ مدینہ میں بہ زمانۂ ولادت امام زین العابدین رحلت کر گئیں۔ شیخ صدوق ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بابویہ قمی (وفات ۳۸۱ھ) اور نجیب الدین بن ابوابراہیم جعفر بن محمد الحلی (وفات ۴۵ھ) اور شرفِ آل رسول رضی الدین ابوالقاسم علی بن طاؤس الحسینی (وفات ۶۶۴ھ) اور علامہ سیّد محمد باقر مجلسی اصفہانی (وفات ۱۱۱۱ھ) صنادید محدثین نے اس مسلک کو اختیار کیا ہے اور اس اجتہاد کی بنیاد اس وقت سے قائم ہوئی ہے جبکہ والدہ امام زین العابدین شہرؑ بانو کو تسلیم کیا جائے۔ والدہ امام کی رحلت اگر یقینی ہے تو ان کا نام نامی اختلاف سے خالی ہوتا۔ نام معین ہونا ضروری ہے۔

مجلسی علیہ الرحمہ جلاء العیون میں حالات امام چہارم میں لکھتے ہیں۔

''کنیت آنحضرت ابو محمد بود و مادرش شہ زنان دختر یزجرد و بعضے اور شہر بانو یہ گفتہ اند'' یہ شیعہ ذمہ دار عالم کا قول تھا اور اہل سنت والجماعت کا مصنف امام کی والدہ کا کچھ اور نام بتاتا ہے ''چوتھے امام کی ماں کا نام غزالہ تھا اور قول ضعیف یہ ہے کہ ان کا نام شہر بانو یہ دختر یزدجرد تھا'' (مطالب السؤل ص، ۳۲۱) اور بعضے کہتے ہیں کہ کچھ اور نام تھا۔ مجلسی علیہ الرحمہ کے بیان سے اگر ہم شاہِ جہاں اور شہر بانو کو دو عورتیں فرض کریں تو ایک طرف ان کی ماں کے انتقال کا نظریہ صحیح رہتا ہے اور دوسری طرف روایتِ شہر بانو باقی رہ کر ذکر مصائب میں توسیع ہو جاتی ہے۔ اس احتمال کا مزید آگے آئے گا۔

شہر بانؑو کے بارے میں ان کی وفات کے قول کے ساتھ ساتھ کربلا میں موجود ہونے کے بھی اقوال مقاتل میں پائے جاتے ہیں اور ان کو محققین نے قلم زد نہیں کیا چنانچہ بعد شہادتِ علی اکبرؑ جو بچہ گوشوارہ کانوں میں پہنے ہوئے بڑی بے دردی سے ذبح ہوا۔ اس کی قربانی کے وقت شہر بانؑو کا وجود ہونا طبری، ابنِ شہر آشوب، مجلسی، سپہر

کاشانی وغیرہ کے قلم سے ثابت ہے۔اس کے علاوہ خیمہ میں آگ لگنے کے وقت ایک دوسرے واقعہ سے جو رشید الملت شمس الاسلام والمسلمین ابوعبداللہ محمد بن علی بن شہر آشوب بن ابی نصر بن ابی الجیش السردی المازندرانی (وفات ۵۵۸ھ) نے ان کے غرق فرات ہونے کا ذکر کیا ہے۔اس کے معنی یہ ہیں کہ وفات کا یقین نہ تھا اور وہ نقل اقوال۔ذاتی رائے نہیں ہے۔ ہر دو اقوال کے بعد محترمہ کے بارے میں اسیری کا قول بھی پایا جاتا ہے۔اور شمس الدین ابوالمظفر یوسف بن قزعلی المعروف سبط ابن جوزی (وفات ۶۵۶ھ) نے ان کے عقد ثانی کا جو اختراع کیا ہے اس کا فریقین میں کوئی قائل نہیں۔یہ تھا تیسرا قول۔چوتھی رائے ان کے بارے میں کوہِ رے میں غائب ہونا ہے اور یہ مقام ایران میں اب تک موجود ہے۔

اب جبکہ روایت سے روایت متعارض ہے۔تحقیق کا تقاضہ یہ نہیں ہے کہ روایت کو نظر انداز کردیں خزائن الاصول علامہ شراقی ،ص،۳۷ طبع اصفہان ۱۲۹۵ھ ریاض الشہادت،عبرات العیون وعیون العبرات....ص۳۲۳ سیّد ناصر حسین جونپوری وفات ۱۳۱۳ھ نے روایت نقل کی ہے۔اگر شہربانوؑ کو واقعہ کربلا میں زندہ نہ سمجھا جائے تو ایک تیسری صورت بھی ہے جس کی تحت وفات مادر امام زین العابدینؑ زچگی میں تسلیم کی جائے لیکن سیرت میں پایا جاتا ہے کہ امام حسینؑ نے ان کی بیوہ بہن کے ساتھ عقد کیا جو رشتہ میں چوتھے امام کی خالہ ہوتی ہیں اور واقعہ کربلا میں ان کو حکم ہوا تھا کہ درِ خیمہ پر ذوالجناح کے آنے پر وہ سوار ہوکر مشیت ایزدی کے تحت میں کربلا چھوڑ دیں وہ جہاں منظور الٰہی ہوگا پہنچائے گا چنانچہ سواری اس خاتون کی مملکت رے کے اس مقام پر رکی اور دامن کوہ میں وہ غائب ہوئیں جہاں شہزادہ عبدالعظیم کا مقبرہ ہے اور مصنف کے وقت تک جہاں وہ غائب ہوئیں چادر کا گوشہ یا جز پوشش اس بات کے ظاہر کرنے کے

لئے نمایاں تھا کہ یہی مقام روپوش ہونے کا ہے جہاں مدّت تک مردوں کا گزر نہ تھا معظّمہ کے پردہ کا یہ عظیم قدرتی انتظام تھا جس نے اس متبرک مقام کو صدیاں گزرنے پر نہ مٹنے دیا ہو۔

یہ حقیقت کئی طرح پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے اور آپ کے سامنے عنقریب آئے گی۔ عیسائی کتب میں بنات کی لفظ ہے جس کا اطلاق واحد پر نہیں ہوتا لہٰذا دونوں بیٹیاں یزدجرد کی شامل ہونے پر دلیل میں توانائی پیدا ہوتی ہے۔ اور اُمّ لیلیٰ بھی تونگر گھرانے کی تھیں لہٰذا لفظ ان پر بھی حاوی ہے۔

(۲) امام مظلوم کا راہ کوفہ میں تلاوت سورہ کہف کرنا فریقین نے بلا اختلاف روایت کیا ہے اور ارشاد امام داستان اصحاب کہف سے میری اسیری کی واردات زیادہ تعجب خیز ہے اور سر مبارک کو نیزہ پر رکھ کر لئے ہوئے پھرنا عبرت ناک ہے۔ اس تمثیل کا پورا ہونا اسی وقت درست ہے جب ہم واقعہ کربلا میں بھی کسی کے دامنِ کوہ میں پناہ لیتے ہوئے پائیں اور عجیب تر قرار دیتے ہیں یہ پہلی داستان بھی زیرِ نظر ہے کہ وہ دقیانوس کے سو جانے پر بزم سے اٹھے اور محترمہ ہزاروں جاگتے ہوئے دشمنوں کی نگاہوں کے سامنے روانہ ہوئیں اور کوئی نہ روک سکا۔ (۳) اختلاف کا پایا جانا خود اسی محل پر ایک ناقابل انکار ثبوت ہے جب یہ مسلمات سے تھا کہ واقعہ کربلا عجیب تر ہے تو اختلاف کا ہونا کیسی دلیل وقوع ہے (۴) تعداد ازواج جو اپنے مقام پر گزری اس میں پانچویں بی بی یہ معظّمہ ہوں تو کوئی مانع نہیں۔ واقعہ کربلا جو جس طبقہ نے محفوظ رکھ کر دوسرے راویوں سے نقل کیا وہ علم رجال اور نسب کی گہرائی سے تو واقف نہ تھے کہ وہ علمی نکتہ کو سامنے رکھتے کہ وہ والدہ سیّد سجادؑ پیدائش فرزند کے وقت فوت ہو چکی ہیں۔ شہر بانوؑ کی شادی اس قدر شہرہ آفاق رشتہ تھا جو عوام کے ذہنوں سے قطع نہیں ہوا۔ کسی

بی بی کی گھوڑے پر سوار روانگی دیکھی وہ شہر بانوؑ یا جسے فرات میں گرتے دیکھا، وہ شہر بانو یہ واقعات تو سب صحیح ہو سکتے ہیں یہ سمجھنا کہ شہر بانو یہی ہیں مفید مطلوب ہے۔ ایرانی زبان میں ہر خاتون کو بانو کہا جاتا ہے۔ ان کی روانگی نے یہ بھی بتایا کہ آلِ رسولؐ اسیری میں مجبور نہ تھے۔ ہر فرد اپنی حفاظت کی قوت رکھتا تھا۔ عبائر الانوار جلد سوئم میں بھی میں نے اس بحث کو چھیڑا ہے (۵) کوہ شمران میں غیبت کے ثبوت پر ایک مضبوط کڑی وہ نذر و نیاز کا سلسلہ ہے جو علمی حلقوں میں جاری رہا۔ چنانچہ میرے زمانہ قیام اعظم گڑھ میں ۱۷ ماہ رمضان حالت صوم میں مرزا تصدق احمد نامی ایک مرد دیندار نے جو محمود آباد گہنہ کے رہنے والے تھے بیان کیا کہ مضافات محمود آباد میں سادات ہر سال ہندی مہینہ بھادوں کے پہلے پاکھ میں حضرت خضر کی نذر اور بھادوں کے پندرہ دن ختم ہونے پر بی بی ناپید اور حاجت پوری ہونے کا قوی ذریعہ ہے۔ اس نذر کے بارے میں جب وہاں کے عالم مولانا سیّد علی میاں کامل کے برادر عینی مغفرت مآب مولانا سیّد محمد صاحب مرحوم محمود آبادی سے پوچھا تو موصوف نے فرمایا کہ شہر بانو مراد ہیں (جو تیروں کی بوچھار میں) فوج شام سے نکل گئیں بھادوں کا مہینہ ہندوستان میں تیز بارش کا ہوتا ہے۔ نذر دینے والوں کے ذوق سلیم کا پس منظر ممکن ہے جو بھی ہو روز عاشور ۶۱ھ میں اسی مہینہ کا المیہ ہو ثابت ہوا کہ روایت شہر بانو کی ترجمانی جو ذاکرین مجلسوں میں آج تک کرتے رہے وہ اس اساس کی تحت میں تھی اور واقعات کو بے بنیاد سمجھنا صحیح نہیں۔ یہی ادلہ و براہین ہمارے گذشتہ علماء محققین کے سامنے تھے جو انھوں نے مقاتل میں سرگزشت کو جگہ دی اور ذمہ دار ہستیوں کے منظومات بھی اس سے خالی نہ رہے۔

چنانچہ بقیۃ الحقیقہ و شریعتہ الطریقہ کے فاضل مصنف ابوالمجد ابن آدم سنائی غزنوی کا یہ شعر:۔

شہر بانو و زینبؑ گریاں
ساندرہ در فعل ناکساں حیراں

علمی دنیا میں وہ وزن رکھتا ہے کہ اس کو کوئی طاقت جگہ سے ہٹا نہیں سکتی۔ اسی طرح حضرت آیۃ اللہ قاضی نور اللہ شوستری مرعشی رحمۃ اللہ کے ایک شعر میں بھی اسیروں کے ذیل میں شہر بانوؑ کا نام پایا جاتا ہے۔ جو دلیل ہے کہ واقعہ کربلا کی وسعت میں قوت اجتہاد کارفرما نہیں۔

حضرت امام زین العابدینؑ نے صحیفہ کاملہ کی ۲۴ ویں دعا میں اپنے والدین کی ہیبت کا السلطان العسوف کی لفظ سے جو یاد کیا ہے وہ بہترین استعمالِ لفظ ہے۔ ماں ان کی بے شک سلطنت کی وارث غیر شیعہ اہل قلم سے یہی توقع ہے۔

اس عنوان کو جونپور (بھارت) کے مشہور شاعر شفیق صدیقی کے ولولہ انگیز کلام پر ختم کیا جاتا ہے جو ان کے دیوان خرمنِ عشق سے ماخوذ ہے۔ ناظرین الواعظ خراج تحسین و آفرین زیادہ سے زیادہ دے چکے ہیں۔ حنفی شاعر کا جذبہ عقیدت اس کو نقل کئے بغیر مجھے آگے بڑھنے نہیں دیتا۔ صدائے فقیرانہ در بارگاہ اُم السادات حضرت شہر بانو سلام اللہ علیہا اس کا مضمون ہے۔

شہر بانو قرۃ العین پیغمبر السّلام — السلام اے مرتضٰی را مثل دختر السّلام
نازشِ نوشیرواں عدل گستر السّلام — ایکہ سلطاں می نہد نعلِ تو بر سر السّلام
ایکہ تو از ابتداء تا انتہا سلطانہ ای — سیدان را سیدہ پاکیزہ گوہر السّلام
تو سعادت یافتی در بیت آں بنتِ رسول — بردوش روح الامیں گرویدہ چاکر السّلام
اے عجم را مالکہ مخدومہ ملک عرب — اے فروغ خاندان شیرِ داور السّلام
مریم ثانی و فخر حاجرہ خیر النساء — مادر صدیقہ سجاد اکبر السّلام

بارک اللہ العلی افزودہ او نسل نبی — چوں بہار آئی بہ گلزار پیمبر السّلام
باب اعلیٰ مورد فیضان انوار ازل — خانہ ات چوں جنت و کوثر السّلام
اے نگاہِ کرسی اجلال رب المشرقین — اے بساقِ عرش چوں قندیل انوار السّلام
اے کہ تو چشم و چراغ ان حبیب کردگار — بارگاہش مہبطِ ناموس اکبر السّلام
خانہ آرائے ولایت جلوۂ زیبائے تو — السلام اے افتخار شاہِ خیبر السّلام
ہر کجا دومی کنم تجلیہائے تو — درہما عالم ضیائت فیض گستر السّلام
کربلا و سامرہ کاظمیہ وخراساں وحجاز — زآفتاب جلوہ ات ہرجا منور السّلام
مرحبا ہر خط آفاق روشن ساختی — کاظمین و مشہد و بغدادِ انور السّلام
اے زکیہ طیبہ فخرِ نساءِ کائنات — اے بعدخویش چوں بنت پیمبر السّلام
نکہت افزا شربتِ تطہیر در جام تو ہست — اے کہ تو پیمانہ دارِ میر کوثر السّلام
اے بتولِ وقت خاتون حسین مجتبےٰ — اے بعاشورہ گرفتار ستمگر السّلام
السلام اے دررضائے حق تعالیٰ اجرخواہ — برزمین کربلا بے یار و یاور السّلام
وائے مظلومی بیچارگی در قیدِ ظلم — مافدا باشیم اے بانوئے سرور السّلام

کے بود یارب کہ ہر سنگ درش گردد شفیق
السلام اے عاجزاں راہچو مادر السّلام

واقعہ کربلا کو مسلمان بین الاقوامی درجہ دیتے ہیں اور میں حادثہ کائنات سمجھتا ہوں۔ تو ان کے ہر عقیدت ہر صدی اور ہر قرن میں کون ہے جو یہ علمی خبر دے کہ شہر بانو تو ولادت امام کے اٹھوارے میں جنت کو سدھاریں اس منظومہ میں بھی فاضل شاعر نے اسیری کا ذکر کیا ہے یہ اور ایسے لاتعداد نظم ونثر اطلاعات پناہ بخدا دروغ یا افترا کہہ کر اپنا اجتہاد پاکستانی شیعوں سے منوائیں اور حسینؑ بن علی کے بہتے ہوئے چشمہ فیض سے

فائدہ اٹھا کر مجتہد جامع الشرائط قرار پا جائیں۔اس کے سوا کوئی مفاد نہیں۔ براہ کرم حسینیت کو اپنے اجتہاد کی زد میں لانے والے کچھ دن اور اصول فقہ پڑھیں اور اگر فارغ التحصیل ہیں تو علم پر عمل کریں مشکل کشا کی اگر مدد ہوئی تو انشاء اللہ اس اختلاف کا حل اپنے مقام پر دیکھیں گے۔!

جرجی زیدان مصری، آداب لغت عربیہ کی تیسری جلد طبع مصر ۱۹۱۳ھ ص ۱۸۲، نجفی نسابہ کی کتاب بحرالانساب کا ذکر کرتے ہوئے اس کو بڑی اہم تصنیف ظاہر کرتا ہے۔ بحرالانساب کا فارسی نسخہ مجھے دستیاب ہوا وہ اس بات کا قائل ہے کہ یزدجرد کی دوسری بیوہ لڑکی کی بھی امام حسینؑ کے عقد میں آئی جو امام زین العابدین کی خالہ تھیں۔اس توثیق کے بعد محمد بن احمد بن الدین علی حسینی نجفی نسابہ کو ماخذ قرار دیتے ہیں کوئی مانع نہیں۔

شہید شوستری ذمہ دار عالم کا ایک شعر

مجالس المومنین ہمارے علماء کی وہ ذمہ دار اور بڑی کتاب ہے جس میں قابل قدر تحریریں موجود ہیں چنانچہ آنجناب کا حضرت شہر بانوؑ پر ایک شعر یہ ہے۔

شہر بانوؑ و زینبؑ و ما یان ماندہ از فعل ناکساں حیران
سر برہنہ بر اشتر نالان خاندانِ محمدی

علامہ شوستری کی یہ فکر ہمارے لئے اس لئے مفید ہے کہ اگر وہ وفات شہر بانو ولادت امام چہارم کے وقت قائل ہوتے تو اسیری پر نوحہ نہ کرتے اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ واقعہ کربلا میں اجتہاد کے فریضہ کو ادا کرنا نہیں چاہتے واقعہ کربلا میں جو جو ہم کو مقاتل میں دستیاب ہوا اس کو دیانت کے ساتھ پیش کرنا ہے جب اسیری کا بھی ذکر ہے تو اسی کے تحت میں ہم کو ورے میں غائب ہونے کو بھی پیش کرنے کا حق رکھتے ہیں جو روایت نہیں درایت ہے۔

ایک اور امکان

(الف) بعد شہادت امام مظلوم گھوڑے کا درِ خیمہ پر آنا اور خاتون معظّمہ کا حسب حکم امام سوار ہو کر نقاب پوش روانہ ہونا۔ اس روایت میں ایک گنجائش یہ بھی ہے کہ ممکن ہے امام مظلوم نے اپنی بی بی کی کسی کنیز کو بعد وفات شہر بانوؑ زوجیت میں لائے ہوں۔ یہ احتمال اس وقت ہے جب ہم وفات شہر بانوؑ کے ولادت امام چہارم کے وقت قائل ہوتے۔

(ب) عریضہ کشمر دیہ کی وہ دعا جو بحار الانوار میں موجود ہے ظاہر کرتی ہے کہ امام کی ماں باقیات الصالحات کی لفظ سے یاد کی گئی ہیں یہ الفاظ تو حضرت شہر بانو پر ٹھیک اترتے ہیں۔

والدہ امام کی موجودگی بحوالہ کتاب اہلِ سنت:

امام کی پرورش کے سلسلے میں اہلِ سنت کے مشہور عالم کا ارشاد ہے[1]۔

"آپ تو حقوق والدین کی ادائیگی میں سب سے بڑھ کر ہیں۔ ماں کے ساتھ کبھی کھانا نوش نہیں کرتے تو فرمایا کہ میں ڈرتا ہوں کہ لقمہ اُٹھانے میں دستر خوان پر جس طعام پر ماں کی نگاہ ہو اس کو میں اٹھا کر ان پر سبقت حاصل کروں اور نافرمان ہوں"

حضرت شہر بانوؑ کی علمی عظمت کا ایک عظیم ثبوت

مذہب جعفری کے عظیم رہنما اور روحانی عالم ربانی سید بن طاؤس علیہ الرحمہ نے دختر یزدجرد سے ایک روایت بھی حاصل کی ہے۔ جو مہج الدعوات طبع بمبئی.. ص، ۱۲۱ پر موجود ہے کاش یہ کتاب اس وقت میرے پاس ہوتی یا کسی کتب خانہ میں جانے کی طاقت خدا دیتا تو آپ کے سامنے اصل پیش کرتا لیکن میرا معروضہ اہلِ علم فراموش نہ کریں۔

خط و کتابت کو انسان کی ہر تحریک میں زبردست درجہ حاصل ہے۔ امام حسینؑ نے

---

[1] روض الاخیار المنتخب من ربیع الابرار ص، ۲۴۵ طبع مصر ۱۳۰۷ھ

اپنی بہن کی تحریک پر دوستوں کو خط لکھے جس کی تفصیل آپ سوانح حبیب ابن مظاہر میں دیکھ چکے ہیں۔ غیروں کو خط لکھنے کے معنی یہ ہیں کہ عزیزوں کو بھی خط لکھا۔ حبیب بچپن کے دوست تھے تو یزدجرد کا خاندان زندہ ہے۔ ان کی محبت کے دعوے صحیح دشمن کی یلغار سے وہ بے خبر ہوں۔ رشتہ داری کے منافی ہیں۔ روایت شہر یار کو افسانہ کہنے والے امامت کے عدل کو دیکھیں۔ خط کی روانگی میں ایک عظیم مصلحت یہ تھی کہ امام کا رویہ مکمل ہوتا تھا۔ وہ ہمراہیوں کی جان بچانا چاہتے تھے۔ ان کو اپنی قربانی کے سوا اہل ایمان کو کٹوانا نہیں۔ نامہ بر بنا کر سامنے سے ہٹا دیا اور ان جانے والوں کی اطاعت کا جائزہ بھی اس سے بہتر نہ تھا۔ وہ لاکھ چاہتے کہ ہم اپنے خون میں آغشتہ ہوں۔ ہمیں اجر نہ تھا ثواب کا حق تعمیل حکم امامؑ میں حاصل ہوا۔ ان کا جوہر اطاعت پوری طاقت سے چمکا۔ وہ اپنے غیر کو منشأ امام کے سامنے ٹھکرا دیتے۔

امام حسینؑ کا رخصت آخر کو تشریف لانا خیمے پر

امام حسینؑ جب خیمہ میں تشریف لائے سب بیبیاں روتی پیٹتی دوڑیں۔ کوئی بی بی دامن سے لپٹ گئی کوئی سموں پر ذوالجناح کے سر پٹکنے لگی۔ کوئی زمین پر پچھاڑیں کھانے لگی۔ اسی اثنا میں شاہ زماں حضرت شہر بانوؑ سر برہنہ باحال پریشاں روتی پیٹتی خدمت باسعادت امام حسینؑ میں حاضر ہوئیں اور عرض کی اے سید و آقا آپ تو عازم میدان کارزار ہیں اور قریب ہے کہ آپ ہاتھ سے اس قوم نابکار کے شہید ہوں اور میں بعد آپ کے اس صحرائے پر بلا میں ذلیل و خوار ہوں کیونکہ اس ملک عرب میں غریب الوطن بے حامی و مددگار ہوں۔ کوئی میری قوم و قبیلہ سے ایسا نہیں کہ بالحاظ و پاس اپنی قوم کے میری نصرت کرے اور اگر آپ اس کنیز کے حال کو حال پر اپنی بہنوں اور بیٹیوں کے قیاس فرمائیں تو ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ وہ سب مخدرات عصمت و

طہارات دختران رسولؐ خدا ہیں۔ ہر مسلمان ان کی تعظیم وتوقیر کرے گا۔ بخلاف اس کے کہ میں خاندان رسالت سے نہیں۔ مومنین جائے گریہ وبکا ہے جناب شہر بانو کو اس وقت تک یقین اس کا تھا۔ اگرچہ اشقیائے امت نے بہ سبب طمع دنیوی کے مردان اہلِ بیت کو قتل کیا ہے لیکن بہ سبب حمیّت اسلام کے جناب زینب خاتون واُم کلثوم سے کہ یہ سب دخترانِ رسولؐ خدا ہیں ضرور تعظیم سے پیش آئیں گے۔ افسوس ہزار افسوس یہ جانتی تھیں کہ بعد شہادت جناب امام حسینؑ کے یہ ملاعین ان شہزادیوں کو بھی مثل کنیزوں کے مقید وگرفتار کر کے سر برہنہ شتران بے کجاوہ پر شہروں، شہروں میں قریوں میں پھرائیں گے۔ بہر کیف جب حضرت نے شہر بانو سے یہ کلام حسرت التیام سنا بہت روئے اور فرمایا اے شہر بانو ہرگز اپنی عزت کا خوف نہ کر وحق وسبحانہ وتعالیٰ تمہاری آبرو کا محافظ ہے اور قریب ہے کہ میں شہید ہو جاؤں اور گھوڑا میرا میری لاش پر مانند زن پسرِ مُردہ کے رو کر اپنی اَیال خون سے رنگین کر کے درِ خیمہ پر آئے اور تم سب اہلِ بیت کو میری شہادت سے خبر دے اس وقت تم اس پر سوار ہو لینا۔ وہ تمہیں بہ کمالِ حفاظت ایسے مکانِ محفوظ میں پہنچائے گا جہاں حکم خدا ہوئے گا۔ پس جناب امام حسینؑ نے حضرت شہر بانو اور سب اہلِ بیت اطہار کو رخصت کیا اور آپ روتے ہوئے آمادہ بہ شہادت میدان میں تشریف لائے اور اس مظلوم کو ظالموں نے تنہا پا کر چاروں طرف سے گھیر لیا اور نیزہ وشمشیر تیر وتبر لگا کر شہید کیا۔ پس بروایت حُزن المومنین سرور المومنین جب وہ گھوڑا کہ نام اس کا میمون تھا مظلوم کربلا کی شہادت کے بعد باگیں کٹیں زین میں جابجا تیر پیوست یال اور پیشانی خون سے تر رنگین آنکھوں سے روتا۔ سموں سے خاک اڑاتا درِ خیمہ پر پہنچا اور اس آواز سے بولا جیسے کوئی غمزدہ اپنے آقا وسرپرست کے ماتم میں نالے کرتا ہے شہر بانو پہلے تو گھوڑے کی گردن میں ہاتھ ڈال کر دیر تک رویا

کیں پھر رکاب پر بوسے دے کے چاہا سوار ہوں وہ وقت یاد آ گیا کہ آقائے مظلوم کس عزت واحترام سے مجھے سوار فرماتے تھے بے اختیار ہو کر رونے لگیں مقتل کی طرف نگاہ حسرت سے دیکھ کر کہنے لگیں۔ آہ آہ کہاں ہیں وہ وارث والی میرے اور کہاں ہیں وہ عزت واحترام کرنے والے میرے اور کہاں ہیں وہ کجاوہ کہاں ہے وہ پسر ہمشکل پیغمبر جو اس وقت پردہ اور اہتمام میری سواری کا کرے۔ غرض ایک ایک فردِ اہلِ بیتؑ سے رخصت ہو کر، سکینہ کو گلے لگا کر سوار ہوئیں۔ چند قدم چلیں کہ عمر سعد نے اپنی فوج کو آواز دی دیکھو یہ کون عورت خیمہ حسینؑ سے جاتی ہے۔ جانے نہ پائے۔

کوئی طاقت شاہزادی کو روک نہ سکی۔ گھوڑا آگے بڑھا۔ یہاں تک کہ اس مخدومہ نے دیکھا ایک لشکر گراں چلا آتا ہے سمجھیں یہ فوج عمر سعد کی مدد کو جاتی ہے۔ ڈریں اور باگیں رہوار کی دوسری طرف پھیریں سردارِ لشکر نے جو دیکھا کہ سوار نقاب دار کربلا کی طرف سے آتا ہے خود گھوڑا بڑھا کر قریب آ کر کہا۔ اے سوار خائف نہ ہو مجھے کچھ تم سے اپنے آقا حسینؑ کا حال دریافت کرنا ہے۔ سنتے ہی آپ ٹھہر گئیں اور کہنے لگیں تو کون غمخوار حسینؑ ہے کہ حضرت کا حال پوچھتا ہے۔ اس جناب سے تو زمانہ پھر گیا کوئی پرسان نہیں ہے۔ اس نے کہا مجھے حضرت سے غلامی اور برادری کا دعویٰ ہے۔ شہر بانو نے کہا۔ غلامی کا دعویٰ تو ہر مسلمان کرتا ہے مگر برادری کا لفظ تو نے کس رو سے کہا۔ وہ بولا میری ایک بہن شہر بانو حضرت کی کنیزی میں ہے۔ اثنائے راہ سے مولا نے خط لکھا تھا کہ اہل کوفہ مجھ سے برسرِ وغا ہیں۔ حتی الامکان نصرت اسلام سے باز نہ رہنا اپنا سارا لشکر لے کر جاں نثاری کو جاتا ہوں یہ سنتے ہی شہر بانو نے نقاب چہرے سے الٹ دی اور رو رو کر چلائیں اے بھائی اب کس کی مدد کو جاؤ گے۔ قتل الحسین بکر بلا ذبح الحسین بکر بلا۔ ظالموں نے اپنے نبی کے نواسے کو مہمان بلا کر تین دن کا بھوکا پیاسا ذبح کیا ہم

کو بے وارث و والی بچوں کو یتیم کر دیا۔ ہمشکل پیمبر کی جوانی خاک میں مل گئی۔ ایک شب کی بیاہی بیٹی رانڈ ہوگئی۔ قاسم کے سوگ میں بیٹھی۔ عباس کے شانے کاٹے گئے چھ مہینے کی جان اصغر تک نہ بچا نہالچہ پر باپ کی آغوش میں تیر کھا کر جنت کو سدھارے ماں کی گود اپنا جھولا سنسان کر گئے۔ موت نے ہمارا گھر کا گھر دوپہر میں صاف کر دیا۔ اب کوئی سوا ایک فرزند بیمار کے باقی نہ رہا۔ کیا جانے وہ بھی زندہ ہے یا باپ بھائیوں کے صدمے سے تڑپ کر مر گیا۔ نہ معلوم اس وقت تک مشکلکشا کی بیٹیاں رسولؐ خدا کی نواسیاں کسی مصیبت میں گرفتار ہوں گی۔ سنتے ہی شہر یار نے عمامہ زمین پر پھینک دیا اور بھائی بہن گلے مل کر اس شدت سے روئے کہ روتے روتے غش کر گئے۔ اور سارا لشکر سیاہ پوش ہوا اور تین دن تک اس صحرا میں ایسا ماتم برپا ہوا کہ پہاڑوں سے جنگلوں سے واحسینا کے سوا کچھ صدا نہ آتی تھی۔

ا۔ بحور الغمہؔ جلد اوّل طبع سویم مطبع جعفری مجلس ۵۲ صفحہ ۳۲۳

۲۔ بحور الغمہؔ جلد دوئم طبع سویم مطبع جعفری۔ مجلس ۳۰ صفحہ نمبر ۱۴۹

کتاب مذکور کے مصنف نے دوسری جلد میں بھی اس روایت کو کسی قدر کمی یا اضافے کے ساتھ نقل کیا ہے اور وہ جلد دوم کے بیان میں شہر یار کے کربلا آنے کی بھی کیفیت لکھتے ہیں یہ اختلافات روایت کے اصل واقعہ پر کوئی بد اثر نہیں ڈالتے مرکز پر لکھنو کے محققین علماء کے سامنے جتنا پڑھا گیا وہ یہی تھا جو ہم نے عام ذاکرین کے فائدے اور مجلسوں میں ترجمانی کے لئے نقل کیا۔ شہزادی کا بھائی سے رخصت ہو کر کوہِ رے جانا یقینی ہے جو پہلے منقولات میں گزرا شنیدہ کے بود مانند دیدہ! وہ حکم الٰہی کے تحت میں اپنے مرکز پر پہنچیں۔

مقام غیبت پر ایک اور علمی ثبوت اور پرنور (عبادت) معظّمہ کی شخصیت پر میرے

آخری سفر ایران میں حسب ذیل تاثرات پائے گئے۔ یہ سفرنامہ ابھی طبع نہیں ہوا۔

ایران سے اسلام کو جو اجنبیت تھی وہ شہر بانو کے فرزندِ رسول کے نکاح میں آجانے کے بعد جاتی رہی اور امام کی زوجیت بھی ہماری نظر میں کوئی ذاتی شرف نہیں۔ اگر شرف ہوتا تو ہم اُمّ الفضل کو بھی سراہتے شرف کی مالک وہ خاتون قرار پاتی ہیں جو بسلسلۂ امامت باقی رہنے کا ذریعہ ہو۔ شہر بانو خدانکردہ بانجھ اور عقیم نہ تھیں کہ تا حیات نخل تمنا میں ثمر نہ آتا بلکہ وہ خوش نصیب عورت تھیں جس کے بطن میں امامت منتقل ہوئی اور سب سے بڑی عظمت ان کی یہ تھی کہ جس کا مقابلہ اوّلین و آخرین کی عورت نہیں کرسکتی۔ شہادت حسینؑ کے بعد واقعہ کربلا کا سارا بار جس کے کاندھوں پر رہا وہ انہیں کی آغوش کا نونہال تھا۔ یہی وجوہ تھیں کہ آسمانی صحیفوں میں اس خاتون کے رشتہ کا اشارہ ہے۔ چنانچہ فخر الاسلام محمد صادق کہتے ہیں۔

امادواز وهم پس بنات ملوك واسرار خدمت گارسلمين گرديدند درطبقه اولیٰ از انجمله جناب شهر بانو رضی الله عهنا دختر يزدجرد كسرىٰ فارس مفتخر بود بخدمت حضرت سيد الشهدا حسين بن على بن ابى طالب۔

(انیس الاعلام فی نصرۃ الاسلام جلد۲ از شارات ہفتم از کتب مقدسہ اخبار و سحیین ۱۵۷)

محترم ایران تیرے حدود مملکت کو جب ہم تصور کی دنیا میں قلب کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں تو تدبیر منزل کے اصولوں کی روشنی میں پیغمبر عربی کا سمدھیانہ امام حسینؑ کی سسرال سیّدِ سجاد کا ننھیال ایک رشتہ میں تین حیثیتیں حامل ہیں۔ عہد مباہلہ حسینؑ کو فرزند رسول کہہ چکا ہو لڑکے کے باپ کو سمدھیانہ کا کس قدر خیال ہوتا ہے۔ نوجوان کو سسرال کس قدر محبوب ہوتی ہے۔ ہر بچہ کو نانا کا گھر کس قدر پیارا ہوتا ہے۔ لیکن امام حسینؑ اگر مادّی انسان ہوتے تو سسرال میں زیادہ سے زیادہ رہتے۔ مہمان بنتے امام زین

العابدین کو اگر پر محن زندگی مہلت دیتی تو کچھ دن ننھیال میں رہتے۔ سجادہ ان کی مستقل قیام گاہ تھا۔ زمانہ نے فرصت نہ دی جو معاشرتی زندگی کے جائز رواسم بجالاتے۔

ایران کے ذرّہ ذرّہ کو تمنا تھی کہ کبھی تو حسینؑ کے قدم ادھر آئیں۔ زین العابدین ادھر سے گزریں اس شکوہ کو پانچویں پشت میں نسل حسینؑ کے غریب (پردیسی معصوم) امام رضاؑ نے دور کیا۔ اور مامون کی دعوت پر طوس آئے۔ ظلم کی آب و ہوا جس کے یہ حضرات خوگر تھے۔ ایسی پسند آئی کہ اس زمین کو ابدی خواب گاہ بنایا یہاں سے قیامت کے دن بستر اٹھے گا۔ آمریت کے بے پناہ مظالم جب سادات پر شروع ہو گئے اس وقت اولادِ رسول کے لئے کوئی چارہ نہ تھا کہ دیس چھوڑ دیں اور ایران بسائیں۔

مقام شہر بانوؑ

تہران کے مأثر متبرّکہ میں یہ جگہ بھی مقاتل، سفرناموں میں ضبط تدوین میں آچکی ہے۔ مجھے بدقسمتی سے ہر دو مرتبہ کی زیارت میں رفیق سفر نہ ہونے سے شرف حاصل نہیں ہوا پس شہر بانو بعد از شہادت جناب سید الشہداء علیہ السّلام بنا بر وصیت آنحضرت سوار ذوالجناح شد و در کوہے از کوہ ہائے رے شد و آن کوہ نزدیک مقبرہ سید اجل انجم صاحب مناقب و مفاخر عبدالعظیم مکنی باابوالقاسم است بسیار شائع روم شدہ است در قلمہ ان کوہ چیزے کہ شبیہ بود مقنعہ واز اروتمی نواست کہ نزدیک بآں مقنعہ داز ارشود نیے مرد بلکہ زینکہ آستیں باشد بر سپر (جواہر الایقان) اس واقعہ پر نقد و نظر میں جملہ شبہات پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس کی درمیرے مقالے مندرجہ اخبار اسد لاہور محرم ۹۷ء۱۳ھ ملاحظہ ہو۔

بانوئے ثانی کے غائب ہونے کی مقدس زین کا عکس دیکھ کر ایمان تازہ ہوگا جو اس سے پہلے کہیں شائع نہیں ہوا۔ اس کے وجود سے دلیل و برہان میں وہ قوت پیدا ہوتی ہے کہ مقدس اردبیلی ایسے محتاط کا زمانہ مجلسی علیہ الرحمہ کا وہ دور جس میں علم و ادب کے

دریا بہہ رہے تھے اور بحر نور کی طغیانی تھی۔ وہ سب کے سب تہران کی اس زیارت پر کچھ نہ کہہ سکے اور جس میں تحقیق ختم نہ ہوئی۔ اور حال ہی میں تعمیر نو کا اعلان ہوا۔ چودھویں صدی تک اس انتساب کا باقی رہنا اور صفوی عہد کی موشگافیوں سے نہ مٹنا ایک توانا حقیقت ہے جس میں زیادہ سے زیادہ جذب اور کشش ہے اور دانشوروں کا انکار کی جرأت نہ کرنا خود ایک مستقل دلیل ہے۔

وفات

محترمہ حضرت شہر بانوؑ کی وفات کی تاریخ معین نہیں ہوسکتی۔ اگر ولادت امام زین العابدین ۱۵ ماہ جمادی الاوّل ہے تو کم از کم دس روز ۲۵ جمادی الاوّل تک کسی دن روز وفات ہے اور زیادہ سے زیادہ سترہ دن شمار ہوں تو معظّمہ کی وفات ۳ جمادی الاخر تک کسی تاریخ واقع ہوئی اور اگر ولادت امام زین العابدینؑ ۵ شعبان کو ہے تو اس میں شک نہیں اس لئے مادر امام زین العابدین کو طاہر تسلیم کرنے اور اس تاویل پر ہم مجبور ہیں امہات ائمہ پر توجہ اس لئے ہوئی کہ کمال عصمت یہ ہے کہ معصوم کے ماں باپ بھی بشری عیوب سے پاک ہوں۔

حضرت شہر بانو کی روایت اور جملہ دلیل و برہان آپ نے پڑھے اور مقام شہر بانوؑ کوہِ رے میں آپ دیکھ چکے۔ تمام حالات کو سامنے رکھ کہ مجالس عزا کی رونق اور واقعات کربلا کی اس مضبوط کڑی کے سلسلے میں اچھا معلوم ہوتا ہے کہ حرم امام کے جو واقعات رہ گئے ہیں وہ بھی ہدیہ ناظرین ہوں۔ اس لئے صدرِ اوّل کی مجلسوں اور علمائے کرام کی صف عزا پر یہ بھی پڑھا جاچکا ہے۔

منقول ہے جب جناب شہر بانو خترِ یزدجرد سلطانِ عجم کی مدینہ منورہ میں تشریف لائی تھیں تو ۱۰۰ کنیزیں حضرت کے ساتھ تھیں اور جب

خدمت جناب سید الشہدا میں پہنچیں تو پچاس کنیزیں اسی شب کو آزاد کیں۔ جب امام زین العابدین پیدا ہوئے تو جناب شہر بانوؑ نے چالیس کنیزیں آزاد کیں۔ دس کنیزیں اپنی خدمت کے لئے رکھیں تھیں ان دس میں شیریں بہت حسین وجمیل تھی ایک روز جناب امام حسین شہر بانوؑ کے پاس تشریف رکھتے تھے اور شیریں بھی وہاں حاضر تھی۔ حضرت کی نظر شیریں پر پڑی۔ فرمایا اے شہر بانو یہ کنیز تمہاری خوبصورت ہے۔ آپ کو گمان ہوا شاید امام کی منظور نظر ہوئی۔ عرض کی یا بن رسولؐ اللہ میں اس کو آپ کی نذر کرتی ہوں حضرت نے خیال فرمایا۔ شہر بانو کو کچھ اور گمان ہوا۔ ارشاد کیا میں نے اس کو راہ خدا میں آزاد کیا۔ جناب شہر بانو اُٹھ کھڑی ہوئیں اور ایک خلعت فاخرہ اور کچھ زیور لا کر شیریں کو عطا کئے۔ امام حسینؑ نے شہر بانو سے فرمایا۔ تم نے بہت سی کنیزیں آزاد کیں مگر کسی کو ایسا لباس فاخرہ نہیں دیا۔ عرض کی کہ وہ کنیزیں اس کنیز کی آزاد کردہ تھیں اور شیریں آزاد کردہ فرزند رسولؐ ہے ان میں اس میں فرق ہونا چاہیے بہر کیف شیریں بعد آزادی بھی خدمت جناب شہر بانو کے رہیں

(صفحہ نمبر ۲۶۳ موسع الغموم)

اس مقام پر پہنچ کر آج کل کی ترقی یافتہ دنیا اگر کہے کہ امام حسینؑ کے گھر میں اتنی گنجائش تھی کہ ان کہ صرف ایک بی بی کی پچاس کنیزیں کتنے بڑے مکان میں رہتی ہوں گی اور امام کی یہ بلڈنگ بڑی اونچی اور کافی لمبی چوڑی کتنے گز کی زمین پر ہوگی۔ محلّہ بنی ہاشم میں تو کوئی اثر اس عمارت کا ہونا چاہئے تھا جواب اس شبہے کا یہ ہے کہ ہمارے بہت

بڑے مجتہد جناب سیّد رضی علیہ الرحمہ کی لائبریری میں جتنی بڑی تعداد میں کتابیں تھیں اس عمارت کے بارے میں تاریخ نے کوئی تصریح نہیں کی کہ وہ ہزار گز کا قصر تھا۔ آیت اللہ کا زمانہ تو اہل بیت رسول کے بعد تھا۔ ان حضرات کے رہنے کی جگہ کے نام دشمن رہنے کہاں دیتے تھے۔

اب رہا یہ امر کہ امام حسینؑ نے اپنی بیوی کی کنیز پر کیوں نظر کی۔ اور شہر بانو جو سمجھیں وہی ایک عورت کو سمجھنا چاہئے تھا۔ امام حسینؑ اپنی تدبیر منزل کو غم انگیز کرنا نہیں چاہتے تھے۔ یقیناً بیوی کی تمام کنیزیں اس کے شوہر سے پردہ کریں۔ سوائے اس کنیز کے جس کو زوجہ تحلیل کر دے۔ یہ نگاہ امام حسینؑ کی نظر اول تھی جو مطابق فطرت اور جائز نگاہ ہے۔ اس کا راز ہم عرض کرتے ہیں کہ شیریں کو دیکھنے میں قوی اُمید ہے کہ امام کے سامنے واقعہ کربلا تھا۔ اور وہ اسیری تصور میں مستقبل کی سرگزشت دیکھ رہے تھے جو شیریں کی روایت میں عزاداران امام مجلسوں میں سنا کرتے ہیں۔ ہم نے مذکورہ بالا خبر سے مجلس کو ناقص اس لئے چھوڑ دیا کہ بحور الغمہؔ کی دونوں جلدوں میں اولاً تو روایت مذکور ایک دوسرے سے مختلف انداز میں ہے دوسرے یہ کہ جو روایت شیریں ہمارے قدیم شعراء نے نظم کی اس میں کوئی پہلو حقیقت کے خلاف نہیں ہے خاندان میر محمد شاہ مرحوم کے ذاکرین ہمیشہ وہی پڑھتے رہے جو مرثیوں میں موجود ہے اور وہ ہر پہلو سے مطابق واقعہ ہے۔

صاحب محیط العزائیوں لکھتے ہیں کہ جب شیریں کا نکاح زریر عسقلانی[1] کے ساتھ ہو گیا تو وہ خدمت امام سے رخصت ہونے لگی اور رو کر عرض کی اے آقا پھر بھی کبھی مجھ کو ان قدموں کی زیارت ہوگی۔ حضرت نے ارشاد فرمایا، البتہ میں ایک روز مع اہلِ و عیال تیرے گھر آ کر مہمان ہوں گا۔ یہ فرما کر آپ خاموش ہو گئے اور مخفی سے اس کلام

[1] عسقلان شام کا ایک مقام ہے۔

کے آگاہ نہ کیا۔ یہاں تک کہ شیریں اپنے شوہر کے گھر گئی اور ایک پہاڑ پر کہ نام اس کا معمورہ تھا مقیم ہوئی اور اس روز سے برابر امام کے ایفائے وعدہ کی منتظر رہتی تھی۔ جب فوج شام شہادت امام کے بعد تاراجی خیام سے فارغ ہوئے تو سرہائے شہداء کو نیزوں پر چڑھا کر اور اہلِ بیتؑ اطہار کو رسن بستہ ناقہائے بے عماری پر سوار کر کے منزل بہ منزل قیام کرتے ہوئے حکومت یزید کی طرف روانہ ہوئے یہاں تک کہ جبلِ معمورہ جس کی بلندی پر شیریں کا مسکن تھا ایک روز اسی پہاڑ کے نیچے اس لشکر شقاوت اثر نے آ کر قیام کیا۔ بروایت محیط العزا اسی شب کو شیریں نے عالم رؤیا میں دیکھا کہ حضرت حسب اقرار مع اہل بیت اطہار میرے گھر تشریف لائے ہیں۔ مسرّت سے بیدار ہوگئی۔ اور شوہر کو جگایا زریر فوراً اس پہاڑ سے نیچے اترا اور ابھی کچھ خبر نہ پائی تھی کہ شیریں خود بھی شوق میں بیتاب ہو کر زیرِ کوہ اُتر آئیں۔ دیکھا کہ ایک طرف لشکر گراں اور فوج بیکراں ہے اور ایک طرف نیزوں پر کچھ سر مقتولوں کے علم ہیں اور چند بیبیاں بالوں میں منھ چھپائے سروں کو چھپائے بستر خاک پر بیٹھی آہ وزاری میں مصروف ہیں اور ایک بیمار طوق وزنجیر میں گرفتار فرش بیماری پر بے ہوش پڑا ہے۔ یہ دیکھ کر خود بخود شیریں کو زندگی تلخ ہوگئی اور کلیجہ منھ کو آنے لگا۔ قریب ایک بی بی کے جا کر پوچھنے لگی اے گرفتارانِ مصیبت تم لوگ کس شہر و دیار کی رہنے والی ہو۔ اور کس وجہ سے اس بلا میں مبتلا ہوئی ہو۔ اس بی بی نے رو کر کہا۔ اب تو ہمارا وطن غریب الوطنی ہے کسی زمانے میں مدینہ رسولؐ محلّہ بنی ہاشم میں رہتے تھے شیریں نے پوچھا آپ میرے آقائے کونین امام حسینؑ اور شہزادیاں جناب زینبؑ واُمّ کلثومؑ سے بھی کچھ خبر رکھتی ہیں۔ یہ سنتے ہی اس معظّمہ نے اپنے چہرے سے بالوں کو ہٹا دیا اور گردن اٹھا کر شیریں کو دیکھا اور بے اختیار فریاد واحسینا واَخاہ بلند کر کے کہنے لگیں۔ اے شیریں اب انقلاب زمانہ سے

ہماری یہ نوبت پہنچی کہ تو نے بھی نہ پہچانا   اے شیریں میں ہی زینبؑ ستم دیدہ آفت رسیدہ ہوں اور یہ میری بہن اُمّ کلثوم ہے اور سامنے تیرے اس نیزہ طویل پر حسینؑ کا سر ہے۔ یہ سنتے ہی شیریں نے اپنے سر سے چادر پھینک دی اور سر کے بال چہرے پر بکھرا دیئے اور سر و سینہ پیٹنے لگی اور واسیدا واحسینا کہتی ہوئی اس نیزہ کے نیچے گئی جس کو نوک پر سرِ امامؑ تھا اور اس قدر نوحہ ماتم کیا کہ غش کر گئی

نوٹ: سفر ایران میں جو مقام قصر شیریں ہے اس کا اس واقعہ سے کوئی تعلق نہیں۔

عالی جاہ! آپ کی مقدس سیرت پر جو کچھ میں نے پایا وہ قوم کے سامنے پیش کیا شیعوں کے سب بڑے عالم ابن طاؤس اور سنیوں کے مقتدائے اعظم سنائی علیہ الرحمہ ایسے بلند پایا مصادر نیز حدیث رسول ۹۳ سال قلمی افادات سے حاصل کر کے پیش کی جو میرا سرمایہ نہ تھا قرآن حکیم سے جس مصیبت زدہ مظلوم اور مہاجر کا تذکرہ دیکھتا ہوں اس میں شہربانو شامل ہیں۔ نہیں نہیں وہ ایمان بالغیب کی لمبی فہرست میں بھی نظر انداز نہیں ہوسکتیں۔ بلکہ افتتاحیہ سورۂ مریم قصص کے ہر حرف میں ان کی یاد ہے۔

ان حقائق کے بعد خود امام مظلوم کا سورہ کہف تلاوت کر کے اپنی سرگزشت ان سے زیادہ تعجب خیز تسلیم کرنا مظہر ہے کہ کہف میں آرام کرنے والے مرد تھے اور زیر زمین پہنچنے والی خاتون صنف نازک میں ہے۔ وہ پردہ دارا کیلی ہے۔ یہ وہ پوشیدہ حقائق تھے جن کو اس فقیر باب اہلِ بیت نے جو سلسلہ شہزادہ علی اصغر پر خصوصی کتاب لکھ کر اپنے شباب میں فخر حاصل کیا تھا۔ اس کی آخری کڑی کانپتے ہوئے ہاتھوں سے ان کی مادر گرامی کی غیبت پر یہ اطلاع آج جدید ہے۔ شاہزادی اصحاب حسینؑ پر ہمارے سلام میں ہمیشہ سے شامل تھیں۔ کربلا کی تپتی ہوئی زمین پر فرات سے دور خیموں میں جو بیبیاں تشنہ لب تھیں ان میں موجود وہ عزاداری کا ہر عنصر ان کے وجود پر گواہ ہے۔ جن

احادیث میں پردیسی سے ہمدردی ہے۔ان میں بھی وہ موجود ہے۔

امام زین العابدین ماہ رمضان کے خیر مقدم میں جو تمنا کرتے ہیں کہ ”مدینے سے چلے جانے والے اس ماہ مبارک میں پلٹ کر آجائیں“[۱]۔ بیٹے کی اس تمنا میں کیا ماں شامل نہیں ہوسکتی اس سے بہتر آواز سنو پیغمبر اکرم جن کو جواہر کلام کا معجزہ دیا یعنی ان کی گفتگو تو مختصر ہو مگر لفظیں بڑی وسیع اور ماضی مستقبل پر چھا جائیں۔وہ پیغمبر ختمیٔ مرتبت ماہ رمضان کی ہر نمازِ واجب کے بعد دعا کرتا ہے۔پالنے والے ہر پردیسی کو پلٹا دے۔اس دعا میں بھی خاتون معظّمہ شامل ہوسکتی ہیں اور اہل ایمان کے آٹھویں امام کی زیارت میں غریب الغرباء کہہ کر سلام کرنا اس سلام کے پردیسیوں میں بھی وہ داخل ہیں۔

ہمارا بھی سلام اس شہزادی کو اس عذر کے ساتھ اس تذکرہ میں جو محقّقین کا حق تھا وہ ادا نہ ہوسکا اور ایک زیارت کرنے والے کی آواز السلام علیٰ نساَ السفینہ پر نقد و نظر نہ ہوسکا۔ممکن ہے کہ آئندہ قوم اس پر تبصرہ کرے۔

یہ عرض کر کے رخصت ہوتا ہوں عجم کی شہزادی آپ کا فوجِ دشمن سے نکل جانا حسینی فتح کا کھلا ہوا ثبوت تھا۔سارا لشکر آپ کو گرفتار نہ کرسکا۔دشمن کی شکست اس کو کہتے ہیں جو حسینؑ نے چاہا تھا وہی ہوا اور جو فوجِ کوفہ و شام چاہتی تھی وہ نہ ہوا حسینؑ نہیں ان کی بات باقی ہے۔

تاجدار گول گنڈہ دکن سیّد عبداللہ قطب شاہ (مقالات ہاشمی)

شہربانو کہے آکر سنسار کے سرور
منجے غربت منے بہا کر نجاؤ چھوڑ بہاری بھی
منجے کے جاؤتے یوں حال تمن بعد از میرا کیا حال
کرومت منے پائمال دیور دس تماری بھی

---

[۱] دیکھو صحیفہ کاملہ۔ مفتاح الجنان (عباسی قمی)

مرثیہ میر انیس جس کا مطلع یہ ہے۔

۱۔مرثیہ جب تیغ کین حسینؑ کی گردن پر چل گئی

۲۔مرثیہ اے مومنو کیا صادق الاقرار تھے شبیرؑ

مرثیہ درحال شیریں کنیز جناب امام حسین علیہ السّلام

جب شام کے سفر کی کٹیں منزلیں دو چار اِک جا پہ دو راہا ہوا رستے میں نمودار
اِک راہ سوئے دشت تھی اک جانبِ کہسار صحرا کو چلے لے کے سرِ شاہ ستمگار
پہنچا جو دورا ہے کے قریں رُک گیا نیزہ
جس سمت کو تھا کوہ اُدھر جھک گیا نیزہ

گھبرا کے لگے کہنے یہ عابد سے ستمگار رُکنے کا سرِ شاہ کے ظاہر کرو اسرار
فرمانے لگے رو کے یہ تب عابدِ بیمار ہیں مخبرِ صادق کا پسر صادق الاقرار
اعجاز ہوا یہ جو سر سبطِ نبیؐ سے
اس راہ میں مہمانی کا وعدہ ہے کسی سے

زینب تو یہ کہتی تھیں سرِ شاہ سے رو کر چلاتی تھی شیریں کہ میں صدقے ترے سرور
ان آنکھوں کی تعریف کیا کرتے تھے اکثر کیوں ہو نہ گئی کور میں دلِ خستہ و مضطر
ہوتیں نہیں سیر آپ کے دیدار سے آنکھیں
آؤ تو ملیں چاند سے رخسار سے آنکھیں
اللہ رے اعجازِ سرِ سیّد ابرار اس خادمہ کے ہاتھوں پہ بس آ گیا اِک بار
شیریں کے کفِ دست ہوئے مطلع انوار ہاتھوں سے ضیائے ید بیضا تھی نمودار

سب دیکھ کے شہؑ کے رُخ روشن کی تجلی
کہتے تھے یہ ہے وادیِ ایمن کی تجلی

ناچار ہو اِک جام کو شیریں نے اٹھایا پاس آن کے ہونٹوں سے سکینہؑ کے لگایا
بولی کہ پیو واری دم آنکھوں میں ہے آیا منھ پھیر کے شیریں کو سکینہؑ نے سنایا
پیاسے مرے بابا موئے میں بھی نہ پیوں گی
عباس چچا آئیں گے جب پانی پیوں گی

جس دم یہ سکینہؑ نے کہا پڑ گیا کہرام اور پیٹنے رونے میں ہوا صبح کا ہنگام
آئی سرِ شبیرؑ کو لینے سپہِ شام رخصت ہوئے شیریں سے حرم بادلِ ناکام
تجھ پر ہے انیسؔ اب یہ کرم ربِّ غنی کا
شہروں میں ہے شہرہ تری شیریں سخنی کا

مرسلہ: سیّد سردار مہدی الرضوی۔ خادم علی الرضا۔ چہار شنبہ یکم شوال۔ ۱۴ھ

مراثی مرزا دبیرؔ (مرحوم و مغفور) جن کے مطلع یہ ہیں۔

ہے عقد کی تاکید احادیث نبیؐ میں

بانو کا ہوا عقد جو سلطانِ اُمم سے

جب حرم قلعہ شیریں کے برابر آئے

اب مرثیہ عشقؔ جس کا مطلع یہ ہے۔

بلقیس کو علیؑ کے سلیماں کی یاد ہے

یہ تھے دل وجگر کے وہ ٹکڑے جو اس دشت کی سیاحی میں آج تک جمع کیے اور قدرت کا یہ احسان تھا کہ نصرت دین میں نہ مرض مانع ہوا نہ پیری سدراہ ہوئی کسی نہ کسی طرح تمام حقائق سمٹ گئے اور قلم رکھنے کا وقت آیا۔ مطالعہ کرنے والا یہ فیصلہ کرنے پر

مجبور ہے کہ جو علماء امام کی والدہ کو زچہ خانے میں انتقال کرنے والی خاتون نہیں سمجھتے ان کے نزدیک درخیمہ پر سواری کا گھوڑا آنا اور معظّمہ کے حسب ارشاد امام نقاب پوش روانگی ہی روایت شہر بانو ہے اور جو اس شہزادی کی رحلت کے قائل ہیں وہ جانے والی خاتون کو امام کی وہ رفیق زندگی قرار دیں گے جن کا پانچ ازواج کی فہرست میں نام درج نہیں ہے اس طرح بھی روایت باقی رہتی ہے تیسری اور چوتھی صورت تاویل کی ایک یہ بھی پائی جاتی ہے کہ وہ چوتھے امام کی خالہ تھیں اور اگر حضرت شہر بانو کی کسی کنیز کو امام نے حرم سرا میں جگہ دی تو وہ خاتون تھیں جو تاراجی خیام کے وقت فوج شام سے دلیرانہ انداز میں نکل گئی اور روایت اپنی جگہ باقی اور بیان ساقط نہیں ہو سکتا۔

امامِ مظلوم کی ہر بیوی ان کی اولاد کی ماں یقیناً ہے اور اس سے زیادہ مظلوم کربلا کی فتح اور فوج یزید کی شکست کیا ہوگی کہ وہ فتح کی خوشی میں اس معظّمہ کو گرفتار نہ کر سکا اور جو امام نے چاہا تھا وہی ہوا۔ اب ہمیں نہیں معلوم کہ تشنہ لب شاہزادی نے کب فاقہ شکنی کی اور گھوڑا سواری کا طیِ ارض کے بعد پہنچا کر کب واپس آیا اور کیونکر محترمہ نے سواری کو رخصت کیا وہ کسی قبیلے یا قرابت داروں عزیزوں کے پاس نہیں پہنچیں بلکہ ان کو زیرِ زمین جانا ہے جو خدا شاہزادی کے زمین پھٹ کر زیر زمین چلے جانے پر کسی اور صورت میں زندہ رکھ سکتا ہے یاد رہے جن خاتون معظّمہ کا فرات میں غرق ہونا سنا جا چکا ہے تو کسی تاریخ میں کسی گواہ کے بیان سے یہ ثابت نہیں کہ ان کی موت آئی اگر موت آتی تو لاش ابھر کر دجلہ کے کسی ساحل پر پہنچتی اور واقعہ کربلا کی عام شہرت اس خاتون کے جسد مبارک کو ساحل پر فرزندان مسلم کی طرح سپرد خاک کرتے اور قُبّہ نظر آتا۔ نہ ان کی موت کی صراحت ہے۔ نہ یہاں موت آنے کا کوئی تذکرہ ہے۔ دعائے سماعت میں جو متواتر دعا ہے زمین کے دروازوں کا بھی ذکر ہے یہی دروازہ اس معظّمہ کی گزرگاہ

یا غائب ہونے کا مقام ہے جس کے بعد پردہ دار خاتون کے حالات پر پردہ ہے۔ وہ اب بھی زندہ ہیں یا اصحاب کہف کی طرح قیامت صغریٰ میں اپنے فرزندِ قائم آل محمدؑ کے ظہور پر برآمد ہوں گی اور قاتلان حسینؑ سے جب آخری انتقام لیا جانے والا ہے اس مجمع میں مظلوم اور ظالم کے حشر میں حقیقت بے نقاب ہو گی۔

کوفہ اور شام میں اسیر ہونے والی عورتیں پلٹ کر مدینہ جائیں گی یہ اپنے بھرے گھر سے ایسا بچھڑ چکی ہیں کہ ان کو اب کسی کا دیکھنا نصیب نہ ہو گا۔ آج اسلامی دنیا کے دور دراز مقامات سے حاجیوں کے قافلے خانۂ کعبہ جاتے ہیں اور حج سے مشرف ہو کر حاجی کہلاتے ہیں مگر امام مظلوم نے جو اپنے تمام بنی ہاشم کے ساتھ آخری حج کرنا چاہا تھا ان میں یزیدیوں نے کسی کو حج نہ کرنے دیا۔ ان کا حج پیغمبر خدا کے غدیر والے حج کے ایسا ہوتا۔ تمام بنی ہاشم حج کرتے مگر یہ سب کے سب حج سے محروم اور شہر بانو بھی وطن سے دور اولاد سے دور مگر اللہ سے قریب ہیں۔ اور آج ہم ان کے حج سے محروم رہ جانے کا شکوہ بھی اپنے دل میں پاتے ہیں۔ ان کی مظلومیت پر سارا عالم روتا ہے اور مصیبت کا باب قیامت تک کھلا رہے گا ہم نے بھی اظہار ہمدردی کیا اور آئندہ نسلیں عقیدت کے پھول نچھاور کریں گی۔ اس ترجمانی میں اگر سلسلہ بیان میں کوئی کڑی رہ گئی ہو یا ناظرین کوئی فروگذاشت پائیں تو میری مجبوریوں پر نظر رہے۔

❁ ❁ ❁

حضرت شہر بانو سلام اللہ علیہا

﴿مولانا سیّد اعجاز حسین نقوی مولوی فاضل﴾

جہاں تک داستان آرائی اور روایات سازی کا تعلق ہے ہمیں جہاں غیروں سے گلہ ہے وہاں اپنوں سے بھی شکایت ضرور ہے۔ اگر غیر نے بعض ''غلط فہمیوں'' کی بنا پر کوئی روایت وضع کی ہے تو اپنوں نے ''خوش فہمیوں'' کی بنا پر بعض صحیح حالات پر افسانوی طرز کی حاشیہ آرائی کر کے اصلیت اور واقعیت پر ایسا پردہ ڈال دیا ہے کہ اگر محققین نے ''نبّاضی'' فرماتے ہوئے بروقت کوئی مداوانہ کیا تو تاریخِ اہل بیتؑ کے مسخ ہو جانے کا خدشہ ہے۔

اگر اس وضع روایات سے اغیار کا مقصد محض اپنے معتقدات کی تائید اور اہلِ بیتؑ رسولؐ کی اہانت تھا تو اپنوں کا مقصد صرف واقعات میں جدّت اور جذباتِ غم میں ایک احساساتی مدّوجزر پیدا کرنا تھا مگر اس جدّت اور اس مبالغہ آمیزی نے جناب محمدؐ وآلِ محمدؐ کی علمی زندگی کے نمایاں پہلوؤں کو عوام کی نظروں سے اوجھل کر دیا ہے۔

اس مقالہ میں صرف جناب شہر بانوؑ زوجہ امام حسین علیہ السّلام، والدۂ امام زین العابدین علیہ السّلام کے متعلق جو غلط فہمیاں یا خوش فہمیاں پیدا ہو چکی ہیں ان کا ازالہ پیش نظر ہے۔

نام ونسب

شہر بانو نام تھا آپ یزدجرد (بن شہر یار بن خسرو بن پرویز بن ہرمز بن نوشیروانِ

عادل) شاہ فارس کی دختر تھیں۔

''مناقب ابن شہر آشوب'' میں ہے کہ **"یسمّونھا ایضاً بشاہِ زنانِ وَجھَانِ بانویه وسلافة و خولة"** (جلد۴، احوال امام رابع)

بعض لوگ شہر بانو کا نام شاہ زنان جہان بانو یہ سلافہ اور خولہ بھی بتاتے ہیں۔

جناب محمد بن یعقوب کلینی نے ''اصول کافی'' میں من جملہ اور ناموں کے آپ کا نام سلامیہ بھی لکھا ہے (جلد۱، صفحہ ۴۶۶ مطبوعہ طہران)

شبلنجی نے ''نورالاباز'' میں یہ لکھا ہے کہ امام زین العابدین کی ماں کا نام سلافہ اور لقب شاہِ زمان تھا۔ یہ نوشیروان عادل شاہ فارس کی اولاد میں سے یزدجرد کی بیٹی تھی، ص ۱۶۸،

علّامہ علی جلال حسینی مصری نے ''ناموس الاعلام'' کے حوالہ سے اپنی کتاب ''الحسین'' میں لکھا ہے کہ سامی بک لکھتے ہیں۔ کہ حضرت شہر بانو کا نام قبول اسلام کے بعد غزالہ یا سلامہ رکھا گیا۔

ابن سعد نے ''طبقات'' میں لکھا ہے کہ زین العابدین علیہ السّلام کی ماں اُمّ ولد (کنیز) تھیں اور ان کا نام غزالہ تھا (جلد۵، ص ۱۵۶)

اشتباہ!

اس جگہ یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ بعض مورخین مثلاً سبط ابن جوزی اور ابن سعد نے یہ افسانہ تراشی کی ہے کہ امام زین العابدینؑ نے شہادتِ امام حسینؑ کے بعد انہیں غزالہ یا سلافہ یا سلامہ کا عقد اپنے ملک غلام زبیہ سے کر دیا جن سے عبداللہ بن زبیہ پیدا ہوئے (طبقات ابن سعد مطبوعہ لیڈن جلد۵، ص، ۱۵۶)

مگر حقیقت اس کے برعکس ہے دراصل بعض مورخین اور نسابین نے امام زین العابدینؑ

کی والدہ حضرت شہر بانوؑ کی وفات کے بعد آپ کی نگہداشت کرنے والی کنیز کو حضور کی حقیقی والدہ سمجھ لیا ہے اور کسی کنیز کا نام مختلف مقامات پر غزالہ، سلامہ، سلافہ اور خولہ وارد ہوا ہے اور اسی کنیز کے عقد کے متعلق لوگوں میں چہ میگوئیاں ہوتی ہیں کہ امام علیہ السّلام نے اپنی والدہ کا عقد ایک غلام سے کر دیا ہے مگر اس سارے افسانے کی ''تردید'' امام رضا علیہ السّلام کے اس فرمان سے ہو جاتی ہے۔ جسے علاّمہ مجلسی نے ''بحار'' میں درج فرمایا ہے۔ حضورؑ فرماتے ہیں "انها ماتت فی نفاسها" (بحار الانوار جلد، عاشر) کہ جناب شہر بانو امام زین العابدینؑ کی پیدائش کے فوراً بعد ایام نفاس (زچگی) میں ہی وفات پا گئی تھیں۔

اس بنا پر صاحب انوار الہدایہ کو بیہ غلام سے عقد والی روایت لکھنے کے بعد یہ تحریر فرمانا پڑا کہ "قول لیست هٰذه أمه شهر بانو بنت ملكِ العجم فانها ماتت فی نفا سِهاوَلکنّ الاعتماد عَلیٰ اَنهّا اُمُّ الرضاعة

(انوار الہدایہ باب برالوالدین)

میں یہ کہتا ہوں کہ اس جگہ جس عورت کا تذکرہ ہے اس سے امام زین العابدینؑ کی والدہ حقیقی جناب شہر بانو دختر شاہ عجم مراد نہیں کیونکہ وہ تو زچگی میں ہی انتقال فرما گئی تھیں بلکہ اس سے آپ کی رضاعی (دودھ پلانے والی) کنیز مراد ہے۔

امام رضا علیہ السّلام کے فرمان کے مطابق جناب شہر بانو کا امام زین العابدینؑ کی ولادت کے چند دن بعد رحلت فرما جانا ان تمام ذوق جدت تراشی میں طبع آزمائی فرمائی ہے۔ مثلاً ایک قصہ گو کہتے ہیں کہ امام حسین علیہ السّلام نے آپ کو یہ ہدایت کی تھی کہ میری شہادت کے بعد خیمے سے نکلنا اور جو حکم خدا ہو اس پر عمل کرنا چنانچہ بعد از شہادت جناب شہر بانو باہر نکلیں تو ذوالجناح حاضر کھڑا تھا اُس نے پشت پر سوار ہونے کا اشارہ

کیا آپ سوار ہوگئیں اور جناب فاطمہ کبریٰ دختر امام حسینؑ کو بھی ہمراہ لیا اور کسی نامعلوم پہاڑ کی کھوہ میں چلی گئیں۔

بعض نے یہ حاشیہ آرائی کی کہ جب وہ جارہی تھیں تو اس وقت اُدھر سے اُن کے بھائی فوج لئے ہوئے آرہے تھے جب انہیں معلوم ہوا کہ امام شہید ہوگئے تو اپنی ہمشیرہ کو ساتھ لیکر واپس چلے گئے۔

کسی نے کہا آپ بعد از شہادت اونٹ پر سوار ہوکر رَے چلی گئیں۔ وہاں اس افسانہ کو حقیقت بنانے کے کیلئے ایک روضہ بھی بنالیا گیا جو ایرانیوں کی جدّت طبع کا ایک مظاہرہ ہے۔ کسی نے کہا دریائے فرات میں غرق ہوگئیں (نعوذ باللہ)

ولادت

آپ کی ولادت کا صحیح علم نہیں ہوسکا۔ اندازہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ آپ ۱۲ھ اور ۱۵ھ کے درمیانی عرصہ میں پیدا ہوئی ہیں۔ کیونکہ یزدجرد اپنے چچا فرخ زاد بن خسرو کے بعد ربیع الاوّل ۱۱ھ میں تخت نشین ہوا۔ اس وقت اس کی عمر پندرہ برس تھی۔ پانچ سال بعد ۱۶ھ میں مدائن فتح ہوا۔

تاریخی قرائن یہ بتلاتے ہیں کہ یزدجرد کے ہاں ۱۲ھ سے پہلے کوئی اولاد نہیں ہوئی اور نہ ہی فطرۃً ہوسکتی تھی۔ کیونکہ وہ اس سے قبل نابالغ تھا اور علامہ احمد بن علی داودی کا بیان ہے کہ اکثر مورخین اور نسابین کا یہ قول ہے "**قالو اِنَّ بنتی یزدجرد کانتا معهٗ حین ذَهبَ اِلَی خراسان**" (عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب، ص ۱۷۱) کہ یزدجرد کی دونوں بیٹیاں خراسان جاتے وقت اس کے ساتھ تھیں اور وہ خراسان ۱۶ھ کے بعد گیا۔ اسی لئے اندازہ یہی ہے کہ جناب شہر بانو کی ولادت ۱۲ھ اور ۱۵ھ کے درمیانی وقفہ میں ہوئی ہے۔

عرب میں ورود:

موجودہ زمانے میں اکثر اہلِ سنت والجماعت یہ کہتے ہیں۔کہ یزدجرد کی بیٹیاں حضرت عمر کے عہد میں اسیر ہو کر آئیں اور آپ نے شہر بانو امام حسینؑ کو عنایت فرمائی اور گیہان بانو حضرت محمد بن ابوبکر کو مرحمت فرمائی۔

مگر اہل سنت والجماعت کے مستند اور معتبر مورخ علامہ شبلی نعمانی نے الفاروق کے باب ''غلامی کا رواج کم کرنا'' کے تحت بڑی صراحت سے اس امر کی تردید کی ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

''اس موقعہ پر حضرت شہر بانو کا قصّہ جو غلط طور پر مشہور ہو گیا ہے۔اس کا ذکر کرنا ضروری ہے۔عام طور پر مشہور ہے کہ جب فارس فتح ہوا تو یزدگرد شہنشاہ فارس کی بیٹیاں گرفتار ہو کر مدینہ آئیں۔حضرت عمر نے عام لونڈیوں کی طرح بازار میں انھیں بیچنے کا حکم دیا لیکن حضرت علیؑ نے منع کیا کہ خاندان شاہی کے ساتھ ایسا سلوک جائز نہیں۔ان لڑکیوں کی قیمت کا اندازہ کرایا جائے پھر لڑکیاں کسی کے اہتمام اور سپردگی میں دی جائیں اور اس سے ان کی قیمت اعلیٰ سے اعلیٰ شرح پر لی جائے چنانچہ حضرت علیؑ نے خود ان کو اپنے اہتمام میں لیا اور ایک امام حسینؑ کو ایک محمد بن ابوبکر کو اور ایک عبداللہ بن عمر کو عنایت کی۔

اس ''غلط قصہ'' کی حقیقت یہ ہے کہ زمخشری نے جس کو فن تاریخ سے کچھ بھی واسطہ نہیں۔ربیع الابرار میں اس کو لکھا ہے اور ابن خلکان نے امام زین العابدینؑ کے حالات میں یہ روایت اس کے حوالہ سے نقل کر دی ہے۔لیکن یہ محض غلط ہے اولاً تو زمخشری کے سوا طبری،ابن اثیر،یعقوبی،بلاذری،اور ابن قتیبہ وغیرہ کسی نے اس واقعہ کو نہیں لکھا اور زمخشری کا فن تاریخ میں جو پایہ ہے وہ ظاہر ہے اس کے علاوہ وہ تاریخی

قرائن اس کے بالکل خلاف ہیں حضرت عمر کے عہد میں یزدجرد اور خاندانِ شاہی پر مسلمانوں کو مطلق قابو نہیں حاصل ہوا نیز مجھے شبہ ہے کہ زمخشری کو یہ بھی معلوم تھا یا نہیں کہ یزدجرد کا قتل کس عہد میں ہوا ہے۔ اس کے علاوہ جس وقت کا یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ اس وقت امام حسینؑ کی عمر ۱۱ برس کی تھی۔ کیونکہ جناب ممدوح ہجرت کے پانچویں برس پیدا ہوئے اور فارس ۱۷ھ میں فتح ہوا۔ اس لئے یہ امر بھی کسی قدر مستبعد ہے کہ حضرت علیؑ نے ان کی نابالغی میں ان پر اس قسم کی عنایت کی ہو (الفاروق، ص ۲۱۸)

میرے خیال میں علامہ شبلی کی اس تردید کے بعد مجھے اس سلسلہ میں مزید کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ اس سلسلہ میں ہمارے یہاں ''اصول کافی'' کی ایک روایت پیش کی جاتی ہے جس پر تبصرہ کرنا ضروری ہے تاکہ حجت تمام ہوتی جائے۔

الفاظ روایت ملاحظہ ہوں:

الحسين بن الحسن الحسني رحمہ الله علي بن محمد بن عبدالله جميعاً عن ابراهيم بن اسحاق الاحمر عن عبدالرحمن بن عبدالله الخزاعي عن نصر بن مزاحم وعمر بن شمر عن جابر عن ابي جعفر عليه السلام قال لما اقدمت بنت يزدجرد على عمر اشرف لَها عذارىٰ المدينة واشرق المسجد بضوئها لمّا دَخلة فلمّا نظر اليها عمر غَطَّتْ وجهها وقالت اُف بيروج باداهر مز فقال عمر و أتشتمني هٰذهٖ بها فقال له اميرالمومنين عليه السلام ليس ذلك لك خيرها جلاًمن المسكين واجسها بغيب فخيّرها فجارت حتىٰ وضعت يَدَ ها عَلىَ راس الحسين عليه السلام فقال لها

امیر المومنین ما اسمک فقالت جھان شاہ فقال امیر المومنین بل شھر بانو یه ثم قال لالحسین یا اباعبداللّٰه لیدلد لك فیھا خیر اھل الارض فولدت علی ابن الحسین!

ترجمہ:

حسین بن الحسن اور علی بن محمد بن عبداللہ ہر دو نے ابراہیم بن اسحاق الاحمر سے انھوں نے عبدالرحمٰن بن عبداللہ خزاعی سے انھوں نے عمر بن شمر سے انھوں نے جابر سے اور انھوں نے امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ جب یزدجرد کی بیٹی عمر کے سامنے پیش ہوئی تو اسے دیکھنے کیلئے مدینہ کی کنواری لڑکیاں آئیں اور مسجد اس کی چہرے کی ضیاء سے منور ہوگئی۔ جب حضرت عمر نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے اپنا منھ چھپالیا اور کہا (کاش ہرمز پر ایسا دن نہ آتا) حضرت عمر نے کہا کہ کیا یہ مجھے دشنام دیتی ہے اور اُسے سزا دینے کا قصد کیا۔ امیر المومنین نے ایسا کرنے سے منع کیا اور فرمایا اسے کسی مسلمان کو بہ طور شوہر منتخب کرلینے کا اختیار دے دو اور اس کے مال غنیمت میں اس کو محسوب کرلو چنانچہ حضرت عمر نے اسے اختیار دیا اور اس نے آکر امام حسینؑ کے سر پر ہاتھ رکھ دیا امیر المومنین نے نام دریافت کیا اس نے کہا کہ جہاں شاہ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ شہر بانو یہ پھر آپ نے امام حسینؑ سے فرمایا کہ اس کے بطن سے تمہارے یہاں تمام اہل زمین سے بہترین انسان پیدا ہوگا پس آپ کے بطن سے امام زین العابدین پیدا ہوئے۔

روایت پر عقلی تبصرہ

ولادت کے تحت عرض کردیا گیا ہے کہ حضرت شہر بانو ۱۲ھ اور ۱۵ھ کے درمیانی عرصہ میں تولد ہوئی ہوں گی۔ اب اگر ان کی ولادت ۱۲ھ میں ہی فرض کرلی جائی تو

حضرت عمر کے عہد میں فتح مدائن کے موقعہ پر (۱۶ھ میں) ان کی عمر زیادہ سے زیادہ چار ساڑھے چار برس کی ہوگی اور یہ بعید از عقل ہے کہ ایک پانچ برس کی نابالغ بچی۔

(۱) حضرت عمر سے منھ چھپائے اور پردہ کرے (۲) پانچویں پشت میں اپنے جد ہرمز کا نام لے کر فریاد کرے (۳) حضرت عمر اس کی فریاد کو دشنام سمجھ کر اسے سزا دینے کے درپے ہوں (جبکہ نابالغوں کو شرعاً سزا نہیں دی جاسکتی) (۴) جناب امیر علیہ السّلام اسے شوہر منتخب کرنے کا اختیار دلوائیں اور (۵) وہ اپنا شوہر بھی خود منتخب کرے لہٰذا عقلاً یہ روایت قابل اعتماد نہیں۔

رجال کی رو سے تبصرہ

اس روایت کے چار راوی علمائے رجال کی نظروں میں ضعیف ہیں (۱) ابراہیم بن الاسحٰق الاحمر (۲) عبدالرحمٰن بن عبداللہ خزاعی (۳) عمرو بن شمر (۴) نصر بن مزاحم۔ اب ان کے حالات علیحدہ صاحب تنقیح المقال علامہ مامقانی کی زبانی ملاحظہ ہوں۔

ابراہیم بن اسحاق الاحمر

قال فی الفهرست انه کان ضعیفا فی حدیثه متهمافی دینهٖ (۲) ومثله عبادة النجاشی (۳) وعدّه الشیخ فی رجالهٖ فی من لم یُروَ عنهم وقال لهٗ کتب وهوضعیف (۴) وعن ابن الغضایزی فی حدیثه ضعف فی مذهبه ارتفاع۔

(۱) شیخ طوسی نے فہرست میں فرمایا ہے کہ وہ حدیث کے علم میں ضعیف اور دین کے لحاظ سے متہم تھا (۲) نجاشی نے بھی یہی فرمایا ہے (۳) شیخ نے اپنی کتاب رجال میں اس کا شمار ان لوگوں میں کیا ہے۔ جنھوں نے اہلِ بیت سے روایت کی ہی نہیں

فرمایا ہے کہ اس کی کچھ کتابیں بھی ہیں۔مگر وہ ضعیف (نا قابل اعتماد) ہے۔(۴) ابن غضایری نے فرمایا ہے کہ اس کی احادیث میں ضعف اوراس کے دین میں غلو پایا جاتا ہے۔

عبدالرحمٰن بن عبداللہ الخزاعی

یہ بالکل مجہول الحال ہیں، نہ شیعہ کتب میں ان کا تذکرہ ہے اور نہ اہلِ سنت کی کتب رجال میں ان کا کوئی ذکر ہے۔

عمر بن شمر

صاحب تنقیح المقال فرماتے ہیں۔

(۱)قال النجاشي روىٰ عن ابی عبداللّٰہ ضعیف جدًا (۲)قال ابن الغضایری ضعیف (۳) قال العلامة فی اخلاصتہٖ مثل ماقال النجاشي بزیادة فلا اعتمد علی شئی مایرویہ (۴) وضعّفَہ فی الو جیزةؔ مرأة العقول ایضا۔

نجاشی نے فرمایا ہے کہ یہ امام صادقؑ سے روایت کرتا ہے مگر بہت ہی ضعیف ہے(۲) ابن غضایری نے بھی اسے ضعیف (نا قابل اعتماد) کہا ہے(۳) علامہ نے خلاصہ میں نجاشی کی تائید کی ہے بلکہ یہ بھی کہا ہے کہ میں اس کی مرویات پر اعتماد نہیں کرتا(۴) وجنیرہ اور مرأۃ العقول میں بھی اس کی تضعیف کی گئی ہے۔

نصر بن مزاحم

اس کے متعلق صاحب تنقیح المقال نے علامہ نجاشی کا یہ ارشاد اپنی کتاب میں درج فرمایا ہے کہ

مستقیم الطریقة صالح الامرغیرانہ یروی عن الضعفاء

راہ راست پر تھا۔صالح العقیدہ تھا۔مگر اِن میں یہ خرابی روا تھی کہ ضعیف رواۃ سے بھی روایت بیان کر دیتے تھے۔

جس روایت کے چار راوی ضعیف اور نا قابلِ اعتماد ہوں اس روایت پر ہم کیونکر اعتماد کریں جبکہ عقل بھی اس کی تردید کرتی ہو۔اس کے علاوہ علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب مراۃ العقول شرح اصول کافی میں پورے طور پر اس روایت کی تضعیف کردی ہے۔پس جو روایت درایۃً اور روایۃً نا قابل اعتماد ہو اُس کا ہمارا لینا کب تک مفید ہو سکتا ہے۔

ایک اور خیال

ایک ضعیف سا تصور یہ بھی رونما ہو چکا ہے کہ جناب شہر بانو خلیفہ ثالث کے عہد میں عرب میں لائی گئیں۔اور اس کی تائید میں عیون اخبار الرضا کی ایک روایت پیش کی جاتی ہے۔جسے علامہ مجلسی نے بحار الانوار کی جلد ۱۵ میں درج کیا ہے۔اس روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

الحسین بن محمد البیهقی عن محمد بن یحییٰ الصولی عون بن محمد عن سهل بن قاسم النوشجان قال قال لی الرضا علیه السلام بخراسان ان بَیْنَنَا و بینکم نسب قلت وماهوایها الامیر قال ان عبداللّٰه بن عامر بن کریز لما انفتح خراسانان اصاب البِنْتَیِن لیزدجر دبن شهریار ملك الاعاجم فبعث بهما الی عثمان بن عفان نوصب احد هما الحسن و اخری للحسین علیها السلام

حسین بن محمد بیہقی نے محمد بن یحیٰی صولی سے اس نے عون بن محمد سے اس نے سہل بن قاسم نوش جان سے روایت کی ہے کہ نوشجان نے کہا کہ مجھ سے امام رضا علیہ السّلام

نے خراسان میں فرمایا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان نسبی قرابت ہے میں نے دریافت کیا اے امیر وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جب عبداللہ بن عامر بن کریز نے خراسان کو فتح کیا تو یزجرد بن شہریار کی دو بیٹیاں اُس نے گرفتار کیں اور عثمان بن عفان کے پاس بھیج دیں عثمان نے ایک کو امام حسن کو دیا اور دوسری کو امام حسینؑ کے حوالے کر دیا۔

یہ حدیث بھی رواۃ کے اعتبار سے نا قابل اعتماد ہے کیونکہ اس کے راویوں میں سے کسی کا ذکر ہماری رجال کی کتابوں میں نہیں ملتا اہل سنت کے رجال میں صرف دو راویوں کا ذکر ملتا ہے (محمد بن یحییٰ صولی (۲) عون بن محمد!

ان کے حالات لسان المیزان کے حوالے سے سپرد قلم کئے جاتے ہیں۔

محمد بن یحییٰ بن عبداللہ بن عباس بن محمد بن صولی ابوبکر صولی اس کے تذکرہ میں ابن سمعانی نے لکھا ہے کہ۔

سمعت اباحمد بن ابی العشار یقول ابواحمد العسکری یکذب علی الصولی مثل ماکان الصولی یکذب علی الغلابی مثل ماکان الغلابی۔یکذب علی سایرالناس مات سنته خمس۔

ابواحمد بن ابوعشار کے ذریعے یہ خبر موصول ہوئی کہ ابواحمد عسکری صولی کی طرف غلط روایات منسوب کرتا تھا جس طرح خود صولی غلابی کی طرف اغلاط کو نسبت دیتا تھا۔ اور جس طرح غلابی تمام محدثین کی طرف غلط نسبت سے جھوٹی روایتیں بیان کرتا تھا۔صولی ۳۳۵ھ میں فوت ہوا۔

مرثلاثین وثلاثمانہ (لسان المیزان جلد ۵،ص، ۴۲۷ تا ۴۲۸)

عون بن محمد الکندی

اخبار فی ماحدث سوی الصولی (لسان المیزان جلد ۴،ص ۲۸۸)

یہ صاحب اخباری تھے اور ان سے سوائے صولی کے اور کسی صاحب نے روایت نہیں لی ہے۔ ایسے رجال کی موجودگی میں اس روایت کی وقعت بھی محققین کی نظروں میں ختم ہوگئی۔

آخر یہ اصرار کیوں

اس اصرار کا اصل سبب یہ ہے کہ اگر جناب شہر بانو کا حضرت عمر یا حضرت عثمان کے عہد میں آنا ثابت ہو جائے گا تو ان خلفاء کی خلافت کا جواز ثابت ہو جائے گا کہ اگر یہ خلفا برحق نہ تھے تو ان کی ہر جنگ ناجائز ان کا لایا ہوا مال غنیمت ناجائز ان کے عہد مین لائی ہوئی لونڈیاں اور غلام بھی ناجائز پھر جس نے ان لونڈیوں پر تصرف کیا وہ تصرف ناجائز اور جو اولاد ان لونڈیوں سے پیدا ہوئی وہ اولاد ناجائز اگر وہ اولاد ناجائز تو جناب شہر بانو کا حضرت عمر یا حضرت عثمان کے عہد میں آنا اس امر کا متقاضی ہے کی یا تو ان کی خلافت کو برحق مان لیا جائے یا پھر (معاذ اللہ) امام زین العابدینؑ کی ولادت پر اعتراض کیا جائے اور تمام سادات کے نسب پر ہاتھ صاف کئے جائیں۔

غرضیکہ اس روایت کو بڑے شد و مد کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے اور سادات کو بلکہ امام زین العابدین علیہ السلام کو کھلے بندوں گالیاں دی جاتی ہیں مگر میں نے ان تمام روایتوں کی قلعی کھول کر رکھ دی ہے جن کا سہارا لے کر یہ سارا قصہ وضع کیا گیا ہے۔ اگر بالفرض یہ حضرت عمر یا حضرت عثمان کے عہد میں لائی گئی ہوں تو بھی اس سے ان حضرات کی خلافت ہرگز ثابت نہیں ہوسکتی۔ اصولاً مخالف کو اسی کے مسلمات سے قائل کرنا چاہیئے اور شیعوں کا یہ مسلمہ عقیدہ ہے کہ اگر کوئی جنگ یا جہاد حکم امام زمانہ سے ہو تو امام مالِ غنیمت کے خمس (۱/۵) کا حقدار ہے اور اگر کوئی جنگ امام کی مرضی اور اجازت کے بغیر لڑی جائے تو تمام مال امام کا حق ہے لڑنے والوں کو بغیر اجازت لڑنے کی وجہ سے کچھ نہیں ملے گا۔

ہمارے اس عقیدہ کی تائید کیلئے ایک دو حوالے درج کیے جاتے ہیں۔

(۱) مولانا شیخ علی علیہ الرحمہ شرح قواعد میں ارشاد فرماتے ہیں۔" **انّ الغنیمة بغیراذن الامام سائر لامام هٰذاهوالمشهور** (کتاب الخمس شرح قواعد)

یہ مال غنیمت جو بغیر اذن امام حاصل کیا جائے امام کا حق ہے اور یہی قول مشہور ہے۔

(۲) شرائع الاسلام کے حاشیہ پر مسالک کے حوالے سے تحریر ہے کہ خمس دارالحرب کے مال غنیمت پر واجب ہوتا ہے۔

"ماغنم منها باذن النبی اوالامام والا ان الغنوم باجمعه له"

مگر اس مال غنیمت کا خمس ہے جو نبی یا امام کی اجازت سے حاصل کیا گیا ہو ورنہ بغیر اجازت حاصل کیا ہوا سارا مال تنہا امام کا حق ہے۔

(۳) علامہ یعقوب کلینی نے اصول کافی کے باب (**الفئی والانفال و تفسیرالخمس وصددوه ومایجب فیه**)

کی ابتدا میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ خمس فلاں فلاں چیزوں پر واجب ہے۔

فان عمل فیها تو مر باذن الامام خلهم اربعة اخماس وللامام خمس والذی للامام یجری مجری الخمس ومن عمل فیها بغیراذن الامام فالامام یاخزه کة لیس لاحد فیه شئی

(اصول کافی جلد ا، ص ۵۳۹ مطبوعہ طہران)

اگر قوم نے اذن امام سے مال حاصل کیا ہو تو قوم کا (۵/۴) حصہ ہے اور امام کا (۵/۱) ہے اور اگر قوم نے بغیر اذن امام کے وہ مال غنیمت حاصل کر لیا ہے تو وہ مال سارے کا سارا امام کا حق ہوگا۔ اس میں کسی اور کا کوئی حق نہیں ہوگا۔

جب یہ مسئلہ شیعوں کے نزدیک مسلمات میں سے ہے کہ جو جنگ بغیر اذن امام لڑی جائے اس کا سارا مال غنیمت امام کا حق ہوتا ہے اور جو اسیر بغیر اذن امام گرفتار کیے

جائیں وہ سارے امام کی ذاتی ملکیت ہوتے ہیں تو پھر ہم یہ بھی کہنے کا حق رکھتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے چونکہ ان خلفاء کو جنگ کی اجازت نہیں دی تھی اور یہ جنگیں بغیر اذن امام کے ہوئیں لہذا سارے مال غنیمت کے مالک حضرت علیؑ ہوئے اگر ایک شہر بانو کو یا بالفرض دولڑکیوں کو لے لیا تو کیا ہرج ہے۔اور اگر آپ یہ کہیں کہ جنگ فارس تو جناب امیر علیہ السّلام کی اجازت سے ہوئی ہے جیسا کہ نہج البلاغہ کے ایک خطبہ سے ظاہر ہے تو پھر بھی ہم یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں کہ خمس تو بہر حال امام کا حق ہے لہذا علی علیہ السّلام نے اپنے پانچویں حصہ (خمس) میں سے ایک یا دولڑکیاں اگر لے لیں تو بھی کوئی قابل اعتراض چیز نہیں۔

چونکہ ہم علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کو امام برحق سمجھتے ہیں اس لئے ہمارے مذہبی حکم کے مطابق جتنا مال غنیمت حاصل ہوا ہے وہ بصورت عدم اذن سب کا سب امیر المومنین کی ذاتی ملکیت میں آنا چاہیئے تھا اور بصورت اذن خمس جناب امیر علیہ السّلام کا حق تھا ان دونوں صورتوں میں بھی جناب شہر بانو کو امام حسینؑ کے تصرف میں دے دینا جائز تھا۔

حقیقتِ حال:

آپ کے عرب میں وُرود کے زمانہ کے متعلق مشہور مورخ اخوند محمد خاوند شاہ نے اپنی تاریخ روضۃ الصفا میں اس طرح لکھا ہے کہ۔

در ربیع الابرار مسطور است کہ امیر المومنین علیؑ حریث بن جابر جعفی را بہ حکومت بعضی از بلادشرق فرستاد و حریث دو دختر یزدجرد را بہ دست آوردہ بخدمت آنحضرت آور در حضرت اقدس امیر المومنین علیؑ شہر بانو را بقرۃ العین حسینؑ داد و دیگر را کہ مسماۃ گیہان بانو بود بہ محمد بن ابی بکر ارزانی داشت تا از یک خواہر امام زین العابدین متولد شدہ واز

خواہر دیگر قاسم بن محمد بن ابی بکر (روضۃ الصفا، جلد سوم ص، ۹)

ربیع الابرار میں تحریر ہے کہ امیر المومنین نے حریث بن جابر جعفی کو جب بلاد شرق کی جانب روانہ کیا تو حریث نے یزدجرد کی دو لڑکیاں امیر المومنین کی خدمت میں ارسال کیں۔ آنحضور نے شہر بانو امام حسینؑ کو عطا کر دیں اور گیہان بانو محمد بن ابی بکر کو عطا کر دی ایک ہمشیرہ سے امام زین العابدینؑ پیدا ہوئے اور دوسری کے قاسم بن محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے۔

اس کے علاوہ مناقب شہر آشوب جلد۴ ص ۶۷ اور بحار الانوار جلد ۱۰، میں یہ روایت موجود ہے۔ **قال ابن الكلبی ولی علی ابن ابی طالبؑ حریث بن جابر جانبا المشرق فبعث بنت یزد جردبن شهر یار بن کسریٰ فاعَطاها لِلابنهِ الحسین فولدت منه علیاوقال غیره ان حریثا بعث الی امیرالمومنین بنتی یزد جرد فاعطیٰ واحدة لابنهِ الحسین فاولدها علی بن الحسین واعطی الاخریٰ لمحمد بن ابی بکر فاولدها القاسم بن محمد فهما ابن خالته**

ابن کلبی نے کہا ہے کہ علی ابن ابیطالب نے حریث بن جابر کو مشرق کی جانب والی بنا کر بھیجا۔ اُس نے یزدجرد کی بیٹی امیر المومنین کی خدمت میں بھیجی۔ وہ لڑکی آپ نے امام حسین کو عطا کر دی۔ اُن کے بطن سے علی زین العابدین ہوئے بعض راوی کہتے ہیں کہ حریث نے یزدجرد کی دو لڑکیاں بھیجی تھیں جناب امیر علیہ السّلام نے ایک امام حسین کو اور دوسری محمد بن ابی بکر کو عطا فرمائی۔ اس لحاظ سے امام زین العابدین اور قاسم بن محمد بن ابوبکر دونو خالہ زاد بھائی ہوئے۔

وفات:

اس سے قبل بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ جناب شہر بانو کی وفات کے متعلق امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ "**انها ماتت فی نفاسها**" (بحارالانوار)
یہ مقدسہ ایامِ زچگی میں ہی دنیا سے رخصت ہوگئیں۔ اس لئے اتنا کہا جا سکتا ہے کہ آپ ۱۶ جمادی الثانی اور ۲۵/ جمادی الثانی ۳۸/ھ کے درمیانی عرصہ میں وفات پا گئیں۔ **انّا لِلّٰه وَاِنّا اليهِ راجعون**"

(رضا کار لاہور، سیّد الشہداء نمبر، ۱۳۷۸ھ)

حضرت شہر بانو سلام اللہ علیہا

کے بطنِ نور سے امامت کے نو۹ چراغ روشن ہوئے

﴿علّامہ سیّد محمد رضی صاحب مجتہد آل نجم العلماء﴾

یہ امام زین العابدین علیہ السّلام کی مادر گرامی کا نام ہے جو یزدجرد بن شہریار بن کسریٰ شاہ ایران کی بیٹی تھیں۔ حضرت شہر بانوؑ کا نام بعض مورّخین نے شاہ زناں جہاں بانو یہ، سلافہ خولہ بھی لکھا ہے۔ مگر مشہور روایت یہ ہے کہ ان کا نام شہر بانو تھا۔ حضرت امیر المومنینؑ نے ان کا نام مریم رکھا تھا اور بعض نے کہا ہے کہ فاطمہ رکھا تھا۔ انہیں سیّدۃ النسأ کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا تھا۔ ابوالاسود شاعر امام زین العابدین کی تعریف میں کہتا ہے۔

"وان غلام بین کسریٰ وھا شم لاکو لاّکرم مرمن نیطت علیہ التمائم"

''وہ بچہ جو خاندان ہاشم و کسریٰ کے اتصال سے ظہور میں آیا وہ دنیا کے تمام بچوں سے مرتبے میں افضل ہے۔

اس اسباب و واقعات کے متعلق مورّخین میں اختلاف ہے۔ حضرت شہر بانوؑ کے ایران سے نکلنے کی بنیاد ہیں۔ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ نے اپنی خلافت کے ظاہری ایام میں حریث بن جابر جعفی کو مشرقی ممالک کی طرف روانہ کیا تھا۔ جہاں انھیں کچھ جگہوں پر فتح حاصل ہوئی تھی۔ ان ممالک میں ایران بھی شامل

تھا۔ یہاں ان کو یزدجرد بن شہر یار کی دو بیٹیوں کو گرفتار کرنے کا موقع ملا ان دونوں کو حریث نے امیر المومنین علیہ السّلام کی خدمت میں روانہ کیا۔ جب یہ لڑکیاں آگئیں تو آپ نے ان میں سے ایک کو امام حسینؑ سے منسوب فرمایا اور دوسری کو محمد ابن ابی بکر سے جن کا نام کیہان بانو تھا اس لئے کہ امام زین العابدین اور قاسم بن محمد دونوں آپس میں خالہ زاد بھائی تھے۔

علامہ مجلسی ''جلاء العیون'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب شہر بانو ایران سے مدینہ کے لئے روانہ ہو رہی تھیں تو جناب رسالتمآب نے عالم خواب میں ان کا عقد امام حسینؑ کے ساتھ پڑھ دیا تھا اور جب آپ مدینہ میں آگئیں تو حضرت علیؑ نے انھیں اپنے فرزند کے سپرد کر دیا اور فرمایا کہ یہ وہ عصمت پرور لڑکی ہے جس کے بطن سے وہ فرزند ظاہر ہوگا جو تمہارے بعد افضل اوصیاء اور افضل کائنات ہوگا۔

امام زین العابدین علیہ السّلام کی ولادت ان ہی کے بطن سے ۳۸ھ/۱۵/جمادی الاوّلیٰ کو ہوئی تھی۔ ایک روایت کے مطابق علّامہ ابن بابویہ نے لکھا ہے کہ شہر بانو کا مدینہ میں آنا تیسری خلافت میں ثابت ہوتا ہے وہ لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن عامر نے جب خراسان فتح کیا تو شاہ عجم نے یزدجرد کی دو لڑکیاں گرفتار کیں اور انھیں دربار خلافت میں بھیج دیا تھا۔ جن میں سے ایک امام حسینؑ کو ملیں اور دوسری امام حسنؑ کو۔ زیادہ شہرت اس کی ہے کہ حضرت شہر بانو دوسری خلافت کے دور میں آئی تھیں حضرت علیؑ نے ان ہی کے لئے فرمایا تھا کہ بادشاہوں کی اولاد فروخت نہیں کی جاسکتی۔ صرف یہ ممکن ہے کہ شہر بانو کو اس کی اجازت دی جائے کہ وہ جس شخص کو خود چاہیں اپنے لئے اختیار کرلیں۔

حضرت علیؑ کے اس فیصلہ کے بعد ان کو اجازت مل گئی اور بالآخر انھوں نے امام حسینؑ کے لئے اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا۔ حضرت امیر المومنینؑ نے اپنے فرزند

سے فرمایا حسینؑ اس نیک بخت لڑکی کی حفاظت کرنا اور اس سے بہتر سے بہتر سلوک کرنا کیونکہ اس سے تمہارا وہ فرزند پیدا ہوگا جس سے افضل اہل زمین میں کوئی دوسرا نہ ہوگا اور یہ میرے اوصیاء اور میری ذریت کی ماں ہے۔ صاحب منتہی الاعمال نے لکھا ہے کہ اس سے قبل کہ مسلمان کا لشکر شہر بانو کو قیدی بنائے اور ایرانیوں کو شکست دے انھوں نے خواب میں جناب رسولؐ خدا کی زیارت کی اور دیکھا کہ آپ امام حسینؑ کو لئے ہوئے ان کے گھر میں تشریف لائے ہیں اور ان کے لئے شہر بانو کی خواستگاری فرمارہے ہیں اور بالآخران دونوں کی تزویج فرمائی ہے۔ شہر بانوؑ یہ فرماتی ہیں کہ جب صبح ہوئی تو اس چاند (امام حسینؑ) کی محبت میرے دل میں سمائی ہوئی تھی اور ہمیشہ اسی شکل وصورت کی فکر میں محو رہا کرتی تھی۔ پھر دوسری شب میں مَیں نے حضرت فاطمۃ الزہراؑ کو خواب میں دیکھا کہ وہ میرے پاس تشریف لائی ہیں اور میں نے ان کے سامنے اپنے اسلام کو دہرایا ہے ظاہر ہے کہ یہ واقعہ حضرت فاطمہ زہراؑ کی وفات کے بعد کا تھا۔ آپ کی وفات ۱۱ھ میں ہوئی تھی اور ۱۶ھ میں شہر بانو قید ہوئی تھیں۔

خواب میں حضرت فاطمہ زہراؑ نے یہ بھی خبر دے دی تھی کہ تم عنقریب اسیر ہو جاؤ گی اور بہت ہی جلد تم میرے فرزند حسینؑ سے ملو گی اور خدا کی قدرت سے کسی دوسرے کو تم پر کوئی دسترس حاصل نہ ہوگا یہاں تک کہ تم میرے فرزند تک پہنچ جاؤ گی۔

شہر بانوؑ کہتی تھیں کہ جب میں مدینہ آئی اور میں نے امام حسینؑ کو دیکھا تو فوراً پہچان لیا کہ رسولؐ اسلام نے جس چاند کے ساتھ میرا عقد کیا تھا وہ یہی ہیں یہ اپنی قسمت ہے اور اپنا اپنا مقدر ہے کہاں محمدؐ عربی کا لخت جگر اور کہاں کسریٰ کا گھر، کہاں سیدہ عالمؑ کے قدم اور کہاں ایران کے شاہی قصر کی زمین اس ستارہ عفت کو عظمت کو لانا تھا علیؑ کے گھر میں اس لئے لشکر ایران کو شکست کھانا پڑی اُدھر مسلمانوں کو فتح ہوئی ادھر شہر بانو کے دل

کی کلی کھلنے لگی ایران کے پھول پر مدینہ کے رنگ نے ابھر کر عرب وعجم کے کمالات کی لڑیاں سجائیں ایک ایسا آئینہ تھا جس میں عربی رنگ بھی تھا اور عربی جمال بھی تھا گیسوئے حسن ایران میں عجمی خم آیا اور عدل نوشیروانی پر تعلیم محمدیؐ نے اپنا سایہ ڈالا کسے معلوم تھا کہ یوں نسلیں مل جائیں گی اور زین العابدینؑ کی ولادت ہوگی اور عرب عجم کی قسمتوں کے ستارے ایک برج میں جمع ہوں گے۔ حضرت شہر بانوؑ کو لشکریوں نے اسیر کرلیا شہنشاہِ ایران کی گود میں پالی ہوئی شہزادی قید میں آئی اور اس کے فروخت ہونے کا اعلان بھی ہونے لگا نہ پوچھئے کہ دل پر کیا اثر ہوا ہوگا۔ دل میں تصویر حسینؑ اور تمنا یہ کہ جلدی سے وہ جمالِ دلربا نظر کے سامنے آجائے قیدی بننا گوارا کیا کنیز کہہ کے پکاری گئیں پھولوں کے بستر چھوڑے قصر ایران کا آرام چھوڑنا پڑا شہر بانو اور کیہان بانو دونوں اسیر ہوئیں مگر جاہ وجلال وہ کہ اس قید و بند کے عالم میں بھی اپنے حدود سے بڑھنے کی کسی کو اجازت نہ دی اور جب کسی کا بڑھتا ہوا ہاتھ دیکھا جھلائی ہوئی آواز میں کہا ''ہرمز شہنشاہ ایران کے دن سیاہ ہو جائیں اگر تو اس کی اولاد پر ہاتھ اٹھانے کا ارادہ کرے''۔

پیغمبر اسلام نے بھی فرمایا تھا۔ **ولدت فی زمن الملك العادل انوشیروان**" میں نوشیروان عادل کے زمانہ حکومت میں پیدا ہوا تھا۔ یہ ایک اور اشارہ تھا کہ خود رسولؐ کو بھی یہ گھر پسند تھا اور نوشیرواں کی عدالت وانصاف اس قابل تھی کہ زبان عصمت رسالت پر اس کا تذکرہ آجائے مبارک ہو کسریٰ تجھے کہ تیرے انصاف وعدل کی تعریف خاتم المرسلینؐ نے فرمائی۔

اب کون ہے جو شاہنشاہ ایران نوشیرواں کو ظالم کہنے کی جرات کر سکے۔ شہر بانو اسی باانصاف اور عادل بادشاہ کی پوتی تھیں۔ دل میں ٹیسیں تھیں آنکھیں اشکوں میں ڈوبی

ہوئی تھیں۔دن کاٹے نہیں کٹتے تھے جب سے رسولؐ بطحا کو خواب میں دیکھ لیا تھا حسینؑ کا عقد ان کے ساتھ کیا ہے مگر جب مدینہ میں آگئیں تو ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ جیسے کسی طوفانی کشتی کو ساحل مل جائے عجب طرح کا رشتہ تھا کہ رسولؐ نے جس گھرانے سے رشتہ قائم کیا تھا بغیر تلوار اٹھائے اور بغیر جنگ کئے سارا ایران اس گھر کے مذہب پر آ گیا۔علیؑ نے شہر بانوؑ کی مشکیں کھلوادیں قیدیوں کا لباس اتروایا اسیری کے دن ختم ہوئے شہزادی مبارک ہو پہلے فقط کسریٰ اور پرویز کی لخت جگر تھیں اب علیؑ کی آنکھوں کا تارا ہو گئیں۔نوشیرواں کی پوتی تھیں اب محمدؐ عربی کی بہو بن کر فخر عرب و عجم ہو گئیں امامت کے چاند اس برج کے منتظر تھے اب جن وانس کی شاہزادی بن گئیں۔تاجدار امامت زین العابدینؑ کی ماں بنیں۔سیّد الشہدا حسینؑ بن علیؑ کے گھر کی رونق نو۹ اماموں کے انوار کا مرکز بنیں۔سیّد الساجدینؑ جیسا سرمایہ روزگار عبادت کرنے والا جس کی آغوش میں آیا وہ ماں جس کے فرزند نے بیڑیاں پہن کر انسانی ضمیر کو آزادی کا درس دیا وہ ماں جس کی اولاد نے پیام محمدیؐ میں نئی روح ڈالی،وہ ماں شوہر راکب دوش رسولؐ اولاد میں امامت کے سلسلہ کی انتہا رسالت کا گھر نبوت کی منزل امامت کا سایہ کسریٰ کے گھر میں فقط ایک چاند تھا مگر اب تو اس چاند میں چار چاند لگ گئے شہر بانوؑ حسینؑ کو ملیں یا گوہر معدن میں آیا پھول گلدستہ میں آیا ستارہ فلک پر آیا یا یوں کہوں کہ شہر بانوؑ بہشت حسن و جمال بن کر سردار جوانان جنت کے روبرو آئیں۔

اسیری میں آزادی کے تیور ہیں قید میں حریت کے انداز ہیں مصیبتوں میں ماتھے پر شکن نہیں محبتِ حسینؑ کی تڑپ کھینچ لائی ایران سے مدینہ کی طرف وطن چھوٹ گیا مگر حسینؑ مل گئے علیؑ نے مریم کہا زمانہ نے سیّدۃ النساء کہہ کے پکارا مگر فرق یہ ہے کہ یہ مریم آلِ محمدؐ میں وہ مریم بنت عمران تھیں وہ ایک نبی کی ماں تھیں یہ نو۹ اماموں کی ماں ہیں۔شہر

بانوؑ عزتِ نفس کا مجسمہ تھیں خودداری کی مثال تھیں وہ سوائے شہر بانوؑ کے کون تھا جس نے سلطنت کی فضاؤں کو اس اسیری کے لئے ٹھکرا دیا جو آلِ محمدؐ کے دروازے تک لا رہی تھی۔ قیدیوں کا لباس زیب تن کر لیا اس لئے کہ فاطمہ زہراؑ کے گھر جانا تھا علیؑ کے دروازے تک آنا تھا۔ بیمار بیٹے نے کربلا میں بیڑیاں پہن کے ماں کی نیابت کا فرض بھی انجام دیا تھا شاید یہ بتانے کے لئے اگر میری ماں زندہ ہوتی تو لیلیٰؑ و ربابؑ کے ساتھ زینبؑ و رقیہؑ اُمّ کلثومؑ و سکینہؑ کے ساتھ شانوں میں رسیاں بندھوا کر کوفہ و شام کے بازاروں میں برابر کی شریک ہوتیں اور اگر آلِ محمدؐ کے سروں سے چادریں اُتاری گئیں تو آلِ کسریٰ بھی دربار کوفہ و شام میں سر برہنہ ہوتی۔ حضرت شہر بانو کی وفات امام حسینؑ کی زندگی ہی میں واقع ہوگئی تھی کربلا میں ان کا وجود کسی طرح ثابت نہیں ہے اس لئے جو قصے ان کے وجود کو واقعۂ شہادت کے وقت ثابت کرتے ہیں وہ سب بے بنیاد اور بے اصل ہیں۔ شہر بانو کی زندگی اور موت اسیری اور آزادی شاہی اور غربت اسلامی تاریخ کا اہم باب ہے جن کے بلند کردار نے دنیا کے کروڑوں انسانوں کو حق سے روشناس کرایا اور ہزاروں سال کے عقائد باطلہ کو مٹا کر ہر دل میں اسلام کا دیا روشن کر دیا۔ (نظارہ لکھنؤ)

حضرت شہر بانو سلام اللہ علیہا اور امام زین العابدینؑ کی نسبی شرافت!

﴿از جناب مولانا سیّد نجم الحسن صاحب کراروی﴾

نسب اور نسل باپ اور ماں کی طرف سے دیکھے جاتے ہیں۔ امام علیہ السّلام کے والد ماجد حضرت امام حسینؑ اور دادا حضرت علیؑ اور دادی حضرت فاطمہ زہراؑ بنت رسولِ خدا ہیں اور آپ کی والدہ جناب شہر بانوؑ بنت یزدجرد بن شہریار ابن کسریٰ ہیں۔ یعنی آپ حضرت پیغمبر اسلام علیہ السّلام کے پوتے اور نوشیرواں عادل کے نواسے ہیں۔ یہ وہ بادشاہ ہے جس کے عہد میں پیدا ہونے پر سرور کائنات نے اظہار مسرت فرمایا ہے۔ اس سلسلہ نسب کے متعلق ابوالاسود نے اپنے اشعار میں اس کی وضاحت کی ہے کہ اس سے بہتر اور سلسلہ ناممکن ہے اُس کا ایک شعر یہ ہے۔

وان غلاماً بین کسریٰ و ھاشم

لاکرم من نیطت علیہ التمائم

اُس فرزند سے بلند نسب کوئی اور نہیں ہوسکتا جو نوشیرواں عادل اور فخر کائنات حضرت محمد مصطفیٰؐ کے دادا ہاشم کی نسل سے ہو (اصولِ کافی ص،۲۵۵) شیخ سلیمان قندوزی اور دیگر علماء اہلِ اسلام لکھتے ہیں کہ نوشیرواں کے عدل کی برکت تو دیکھو کہ اسی کی نسل کو آلِ محمدؐ کے نور کی حامل قرار دیا۔ اور آئمہ طاہرین کی ایک عظیم فرد کو اُس لڑکی

سے پیدا کیا جو نوشیرواں کی پوتی ہے، پھر تحریر کرتے ہیں کہ امام حسینؑ کی تمام بیویوں میں یہ شرف صرف جناب شہر بانو کو نصیب ہوا جو حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام کی والدہ ماجدہ ہیں۔ (ینابیع المودت ص ۲۱۵ و فصل الخطاب ص ۲۶۱) علامہ عبداللہ بحوالہ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ جناب شہر بانو بادشاہان فارس کے آخری بادشاہ یزدجرد کی بیٹی ہیں اور آپ ہی سے امام زین العابدینؑ متولد ہوئے ہیں جن کو ابن الخیرتین کہا جاتا ہے کیونکہ حضرت محمد مصطفےٰؐ فرمایا کرتے تھے کہ خداوند عالم نے اپنے بندوں میں سے دو گروہ عرب و عجم کو بہترین قرار دیا ہے اور میں نے عرب سے قریش اور عجم سے فارس کو منتخب کرلیا ہے۔ چونکہ عرب اور عجم کا اجتماع امام زین العابدینؑ میں ہے اسی لئے آپ کو ''ابن الخیرتین'' سے یاد کیا جاتا ہے (ارجح المطالب ص ۴۳۴) علاّمہ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ جناب شہر بانو کو سیّدۃ النساء کہا جاتا تھا (مناقب جلد ۴، ص ۱۳۱)

جناب شہر بانو کی تشریف آوری کی بحث:

کہا جاتا ہے کہ عہد عمری میں فتح مدائن کے موقع پر جناب شہر بانو لشکر اسلام کے ہاتھ لگی تھیں اور وہاں سے اپنی دیگر بہنوں کے ساتھ مدینہ پہنچ کر حضرت امام حسینؑ کو زوجیت سے مشرف ہوئیں (ربیع الابرار زمخشری) لیکن میرے نزدیک یہ بالکل غلط ہے کیونکہ فتح مدائن ۱۶/۱۷ھ میں ہوئی ہے جیسا کہ تاریخ ابوالفدا جلد ۱ ص ۱۱۶ تاریخ کامل جلد ۲ ص ۱۹۷، معجم البلدان جلد ۷، ص ۳۱۴ و فتوح العجم ص ۱۶۰، تاریخ ابن خلدون جلد ۲ ص ۱۰۰، میں ہے اور یزدجرد جو جناب شہر بانو کا باپ تھا ۱۴ھ کے شروع میں عنان حکمرانی کا مالک ہوا ہے جیسا کہ تاریخ طبری جلد ۲، ص ۱۹۹، و تاریخ کامل جلد ۱ ص ۸۱ تاریخ کامل جلد ۱، ۷۸ و تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۹۱، فتوحات اسلامیہ جلد ۱، ص ۶۶ میں ہے۔ اس حساب سے فتح مدائن کے وقت اُس کی عمر زیادہ سے زیادہ ۲۲ سال کی

ہوسکتی ہے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک عجمی جو گرم ملک کا باشندہ نہ ہو وہ عربیوں کی طرح اتنی تھوڑی عمر میں کیونکر مباشرت کے قابل بن سکتا ہے یعنی یہ پڑے گا کہ یزدجرد کی شادی ۱۸، ۱۹ سال کی عمر میں ہوئی ہوگی اب ایسی صورت میں کہ اُس کی شادی ۱۸، ۱۹ سال کی عمر میں تسلیم کی جائے اور یہ بھی مان لیا جائے کہ جناب شہربانو اُس کی پہلی اولاد تھیں تب بھی فتح مدائن کے وقت جناب شہربانو کی عمر پانچ چھ سال سے زیادہ نہیں ہوسکتی اس کے علاوہ حضرت امام حسینؑ جو ۴ھ میں پیدا ہوئے اُن کی شادی اتنی کمسنی میں بحالت نابالغی پھر ایسی صورت میں جب کہ امام حسن کی شادی نہ ہوئی ہو جو امام حسینؑ سے بڑے تھے ۱۶ھ میں فتح مدائن کے بعد حضرت علی کیونکر کر سکتے تھے۔

مورّخ شہیر شمس العلماء شبلی نعمانی حضرت عمر کا حال لکھتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ اس موقع پر حضرت شہربانو کا قصّہ جو غلط طور پر مشہور ہو گیا ہے اُس کا ذکر کرنا ضروری ہے عام طور پر مشہور ہے کہ جب فارس فتح ہوا تو یزدجرد شہنشاہ فارس کی بیٹیاں گرفتار ہو کر مدینہ میں آئیں خلیفۂ ثانی نے عام لونڈیوں کی طرح بازار میں اُن کے بیچنے کا حکم دیا۔ لیکن حضرت علیؑ نے منع کیا کہ خاندان شاہی کے ساتھ ایسا سلوک جائز نہیں ان لڑکیوں کی قیمت کا اندازہ کرایا جائے پھر یہ لڑکیاں کسی کے اہتمام اور سپردگی میں دی جائیں اور اُس سے اُن کی قیمت اعلیٰ سے اعلیٰ شرح پر لی جائی چنانچہ حضرت علیؑ نے خود اُن کو اپنے اہتمام میں لیا اور ایک امام حسینؑ کو اور ایک محمد بن ابی بکر کو ایک عبداللہ بن عمر کو عنایت کیں اس غلط قصّہ کی حقیقت یہ ہے کہ زمخشری نے جس کو فن تاریخ سے کچھ واسطہ نہیں ربیع الابرار میں اس کو لکھا اور ابن خلکان نے امام زین العابدین کے حال میں یہ روایت اُس کے حوالہ سے نقل کر دی لیکن یہ محض غلط ہے اولاً تو زمخشری کے سوا طبری، ابنِ اثیر، یعقوبی، بلاذری، ابن قتیبہ وغیرہ کسی نے اس واقعہ کو نہیں لکھا اور

زمخشری کا فنِ تاریخ میں جو پایہ ہے وہ ظاہر ہے اس کے علاوہ تاریخی قرائن اس کے بالکل خلاف ہیں خلیفۂ ثانی کے عہد میں یزدجرد اور خاندان شاہی پر مسلمانوں کو مطلق قابو حاصل نہیں ہوا۔ مدائن کے معرکہ میں یزدجرد مع تمام اہلِ وعیال کے دارالسلطنت سے نکلا اور حلوان پہنچا جب مسلمان حلوان پر چڑھے تو وہ اصفہان بھاگ گیا اور پھر کرمان وغیرہ میں ٹکراتا پھرا مرو میں پہنچ کر ۳۰/۳۱ھ میں جو حضرت عثمان کی خلافت کا زمانہ ہے مارا گیا۔ مجھ کو شبہ ہے کہ زمخشری کو یہ بھی معلوم تھا یا نہیں کہ یزدجرد کا قتل کس عہد میں ہوا اس کے علاوہ جس وقت کا یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے اُس وقت امام حسین علیہ السّلام کی عمر بارہ سال کی تھی۔ کیونکہ جناب ممدوح ہجرت کے پانچویں سال پیدا ہوئے اور فارس ۱۷ھ میں فتح ہوا۔ اس لئے یہ امر کسی قدر مستند ہے کہ حضرت علیؑ نے اُن کی نابالغی میں اُن پر اس قسم کی عنایت کی ہوگی۔ اس کے علاوہ ایک شہنشاہ کی اولاد کی قیمت نہایت گراں قرار پائی ہوگی اور حضرت علیؑ نہایت زاہدانہ اور فقیرانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ غرض کسی حیثیت سے اس واقعہ کی صحت پر گمان نہیں ہوسکتا

(الفاروق جلد۲ص۱۷۲)

میں نے تواریخ سے جو استنباط کیا ہے وہ یہ ہے کہ عہد عثمانی میں اہلِ فارس نے بغاوت کر کے عبیداللہ بن عمر ''والیٔ فارس'' کو مار ڈالا اور حدود فارس سے لشکر اسلام کو بھی نکال دیا۔ اُس وقت فارس کی لشکری چھاؤنی مقام ''اصطخر'' تھا۔ ایران کا آخری بادشاہ، یزدجرد، اہل فارس کے ساتھ تھا۔ حضرت عثمان نے عبداللہ ابن عمر کو حکم دیا کہ بصرہ اور عمان کے لشکر کو ملا کر فارس پر چڑھائی کردو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا حدود اصطخر میں زبردست اور گھمسان کی جنگ ہوئی اور مسلمان کامیاب ہوئے۔ اصطخر فتح ہوگیا اصطخر کے فتح ہونے کے بعد ۳۱ھ میں یزدجرد آئے اور پھر وہاں سے خراسان اور

خراسان سے مرو جا پہنچا اُس کے ہمراہ چار ہزار جرار سپاہی بھی تھے۔ مرو میں وہ خاقان چین کی سازشی امداد کی وجہ سے مارا گیا اور شاہان عجم کے گورستان ''اصطخر'' میں دفن ہوا اس کے بعد عہد عثمانی بدل گیا اور حضرت علیؑ شیر خدا کا زمانہ آ گیا۔

جنگ جمل کے بعد ایران خراسان کے مقام مَرو میں سخت بغاوت ہوئی اُس وقت اُیران میں بروایت ارشاد مفید و روضۃ الصفاء حریث ابن جابر جعفی گورنر تھے۔ حضرت علی نے مَرو کے قضیہّ نامرضیہ کو ختم کرنے کے لئے امدادی طور پر خلید ابن قرۃ یربوعی کو روانہ کیا وہاں جنگ ہوئی اور لشکر اسلام کامیاب ہوا حریث ابن جابر جعفی نے یزدجرد شہریار ابن کسریٰ جو عہد عثمانی میں مارا جا چکا تھا کی دو بیٹیاں، شہر بانو اور کیہان بانو کو عام اسیروں کے ساتھ حضرت علیؑ کی خدمت میں بھیجا شیر خدا حضرت علی علیہ السّلام نے شہر بانو کو حضرت امام حسینؑ اور گیہان بانو کو محمد بن ابی بکر کی زوجیت میں دے دیا۔ جیسا کہ روضۃ الصفاء جلد۳ ص۹ طبع نول کشور، ارشاد مفید جلد۲ ص۲۹۲، اعلام الوریٰ ص۱۰۱، عہدۃ الطالب ص۱۷۱، جامع التواریخ ص۴۵، کشف الغمہ ص ۸۹، مطالب السوئل ص ۲۶۱، صواعق محرقہ ص ۱۲۰، نور الابصار ص ۱۲۶، تحفہ سلیمانیہ شرح ارشاد ص۳۹۱ میں موجود ہے۔ اُس وقت امام حسینؑ کی عمر اور جناب شہر بانو کی عمر کافی ہو چکی تھی اور امام حسنؑ کی شادی ہوئے عرصہ گزر چکا تھا۔ حضرت علیؑ کی خلافت ۳۶ھ سے ۴۰ھ تک رہی جناب شہر بانو سے ۳۸ھ میں امام زین العابدین اور کیہان بانو سے قاسم بن محمد پیدا ہوئے۔ (چودہ ستارے، صفحہ۱۹۶ تا ۱۹۸)

❀ ❀ ❀

حضرت سیّدہ شہر بانوؑ

﴿آیت اللہ سیّد محمد حسینی شیرازی﴾

حضرت شہر بانوؑ کا نسب:

اس سیّدہ جلیلہ کا نام شہر بانوؑ بنت یزدجرد بن شہریار بن کسریٰ فارس کے شہنشاہ بی بی کا لقب ’’شاہ زنان‘‘ یعنی ملکۃ النساء ہے۔ (مناقب آلِ ابی طالب جلد نمبر ۴ ص نمبر ۱۷۶)

حضرت امیر المومنین علی علیہ السّلام نے آپ کا نام مریم رکھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مولاؑ نے آپ کا نام فاطمہ رکھا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا نام خولہ تھا حضرت امیر المومنینؑ نے (شاہ جہاں) نام رکھا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپؑ کا نام (برّہ بنت نوشجان) تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کا نام سلافہ یا سلامہ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کا نام غزالہ ہے۔ اور شاید یہ بی بیؑ کے اسماء اور القاب ہوں۔

آپ شہنشاہ کسریٰ کی پوتی ہیں جو عادل بادشاہ کے لقب سے مشہور ہے انہی کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

’’میں عادل اور نیک بادشاہ کے زمانے میں پیدا ہوا‘‘

(راجع اعلام الوریٰ ص نمبر ۵ فصل نمبر ۱)

اور اس سے مراد ان کی عدالت اپنے دین اور اس کے اصولوں کے مطابق ہے اور یا عدالت ان کی نسبی شئے ہے جیسے کہ یہ امر بھی پوشیدہ نہیں ہے۔

شاہ زنان کی شادی حضرت امام حسین علیہ السّلام سے ہوئی جن سے حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام کا ظہورِ نور ہوا اور آپ ائمہ علیہ السّلام کی دادی ہیں۔

حضرت شہر بانوؑ کا نام کیا ہے؟

بحار الانوار میں ہے حضرت علی علیہ السّلام نے ان سے پوچھا آپ کا نام کیا ہے؟ بی بی نے کہا شاہِ جہاں، عورتوں کی سردار۔

آپؑ نے فرمایا نہیں شاہ جہاں نہیں کیونکہ وہ دختر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں وہ سیّدۃ النساء ہیں اور تم شہر بانو ہو، یعنی سیّدۃ نساء صرف فاطمہ بنت محمد صلی اللہ وآلہ وسلم ہیں۔ ان کے علاوہ کوئی نہیں۔ (بحار الانوار جلد نمبر ۱۰۱، ص نمبر ۲۰۰، باب ۲، حدیث ۲۲)

اوران کی بہن مروارید کو حسن ابن علی علیہ السّلام کیلئے منتخب کیا گیا۔

قوم کے سردار اور کریم قوم کا احترام کرو:

ابو جعفر طبری سے منقول ہے جب فارس کے قیدی مدینہ منورہ میں داخل ہوئے عمر ابنِ خطاب نے عورتوں کو فروخت کرنا چاہا اور مردوں کو غلام بنانا چاہا تو امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر قوم کے کریم کی تکریم کرو۔

عمر نے کہا میں نے بھی یہ فرمان سنا ہے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ قوم کے سردار اور کریم کی عزت وتکریم کرو خواہ تمہارے مخالف ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت امیر المومنینؑ نے اس سے فرمایا یہ وہ قوم ہے جنھوں نے تمہارے سامنے اسلام پیش کیا ہے اور اسلام کی طرف راغب ہیں یقیناً ان میں ہی سے میری ذریت ہوگی اور میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ ان میں جو میرا حصّہ ہے میں ان کو اللہ کی رضا کیلئے آزاد کرتا ہوں۔

پس تمام بنی ہاشم نے کہا ہم بھی اپنا سارا حق آپ کو ہبہ کرتے ہیں۔

حضرت علی علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا اے میرے اللہ گواہ رہنا جو کچھ انھوں نے مجھے ہبہ کیا ہے میں ان کو اللہ کی خاطر آزاد کرتا ہوں پس مہاجرین اور انصار نے کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھائی ہم نے بھی اپنا حق آپ کو ہبہ کیا ہے۔

حضرت علی علیہ السّلام نے فرمایا اے میرے اللہ گواہ رہنا انھوں نے مجھے اپنا حق ہبہ کر دیا ہے اور میں نے قبول کر لیا ہے اور تو گواہ رہنا میں نے ان کو بھی تیری رضا کی خاطر آزاد کر دیا ہے۔

عمر نے کہا آپ نے ان عجمیوں کے بارے میں میرے ارادے کو کیوں توڑ دیا ہے۔ اور ان کے بارے میں میری رائے سے کس چیز نے آپ کو روگرداں کیا ہے؟

حضرت علی علیہ السّلام نے پھر وہی کچھ دہرایا جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کریم لوگوں کے اکرام اور عزت کرنے کے بارے میں فرمایا تھا۔

حضرت عمر نے کہا اے ابوالحسن علیہ السّلام میں نے اللہ اور آپ کیلئے آپ کو عطا کر دیا جو کچھ میں نے اپنے لیے مخصوص کیا تھا اور جو کچھ آپ کو ہبہ نہیں کیا تھا۔

حضرت امیر المومنین علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا اے میرے اللہ ان کی اس بات پر گواہ رہنا ان کا بوجھ میرے کندھوں پر ہے۔

قریش میں سے ایک گروہ نے ان عورتوں کے ساتھ شادی کرنے کی خواہش کا اظہار کیا، حضرت امیر المومنین علیہ السّلام نے فرمایا ان کو شادی کیلئے مجبور نہ کیا جائے بلکہ ان کو اختیار دیا جائے جس کو یہ منتخب کریں اس کے مطابق عمل کیا جائے۔

ایک گروہ نے شہر بانوؑ بنت کسریٰ کی طرف اشارہ کیا، پس پردہ ان کو اختیار دیا گیا کہ کیا وہ شادی کرنا چاہتی ہیں جبکہ تمام لوگ ان کے سامنے تھے۔ آپؑ علیہ السّلام سے

کہا گیا آپ اپنے ساتھ شادی کیلیئے کس کو پسند کرتی ہیں اور کیا آپ شوہر کرنا بھی چاہتی ہیں یا نہیں؟

بی بی خاموش رہیں!

امیر المومنین علیہ السّلام نے فرمایا یہ شادی کرنا چاہتی ہیں البتہ ابھی اختیار کا معاملہ باقی ہے۔

عمر نے کہا یا علیؑ آپ کو کیسے پتا چلا کہ وہ شوہر کرنا چاہتی ہیں؟

امیر المومنین علیہ السّلام نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے پاس کسی قوم کی کریمہ خاتون آئے اور اس کا کوئی ولی نہ ہو اور وہ شادی کرنا چاہے تو اس سے کہا جائے کیا تم راضی ہو شادی کرنے پر؟ اگر وہ شرم کرے اور خاموش رہے تو اس کی خاموشی کو اجازت سمجھا جائے اور اس کی شادی کا حکم دیا جائے، اگر وہ کہے نہیں تو اس کو شوہر منتخب کرنے پر مجبور نہ کیا جائے۔

بے شک شہر بانوؑ نے شادی کرنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔

پس بی بی نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اور حسین ابن علی علیہ السّلام کو اپنے لیے پسند فرمایا ہے۔

شوہر کے انتخاب کے معاملہ کو دوبارہ ان کے سامنے پیش کیا گیا تو انھوں نے پھر ہاتھ سے اشارہ کیا اور کہا اگر مجھے اختیار ہے تو پھر یہ میرا انتخاب ہیں۔

حضرت شہر بانوؑ نے امیر المومنین علیہ السّلام کو اپنا ولی قرار دیا اور حذیفہ نے نکاح کیلیئے بات کی۔

حضرت امیر المومنین علیہ السّلام نے پوچھا آپ کا نام کیا ہے۔؟

بی بی نے کہا شاہ جہاں بنت کسریٰ۔

امیر المومنین علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا آپ شہر بانو ہیں اور آپ کی بہن مروارید بنت کسریٰ ہیں۔

انھوں نے کہا ہاں!

مبرد نے کہا ''کہ علی ابن الحسین علیہ السّلام کی ماں کا نام سلافہ تھا جو یزدجرد کی اولاد سے تھیں اور نیک و شریف عورتوں کے طور پر آپ کا نسب مشہور تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کا نام خولہ تھا اور امام کا لقب ذوالثفنات (کثرت سجود کی وجہ سے اعضاء سجدہ پر گھٹے پڑ جانے کی وجہ سے ''گھٹوں والا'' لقب پڑ گیا'' خالص، زاہد، خاشع (خضوع و خشوع کرنے والے) البکاء (کثرت سے گریہ کرنے والے) متہجد (تہجد گزار) رہبانی ''زین العابدین'' سجاد تھا جب کہ آپ کی کنیت ابو محمد ابوالحسن علیہ السّلام تھی۔ آپ کے دربان یحییٰ بن اُمّ الطّویل تھے جو کہ واسط میں دفن ہیں جن کو حجاج بن یوسف لعنتی نے قتل کرایا تھا۔ (بحار الانوار جلد ۴۶ ص ۱۶)

اپنے بابا سے آپ نے کیا یاد کیا؟

کتاب ارشاد شیخ مفیدؒ میں ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السّلام نے شاہ جہاں بنت کسریٰ سے اس وقت پوچھا جب وہ قیدی بن کر آئیں، واقعہ فیل کے بعد تم نے اپنے بابا سے کیا کچھ یاد کیا ہے۔؟

بی بی نے جواب دیا میں نے ان سے یہ بات یاد کی جو انھوں نے کہی تھی۔ جب اللہ تعالیٰ کا حکم کسی شئے پر غالب آجائے تو تمام چاہتیں اور خواہشیں اس کے سامنے سرنگوں ہو جاتی ہیں اور جب وقت گزر جائے تو حیلہ اور تدبیریں بھی ناکام ہو جاتی ہیں۔

امام علی مرتضیٰؑ نے فرمایا ''جو کچھ تمہارے باپ نے کہا ہے بہت ہی اچھا کہا ہے''

مقدر کے سامنے امور و معاملات ذلیل ہو جاتے ہیں تدبیریں اُلٹ جاتی ہیں

(ارشاد، جلد ۱، ص ۳۰۲)

حضرت شہر بانوؑ کی شادی:

حضرت بی بی شہر بانو فارس (ایران) کی ان قیدی عورتوں میں سے تھیں جن کو مدینہ منورہ لایا گیا جو کہ یزدجرد کی بیٹیاں تھیں اور تین لڑکیاں تھیں۔

۱۔ان میں سے ایک کی شادی عبداللہ بن عمر سے ہوئی جن سے ان کے بیٹے سالم پیدا ہوئے۔

۲۔دوسری کی شادی محمد بن ابی بکر سے ہوئی جن سے قاسم پیدا ہوئے۔

۳۔تیسری کی شادی حضرت امام حسین علیہ السّلام سے ہوئی جن سے حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام پیدا ہوئے۔

ان کو حضرت عمر کے زمانے میں قیدی بنایا گیا، حضرت عمر نے ان کو بیچنا چاہا، حضرت علی علیہ السّلام نے بیچنے سے منع فرمایا اور اس کو فرمایا ان سے کنارہ کشی کرو اور ان کو اختیار دو تا کہ یہ مسلمانوں میں سے کسی ایک کو اپنے لیے منتخب کریں۔ شہر بانو علیہ السّلام نے حضرت امام حسین علیہ السّلام کو پسند فرمایا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ آپ علیہ السّلام نے حکم دیا کہ ان کی حفاظت کرو اور ان پر احسان کرو، یہ بی بی اپنے زمانے کے اہل زمین میں سے سب سے نیک بیٹے کو جنم دیں گی۔

اہلِ مدینہ کے بعض لوگ کنیزوں کے ساتھ شادی کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام کی ولادت ہوئی تو پھر اہلِ مدینہ نے کنیزوں کے ساتھ شادی کرنا شروع کی۔

ابنِ الخیرتین

حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت ہے آپ علیہ السّلام نے فرمایا جب

یزدجرد کی بیٹی کو عمر کے سامنے پیش کیا گیا تو مدینہ کی کنواری لڑکیاں ان کو دیکھنے کیلیے آئیں ۔حضرت شہر بانوؑ جب مسجد میں داخل ہوئیں تو مسجد آپؑ کے نور سے روشن ہوگئی۔ جب عمر نے حضرت شہر بانو علیہ السلام کی طرف دیکھا تو بی بی نے اپنا چہرہ چھپالیا اور کہا "اف بیروج بادارو ی ھرمز"

عمر نے پوچھا کیا یہ گالیاں دے رہی ہے اور ان کی طرف بڑھنے کا ارادہ کیا۔

حضرت امیر المومنینؑ نے عمر سے کہا آپ کو کچھ نہیں کہہ رہی اس کیلیے مسلمانوں میں سے ایک شخص کو منتخب کرو اور اس عورت کو اپنے ہی گروہ میں شمار کرو۔

پس بی بی شہر بانوؑ کو اختیار دیا گیا پس بی بیؑ نے حضرت امام حسینؑ کے سر ہاتھ رکھ دیا۔حضرت امیر المومنینؑ نے بی بی سے پوچھا آپ کا نام کیا ہے؟

پس بی بی نے کہا شاہ جہاں۔

حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا نہیں بلکہ شہر بانوؑ، پھر حضرت امام حسینؑ سے ارشاد فرمایا اے ابا عبداللہ یہ خاتون تیرے لیے تمام اہلِ زمین سے افضل اور نیک بیٹا پیدا کرے گی۔

پس حضرت امام علی بن الحسین کا نور حضرت شہر بانوؑ سے ظاہر ہوا اسی لیے حضرت امام علی ابن الحسین کو ابن الخیرتین یعنی دو افضل ترین اور نیک ترین جوڑے کا بیٹا کہتے ہیں ۔عرب میں سے اللہ کے نزدیک افضل ترین اور چنا ہوا فرد حضرت ہاشم اور عجم میں سے فارس۔(الکافی جلد ا،ص ۴۶۶ ،باب مولد علی ابن الحسین، ح ۱)

عالم خواب میں رسولؐ اللہ رشتہ مانگتے ہیں:

بعض روایات میں موجود ہے شاہ جہاں نے حضرت امام حسینؑ کے کندھے پر جا کر اپنا ہاتھ رکھ دیا گویا کہ وہ امام حسینؑ کو جانتی تھیں اور خواب میں دیکھ چکی تھیں۔جیسے

انھوں نے خود حضرت امیرالمومنینؑ سے قصہ بیان کیا اور کہا مسلمانوں کے ہمارے خلاف لشکر کے آنے سے پہلے میں نے خواب میں دیکھا گویا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے گھر میں داخل ہوئے اور بیٹھ گئے، ان کے ہمراہ حضرت امام حسینؑ تھے۔ انھوں نے میری ان کیلئے منگنی کی اور میرے بابا نے میری ان سے شادی کر دی، جب صبح ہوئی تو میرے دل میں ہر اس بات کے اثرات تھے ان کے علاوہ کسی نے میرا رشتہ نہیں مانگا تھا۔ جب دوسری رات ہوئی تو میں نے خواب میں حضرت فاطمہ بنت محمد صلی اللہ وآلہ وسلم کو دیکھا وہ میرے پاس تشریف لائیں اور مجھے اسلام کی دعوت دی میں نے اسلام کو قبول کر لیا پھر فرمایا مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہوگا اور تو عنقریب میرے بیٹے حسینؑ تک صحیح وسالم پہنچ جاؤ گی، کوئی بھی بری نیت سے تمہیں مس تک نہیں کر سکے گا۔ یہی صورت حال تھی کہ ہمیں مدینہ کی طرف نکال دیا گیا۔

(الخرائج والجرائح جلد ۲، ص ۷۵۱)

اور یہ بھی روایت بیان کی گئی ہے کہ حضرت علیؑ نے حُریث بن جابر کو مشرق کی جانب عامل بنا کر بھیجا اور یزدجرد بن شہریار نے اپنی دو بیٹیاں حضرت علیؑ کی طرف بھیجیں۔ ان دو میں سے شاہ جہان کے ساتھ آپ کے بیٹے حضرت امام حسینؑ نے شادی کی جن سے حضرت امام زین العابدینؑ کا ظہور نور ہوا جب کہ دوسری نے محمد بن ابی بکر سے شادی کی اور ان سے قاسم ابن محمد ابن ابی بکر متولد ہوئے اور یہ دونوں ایک دوسری کی خالہ کے بیٹے ہیں۔ (ارشاد مفید ج ۲، ص ۱۳۷)

مولود مبارک:

سیّدہ شاہ جہان (شہربانو) حضرت امام علی ابن الحسینؑ کے وجود مبارک سے حاملہ ہوئیں، آپؑ کی ولادت ۳۸ھ میں ہوئی ابوالاسود نے حضرت امام زین العابدینؑ کی

شان میں یہ شعر کہا تھا۔

وان غلاما بین کسریٰ و هاشم
لاکرم من نیطت علیه التمائم

کسریٰ اور ہاشم کے درمیان ایک بچہ ہے جو اتنا عزت والا ہے
کہ اس کو نظر بد سے بچانے کیلئے تعویذ باندھتے ہیں

(الکافی جلد ۱، ص ۴۶۷، باب مولد علی ابن الحسینؑ)

حضرت امام زین العابدینؑ نے اپنے دادا امیر المومنین علیہ السّلام کے ہمراہ دو سال اپنے چچا حضرت امام حسنؑ کے ہمراہ بارہ سال اور اپنے بابا کے ساتھ تیئیس سال زندگی گزاری اور اپنے بابا کی شہادت کے بعد چونتیس سال زندگی گزاری، زہر سے مدینہ منورہ میں شہد کیے گئے۔ ۹۵ھ میں آپؑ کی شہادت واقع ہوئی اس وقت آپ کی عمر ستاون سال تھی۔ حضرت سیّدِ سجادؑ کی مدت امامت چونتیس سال ہے، آپ کو آپ کے چچا حضرت امام حسن ابن علیؑ کے پہلو میں جنت البقیع مدینہ منورہ میں دفن کیا گیا۔

(بحار الانوار، جلد ۴۶، ص ۱۲، حدیث ۲۳)

ماں کا احترام:

روایت میں وارد ہوا ہے کہ حضرت امام علی ابن الحسینؑ سے پوچھا گیا آپ تمام لوگوں سے نیک ہیں لیکن آپ اپنی ماں کے ساتھ دستر خوان پر کھانا نہیں کھاتے جب کہ وہ یہ چاہتی ہیں۔ (بعض راویوں سے یہ روایت کی ہے کہ امامؑ کی والدہ آپؑ کی ولادت کے چند ہی دنوں بعد وفات پا گئی تھیں اور اس روایت میں ماں سے مراد وہ خاتون ہیں جنھوں نے آپ کی پرورش کی تھی)۔

آپ نے ارشاد فرمایا میں یہ بات ناپسند کرتا ہوں کہ جس لقمہ کو انھوں نے اپنے

لیے پسند کیا ہے میرا ہاتھ ان کے ہاتھ سے پہلے اس کی طرف نہ بڑھ جائے اس طرح کہیں میں عاق اور نافرمان شمار نہ ہو جاؤں۔

اس کے بعد برتن کو ڈھانپ دیا جاتا تھا اور آپ طبق کے نیچے ہاتھ ڈال کر کھانا اٹھاتے اور تناول فرماتے۔ (مناقب آل ابی طالب جلد ۴، ص ۱۶۲)

حضرت شہر بانوؑ کی وفات:

کہا گیا ہے کہ حضرت شہر بانوؑ امام زین العابدینؑ کی ولادت کے فوراً بعد وفات پا گئی تھیں۔ حضرت امام زین العابدینؑ کی کفالت اور تربیت آپ کی دوسری ماؤں نے کی تھی آپؑ ان کی بھی اسی طرح عزت کرتے تھے جس طرح اپنی ماں کا احترام اور ان پر احسان کیا کرتے تھے۔

لوگ ان کو بھی امام زین العابدینؑ کی ماں کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

اس روایت کے مطابق حضرت شہر بانو روز عاشور کربلا میں موجود نہ تھیں لیکن بعض تاریخوں میں موجود ہے کہ ایک خاتون جس کا نام شہر بانو تھا روز عاشور کربلا میں موجود تھیں۔

جیسا کہ روایت میں ذکر ہوا ہے کہ ایک بچہ خیموں سے نکلا اس کے ہاتھ میں خیموں کی ایک چوب تھی جس کے دونوں کانوں میں بالیاں تھیں۔ وہ دائیں بائیں دیکھنے لگا اس کی وہ بالیاں حرکت کرتی رہیں ہانی بن شبیب ملعون نے حملہ کیا اور اس کو قتل کر دیا۔ شہر بانوؑ دیکھ رہی تھی اور خوف اور دہشت کی وجہ سے بات نہیں کر رہی تھیں۔

(بحار الانوار جلد ۴۵، ص ۴۶۔۴۵)

❁ ❁ ❁

شہزادیٔ عجم حضرت شہر بانوؑ

﴿علّامہ سیّد ذیشان حیدر جوادی﴾

اہلِ بیتؑ طاہرین کو تو اللہ نے کچھ ایسے فضائل و کمالات عطا کیے ہیں جن کی مثال آدم و عالم کی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ ایک امت پیغمبر ہی کا کیا ذکر ہے۔ عبادت و اطاعت کے ذیل میں تو میرا دل چاہتا ہے کہ ایسے بندہ پروردگار کا تذکرہ کروں جس کی عبادت شاہکار اور اس کے سجدے یادگار تھے۔ ایسا عابد و زاہد کہ بزم عبادت بے رونق ہو جائے اگر وہ نہ رہے اور ایسا سجدہ گزار کہ کاروان عبدیت بے قافلہ سالار ہو جائے اگر وہ نہ رہے۔ وہ عظیم انسان جسے اللہ نے عرب و عجم کی شرافت و سیادت کا مرکز بنایا ہے۔ جس کی ذات اقدس پر عرب کو بھی ناز ہے اور عجم کو بھی عربیت کا وہ عالم کہ جان ہاشم۔ روح عبدالمطلب۔ راحت علیؑ اور نور نگاہ حسین مظلوم اور عجمیت کا وہ امتیاز کہ شہزادیٔ عجم شہر بانو کا لال بادشاہ فارس یزدجرد کا نواسہ اور آخر میں اس کی نسل میں جس کے دورِ حکومت پر مرسلِ اعظم کو ناز تھا کہ میں ایک بادشاہ عادل کے دور میں پیدا ہوا ہوں اور یہیں پہ آ کر مجھے کہنا پڑتا ہے کہ اگر دور عادل میں پیدا ہو جانا اپنی عدالت کی نشانی اور تمہید ہے تو نسل عادل میں آنا کتنی بڑی حسین تمہید ہوگی اور پھر جب عدالت پر عصمت کا رنگ چڑھ جائے گا تو کردار کی بلندی کا کیا عالم ہوگا اس کا اندازہ تو کوئی معصوم ہی کر سکتا ہے۔ غیر معصوم کے بس کی بات نہیں ہے۔

دنیائے اسلام کے فاتحین نے قوم عجم کو ذلیل کر کے عرب و عجم کی تفریق کی وہ بنیاد

رکھی ہے جو آج تک ختم نہیں ہوسکی اور اسلام میں عرب وعجم کا سلسلہ باقی ہے۔ وہ پیغمبر اسلام جس نے کھلے لفظوں میں اعلان کیا تھا کہ عجم وعرب کو کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے۔ فضیلت کا معیار تقویٰ ہے۔ اس کی اُمت نے قومیت کو معیار فضیلت بنالیا اور اس کی مسند پر بیٹھنے والوں نے تفریق کی خلیج کو اتنا وسیع کر دیا کہ آج تک پُر نہ ہوسکی۔ قربان جائیے فلسفہ آلِ محمدؐ کے کہ انھوں نے اپنے جد کے دین کو بچانے کے لئے کوئی اقدام اٹھا نہیں رکھا اور جہاں جہاں اہلِ دنیا نے دین کو رسوا کرنے کی کوشش کی تھی وہیں وہیں آلِ محمدؑ نے کردار کی شمعیں روشن کردیں اور اپنے جد کے دین کو رسوائی وذلت ورسوائی کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا اور اسلام کا مسخ شدہ تصور ذہن میں رکھنے والے یہی امید کررہے تھے کہ اب علی ان خواتین کے ساتھ کنیزوں جیسا برتاؤ کریں گے۔ اور انھیں عجمیت کی قرار واقعی سزادیں گے۔ لیکن ایک مرتبہ پورے ماحول کی آنکھیں کھل گئیں جب مولائے کائنات نے یہ فیصلہ سنایا کہ ان میں سے ایک کا عقد میرے فرزند حسینؑ کے ساتھ ہوگا اور دوسری کا عقد محمد بن ابی بکر کے ساتھ یعنی امامت کی نسل میں بھی یہ شرافت چلے گی اور حکومت کی نسل میں بھی اور میں تو سمجھتا ہوں کہ محمد سے عقد کرنے میں شائد ایک مصلحت یہ بھی رہی ہو کہ حکومت کا بس چلتا ہے تو قومیت کا فساد پھیلا کے اسلام میں تفریق پیدا کر دیتی ہے اور امامت کو اختیار ملتا ہے تو حکومت کے ایوان کو بھی قومی تفریق کے مٹانے کا مرکز بنا دیتی ہے۔

عقد ہو گیا اور بظاہر عقد کوئی اتنا اہم مسئلہ بھی نہیں ہے لیکن حالات وماحول کا جائزہ لیا جائے تو عقد کی عظمت واہمیت کا صحیح اندازہ ہوگا۔ امام حسینؑ جیسا عظیم الشان اور عظیم المرتبت انسان جس پر ذاتی شرافت اور نسبی نجابت دونوں ناز کر رہی تھیں۔ ہاشمی گھرانہ ابوطالب کا لعل پیغمبرِ اسلامؐ کا نواسا۔ بھلا کون سا گھرانا ایسا تھا جہاں حسینؑ کا پیغام دیا

جاتا اور انکار ہو جاتا کون سا انسان تھا جو حسینؑ کی دامادی پر ناز نہ کرتا۔ لیکن یہ مولائے کائنات کا کمال کردار تھا کہ آپ نے ایک عجمی خاتون کو اپنی بہو بنا کر دنیا پر واضح کر دیا کہ قومی تعصب کا شکار ہونا تمہارا کام ہے اور قومی تفریق کو مٹا دینا ہمارا کام ہے اور شائد یہی راز تھا کہ قدرت نے بھی اس کا یہی انعام دیا کہ عجم کو فتح کرنے کا کام حکومت نے کیا اور کلمہ آج تک امامت ہی کا پڑھا جا رہا ہے جو اسلام بزور شمشیر پھیلتا ہے وہ فنا ہو جاتا ہے اور جو اسلام بزور کردار آگے بڑھتا ہے وہ زندہ و پائندہ رہ جاتا ہے۔

ماحول پر لاحول پڑھنے کی تاریخ میں دو عظیم مثالیں ملتی ہیں۔ ایک بیٹی کو زندہ دفن کر دینے والے سماج کے سامنے بیٹی کی تعظیم کے لئے اُٹھنا اور ایک عرب و عجم کے تعصب کی ماری ہوئی قوم کے سامنے عجمی قیدی خاتون کو بہو بنانے کا شرف دینا اور حسن اتفاق سے یہ دونوں مثالیں ایک ہی خانوادہ کی ہیں۔ بیٹی کی عظمت کا اظہار نبیؐ نے کیا اور عرب و عجم کی تفریق کو مٹا دینے کا سہرا وصی کے سر رہا۔ نہ کل نبی نے یہ پرواہ کی تھی کہ میرا سماج کیا کہے گا اور نہ آج وصی کو اس کی فکر ہے کہ لوگوں پر اس کا ردعمل کیا ہو گا کل پیغمبر بھی یہی سوچ رہے تھے کہ جو قابل تعظیم ہے اس کی تعظیم ہونی چاہیئے چاہے سارا سماج مخالف ہو جائے اور آج علیؑ بھی یہی سوچ رہے ہیں کہ جسے مرسل اعظم نے خواب میں بشارت دی ہے اسے بہو بنانا ہے چاہے ساری دنیا مخالف ہو جائے۔ دنیا کا منھ دیکھ کر عمل کرنے والے دنیا دار ہوتے ہیں اور دنیا سے منھ موڑ کے مرضی پروردگار تلاش کرنے والے "انّی و جّهتُ وجهیَ" کے مصداق ہوتے ہیں۔

عقد ہوا اور بڑے اہتمام سے ہوا عجمیت کی عزت بڑھی۔ عرب کا غرور مٹا اور ایک قیدی خاتون خاندان رسالت کی بہو بن گئی دنیائے تعصب کے چہرے پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔ یہ کیسا انقلاب آیا اور یہ کیا ہو گیا؟ قدرت نے غرور کے منھ پر ایک اور

طمانچہ مارا کہ کل جس عجمی خاتون کی زوجیت برداشت نہیں ہو رہی تھی اور لوگ حیرت سے امامت کا منھ دیکھ رہے تھے آج وہی خاتون ایک امام وقت کی ماں قرار پا رہی ہے۔ ۱۵ر جمادی الاوّل کی مبارک تاریخ جب شہر بانو کی گود آباد ہوئی اور قدرت نے انھیں وہ فرزند عنایت کیا جو بزم عابدین کی رونق اور کاروان ساجدین کا سردار قافلہ ہے۔

قدرت نے بنی اُمیّہ سے باقاعدہ طور پر سر دربار ٹکر لینے کا کام انھیں عجمی خاتون کے فرزند کے ذمہ رکھا اور ایک مرتبہ اموی غرور کو پھر آواز دی کہ عرب و عجم کی تفریق پر ناز کرنے والو ذرا فرق تو محسوس کرو۔ کل ایک عجمی خاتون علیؑ کے دربار میں آئی تھی تو اسے رشتہ کا شرف عنایت کیا گیا تھا۔ اور آج رسولؐ کی بیٹیاں تمہارے دربار میں قیدی بن کر آئی ہیں تو انھیں اس طرح ذلیل و رسوا کیا جا رہا ہے پہچان لو اسلام کس کے پاس ہے اور کس کے پاس نہیں ہے۔ رسول اکرمؐ سے کس کا رشتہ ہے اور کس کا رشتہ نہیں ہے اور میں تو یہ عرض کروں گا کہ پروردگار نے شام کا تختہ اُلٹنے کا کام بھی انھیں جناب شہر بانو کے فرزند سے لیا تھا۔ تا کہ قید و بند کی مصیبتیں برداشت کرنے والا دربار کی چولیں ہلا دے تو یزیدیت کو احساس ہو کہ ہاشمی گھرانے کا رشتہ عجمی سے بھی ہوتا ہے تو جلال و کمال میں فرق نہیں آتا اور اموعیت عربیت پر بھی ناز کرتی ہے تو شکست خوردہ ہو جاتی ہے۔

بعض مورخین نے جناب شہر بانو کی آمد کو خلیفہ دوم کے دور میں کہا ہے اور یہ ظاہر کرنا چاہا ہے کہ یہ ''خلافت مآب'' کا احسان تھا کہ انھوں نے شہر بانوؑ کا عقد امام حسینؑ سے کرا دیا لیکن اولاً تو یہ داستان بالکل بے بنیاد ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ اس میں احسان یا تعلقات کا کوئی دخل نہیں ہے اس روایت کا مضمون بھی وہی ہے کہ خلیفہ وقت نے انھیں کنیز بنا کر بیچنے کا ارادہ کیا تو امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ شہزادیاں فروخت نہیں ہوتیں اور اس طرح بھی دونوں شخصیتوں کا کردار کھل کر سامنے آ گیا کہ دولت کی ہوس

کہاں ہے اور عزت کی پاسداری کہاں ہے اور میں تو یہ کہوں گا کہ یہاں عقد کی داستانیں گڑھنے کی بیماری ہے اور ہر رشتہ میں اپنا دخل ضروری ہے۔ کبھی عقد شہر بانوؑ میں اپنا حصہ ثابت کیا جاتا ہے اور کبھی عقد ام کلثوم کی داستان وضع کی جاتی ہے لیکن یہ قدرت کا انتظام ہے کہ جو روایت بھی تیار کی گئی اس میں مذمت ہی کا پہلو نکلا۔ مدح نہ نکل سکی آلِ محمدؐ سے رشتہ جوڑنا کوئی معمولی کام نہیں ہے۔ جب کوئی نااہل رشتہ جوڑا گیا تو نتیجہ میں حقیقت کھل کر سامنے آگئی اور قدرت نے واضح کر دیا کہ جنھیں رشتہ کا پاس و لحاظ نہیں ہے انھیں کمالات و فضائل کا کیا خیال ہوگا۔

یہ حادثہ ضرور ہے کہ جناب شہر بانوؑ کا انتقال اپنے فرزند کی ولادت کے دس دن کے اندر ہی ہو گیا اور عالم ظاہر میں اپنے لعل کے کمالات کا مشاہدہ نہ کر سکیں۔ لیکن اس انتظام قدرت میں بھی ایک مصلحت تھی اور اس کا راز اس وقت کھلا جب بچپنے سے پالنے والی ماں دستر خوان پر بیٹھیں اور امام زین العابدینؑ نے ساتھ نہ دیا تو کسی نے پوچھا کہ فرزند رسولؐ آپ اپنی پالنے والی ماں کے ساتھ کھانا کیوں نہیں کھاتے تو آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ کہیں مرا ہاتھ اس شے کی طرف نہ بڑھ جائے جس طرف میری ماں کی نگاہ ہو اور اس طرح ماں کے احترام میں فرق آجائے۔ ظاہر ہے کہ وہ خاتون واقعی ماں نہیں تھیں اور امام کے بارے میں اندیشہ بھی نہیں ہے کہ وہ اس طرف ہاتھ بڑھا دیں گے جس طرف ماں کی نگاہ اٹھ رہی ہے۔ اس لئے کہ امام معصوم اور صاحب علم غیب ہے اس کی زندگی میں ایسے اقدامات کا امکان نہیں ہے لیکن بتانا یہ ہے کہ جب میں ایک پرورش کردہ ماں کا اتنا احترام کرتا ہوں تو حقیقی ماں کا احترام کیا ہوگا۔

❁ ❁ ❁

باب ہشتم

حضرت شہر بانو سلام اللہ علیہا کی شادی

حضرت شہر بانوؑ کی شادی

علّامہ شیخ حسین ابن عصفور بحرانی ''موالید الآئمہ'' میں لکھتے ہیں:-

جب صاحبِ منّیتِ پیغمبرؐ پر شباب آیا اور یوسف زہراؑ پر چمن زندگی کی سترہویں بہار آئی تو شام و مصر و حبشہ کے بادشاہوں نے اپنی بیٹیوں کی نسبتیں اس چاہ میں بھجوائیں کہ ان کے شجروں کا پیوند بھی نورِ خدا سے ہو سکے۔ امیر المومنین علیہ السّلام نے امرِ خدا کے انتظار میں کسی کو قبول کرنا پسند نہ کیا۔ اسی زمانے میں نوشیروان عادل کے پوتے یزدجرد، شاہ کسریٰ (ایران) کی ایک بیٹی تھی، خوبیوں اور خصائل کا پیکر، دَدھیالی اور ننھیالی ناز و نعم کی پروردہ، سلیم الطبع جمیل الوضع، سراپا موزوں، اس کے باپ سے جس نے اس کی خواستگاری کی اس نے انکار کیا۔ یزدجرد کا میلان تھا کہ اپنی دختر کا بیاہ حسینؑ ابن علی علیہ السّلام سے کرے، بیٹی کو معلوم ہوا تو اس کے قلب میں محبت حسینؑ جاگزیں ہوئی۔

اس زمانے میں یزدجرد نے خواب میں دیکھا کہ۔ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں ان کے ساتھ ان کے پیروکار انہیں گھیرے ہوئے ہیں۔ یزدجرد نے ان کے ہاتھ اور پاؤں کا بوسہ لیا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ سے تقرب چاہتا ہوں۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کیوں؟ یزدجرد نے کہا۔ آپ کے فرزند حسینؑ ابن علیؑ کی کنیزی میں اپنی بیٹی شاہ جہاں کو پیش کر کے! رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میرے بھائی اور ابن عم امیر المومنین علیہ السّلام کو خط لکھو، وہ قبول کریں گے‘‘۔

جب یزد جرد خواب سے بیدار ہوئے تو کاغذ، قلم طلب کیا اور امیر المومنین علیہ السّلام کے نام نامہ لکھا اور اپنے خواص میں سے ایک کا انتخاب کیا جس کا نام مفلح تھا اور اس سے کہا کہ ’’تیز قدم مدینہ جائے اور میرے سیّد و سردار امیر المومنین علیہ السّلام کی خدمت میں پہنچے جب ان سے شرف ملاقات پائے تو میری نیابت میں ان کے دست و پا کو بوسہ دے، سلام کرے اور ان تک یہ نامہ پہنچائے، اور جواب لے کر پلٹے‘‘

مفلح راہ طے کرتا ہوا مدینہ پہنچا، درِ دولت امیر المومنین علیہ السّلام پر دستک دی اور حاضری کی اجازت چاہی، حضرت نے فضّہ سے کہا ’’اے یقیناً یہ بلدشاہِ ایران کا فرستادہ ہے۔ اٹھو اور دروازہ کھول دو اور اسے آنے کا اذن دو‘‘

دروازہ کھول دیا گیا وہ ڈیوڑھی کو بوسہ دے کر داخلِ خانہ ہوا قریب آکر امیر المومنین علیہ السّلام کو سلام کیا اور دست و پا کو بوسہ دیا اور مراسلہ حضرت کے حوالے کیا۔ آپؑ نے خط کو کھولا اور پڑھا۔ لکھا تھا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یہ خط ہے اللہ کے بندے یزدجرد بن نوشیروان شاہ کسریٰ کی جانب سے اس کے سیدو مولا امیرلمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کے نام، بعدازاں۔

اے میرے سید و سردار ہمیں خبر ملی ہے کہ ممالکِ شرق و غرب کے بادشاہ ملتفت ہیں اس پر کہ آپ کے فرزند حسین علیہ السّلام سے رشتہ کریں اس نور کی چاہ میں جس سے خدا نے تمام انسانوں کی بہ نسبت انہیں سرفراز کیا ایسی ہی رغبت ہمیں بھی ہے اور تمام امید کرنے والوں میں ایک امیدوار ہم بھی ہیں۔

اے میرے سردارؑ۔ میں امیدوار ہوں۔ آپ کے فرزند حسینؑ کی تزویج کا میری بیٹی شاہ جہاں کے ساتھ کہ گویا دونوں ایک دوسرے کے لئے موزوں ہیں۔

امام حسینؑ اس وقت اپنے بابا کے کے پہلو میں تشریف فرما تھے۔ مولا نے پوچھا تمہاری کیا رائے ہے حسینؑ تو امام حسینؑ نے فرط حیا سے نگاہیں جھکالیں یہاں تک کہ جبینِ اقدس پر عرق آبدار ضو دینے لگا۔ اور اس سے قبل جب بھی کسی کا بھی رشتہ حسینؑ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ انکار فرمادیتے تھے۔ مولا نے دوبارہ سوال کیا امام حسینؑ مسکرادیئے۔ امیر المومنین علیہ السّلام نے رغبت والتفات جان کر مفلح سے کہا کہ ''اپنے بادشاہ کے پاس لوٹ جاؤ اسے ہمارا سلام کہنا اور کہنا کہ ہم نے قبول کیا''۔ مفلح اٹھا۔ حضرت کی پیشانی پر بوسہ دیا اور رخصت چاہی، مولا نے فرمایا ''اے مفلح اپنے بادشاہ سے کہنا کہ مہر معجّل ہوگا، مؤجل نہیں'' وہ چلا یہاں تک کہ اپنے بادشاہ کے حضور پہنچا۔ انہیں سلام و پیغام کے ہمراہ کامران لوٹنے کی خبر دی۔

پس مفلح چلا اور اپنے بادشاہ کے پاس راہیں طے کرتا ہوا پہنچا، امیر المومنین علیہ السّلام کے سلام کے ساتھ تمام بات اسے پہنچائی کہ جنابِ امیر علیہ السّلام نے آپ کی درخواست کو شرف قبولیت بخشا، یہ سن کر یزدجرد نے شکر خدا کا سجدہ کیا۔

پھر یزدجرد اٹھ کر زنان خانے میں آئے اور اپنی زوجہ سے کہا۔

''خوشخبری ہو کہ ترے بخت میں سعادت آئی، تری بزرگی نے اوج پایا اور ترے ذکر کو رفعت ملی۔ جنابِ امیر علیہ السّلام نے اپنے صاحبِ انوار و ہیبت و وقار، میوۂ دل، لختِ جگر، نورِ نظر حسین علیہ السّلام کے لئے تیری بیٹی کو قبول کیا''۔

(ان کی زوجہ کا نام ''ماہ طلعت'' تھا یہ اس وقت کی سرزمین سندھ کے حاکم کی بیٹی تھیں۔ سندھ کا شہر ''ماتلی'' انہیں کے نام پر یزدجرد نے بسایا تھا۔) زوجہ نے سنا تو

سجدۂ معبود میں گر پڑی، اور شکر خدا کرتے ہوئی پکاری کہ۔

''ساری تعریف اس پروردگار کے لئے جس نے ہماری شاخ کو شجرہ طیّبہ کا پیوند کیا اور ہمیں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلی مرتضیٰ علیہ السّلام اور فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا سے قرابت عطا کی۔''

پھر اپنی دختر شاہِ جہاں کے پاس آئیں اور اسے مبارک باد دی اور اس کی پیشانی کا بوسہ لیا اور زبان حال سے کہتی تھیں۔

اس نے فلاح پائی جس نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ سلم پر درود بھیجا۔

پھر شاہِ جہاں کی کھلائی کنیز کو بلایا اور کہا کہ مشاطہ کے پاس جا اور اس کو پیغام دے کہ ''جلد آ''

وہ گئی اور اسے ساتھ لیتی ہوئی آئی تو اس سے کہا ''اٹھو اور میری دلاری کو تیار کرو ہم نے اس کے بیاہ کا ارادہ کیا''۔ اس نے عرض کی ''شہزادی کا بیاہ کس سے ٹھہرا؟''

زوجۂ یزدجرد نے کہا ''عرش الٰہی کے گوشوارے سے''

یہ سن کر مشاطہ نے اظہار فرحت میں تالی بجائی اور ہاتھ پر ہاتھ ما کر کہا کہ ''ساری تعریف عالمین کے پروردگار کے لئے ہے۔'' ادھر مشاطہ، شاہ جہاں کی تیاری میں مصروف ہوئی ادھر ملکہ نے کنیزوں کو حکم دیا کہ دف بجائے جائیں اور محمدؐ وآلِ محمدؐ پر درود سے جشن کا آغاز کیا جائے۔

حکم پاتے ہی کنیزیں قصر شاہی کے ہر گوشے سے آراستہ و پیراستہ، طلائے سرخ کامدانی سندسِ سبز کے جوڑے میں زیب تن کئے۔ گلوں میں سبز بلوریں گلوبند۔ کلائیوں میں گوہر جڑے ہوئے سرخ سونے کے کنگن اور پاؤں میں فیروزے سے منقش زرد سونے کی پازیبیں پہنے ہوئے برآمد ہوئیں۔ پھر بادشاہ نے فرستادوں کو حکم دیا کہ دس اونٹ،

سوگائیں، پانچ سو گوسفند اور چاندی کے سکّوں کی دو وزنی تھیلیاں جناب امیر علیہ السّلام تک لے جا اور انہیں میرا اسلام کہنا اور کہنا ''یہ ہدیہ ہے میری طرف سے اور ہم پہنچنے والے ہیں آپؑ کو آپؑ کے دلبر حسینؑ کی شادی پر تہنیت دیتے ہیں۔''

(ادھر فرستادہ گیا ادھر) حکم دیا کہ ۲۰ ہودجیں بانات سرخ کی سجائیں جائیں، اور ان پر ریشمی پردے ڈالے جائیں پھر عروس اور ان کی والدہ کو عاج و مرمر کی محمل میں سوار کیا گیا اور باقی شاہی خواتین اور کنیزوں کو ان کے پیچھے ہودجوں میں۔ ساتھ ہی بادشاہ گھوڑے پر سوار ہوا جس کے ہمراہ پانچ سو حلقہ بگوش اور مطیع شاہسواران ایران، جب یہ مدینہ میں داخل ہوئے تو اہل مدینہ میں تکبیر و تہلیل و درود کی صداؤں کا سمندر جوش مارنے لگا۔

جناب امیر علیہ السّلام نے حکم دیا کہ ایک ولیمہ عظیم کا اہتمام کیا جائے جس میں کوئی شئے کم یاب نہ ہو۔ پس ایسی دعوت ولیمہ ہوئی کہ جس کی تعریف و توصیف ممکن نہیں۔

اس وقت امین وحی جبرئیل اپنے پروردگار کی طرف سے نازل ہوئے اور کہا۔

''اے وصی نبی الامی آپ پر سلام ہو۔ بہ تحقیق علی اعلیٰ آپ کو سلام کہتا ہے۔ اور اپنی نجابت اور نسل باقیہ سے آپ کو مخصوص کرتا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ عقدِ شاہ جہاں کا خطبہ جاری کروں اور ان کی تزویج آپ کے فرزند حسین علیہ السّلام سے انجام دوں۔''

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ۔

''جو حکم ملا ہے وہ بجالاؤ پس، کیا اچھا خطبہ داں ہے اور کیا اچھا سرپرست خود پروردگار جو ہر عیب سے پاک ہے''۔

پھر خدا نے جبرئیل کو حکم دیا کہ۔

''کائنات کے چپّے چپّے سے ملائکہ کو بیت معمور میں جمع ہونے کا حکم دو''۔

جب وہ جمع ہوئے تو پکارے۔

''اے ہمارے معبود، اے ہمارے سردار، اے ہمارے مولا ہم کچھ نہیں جانتے بجز اس کے کہ جو تو نے ہی بتا دیا''۔

تو آواز مشیت آئی۔

''میں نے ارادہ کیا کیا طاہر کو طاہرہ سے تزویج کروں، پس مشرق سے مغرب تک صفیں ایستادہ کرو اور میری تسبیح کرو۔ اور تکبیر و تہلیل و تسبیح بلند کرو مجھ عالمین کے پروردگار کے لئے۔''

پھر خازن بہشت رضوان پر وحی کی کہ ''حور و غلماں سے کہہ کہ صف بہ صف بڑھیں اور بیتِ معمور میں فرشِ عبقری (نفیس و کشادہ غالیچے) بچھائے جائیں، استبرق زرد (ریشم سنہری کام) اور سندس سرخ کی مہین و دبیز مسندیں لگائی جائیں اور ان پر رفرف سبز (ہری ساٹن) کے تکئے رکھے جائیں۔ موتیوں کی قندیلیں مرجان کی زنجیروں سے معلق کی جائیں اور تمام بیتِ معمور میں یاقوت سرخ کے پایوں پر رحمت و کرامت کے منبر نصب کئے جائیں'' (جب یہ کام انجام پا گیا تو) ملائکہ کرسیوں اور منبروں پر فروکش ہوئے تو ان کے سروں پر وہ لکہ ہائے ابر خلق کئے کہ نگاہوں سے ان کے کناروں میں مشک و عنبر چھپایا گیا تھا اور ان بادلوں کو حکم دیا کہ وہ ملائکہ پر برسیں تو وہ برسے اور فرشتے تسبیح و تقدیسِ و تہلیل و تکبیر و پروردگار کی ثناء کے ساتھ اپنے پروں کو پھڑ پھڑاتے تھے۔

پھر جبرئیل کو حکم ہوا کہ منبرِ کرامت پہ بلند ہو اور عرشے پہ آ کر خطبہ پڑھے، پس وہ بلند ہوا اور اس نے کہا۔

اور اس نے خطبہ کا آغاز کیا ساری حمد اس پروردگار کے لئے جو روحوں کو پیدا

کرنے والا، اور صبح کو نمودار کرنے والا، اور روحوں کو ان کی غذا بہم پہنچانے والا ہے، وہ وہی ہے جس نے عرش پر اشباحِ خمسہ کو صورت بخشی۔ ساری تعریف اس پروردگار کے لئے ہے جو مُردوں کو زندہ کرنے والا، پراگندہ کو یکجا کرنے والا، برکتوں کا نازل کرنے والا ہے، وہ وہی ہے جس نے آسمان کو بنیاد بھی دی اور رفعت بھی، زمین کو پھیلاؤ بھی دیا اور استقامت بھی، پہاڑوں کو گہرائی بھی دی اور سر بفلک قامت بھی۔ نسل کا جاری کرنے والا بھی ہے اور یکتائی میں خبرداری کرنے والا بھی، خلاقیت میں رؤف ہے اور رزّاقیت میں کریم ہے۔ وہ وہی ہے کہ آوازیں پر مشتبہ نہیں ہوتیں اور لغتیں اسے اختلاف سے دوچار نہیں کرتیں، نہ اسے نیند آتی ہے نہ اونگھ۔ ملک وقدوس ولطیف وخبیر ہے۔ جن وانس ومکرم فرشتوں کا پروردگار ہے۔ پالنے والوں کا بھی پالن ہار ہے وہ وہی ہے جس نے ہمیں ایک چنیدہ پیغمبر سے مکرم کیا اور ہمیں شرف عطا کیا مرضیاں بخشے ہوئے وصی سے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور رسولؐ ہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ علی ابن ابی طالب علیہ السّلام اس کے ولی، اس کی حجّت اور اس کے نبی کے جانشین ہیں، اے گروہ ملائکہِ مقربین وانبیاء مرسلین اور رکوع کرنے والو اور سجدے کرنے والو اور تسبیح کرنے والو، ارض وسماء کے فرشتوں گواہ رہنا کہ یقیناً میں نے بحکم خدا تزویج کیا شاہ جہاں دخترِ (یزدجرد) شاہ ایران کو حسینؑ ابنِ علی علیہ السّلام سے''۔

یہ سنتے ہی ملائکہ میں تسبیح وتقدیس وثناء پروردگار کا غوغا ہوا۔ اور شجرہ طوبیٰ اور سدرۃ المنتہیٰ نے دُر ویاقوت نچھاور کئے جسے ملاء اعلیٰ کے بسنے والوں نے لوٹا اور حشر تک اس کے ہی شغل میں رہیں گے''۔

ادھر خواتین دُلھن کو تیار کر کے حجلہ عروسی میں لائیں۔ اور دُلھن کے ساتھ ان کی والدہ ہمجولیاں، کنیزیں، خواتین بنی ہاشم اور مہاجرین وانصار کی عورتیں بھی تھیں جو مدح عروس میں اشعار اور رسول اللہ صلی اللہ وآلہ وسلم اور ان کی آلؑ پر درود پڑھتی جاتیں تھیں۔ اور دلہن تو ایسے تھی جیسے ماہ چہاردہم ان میں سے ایک کہتی تھی وہ فلاح پائے جو درود بھیجے اور دوسری کہتی۔

''شاہ جہاں خیر نساء حجلہ میں یوں جیسے فلک پر قمر''

پس خواتین میں ھلھلہ بلند ہوا اور درود وتسبیح خدا کی فلک شگاف آوازیں۔ پھر وہ ایک عمدہ اور نفیس دعوت میں شریک ہوئیں۔ پس جب مہمان متفرق ہوئے تو حسینؑ حجلہ عروسی میں داخل ہوئے اور مرقع جمال وکمال پر نگاہ کر کے مقامِ سرور نعمت پر شکر خدا بجالائے۔

پھر جناب امیر علیہ السّلام نے مدینے میں ضیافت ولیمہ کا اہتمام کیا یہ ولیمہ آٹھ شب وروز جاری رہا۔

بعد اس مدت کے جو ارادہ خدا میں مقرر تھی حسینؑ ابن علی علیہ السّلام کے گھر امام زین العابدین علیہ السّلام پیدا ہوئے۔

کتاب موالید الآئمہ علیہم السّلام، مصنف علامہ شیخ حسین ابن عصفور رازی بحرانی (طبع بیروت ۳۳ تا ۳۰۸)

کیا کربلا میں حضرت شہر بانوؑ موجود تھیں؟

مولانا سیّد حبیب حیدر صاحب کا ارشاد ہے:

''جن روایتوں سے جناب شہر بانوؑ کا واقعہ کربلا میں تشریف رکھنا معلوم ہوتا ہے وہ زیادہ اعتماد کے لائق نہیں ہیں اور مجہول الاسانید ہیں اور ان معظّمہ کا حضرت امام زین العابدینؑ کی ولادت کے ساتھ وفات پانا اقویٰ اور اظہر ہے''۔

مولانا ناصر الملّت سیّد ناصر حسین صاحب ایک استفتاء کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

''کتاب العیون اخبار الرضا سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت شہر بانوؑ والدۂ ماجدۂ امام زین العابدینؑ نے قریب ولادت سیّد سجاد انتقال فرمایا''

خود فاضل دربندی جنھوں نے شہر بانوؑ کے رے کی طرف جانے کا طومار باندھا ہے اکسیر العبادات میں لکھتے ہیں:

''فلا بدان یسکون هذا المرأة غیر شاه زنان التی هی بنتا الملك یزدجرد ام امام سید الساجدینؑ فان ام الامام قدماتت فی النفاس فی ولادة الامام''

''ضرور ہے کہ یہ معظّمہ حضرت شاہ زنان دختر بادشاہ یزدجرد والدۂ امام سیّد الساجدینؑ کے علاوہ ہیں کیونکہ امام سجادؑ کی والدہ حضرت کی ولادت کے وقت وفات پا چکی تھیں''۔

(مجاہدِ اعظم مؤلف علامہ محقق سیّد شاکر حسین امروہوی)

باب نہم

سیّدہ شہربانو سلام اللہ علیہا

(حقائق ودلائل)

سیّدہ شہر بانو سلام اللہ علیہا

﴿مولانا سیّد محمد ابوالحسن موسوی مشہدی﴾

ابن الخیرتین:

چوتھے تاجدار امامت صاحب ولایت مطلقہ کلیہ اور خلافت الٰہیہ کے مسند نشین حضرت امام علی ابن الحسین زین العابدین علیہ السّلام کو ابن الخیرتین کہا گیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد حق بنیاد ہے کہ پروردگار عالم اپنے بندوں میں سے صرف دو قبیلوں کو منتخب فرمایا۔ عرب میں قبلہ قریش (بنو ہاشم) اور عجم میں سے ابن فارس کو اسی لئے حضرت امام سجادؑ فرماتے ہیں تھے انا ابن الخیرتین میں دو منتخب شدہ چنے ہوئے اصطفا شدہ قبیلوں کا فرزند ہوں۔ یہ اس لئے کہ آپ کے جد بزرگوار حضرت محمد مختار صلوٰۃ اللہ علیہ وعلی الہ الاطہار قریش کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور آپ کی والدہ گرامی بادشاہ یزدجرد شاہ فارس کی دختر بلند اختر تھیں ابوالاسود دُیلی نے اپنے شعر میں کہا ہے۔

ان غلاماً بین کسریٰ و ہاشم
لاکرم من نبطت علیہ التمائم

وہ شہزادہ کہ جس کے نانا کسریٰ نوشیرواں اور جس کے دادا حضرت ہاشم ہوں ظاہر ہے کہ وہ شہزادہ دنیا کے تمام بچوں سے زیادہ مکرم و معزز ہے۔ حسب کے لحاظ سے اشرف الناس اور نسب کے لحاظ سے اکرم الناس ہیں۔

آپ کی والدہ گرامی کا اسم مبارک شہر بانوؑ ہے خولہ غزالہ سلافہ شاہ زنان

دختر یزدجرد کے علاوہ اور نام بھی ملتے ہیں مگر شہر بانوؑ کے نام پر زیادہ علماء نے اتفاق فرمایا ہے۔ آیت اللہ شیخ عباس قمیؒ فرماتے ہیں شہر بانو دختر یزدجرد بن شہریار بن پرویز بن ہرمز بن نوشیرواں عادل بادشاہ ایران (منتہی الامال جلد دوم باب ششم ص ۱ مطبوعہ ایران)

حضرت شہر بانوؑ کا خواب

آپ نے خود بیان فرمایا کہ مسلمانوں کے لشکر کی آمد سے قبل میں نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے اور آپ کے ساتھ حضرت امام حسین علیہ السّلام بھی ہیں اور آپ نے ان سے میرا نکاح پڑھا اور جب صبح ہوئی تو میرے دل میں سوائے اس خواب کے اور کوئی بات نہ تھی اور جب دوسری شب آئی تو میں نے دختر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سیدہ فاطمہ زہرا سلام علیہا کو خواب میں دیکھا کہ میرے پاس تشریف لائی ہیں اور مجھے اسلام لانے کی دعوت دی۔ چنانچہ میں اسلام لے آئی۔ پھر مجھ سے فرمایا کہ مسلمان فتح پائیں گے اور تم عنقریب میرے فرزند امام حسینؑ کے پاس صحیح وسالم اس طرح پہنچوگی کہ تمہیں کسی برائی نے چھوا تک نہ ہوگا اور ایسا ہی ہوا کہ میں مدینہ میں اس حالت میں آئی۔

(بحار الانوار جلد ۴۶ ص ۱۱ مطبوعہ بیروت لبنان منتہی الامال جلد ۲ ص ۲ مطبوعہ ایران)

شہزادی کا عالم خواب میں حضرت فاطمہ زہرا کی زیارت کرنا:

جناب شہر بانوؑ دختر یزدجرد بادشاہ فارس فرماتی ہیں کہ میں نے اسیر ہو کر مدینہ پہنچنے سے پہلے عالم خواب میں دیکھا کہ ایک نورانی تخت آراستہ ہے اور اس پر ایک بزرگ بہ جاہ وجلال نبوت تشریف فرما ہیں اور ان کے پہلو میں ایک جوان رعنا بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے ایسی پروقار صورتیں اس سے پہلے نہیں دیکھی تھیں۔ فرماتی ہیں کہ میں

تے ان بزرگ کے بارے میں موجودہ کسی شخص سے سوال کیا کہ یہ بزرگ اور یہ جوان رعنا کون ہیں جواب ملا۔

تو بر ہفت باغ چرخ کہن　　درۃ التاج عقل و تاج سخن

ہست این خواجہ مویدرای　　احمد مرسل آن رسول خدای

ہمہ ہستی طفیل او مقصود　　او محمد رسالتش محمود!

اینکہ بینی نشستہ باآن شاہ　　این چون خورشید و آند گرچوں ماہ

پسر دختر رسولؑ خدااست　　شمع پُر نور سید دومہ است

ہست محبوب عالمین این شاہ　　نور چشم علی ولی اللہ

نام نامی حسینؑ خدا خواندہ

مفتخر عالمین خدا خواندہ

یعنی کہ یہ ساتوں آسمانوں کے باغ کا ثمر نو ہے یہ موتی ہے تاج عقل وسخن کا یعنی کا یہ عقل اول ہیں۔ یہ بزرگ احمد مرسل ہیں۔ یعنی خدا کے رسولؐ ہیں یہ نہ ہوتے تو زمین وآسمان نہ ہوتا یہ مقصود کائنات ہیں خدا ان کو پیدا نہ کرتا تو زمین وآسمان کچھ بھی پیدا نہ کرتا۔ ان کا نام نامی محمدؐ ہے اور ان کی رسالت محمود یعنی پسندیدہ ہے۔ اور یہ بزرگ سورج کا سا ہے اور یہ دوسرا جوان چاند سا ہے اور یہ جوان ان بزرگ یعنی رسولؐ خدا کی بیٹی کا فرزند ہے تمام عالمین کا محبوب ہے اور یہ نور چشم علیؑ ولی ہے نام نامی حسینؑ ہے اور خود خدا نے اس کو کائنات کا سرتا پا فخر قرار دیا ہے بی بی کہتی ہیں کہ اس جوان رعنا کی زیبائی کے نقوش میرے لوح دل پر کھنچ گئے ناگاہ حضرت رسولؐ خدا نے مجھے طلب فرمایا۔ میں حاضر خدمت رسولؐ خدا ہوئی اور مجھ سے ارشاد فرمایا کہ میرے اس فرزند کو اپنا زوج قرار دے میں نے ازراہ حیاء وشرم سر نیچا کرلیا۔

۱؎ اعیان الشیعہ جلد ۴، ۲۳۴

اور بزبان حال یہ عرض کیا ۔

گر بدیں مژدۂ جان بیفشانم　　در حوزم زآنکہ ہست جانا نم

گفتم ای ختم انبیائؐ کبار　　برمنت ہست منت بسیار

بست عقد مرا رسول مجید　　داد بردست ہیکل توحید

ماہ رخشندہ دست من بہ گرفت　　من در آن باہروی ماندہ شگفت

بسکہ دلشاد بودم و خرم

کہ زشادی زخواب بر جستم

خلاصہ یہ ہے کہ بی بی فرماتی ہیں کہ اے برگزیدہ خدا اے اللہ کے رسولؐ آپ میرا عقد اس جوان سے کر دیجئے اور اس جوان رعنا۔ منفرد کائنات کے ہاتھ میں میرا ہاتھ دے دیجئے پس اس ماہ رخ نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور خوش وخرم خواب سے بیدار ہوئی جب بیدار ہوئی تو میرے بستر سے خوشتر از عنبر ومشک کی خوشبو آرہی تھی۔ چند روز اسی نشہء خواب خوشگوار میں گزارے پھر میں نے خواب میں ایک خاتون معظّمہ کو دیکھا کہ وہ تشریف لائی ہیں ان کے تشریف لانے سے میرا مکان روشن اور معطر ہو گیا ہے میں نے کسی سے دریافت کیا کہ یہ خاتون معظّمہ کون ہیں جواب ملا۔

گفت این بانوی حریم خدا است　　فاطمہ دختر رسول خدا است

گفت خاتون عالمین است این　　فاطمہ مادر حسینؑ است این

یعنی کہ یہ خاتون حرم۔ خانہ زاد خدا ہیں علیؑ ولی کی زوجہ ہیں نبی پاک کی پاک دختر ہیں۔ تمام عالمین کی عورتوں کی سردار ہیں یہی تو والدہ حسینؑ ہیں کہ جن کی زیارت کا شرف تجھے پہلے حاصل ہو چکا ہے میں نے اس وقت ان کے قدم چومے اور بصد احترام ان کو سلام کیا۔ پھر میں نے عرض کیا کہ آپ کے نور نظر مجھے دیکھنے نہیں آتے

روزانہ میرا غم بڑھ رہا ہے۔ وہ کون سا دن ہوگا کہ تشریف لائیں گے۔ جناب سیدہ عالمین فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے فرمایا کہ غم مت کر عنقریب لشکر اسلام ایران پر حملہ کرے گا اور اسلام کو فتح نصیب ہوگی اور تو اسیر ہو کر مدینہ پہنچے گی اور دست غیر تجھ کو مَس نہ کرے گا صحیح و سالم و با عفت تو مدینہ پہنچے گی اور تجھے میرا نور نظر مدینہ میں ملے گا۔ یہاں تک کہ وہ وقت آیا کہ مدینہ میں خبر پھیلی کہ دختر ان شاہ فارس اسیر ہو کر مدینہ ہی آئیں۔ اور بصورت مذکورہ باطنی مسلمان ہو کر آقائے نامدار حضرت علی مرتضیٰؑ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئی اور آپ نے حسین ابن علیؑ کو میرا سرتاج قرار دیا اور مجھے شرف زوجیت امام حسین عطا ہوا۔ (ریاض القدس جلد دوم ص ۱۷۲ مطبوعہ ایران)

مخدومہ عالیہ حضرت شہر بانوؑ کا مدینہ منورہ میں ورود مسعود

شیخ مفید فرماتے ہیں کہ امام حسین علیہ السّلام کے بعد ان کے فرزند ابو محمد علی زین العابدینؑ منصب امامت پر فائز ہوئے جن کی کنیت ابوالحسن ہے اور مادر گرامی شاہ زنان دختر یزدجرد بن شہر یار کسریٰ ہیں اسم گرامی شہر بانو ہی بیان ہوا ہے حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے حریث بن جابر کو مشرقی حصے پر عامل (گورنر) مقرر فرمایا! تو یزدجرد بن شہر یار کی دونوں بیٹیوں کو ان کے پاس روانہ کیا آپ نے ان میں سے شاہ زنان (شہر بانوؑ) کو امام حسینؑ کو عطا فرمایا جس سے امام زین العابدین پیدا ہوئے اور دوسری بیٹی محمد بن ابی بکر کو بخشی جن سے قاسم بن محمد بن ابی بکر کی ولادت ہوئی۔ (الارشاد شیخ مفید ص ۲۵۳ مطبوعہ ایران، بحار الانوار جلد ۴۶ مطبوعہ لبنان)

ازالہ اشتباہ

اکثر مورخین کو حضرت شہر بانوؑ کی مدینہ آمد کے متعلق شدید اشتباہ ہوا ہے۔ انھوں

---

[1] انوار آفتاب صداقت حصہ اول قاضی فضل احمد نقشبندی

نے حضرت عمر کے دور حکومت میں بی بیؑ کا مدینہ آنا لکھا ہے۔ مگر حضرت عمر کے دور میں حضرت شہر بانوؑ کا آنا کسی طرح ثابت نہیں بلکہ مجہول اور ضعیف روایات کا سہارا کچھ لوگوں نے لیا ہے ہم ذیل میں اس روایت پر جرح کرتے ہیں تاکہ حقیقت بے غبار اور آفتاب نصف النہار کی مثل آشکار ہو جائے۔

اصول کافی کتاب الحجت باب ۱۱۰ پر ایک روایت ہے جس سے جہلاء نے استدلال کیا ہے کہ حضرت شہر بانوؑ جناب عمرؓ کے دور حکومت میں مدینہ آئیں۔ اس کے راوی ابراہیم بن اسحاق نصر بن مزاحم اور عمرو بن شمر ہیں جن کے متعلق علماء رجال نے تحقیق کے بعد یہ فرمایا ہے۔

روایان پر جرح وتعدیل

ابراہیم بن اسحاق الاحمر: کے متعلق شیخ طوسی نے لکھا ہے۔ وہ علم حدیث میں ضعیف اور دین کے لحاظ سے متہم تھا۔ رجال کشی میں شیخ نے اس کا شمار ان لوگوں میں کیا۔ جنہوں نے اہل بیت سے روایت نہیں کی۔ ابن غضائری نے لکھا ہے اس کی احادیث میں ضعف دین میں غلو پایا جاتا ہے۔ (رجال مامقانی جلد ا ص ۱۳ مطبوعہ ایران)

عبدالرحمٰن بن عبداللہ خزاعی: یہ بالکل مجہول الحال ہیں نہ شیعہ کتب میں ان کا تذکرہ نہ اہل سنت کے کتب رجال میں کوئی ذکر ہے۔

عمرو بن شمر علامہ نجاشی: علامہ مامقانی فرماتے ہیں۔ یہ امام صادقؑ سے روایت کرتا ہے۔ مگر بہت ضعیف ہے۔ ابن غضائری نے بھی اس کو ضعیف اور نا قابل اعتماد کہا ہے نیز صاحب مراۃ العقول بھی اس کی تضعیف کے قائل ہیں۔

(رجال مامقانی جلد ۲، ص ۳۳۲ مطبوعہ ایران)

نصر بن مزاحم علامہ نجاشی کا یہ قول ہے کہ یہ ضعیف رواۃ سے بھی روایت کرتا تھا۔

رجال مامقانی جلد۳، صد ۲۰۷ مطبوعہ ایران علامہ مجلسی نے آپنی کتاب مراۃ العقول شرح اصول کافی میں روایت کو ضعیف قرار دیا ہے پس جو روایت روایۃً و درایۃً ناقابل اعتماد ہو اس کا سہارا لینا جائز نہیں۔

دوسری روایت کہ یہ دور خلیفہ ثالث میں آئیں ہوں۔ جو بحارالانوار سے پیش کی جاتی ہے۔ جس کے راوی محمد بن یحییٰ الصولی اور عون بن محمد الکندی ہیں۔ یہ روایت بھی رواۃ کے اعتبار سے ناقابلِ اعتبار ہے۔ ان راویوں کا شیعہ کتبِ رجال میں یا کہیں اور تذکرہ نہیں۔ اہلِ سنت کتب میں تذکرہ ہے۔ وہ یہ ہے ابواحمد بن ابوعشاء کے ذریعے سے یہ خبر ملی ہے کہ ابواحمد عسکری کی طرف غلط روایات منسوب کرتا تھا۔ جس طرح صولی خود غلابی کی طرف اغلاط کو نسبت دیتا تھا۔ اور جس طرح غلابی تمام محدثین کی طرف سے خود غلط روایتیں بیان کرتا تھا۔ لسان المیزان جلد۵۔ ص ۴۲۸ عون بن محمد کندی اخباری تھے۔ ان سے سوائے صولی اور کسی نے روایت نہیں لی۔

(لسان المیزان جلد۴۔ ص ۳۸۸)

جب راوی ہی ضعیف ناقابل اعتبار ہوں تو پھر دیوار تحقیق اس پر کیسے استوار ہو سکتی ہے۔

یہ تھے دو حساب سو بے باق ہو گئے

حضرت شہر بانوؑ کی مدینہ منورہ آمد

آیت اللہ آقائے سیّد علی حیدر صاحب قبلہ طاب ثراہ فرماتے ہیں آپ کی والدہ کے حالات میں مورخین کے درمیان شدید اختلاف ہے پہلا اختلاف نام میں ہے۔ بعض غزالہ۔ شاہ زنان بنت یزدجرد۔ بعض سلافہ۔ بعض شہر بانو بعض جیدا اور بعض برہ بنت النوشجان کہتے ہیں لیکن سید المحققین جناب شیخ مفید و علامہ طبرسی وغیرہ آپ کا نام شاہ زنان بنت کسریٰ یزدجرد لکھتے ہیں ممکن ہے اصل نام یہی اور مشہور شہر بانو ہو۔ دوسرا

اختلاف اس میں ہے کہ آپ اپنے وطن (ایران) سے مدینہ میں کب آئیں اور حضرت امام حسینؑ کی زوجیت سے کیونکر مشرف ہوئیں۔ اس امر میں کئی قسم کی روایتیں ملتی ہیں لیکن مشہور صرف دو ہیں پہلی یہ کہ آپ خلیفۂ ثانی کے زمانے میں فتح مدائن کی غنیمت میں اپنی دوسری بہنوں کے ساتھ تشریف لائیں اور جناب امیر علیہ السلام نے آپ کو خرید کر حضرت امام حسینؑ کی زوجیت میں دے دیا۔ اور دوسری یہ کہ حضرت امیر المومنینؑ نے حریث بن جابر کو بعض بلادِ مشرق (ایران) کا گورنر مقرر کر کے بھیجا تھا اس نے جناب شہر بانوؑ کو اپنی بہنوں کے ساتھ جناب امیر کے پاس بھیجا اور حضرت نے آپ کی شادی امام حسینؑ سے کر دی پہلی روایت کہ خلیفہ دوم کے زمانے میں فتح مدائن کی غنیمت میں آئیں اس وجہ سے غلط معلوم ہوتی ہے کہ مورخین کا اتفاق ہے کہ مدائن ماہ صفر ۱۶ھ میں فتح ہوا۔ معجم البلدان جلد ۷ صفحہ ۴۱۳ اردو ترجمہ فتوح العجم از واقدی ص ۱۶۰ تاریخ ابو الفدا جلد ا صفحہ ۱۶۱ تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۱۹۷ تاریخ ابن خلدون جلد ۲ ص ۱۰۰ فتوحات اسلامیہ جلد ا، ص ۹۰ تاریخ طبری جلد ۴، ص ۱۶۸ وغیرہ اور یزدجرد ۱۴ھ کے شروع میں تخت نشین ہوا ہے۔ تاریخ طبری جلد ۲ ص ۱۶۹ و کامل جلد ا ص ۱۷۸ و ابن خلدون بقیہ جلد ۲ ص ۸۷ و ابو الفدا، ا جلد ا ص ۵۶ وغیرہ) اور جنگ قادسیہ بقول ابو الفدا وغیرہ ۱۵ ہجری میں ہوئی ہے اور تخت نشینی کے وقت یعنی ۱۶ ہجری کے شروع میں یزدجرد کی عمر ۲۲ سال سے زیادہ نہیں ہوسکتی اور وہ عرب جیسے گرم ملک کا باشندہ نہیں تھا کہ ۱۴ سال کی عمر میں عورتوں سے مباشرت کے قابل ہو جاتا۔ ضرور ۱۷۔۱۸ سال کی عمر میں اس کی شادی ہوئی ہوگی۔ اب اگر جناب شہر بانو یزدجرد کی پہلی اولاد بھی مانی جائیں اور یزدجرد کے اٹھارہویں سال میں بھی پیدا ہوئی ہوں تو۔ اس وقت خلیفۂ ثانی کا ان کو امام حسینؑ کی زوجیت کے لئے بخشنا یا جناب امیرؑ کا خرید کر امام حسینؑ سے ان

کی شادی کرنا بالکل خلاف عقل ہے۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شادی اس وقت ہوئی جب آپ ۲۵ سال کے تھے۔ پھر امام حسینؑ کے ساتھ یہ دشمنی کیوں کی جاتی کہ جب آپ نہ ۲۵ سال کے ہوئے نہ ۲۰ سال کے نہ ۱۸ سال کے بلکہ صرف ۱۲ سال کے تھے کہ شہر بانوؑ آپ کے حوالہ کردی جاتیں! غرض کسی طرح حضرت عمر کے زمانہ میں شہر بانو کا مدینہ آنا اور حضرت امام حسین کی زوجیت میں داخل ہونا درست معلوم نہیں ہوتا۔ زمانہ حال کے نامور مورخ شمس العلماء مولوی شبلی نعمانی صاحب کی تحقیق بھی یہی ہے۔ لکھتے ہیں "اس موقع پر حضرت شہر بانوؑ کا قصہ جو غلط طور پر مشہور ہوگیا ہے۔ اس کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ عام طور پر یہ مشہور ہے کہ جب فارس فتح ہوا تو یزدجرد شہنشاہ فارس کی بیٹیاں گرفتار ہو کر مدینہ میں آئیں۔ حضرت عمر نے عام لونڈیوں کی طرح بازار میں ان کے بیچنے کا حکم دیا لیکن حضرت علیؑ نے منع کیا کہ خاندان شاہی کے ساتھ ایسا سلوک جائز نہیں۔ ان لڑکیوں کی قیمت کا اندازہ کرایا جائے یا پھر یہ لڑکیاں کسی کے اہتمام اور سپردگی میں دی جائیں اور اس سے ان کی قیمت اعلیٰ سے اعلیٰ شرح پر لی جائے۔ چنانچہ حضرت علیؑ نے خود ان کو اپنے اہتمام میں لیا اور ایک امام حسینؑ کو ایک محمد بن ابی بکر کو ایک عبداللہ بن عمر کو عنایت کیں۔ اس غلط قصہ کی حقیقت یہ ہے کہ زمخشری نے جس کو فن تاریخ سے کچھ واسطہ نہیں۔ ربیع الابرار میں اس کو لکھا اور ابن خلکان نے امام زین العابدین کے حال میں یہ روایت اس کے حوالے سے نقل کردی۔ لیکن یہ محض غلط ہے اولاً تو زمخشری کے سوا طبری ابنِ اثیر۔ یعقوبی۔ بلاذری۔ ابن قتیبہ وغیرہ کسی نے اس واقعہ کو نہیں لکھا اور زمخشری کا فن تاریخ میں جو پایہ ہے وہ ظاہر ہے اس کے علاوہ تاریخی قرائن اس کے بالکل خلاف ہیں۔ خلیفہ ثانی کے عہد میں یزدجرد۔ مع تمام اہل وعیال کے دارالسلطنت سے نکلا اور حلوان پہنچا۔ جب مسلمان

حلوان پر چڑھے تو وہ اصفہان بھاگ گیا اور پھر کرمان وغیرہ میں ٹکراتا پھرا۔ مرو میں پہنچ کر ۳۰ ہجری میں جو خلیفۂ ثالث کی خلافت کا زمانہ ہے مارا گیا۔ اس کی آل واولاد اگر گرفتار ہوئے ہوں گے تو اسی وقت گرفتار ہوئے ہوں گے۔ مجھ کو شبہ ہے کہ زمخشری کو یہ بھی معلوم تھا یا نہیں کہ یزدجرد کا قتل کس عہد میں ہوا۔ اس کے علاوہ جس وقت کا یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے اس وقت امام حسینؑ کی عمر ۱۲ سال کی تھی کیوں کہ جناب ممدوح ہجرت کے پانچویں سال پیدا ہوئے اور فارس ۱۷ ہجری میں فتح ہوا۔ اس لئے یہ امر بھی کسی قدر مستبعد ہے کہ حضرت علیؑ نے ان کی نابالغی میں ان پر اس قسم کی عنایت کی ہوگی۔ اس کے علاوہ ایک شہنشاہ کی اولاد کی قیمت نہایت گراں قدر پائی ہوگی اور حضرت علی نہایت زاہدانہ اور فقیرانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ غرض کسی حیثیت سے اس واقعہ کی صحت پر گمان نہیں ہوسکتا۔ (الفاروق جلد ۲ ص ۱۷۲) مذکورہ بالا وجوہ کے علاوہ ایک اور زبردست وجہ ایسی ہے جس سے اس قصّہ کا غلط ہونا یقینی ہوجاتا ہے۔ وہ یہ کہ جناب امیر کے دو صاحبزادے تھے۔ امام حسن و امام حسینؑ اور ۱۶ ہجری میں دونوں نابالغ تھے لیکن امام حسنؑ پھر بھی بڑے تھے۔ اگر جناب امیرؑ نے اپنے فرزند سے شادی کے لئے جناب شہر بانوؑ کو تجویز بھی کیا تو حضرت امام حسنؑ کو کیوں نہیں دیا۔ یا حضرت ہی سے شادی کیوں نہیں کی۔؟

بڑے لڑکے کی فکر پہلے ہوتی ہے۔ پس اگر واقعاً جناب شہر بانوؑ ۱۶ ہجری میں مدینہ آتیں اور خلیفۂ ثانی حضرت امیر المومنین علیؑ کے فرزند کو مرحمت فرماتے تو یہ بڑے صاحب زادے امام حسنؑ کے حصہ میں آتیں نہ امام حسینؑ کے۔ رہی دوسری روایت کہ حضرت امیر المومنین کی ظاہری خلافت میں آپ آئیں اور حضرت نے امام حسینؑ سے ان کی شادی کردی۔ یہ البتہ ایسی ہے جو نقل اور عقل سے صحیح ثابت ہوتی ہے مورخین

نے لکھا ہے کہ حضرت امیرالمومنین نے حریث بن جابر جعفی کو بعض بلاد (مشرق) خراسان کا والی مقرر کر کے بھیجا اور حریث نے یزدجرد کی دو بیٹیاں حضرت کی خدمت میں ایران سے بھیجیں۔ حضرت نے ایک بیٹی شہر بانو اپنے صاجزادے امام حسینؑ کو دی دوسری بیٹی کیہان بانو سے قاسم بن محمد پیدا ہوئے (روضۃ الصفا جلد۳ صفحہ۹ مطبوعہ نول کشور علامہ اربلی نے کشف الغمہ مطبوعہ ایران ص ۲۰۱ میں علامہ طبرسی علیہ الرحمہ نے اعلام الوریٰ ۱۵۱ میں نیز جامع التواریخ صفحہ ۱۴۹ اعمدۃ الطالب ص ۱۷۱ میں بھی اسی روایت کو اختیار کیا ہے نیز دوسری کتب تاریخ وحدیث میں بھی یہی روایت ہے اور عقلاً بھی اس کی صحت پر گمان ہوتا ہے کیونکہ جناب امیر کی خلافت ۳۶ ہجری سے ۴۰ ہجری تک تھی۔ اس زمانہ میں جناب شہر بانو کی عمر بھی کافی تھی اور حضرت امام حسینؑ بھی تیس سال سے زیادہ عمر کے تھے اور حضرت امام حسنؑ کی شادی اس سے پہلے ہو چکی تھی۔ (تاریخ ائمہ ص ۲۸۳ / ۲۸۵ مطبوعہ لاہور)

نور سجادیہؑ کی تجلی

حضرت امام زین العابدین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ظہور مثل دیگر ائمہ اطہارؑ طیب وطاہر ہوا ہے۔

حضرت امام الساجدینؑ کا سجادہ عبادت پر نزول

حضرت فضہؓ اور سمانہؓ نامی کنیز بیان کرتی ہیں ۱۵ جمادی الاوّل کی شب ہم نے حجرہ مبارک حضرت شہر بانوؑ میں بسر کی رات کو مطلقاً آثار ولادت نہ تھے مگر حضرت امام حسینؑ نے شب کو اوّلین حصہ میں فرمایا تھا کہ نماز فجر کے وقت امام چہارم نے اپنے وجود ذی جود سے کرہ ارضی کو منور فرمانا ہے لہٰذا اس شب فضہؓ کہتی ہیں کہ میں اور شریکتہ

الحسینؑ حضرت زینب کبریٰؑ اور حضرت اُمّ کلثومؑ بھی حجرہ میں رہیں ہم نے رات کو کوئی علامت نہ دیکھی حتیٰ کہ نصف شب حضرت شہر بانو نے نماز شب ہمارے ہمراہ پڑھی سمانہؒ کہتی ہیں کہ اس شب انوار نے حجرہ مبارک کو گھیرے میں لیا ہوا تھا اور سفید رنگ کے پرندے حجرے کا طواف شب بھر کرتے رہے۔ حتیٰ کہ فجر کی اذان شروع ہوئی تو مخدومہ کائنات نے نماز فجر کی سنت پڑھی۔ پھر اچانک ان کے اور ہمارے درمیان پردہ حائل ہو گیا اور شہزادی ہمیں نظر نہ آئیں سمانہؒ گھبرا کر حجرہ سے باہر نکل گئی اور امام حسینؑ کی خدمت میں سارا ماجرا عرض کیا حضرتؑ نے فرمایا کہ یہ انوار ولادت امامؑ کے باعث ہیں اور یہ پرندے نہیں بلکہ فرشتے ہیں جو ہمارے گھروں کا طوائف کرتے ہیں اب تم حجرہ میں جاؤ حقیقت ظاہر ہو چکی ہے ہم نے دیکھا کہ نوری حجابات برطرف ہو چکے اور حضرت شہر بانوؑ جیسے سجادۂ عبادت (مصلے) پر تشریف فرما تھیں اسی طرح بیٹھی ہیں البتہ ایک شہزادہ جو سبز کُرتے میں ملبوس ہے سجدہ میں سر رکھ کر کچھ پڑھ رہا ہے پھر اس نے سجدہ سے سر بلند کیا اور آسمان کی طرف انگشت شہادت بلند کر کے فرمایا۔

اشھدان لا الہ الا اللّٰہ واشھدان محمداً رسول اللّٰہ واشھدان علیاً امیرالمومنین۔

فضہ اور سمانہ کہتی ہیں ہم ڈر گئیں اور پوچھا کہ یہ شہزادہ کون ہے تو بی بی نے ان کی طرف اشارہ فرمایا ہمارے سوال سے پہلے ہی مولود سعید نے ہماری طرف دیکھ کر فرمایا۔ **اناعلی ابن الحسین۔**

پھر اپنی والدہ حضرت شہر بانوؑ سے فرمایا اے مادرِ گرامی اب نماز فجر کا فریضہ ادا فرمالیں اور حضرت سیدہ شہر بانوؑ نے بلا تاخیر وہیں سجادہ پر اسی وقت نماز فجر پڑھی۔

(کشف الیقین فی اسرار المعصومینؑ جلد ہفتم ص ۱۴۵ مطبوعہ نجف اشرف عراق)

آیت اللہ شیخ ابراہیم بحرانی انوار القلوب ص ۹۴۰ مطبوعہ لبنان علامہ میرزا جلال الدین نیشاپوری قرۃ العیون ص ۲۷۱ مطبوعہ مشہد مقدس۔

توثیق:- اس نوری روایت کی تصدیق تمام آئمہ اطہار علیہ السّلام کے احوال ولادت سے ہوتی ہے۔ ہر امام کی والدہ گرامی طاہرہ ومطہرہ ہیں جیسا کہ دلائل قاطعہ و براھین ساطعہ سے ہم گزشتہ ابواب میں بیان کر چکے ہیں تمام ائمہ علیہ السّلام کی امہات سلام اللہ علیہم طیبہ طاہرہ ہیں کسی کا حیض ونفاس نہیں مگر اس مظلوم امامؑ کی والدہ پر اپنوں بیگانوں نے ظلم کیا ہے اور تمام مقطوع النسب مقطوع العلم۔ مقطوع المعرفت نے لکھا کہ ماتت فی نفاسھا کہ شہزادی حضرت بی بی شہر بانوؑ کی وفات معاذ اللہ نعوذ باللہ من غضب اللہ حالت نفاس میں ہوگئی۔ **اناللّٰہ و انا الیہ راجعون**۔

کتاب ہذا ہم صرف ام السادات حضرت سیدہ شہر بانوؑ کی عظمت وطہارت کے بیان کے لئے اور دفاع مظلومہ میں تحریر کر رہے ہیں۔ انشاء اللہ روز قیامت یہ سطور ہماری شفاعت کے لئے کفایت کریں گی۔

ماتت فی نفاسھا والی روایت پر جرح:

۱۔انھاماتت فی نفاسھا

اُمّ السادات حضرت سیّدہ شہر بانوؑ کے متعلق بعض کتب میں **بہ صیغۂ مجھول "یروی" ماتت فی نفاسھا** کے لفظ ہیں جیسا کہ بحار الانوار جلد ۴۶، ص ۱۱ مطبوعہ لبنان الخرائج جلد دوم ص ۷۵۱ مطبوعہ ایران عوالم العلوم جلد ۱۸ اص ۷ مطبوعہ قم مقدسہ۔

ابطال

اس کا جامع اور مختصر جواب یہ ہے کہ یروی صیغہ مجہول کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کا خبر کہ لکھنے والا کون ہے؟ اور کیسا ہے؟ لہٰذا مجہول طریقہ سے بیان کردہ روایت پر

بنیادِ عقیدہ استوار نہیں کی جاسکتی۔

۲۔ دوسری روایت عیون اخبار الرضا جلد دوص ۱۲۸ پر ہے اس میں بھی یہ الفاظ ملتے ہیں۔

ابطال استدلال: اس روایت سے استدلال بالکل ہی باطل ہے اس لئے اس کے بیان کردہ سلسلہ رواۃ میں کسی راوی کا شیعہ کتب رجال میں کہیں ذکر نہیں ملتا البتہ رجال اہلِ سنت میں ان کا ذکر موجود ہے۔

محمد بن یحیٰی الصولی اہلِ سنت ہے

ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

محمد یحیٰی بن عبداللہ بن العباس بن محمد بن صولی ابوالصولی لسان المیزان جلد پنجم ص ۴۲۷ مطبوعہ مصر۔

(ب) عون بن محمد الکندی اہلِ سنت ہے۔ اس کا ذکر بھی شیعہ کتب رجال میں نہیں بلکہ رجال اہل تسنن میں ملتا ہے۔

لسان المیزان جلد چہارم ص ۳۸۸ مطبوعہ مصر حقیقت آشکار ہو چکی ہے۔

جس روایت کے راوی ہی شیعہ نہیں ان کی بیان کردہ روایت کو کیسے قبول کیا جاسکتا ہے۔

خلاصہ تحقیق

ہم نے کتب معتبرہ سے تمام آئمہ ہدیٰؑ کی امہات طاہراتؑ کی عظمت اور طہارت ظاہری و باطنی دلائل باہرہ و براہین قاہرہ سے ثابت کردی ہے اور اس امر پر تمام حق پرست حق گو علماء حق کا اجماع ہے کہ امام طاہر و مطہر دنیا میں آتا ہے ناف بریدہ آتا ہے نجاست کسی نے نہیں دیکھی تو پھر امِ السادات حضرت سیدہ شہر بانوؑ کی طرف نفاس کی نسبت دینا بہت بڑی جرأت و جسارت ہے بلکہ صریح توہین امام ہے جو کہ موجب کفر ہے اس لئے کہ عصمت وطہارت امام پر آیت تطہیر کی نص صریح موجود ہے اس کے

ہوتے ہوئے کسی ایسی روایت کو جس میں توہین کا پہلو بیان ہوتا ہو گستاخی معصوم کے زمرے میں آتا ہے خداوندہ کریم ہمیں مقامات معنویہ اور حقائق نورانیہ کے بیان کی توفیق عطا فرمائے اور مقصرین اور نواصب وخوارج کے عقائد باطلہ سے محفوظ فرمائے آمین۔ بحق محمد وآلہ الطاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین۔

حضرت شہر بانوؑ کی کنیز خاص شیریں

جب حضرت شہر بانو اسیر ہو کر ایران سے مدینہ پہنچیں تو ان کے ساتھ ایک سو کنیزیں اور بھی تھیں۔ حضرت شہر بانوؑ نے پہلی ہی رات کی صبح کو پچاس کنیزیں آزاد کر دیں اور جب امام سید الساجدین نے کرہ ارضی کو منور فرمایا تو چالیس کنیزیں آزاد کر دیں۔ اب ان کے پاس دس کنیزیں رہ گئیں تھیں۔ ایک روز حضرت شہر بانو امام حسینؑ کی خدمت میں تشریف فرما تھیں کہ شیریں نامی کنیز آ گئی۔ امام حسینؑ نے حضرت شہر بانوؑ سے شیریں کی تعریف فرمائی۔ جناب شہر بانوؑ نے یہ خیال کیا کہ شاید حسین ابن علیؑ اس کی خواستگاری فرما رہے ہیں۔ آپ نے شیریں کو آزاد کر دیا اور لباس فاخرہ پہنا کر امام حسینؑ کو ہبہ کر دیا۔ جب امام حسینؑ نے یہ دیکھا تو فرمایا اے شہر بانوؑ ہم نے شیریں کو آزاد کیا۔ مگر شیریں باوجودیکہ آزاد ہو گئی تھی مگر اس نے خانوادہ نبوت کو چھوڑنا پسند نہیں کیا۔ (ریاض القدس جلد دوم ص ۲۶۷ مطبوعہ ایران۔ روضۃ الشہداء صفحہ ۳۶۹ مطبوعہ ایران)

حضرت شہر بانوؑ کربلا میں موجود تھیں

اُمّ السادات حضرت سیدہ شہر بانوؑ کربلا میں موجود تھیں۔ اس کا ذکر کتب تاریخ ومقاتل میں تواتر کے ساتھ موجود ہے۔

حضرت شہر بانوؑ لاش علی اکبرؑ پر

افتخار المحدثین علامہ الخالق بن عبد الرحیم یزدیؒ فرماتے ہیں۔

حضرت علی اکبرؑ کی شہادت کا جب حضرت شہر بانوؑ نے سنا تو ان کے دل پر کیا گزری

"درحدیث وارد شده است که چون آنجسد قطعه قطعه رابدرخیمه آورد آه آه وامصیباه که شهربانو آمده براو نظر انداخته برحالی شدکه زبانش بندشد" (بیت الاحزان ص ۲۵۸ مطبوعہ ایران)

احادیث میں وارد ہے کہ جب حضرت علی اکبر علیہ السّلام کی پارہ پارہ لاش اقدس دروازہ خیمہ پر پہنچی۔ آہ آہ وامصیبتاہ کہ حضرت بی بی شہر بانوؑ آئیں اور لاش کے ٹکڑے دیکھے تو شدت غم سے سکتہ ہو گیا زبان بند ہو گئی۔

رئیس المحدثین علامہ محمد باقر مجلسی فرماتے ہیں۔

حضرت علی اکبرؑ کی شہادت کے بعد ایک شہزادہ مانند خورشید درخشاں خیمہ گاہ سے برآمد ہوا دو گوشوارے اس کے کان میں تھے جو کہ ہل رہے تھے اچانک ہانی بن ثبیت نے تلوار اس مظلوم شہزادے پر لگائی اور وہ شہید ہو گیا۔

فصارت شهربانو تنظر اليه لم تتكلم كالمدهوشة حضرت شہر بانو سلام الله عليها نے اس کو قتل ہوتے دیکھا تو بے ہوش ہو گئیں اور منہ سے کچھ کہہ نہ سکیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔ بحار الانوار جلد ۴۵ ص ۴۶ مطبوعہ بیروت۔

محدث کبیر علامہ شیخ عبدالجرانی طاب ثراہ:

آپ نے بھی شہر بانوؑ کا اس وقت بے ہوش ہو جانا لکھا ہے۔

ملاحظہ فرمائیں۔ عوالم العلوم ولمعارف جلد ۱۷ ص ۲۸۸ مطبوعہ ایران افتخار المحدثین علامہ عبدالخالق بن عبدالرحیم یزدی قدس سرہ کمسن شہزادے کے قتل کو دیکھا تو شہر بانو بے ہوش ہو گئیں۔

(مصائب المعصومینؑ ص ۲۶۸ مطبوعہ ایران، بیت الاحزان ص ۲۵۷ مطبوعہ ایران)

حضرت شہر بانوؑ اور حضرت اُمّ لیلیٰؑ

صدر الواعظین علامہ صدر الدین قزوینی طاب ثراہ فرماتے ہیں۔

زلفوں والے شہزادے کی شہادت کے موقع پر امام حسینؑ نے کلمہ استرجاع انا للہ وانا الیہ راجعون زبان پر جاری فرمایا اور فرمایا اے اللہ میرے اس ہدیہ کو قبول فرما اس وقت حضرت شہر بانوؑ کو حضرت امام حسین علیہ السّلام نے بلایا اور تسلی دی اور فرمایا! تم اور سب خواتین صبر کریں کیونکہ خداوند عالم صابروں کو دوست رکھتا ہے پس شہر بانوؑ نے حضرت اُمّ لیلیٰ سلام اللہ علیہا کے ساتھ نوحہ اور ماتم شروع کیا۔

(ریاض القدس جلد اوّل ص ۲۷ مطبوعہ ایران)

حضرت شہر بانوؑ کی روانگی بحکم امامؑ

پس حضرت نے در خیمہ سے آواز دی "یا اختی زینب ویا ام کلثوم ویا سکینة ویا رباب علیکن منی السلام" اے میری بہن زینبؑ واُمّ کلثوم وائے سکینہ وائے رباب تم سب کو سلام آخری میرا پہنچے کہ اب میں رخصت ہوتا ہوں اب تم کو خدائے عزوجل کے سپرد کرتا ہوں۔ سنتے ہی اس آواز کے سب بیبیاں خیمہ عصمت سے بیتابانہ سر و پا برہنہ روتی پیٹتی در پر آئیں۔ دیکھا امام حسینؑ آمادہ شہادت یکہ وتنہا کھڑے روتے ہیں دیکھتے ہی کوئی بی بی دامن امام سے لپٹ گئی کوئی معظّمہ سموں پر ذوالجناح کے سر اپنا پٹکنے لگی کوئی زمین پر پچھاڑیں کھانے لگی۔ راوی کہتا ہے اسی اثنا میں جناب شہر بانوؑ خدمت امام میں حاضر ہوئیں اور رو رو کر عرض کی اے آقا خود تو مرنے جاتے ہیں مجھے کس پر چھوڑے جاتے ہیں آپ کی بہنیں بیٹیاں تو اولاد رسولؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہیں مسلمان ان کا احترام کرے گا۔ میرا یہاں کون ہے۔

ایک آفت زدہ عجم کی رہنے والی نسل کسریٰ سے ہوں۔ پرائے دیس میں تباہ ہو کر

دربدر پھروں گی۔ کوئی پرسان حال نہیں ہوگا حضرت بہت روئے اور فرمایا اے شہر بانوؑ! ہرگز اپنی عزت وآبرو کا خوف نہ کرو کہ اللہ نگہبان ہے میری شہادت کے بعد گھوڑا میرا درخیمہ پر آئے گا تم سوار ہولینا وہ اسپ وفادار حفاظت سے جہاں حکم خدا ہوگا تمہیں پہنچا دے گا۔ راوی کہتا ہے کہ بعد شہادت امام حسینؑ وہ راہوار کہ نام اس کا میمون تھا درخیمہ پر حاضر ہوا شہر بانوؑ نے رکاب پر بوسہ دے کر چاہا کہ سوار ہوں پس یاد آ گیا کہ وہ وقت کہ آقائے مظلوم کس عزت واحترام سے سوار کرتے تھے بے اختیار ہوکر رونے لگیں اور کہنے لگیں آہ آہ کہاں ہے؟ اسوقت وہ عزت واحترام کرنے والا میرا؟ اور کہاں ہے وہ کجاوہ؟ اور کہاں ہے وہ ہمشکل پیغمبر؟ جو اس وقت اہتمام وپردہ ہماری سواری کا کرے غرض جناب شہر بانو نے سکینہؑ کو گلے سے لگایا اور تمام اہلِ حرمؑ کو وداع کیا اور سوار ہوکر ایک جانب کو روانہ ہوئیں۔

شہر یار سے ملاقات

پس مومنین راوی کہتا ہے کہ جناب شہر بانوؑ طئیِ منازل وقطع مراحل کرتی جاتی تھیں ناگاہ دور سے سوارِ لشکر پر نظر پڑی آپ نے گمان کیا کہ یہ فوج کثیر یزید کی ہے اعانت عمر بن سعد کو جاتی ہے۔ اس خیال سے آپ نے گھوڑے کو دوسری جانب پھیرا جب سردار فوج نے یہ دیکھا کہ ایک سوار نقاب دار سمت کربلا سے آتا تھا مگر ہماری فوج سے خائف ہوکر دوسری جانب پھرا جاتا ہے تو دو سوار استفسار حال کے واسطے روانہ کئے۔ ہر چندان سواروں نے تعاقب کیا مگر اس کی گرد کو بھی نہ پہنچے حالانکہ بظاہر یہ لوگ دیکھتے تھے کہ وہ گھوڑا ابر فتارِ سبک جاتا ہے جب گھوڑے ان سواروں کے تھک گئے اور خود بھی خستہ ہوگئے اس وقت با آواز بلند ندا کی اے سوار نقاب دار برائے خدا توقف کر ہمارے سردار کو تجھ سے کچھ حال دریافت کرنا ہے یہ سن کر جناب شہر بانوؑ نے اپنے

گھوڑے کی باگ روک لی اور فرمایا! جاؤ اپنے سردار کو بھیج دو۔ ان دونوں سواروں نے اپنے سردار کی خدمت میں حاضر ہوکر کیفیت اپنی بیان کی پس سردار خود سوار ہوکر وہاں آیا اور چہرے پر نقاب دیکھ کر گھوڑے کی باگ اپنے لشکر کی جانب پھیری۔ اس وقت شہر بانوؑ نے فرمایا اے سوار کس کے تحقیق حال کے لئے آیا تھا اور کیوں بدون استفسار پھرا جاتا ہے شہر یار نے کہا اے سوار میں تجھ سے کیا پوچھوں کہ تو عورت معلوم ہوتی ہے اور مجھے اپنے بھائی اور سردار فرزند رسولؐ مختار کا کچھ حال دریافت کرنا تھا۔ اس لئے کہ میں لشکر کثیر لے کر واسطے اعانت ان حضرت کے جاتا ہوں جناب شہر بانوؑ نے فرمایا اے شخص وہ جناب تیرے اور سب مسلمانوں کے امام اور سردار برحق ہیں مگر لفظ بھائی کا تو نے کس نسبت سے کہا۔ شہر یار نے کہا میری ایک بہن شہر بانوؑ حضرت کی کنیزی میں ہے "**فلما سمعت ذلك بكت وقالت يا اخي والله قد قُتِلَ ابوعبدالله الحسين**" سنتے ہی شہر بانوؑ نے نقاب چہرے سے الٹ دی اور دونوں بانہیں شہر یار کی گردن میں ڈال کر بہت روئیں اور فرمایا اے بھائی اب کس کی اعانت کو جاتے ہو۔ واللہ آقا ہمارے امام حسینؑ قتل کیے گئے۔ علی اکبرؑ شہید ہوا علی اصغر بھی جنّت کو سدھارے اے بھائی ہم زمین کربلا پر لوٹے گئے ہمارا تخت سلطنت الٹ گیا۔ راوی کہتا ہے کہ دونوں بھائی بہن گلے مل کر چیخ مار کر اس شدت سے روئے تھے کہ تمام صحرا میں شدت گریہ سے ان کی تزلزل پڑ گیا۔ جب رونے سے افاقہ ہوا۔ شہر یار نے کہا اے بہن جو کچھ مشیت ایزدی میں تھا واقع ہوا مگر اب زمین کربلا پر چل کر بقیہ اہلِ بیتؑ کی خبر لینی چاہیے شہر بانوؑ نے کہا میرے آقا کی یہیں تک اجازت تھی یہاں سے کہیں جا نہیں سکتی اسی جگہ قیام کروں گی تم زمین کربلا پر جاؤ اور حال اہلِ بیتؑ اطہار دیکھ کر میرے فرزند بیمار و حزین زین العابدینؑ کی خبر لاؤ۔ یہ سن کر شہر یار روتے ہیں شہر بانو کو چھوڑ کر کربلا کو روانہ

ہوئے آہ آہ مومنین اس وقت شہریار کربلا پہنچے جس وقت خیام عصمت میں آگ مشتعل تھی اور سب بیبیاں مع اطفال خوردسال بخوف جان خیموں سے باہر نکل کر مثلِ اوراق مصحف اُس صحرائے ہولناک میں پریشان تھیں کوئی صدا سے واحسیناہ وامظلوماہ کی بلند کرتی تھی کوئی واخاہ واسیداہ کہہ کر روتی تھی آہ آہ کس زبان سے عرض کروں جو حال مصیبت شہریار کے پیش نظر آیا۔ دیکھا کہ امام زین العابدینؑ ایک درخت کے سایہ میں فرش خاک پر بیٹھے ہیں مگر کس ہیئت سے کہ دست حق پرست سینہ مبارک پر رکھے ہیں اور دہن شریف سے وہ شے اگل رہے ہیں جس کے بیان سے کلیجہ منھ کو آتا ہے رونے کو یہ اشارہ کافی ہے کہ زمین اس جگہ کی سرخ ہورہی تھی "فقال السلام علیك یابن رسول اللّٰه فردعلیه السلام وقال من انت یاھذا لم یسلم علی احد غیرك منذوردت علے ھذه الا رض "شہریار نے حضرت پر سلام عرض کیا حضرت نے جواب دے کر فرمایا اے بھائی تو کون ہے کہ ایسے وقت بے کسی میں مجھ غریب ومظلوم پر سلام کرتے ہو حالانکہ جس روز سے ہم اس سرزمین پر وارد ہوئے ہیں سوائے تیرے کسی نے ہمیں سلام نہیں کیا۔ اس نے عرض کیا میں آپ کی مادر گرامی شہر بانوؑ کا بھائی ہوں۔ اپنے آقا وامام کی نصرت کے واسطے لشکر گراں لے آیا تھا مگر افسوس ہے کہ اپنے شومی طالع سے اس سعادت سے محروم رہا جب سکینہؑ کو معلوم ہوا کہ شہریار میرے بھائی امام زین العابدینؑ سے باتیں کرتے ہیں دوڑ کر دامن شہریار سے لپٹ گئیں اور رو کر کہنے لگیں اے ماموں مجھے والدہ اس صحرائے مصیبت و عالم غربت میں چھوڑ کر تنہا تشریف لے گئیں اگر آپ سے مُلاقات ہو تو میری طرف سے بیان کیجئے گا اے اماں شمر نے مجھے طمانچے مارے اور بندے میرے کانوں سے کھینچ لئے اور ہم اہل بیتؑ کے سروں سے چادریں اتار لیں اور چاہتے ہیں کہ ہم کو سر برہنہ رسن بستہ

شتران بے کجاوہ وعماری پر سوار کر کے روانہ مُلکِ شام ہوں۔ یہ کلمات جگر خراش اپنی بھانجی سکینہؑ کے سن کر شہریار بیتاب ہوگئے اور خدمت امام زین العابدینؑ میں عرض کی اگر ارشاد ہو تو ان ظالموں سے اپنے امام کے خون ناحق کا عوض لوں۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر ان کا استحصال مشیت ایزدی میں ہوتا تو میرے پدر بزرگوار کو حق تعالیٰ نے ہر طرح کی قدرت عنایت فرمائی تھی کیوں خود شہید ہوتے اور کیوں ہم اہل بیتؑ عصمت وطہارت کی یہ نوبت پہنچتی اس قوم کو اس کے حال پر چھوڑ دو عادل حقیقی روز جزا ان سے انتقام لے گا۔ جب شہریار نصرت اولادِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ناامید ہوئے روتے ہوئے اس مقام پر جہاں شہر بانوؑ کو چھوڑ گئے تھے آئے اور ایک مکان تعمیر کر دیا اور تاحیات جناب شہر بانوؑ نے اس مقام پر عبادت خدا میں بسر کی اور بعض روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب شہر بانوؑ اہلِ بیتؑ سے رخصت ہو کر روانہ ہوئیں عمر بن سعد نے دیکھا کہ ایک سوار نقاب دار خیمہ امامؑ سے نکل کر جانب صحرا جاتا ہے تو کچھ سواروں کو حکم دیا گرفتار کر لاؤ چونکہ اسپ میمون بہت تیز جاتا تھا وہ سب سوار پیچھے رہ گئے جب اس مخدومہ کو اطمینان حاصل ہوا تو ایک مقام پر کنارہ دیا گھوڑے سے اتریں اور وہ کرتہ جو خون علی اصغرؑ سے آلودہ تھا اُسے دھونے لگیں اور زار زار رونے لگیں اور فرماتی تھیں ہائے علی اصغرؑ سے بھی ظالموں نے میری گود خالی کر دی ناگاہ وہی سوار عمر سعد پھر دکھائی دیئے۔ بے تعجیل گھوڑے پر سوار ہو کر حضرت شہر بانوؑ اس مقام سے آگے بڑھیں اس اثناء میں ایک پہاڑ سر راہ نمودار ہوا اور آہ آہ تین جانب سے فوج نے آکر محاصرہ کر لیا۔ جس طرف نظر کرتی تھیں سوائے انبوہ اور اُس کوہ کے کسی جانب راہ گزر معلوم نہیں ہوتی تھی اس وقت آپ نے مضطرب ہو کر درگاہ مجیب الدعوات میں عرض کی اے پردہ پوش عالم تو جانتا ہے کہ میں تیرے رسولؐ کے فرزند کی کنیز ہوں میری حفاظت

وحرمت تیرے ہاتھ میں ہے راوی کہتا ہے کہ ہنوز دعا شہر بانوؑ کی ناتمام تھی دیکھتے ہیں کہ وہ پہاڑ شق ہو گیا اور وہ جناب مع اسپ میمون اس کے اندر تشریف لے گئیں اور پھر وہ پہاڑ اپنی اصلی حالت میں ہو گیا۔"**الا لعنة اللّٰه علے القوم الظالمین**"

(کتاب بحور الغمہ جلد دوم ص ۱۵۹ تا ۱۶۴ ص، مطبوعہ لکھنو قدیم)

توثیق

(۱) عمدۃ العلماء والمجتہدین سرکار علامہ سید کلب حسین صاحب لکھنوی اعلی اللہ مقامہ نے ساری زندگی مصائب اس کتب بحور الغمہ سے پڑھتے تھے اور حوالے دیتے تھے۔

(۲) سرکار صدر العلماء علامہ سیّد مظہر حسن غازی پوری قدس سرہ نے اس پر شاندار الفاظ میں عربی زبان میں تقریظ لکھی ہے۔

(۳) خاتم المحدثین علامہ آغا بزرگ تہرانیؒ بحور الغمہ کو مقتل کبیر لکھا ہے الذریعہ فی تصانیف الشیعہ جلد ۳ ص ۵۰ مطبوعہ بیروت۔

حضرت سیّد الشہداؑ کا اپنی نگرانی میں حضرت شہر بانوؑ کو کوہ رے میں پہنچانا

بروایت حزن المومنین وسرور المومنین جب وہ گھوڑا کہ نام جس کا میمون تھا مظلوم کربلا کی شہادت کے بعد باگیں کٹی زین میں جابجا تیر پیوست بال اور پیشانی خون سے رنگین کیے آنکھ سے آنسو سموں سے خاک اُڑاتا درِ خیمہ پر پہنچا اور ایسی آواز سے بولا جیسے کوئی غم زدہ اپنے آقا اور سر پرست کے ماتم میں نالے کرتا ہے۔ شہر بانوؑ پہلے تو گھوڑے کی گردن میں بانہیں ڈال کر روتی رہیں پھر رکاب پر بوسہ دے کر چاہا سوار ہوں وہ وقت یاد آ گیا جب آقائے مظلوم کس عزت واحترام سے مجھے سوار فرماتے تھے بے اختیار ہو کر رونے لگیں۔ مقتل کی طرف نگاہ حسرت سے دیکھ کر کہنے لگیں آہ آہ کہاں

ہے وہ کجاوہ کہاں ہے وہ پسر ہمشکل پیغمبر جو اس وقت پردہ اور اہتمام میری سواری کا کرے۔ غرض ایک ایک اہلِ بیتؑ سے رخصت ہو کر سکینہؑ کو گلے لگا کر سوار ہوئیں۔ چند قدم چلیں تھی کہ عمر سعد نے اپنی فوج کو آواز دی دیکھو یہ کون عورت خیمہ حسینؑ سے جاتی ہے جانی پہچانی یہ آواز اس خاتون کے کانوں میں پہنچتے ہی ہاتھ پاؤں میں رعشہ پڑ گیا۔ سر اٹھا کر دعا کی خداوند میں اس تیرے نبیؐ کے نواسے کی حرمت ہوں عزت میری تیرے ہاتھ میں ہے۔

اس وقت ذوالجناح جو امام حسینؑ کی سواری کا گھوڑا تھا اس کی آواز معلوم ہوئی۔ دیکھا کہ سامنے ایک شخص اسی ذوالجناح پر سوار چلا آتا ہے کس طرح اعضاء تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے ہیں بدن میں تیر پر تیر پیوست ہیں۔ گردن پر سر نہیں جب قریب آیا حضرت شہر بانوؑ نے پوچھا کہ تو کون ہے اور کیوں آیا ہے اس کے حلق بریدہ سے آواز آئی اے شہر بانوؑ میں وہی حسینؑ غریب ہوں جس کے بعد تنہا تو نے مسافرت اختیار کی ہے اس وقت تیری تسکین کو آیا ہوں یہ فرما کہ نظروں سے غائب ہو گئے۔

گھوڑا شہر بانوؑ کو لے کر ایک جانب چلا۔ دور جا کر اس مخدومہ نے دیکھا ایک لشکر گراں چلا آتا ہے سمجھیں یہ فوج عمر سعد کی کمک کو جاتی ہے ڈریں اور باگ رہوار کی دوسری طرف پھیری۔ سردارِ لشکر نے خود دیکھا کہ ایک سوار نقاب دار کربلا کی طرف سے آتا ہے خود گھوڑا بڑھا کر قریب آ کر کہا اے سوار خائف نہ ہو ہم تجھ سے اپنے آقا حسینؑ کا حال دریافت کرنا چاہتے ہیں یہ سنتے ہی آپ کہنے لگیں کہ تو کون غمخوار حسینؑ ہے کہ حضرتؑ کا حال پوچھتا ہے اس جناب سے تو زمانہ پھر گیا کوئی پرسان نہیں۔ اس نے کہا مجھے حضرت سے غلامی اور برادری کا دعویٰ ہے۔ شہر بانوؑ نے کہا کہ غلامی کا دعویٰ تو ہر مسلمان کرتا ہے مگر برادری کا لفظ تو نے کس رو سے کہا؟ بولا میری ایک بہن شہر بانو

حضرت کی کنیزی میں ہے اثنائے راہ سے مولاؑ نے خط لکھا تھا کہ اہلِ کوفہ مجھ سے برسرِ دغا ہیں حتی الامکان نصرت اسلام سے باز نہ رہنا۔ اپنا لشکر لیکر جان نثاری کو جاتا ہوں سنتے ہی شہر بانوؑ نے نقاب چہرے سے الٹ دی اور رو رو کر چلائیں اے بھائی اب کس کی مدد کو جاؤ گے۔ ’’قتل الحسینؑ بکربلا ذبح الحسین بکربلا‘‘ ظالموں نے اپنے نبیؐ کے نواسے کو مہمان بلا کر تین دن کا بھوکا پیاسا ذبح کیا۔ ہم کو بے وارث اور بچوں کو یتیم کر دیا۔ ہمشکل پیغمبرؐ کی جوانی خاک میں مل گئی ایک شب کی بیاہی بیٹی رانڈ ہو گئی قاسمؑ کے سوگ میں بیٹھے ہیں عباسؑ کے شانے کاٹے گئے، چھ مہینے کی جان اصغر تک نہ بچا معصوم بچہ باپ کی آغوش میں تیر کھا کر جنّت کو سدھارا۔ ماں کی گود اور اپنا جھولا سنسان کر گیا۔ موت نے ہمارا گھر کا گھر دو پہر میں صاف کر دیا اب کوئی سوا ایک فرزند بیمار کے باقی نہ رہا کیا جانے وہ زندہ ہے یا باپ اور بھائیوں کے صدمہ سے تڑپ کر مر گیا نہ معلوم اس وقت تک مشکل کشا کی بیٹیاں رسولؐ خدا کی نواسیاں کس مصیبت میں گرفتار ہوں گی۔ یہ سنتے ہی شہریار نے عمامہ زمین پر پھینک دیا اور بھائی بہن گلے مل کر اس شدّت سے روئے کہ روتے روتے غش کھا گئے اور سارا لشکر سیاہ پوش ہوا اور تین دن تک اس صحرا میں ایسا ماتم برپا رہا کہ پہاڑوں سے جنگلوں سے واحسینا واغربتاہ وا قاسماہ وا عباساہ وا اکبراہ کے سوا کچھ صدا نہ آتی تھی۔ (بحور الغمہ جلد اوّل ۱۸۶/۱۸۷ مطبوعہ انڈیا)

توثیق

بحور الغمہ بہت ہی معتبر اور بے مثل کتاب ہے اس کتاب ندرت خطاب کی توثیق کے لئے کافی ہے کہ اعلم العلماء المجتہدین سرکار علامہ مفتی السید محمد عباس اعلی اللہ مقامہ نے اس کا قطعہ تاریخ لکھا جس کا قطعہ تاریخ مفتی صاحب قبلہ جیسی شخصیت لکھ کر توثیق کرے اس کی وثاقت میں کیا کمی ہو گی۔

شیخ محمد حسین ڈھکو صاحب لکھتے ہیں۔

مفتی محمد عباس بن سید علی شوستری الجزائری لکھنوی سید العلماء مولانا سید حسین سلطان العلماء مولانا سید محمد کے ممتاز شاگردوں میں سے تھے بہت بلند پایہ فقیہ و متکلم و بے بدل ادیب شاعر اور کثیر التصنیف والتالیف مصنف تھے علاوہ دیگر علوم وفنون کے کلام میں بھی متعدد کتابیں تصنیف فرمائیں۔ (احسن الفوائد.....ص ۱۴۱ مطبوعہ سرگودھا)

عالم اجل فاضل بے بدل

علامہ سیّد وزیر الدین حسینؒ قدس سرہ فرماتے ہیں

بروایت حزن المومنین وسرور المومنین جب وہ گھوڑا کہ نام اس کا میمون تھا بعد شہادت شاہ کربلا باگیں کٹی ہوئی زین میں جابجا تیر پیوست بال اور پیشانی خون سے رنگین کئے ہوئے روتا خاک اڑاتا در خیمہ پر پہنچا اور اس آواز سے بولا جیسے کوئی غمزدہ اپنے آقا و سرپرست کے ماتم میں نالے کرتا ہے جناب شہر بانوؑ اس کی آواز سن کر آئیں پہلے تو گھوڑے کی گردن میں بانہیں ڈال کر روتی رہیں پھر موافق ارشاد اور وصیت شاہ مظلوم کے رکاب پر بوسہ دے کر چاہا کہ اس پر سوار ہوں پس شہر بانوؑ کو وہ وقت یاد آ گیا کہ آقائے مظلوم کس عزت واحترام سے مجھے سوار فرمایا کرتے تھے وہ والی و وارث میرا اور کہاں ہے وہ عزت واحترام کرنے والا میرا اور کہاں ہے وہ محمل پردہ دار کہاں ہے وہ پسر ہمشکل رسولؐ مختار جو اس وقت پردہ اور اہتمام میری سواری کا کرے۔ پس ایک ایک اہل بیتؑ سے رخصت ہو کر سکینہؑ کو گلے لگایا اور بہت روئیں پس سوار ہو کر چند قدم چلی تھیں کہ عمر سعد لعین نے اپنی فوج بے دین کو آواز دی کہ دیکھو یہ کون عورت خیمہ حسینؑ سے نکلی جاتی ہے اسے روک لو کہیں جانے نہ پائے۔ سنتے ہی اس آواز کو اس خاتون ممتاز کے دست و پائے مبارک میں رعشہ پڑ گیا سر مقدس جانب آسمان اٹھا کر دعا کی کہ خداوند

میں تیرے پیغمبرؐ کے نواسے کی حرمت ہوں میری عزت وآبرو تیرے دست قدرت میں ہے ہنوز دعا شہر بانوؑ کی تمام ہوئی تھی کہ عجب قدرت خدا اور شان کبریا نظر آئی۔

سامنے سے کیا دیکھتی ہیں کہ اس اسپ ذوالجناح جو امام حسینؑ کی سواری کا گھوڑا تھا بولتا ہوا چلا آتا ہے اور ایک شخص اس پر سوار ہے اور عجب طرح کی شان اس سوار کی نمودار تھی کہ تمام اعضائے اندام نیزہ وحسام سے ٹکڑے ٹکڑے ہیں جسم پر تیر پیوست ہیں اور گردن پر سر نہیں ہے جب وہ سوار قریب آیا حضرت شہر بانوؑ نے اس سے پوچھا کہ اے شخص کون ہے تو؟ اور میری سمت کس لئے چلا آتا ہے؟ اس کے حلق بریدہ سے آواز آئی کہ اے بانو کہ میں وہی حسینؑ غریب ہوں کہ جس کے بعد تو نے تنہا مسافرت اختیار کی ہے اس وقت میں تیری تسکین کو آیا ہوں اتنا ہی فرما کہ نظر سے غائب ہو گئے۔

پس لشکر عمر سعد نے ہر چند تعاقب کیا مگر وہ گھوڑا جناب شہر بانوؑ کو اس سرعت سے لے کر ایک سمت کو چلا کہ لشکر سے ناپدید ہوا پس لشکر عمر سعد عاجز ہو کر واپس آیا اور جناب شہر بانوؑ بہت دور کے فاصلے پر چلی جاتی تھیں۔ ناگاہ سر راہ اس مخدومہ نے دیکھا کہ ایک لشکر گراں سامنے سے نمایاں ہے اپنے دل میں سمجھیں کہ شائد کہ یہ فوج عمر سعد کی کمک کے واسطے آتی ہے یہ خیال کر کے خائف ہوئیں اور عنان اپنے راہوار کی دوسری سمت کو پھیر دی ادھر سردار لشکر نے دیکھا کہ ایک سوار نقاب دار کربلا کی سمت سے آتا ہے اور شاہراہ چھوڑ کر اور طرف کو جاتا ہے وہ سردار خود اپنا گھوڑا بڑھا کر ان کے قریب آیا اور کہا کہ اے سوار تو خائف نہ ہو مجھے تجھ سے کچھ اپنے آقا حسینؑ کا احوال پوچھنا ہے سنتے ہی آپ ٹھہر گئیں اور بولیں کہ اے شخص تو کون غم خوار حسینؑ ہے کہ حضرت کا حال پوچھتا ہے ان سے تو زمانہ پھر گیا ہے کوئی پرسان حال نہیں ہے اس نے کہا مجھے حضرت سے دو دعوے ہیں ایک دعویٰ غلامی کا اور دوسرا دعویٰ برادری کا ہے شہر بانوؑ

نے کہا کہ ان کی غلامی کا دعویٰ تو ہر مسلمان کرتا ہے مگر برداری کا لفظ تو نے کس رو سے کہا اور تو کون شخص ہے تب اس سردار نے کہا کہ امام حسینؑ کی کنیزی میں میری ایک ہمشیرہ ہے نام اس کا شہر بانوؑ ہے حضرت نے اثنائے سفر سے مجھے ایک نامہ لکھا تھا کہ اے بھائی اہل کوفہ ہم سے برسر پرخاش ہیں جہاں تک تم سے ممکن ہو نصرت اسلام سے باز نہ رہنا اور میں شہزادہ عجم ہوں اور شہریار میرا نام ہے۔ موافق لکھنے حضرت کے اپنا تمام لشکر ہمراہ لے کر واسطے جان نثاری حسینؑ خاصۂ باری کے جاتا ہوں سنتے ہی اس بیان کے جناب شہر بانوؑ تھرا گئیں اور بے تامل نقاب اپنے چہرہ مقدس سے الٹ دی۔ شہریار کو جو وہ پریشان صورت ایک عورت کی نظر آئی تو بسبب خستہ حالی کے اپنی بہن کو نہ پہچان سکے۔ شرم سے اپنا سر جھکالیا اور نیچی نگاہ سے دریافت کیا کہ آپ کون معظّمہ ہیں اگر حال سے میرے آقا حسینؑ کے کچھ آپ کو خبر ہو تو مجھے مطلع کیجیے۔ اس وقت شہر بانوؑ چلا اٹھیں اور کہا کہ اے بھائی اب کس کی مدد کو جاؤ گے ''قتل الحسین بکربلا ذبح الحسین بکربلا'' ظالموں نے اپنے پیغمبر کے نواسے کو مہمان بلا کر تین دین کا بھوکا پیاسا ذبح کیا۔ ہم کو بے وارث و والی اور یتیم بچوں کو پریشانی اور خستہ حالی میں چھوڑ دیا۔ ہمشکل پیغمبرؐ کی جوانی خاک میں مل گئی ایک رات کی بیاہی بیٹی رانڈ ہوگئی اور قاسمؑ کے سوگ میں بیٹھی، عباسؑ کے شانے کاٹے گئے، چھ مہینے کی جان اصغرؑ نادان تک نہیں بچا۔ باپ کی آغوش میں حلق نازنین پر تیر کیں کھا کر جنت کو گئے۔ اے بھائی موت نے ہمارا گھر کا گھر دو پہر میں صاف کر دیا ایک فرزند بیمار کے سوا کوئی باقی نہیں رہا معلوم نہیں کہ وہ بیمار بھی زندہ ہے یا نہیں اس وقت تک مشکل کشا کی بیٹیاں رسولؐ خدا کی نواسیاں مصیبت میں گرفتار ہیں سنتے ہی اس بیان کے شہریار نے عمامہ اپنے سر سے اتار کے پھینک دیا اور اس معظّمہ کو دیکھ کر اتنا متوحش ہوا کہ دیر تک عالم سکتہ کا سا رہا آخر پوچھا

کہ اے مخدومہ عالم اللہ اپنا اسم معظم مجھے بتلا دو کہ آپ کون معظّمہ ہیں فرمایا کہ اے بھائی تم نے اب تک مجھے نہیں پہچانا میں وہی شہر بانوؑ تمہاری ہمشیرہ ہوں جو کنیزی میں شاہِ مظلوم کے آئی تھی وقت رخصت ہونے کے اہلِ حرم سے میرے آقا نے مجھے ارشاد فرمایا تھا کہ بعد ہماری شہادت کے گھوڑا ہماری سواری کا پیشانی اپنی میرے خون سے رنگین کر کے در خیمہ پر آئے گا تم اس پر سوار ہو جانا پس جس جگہ حکم خدا ہو گا یہ گھوڑا تم کو وہیں پہنچا دے گا یہ کہہ کر شہر بانوؑ نے اپنے بھائی کے گلے میں ہاتھ ڈال دیئے اور دونوں بھائی بہن گلے مل کر اس شدت سے روئے کہ روتے روتے غش کر گئے اور سارا لشکر شہر یار کا سیاہ پوش ہوا اور تین دن تک اس صحرا میں ایسا ماتم برپا رہا کہ پہاڑوں اور جنگلوں سے بہم یہی آواز آتی تھی۔ واحسیناہ واغریباہ واقاسماہ واعباساہ واکبراہ''

دوسری روایت:

اور بہ سند معتبر صفوان سے منقول ہے کہ وہ گھوڑا حضرت کا بعد شہادت امام کے خیمہ امام پر پہنچا اور روبرو جناب شہر بانوؑ کے اپنی پشت خم کر کے گھٹنوں کو زمین پر ٹیک دیا اور اشارہ سواری کا کیا پس شہر بانوؑ پہلے مامور ہو چکی تھیں یہ حال دیکھ کر جناب زینبؑ خاتون کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور سلامِ الوداع کیا۔

اور یہ وصیت کی کہ میں تو حسبِ ارشاد آقائے خوش نہاد کے سوار ہوتی ہوں جہاں خدا لے جائے گا وہاں جاؤں گی۔ اب اہلِ بیتؑ رسولؐ سے میں رخصت ہوتی ہوں مفارقت تمہاری اگرچہ مجھ پر بہت دشوار ہے اور شاق ہے مگر میرے واسطے یہی حکم امامؑ آفاق ہے۔

سکینہؑ سے خبردار سید سجاد علیہ السّلام ہوشیار رہو۔ اُمیدوار ہوں کہ میرے ہجران سے حال ان کا پریشان نہ ہو اور اے سیدہ جب آپ قیدِ محن سے چھوٹ کر وطن کو تشریف

لے جائیں تو میری دختر بیمار فاطمہ صغریٰ کے سر پر میری طرف سے دست شفقت پھیرنا اور تمام زنان بنی ہاشم اور عورات ہمسایہ کو میری جانب سے سلام الوداع کہنا۔

آہ واویلا اس وقت کا تلاطم اور رونا اہل بیتؑ کا جدائی سے شہر بانوؑ کی کس زبان سے بیان کیا جائے۔ حضرت زینبؑ کی بے قراری اور سکینہؑ کی آہ وزاری اور یہ دختر نادان فراق مادر ذیشان میں فریاد کرتی تھیں کہ آہ بابا جان بھی ہمارے مر گئے اور علی اکبرؑ نوجوان بھی سفر آخری کر گئے برادر صغیر بھی ہدف تیر ہوا اب سایہ ماں کا بھی سر سے اٹھتا ہے پس وہ گھوڑا جناب شہر بانوؑ کو سوار کر کے لے چلا تو شہر بانوؑ پھر کر سکینہؑ کو دیکھتی جاتی تھیں اور فریاد کرتی تھیں کہ اے پارہ جگر صبر کر اب ملاقات تمہاری بروز قیامت ہوگی۔ ایک روایت میں لکھا ہے کہ شمر نابکار چار ہزار سوار سے پیچھے ہوا جب تک کہ گرد راہ کی نظر آئی تعاقب کیا آخر وہ اسپ نامی بہ کمال سرعت و جانبازی نگاہ فوج پلید سے ناپدید ہوا پس شمر مقہور مجبور ہر کر واپس آیا منقول ہے کہ وہ اسپ حسینؑ ایک طرفۃ العین میں نواحی ملک رے میں داخل ہوا اور ایک بلندی کوہ پر جا کر اس اسپ باشکوہ نے پاؤں اپنا زمین پر مارا کہ زمین شگافتہ ہوئی اور آپ مع حضرت شہر بانوؑ زمین میں فرو ہوا پھر کسی نے نشان اس کا نہ پایا چنانچہ اس بلندی کوہ پر اب ایک قبہ بہت بڑا وسیع بنایا گیا ہے اور مستورات واسطے زیارت کے اس قبہ میں جاتی ہیں اور مشرف بہ زیارت ہوتی ہیں

"الا لعنة اللّٰه علی القوم الظالمین وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون"

صدر العلماء علامہ صدر الدین واعظ القزوینی نے احوال جناب شہر بانوؑ زوجہ حضرت امام حسینؑ بصورت نظم پیش کیا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ:-

اس پُر درد مرثیہ کا خلاصہ یہ ہے کہ شہر بانوؑ دختر یزدجرد بادشاہ عجم جو شمع حرم امام حسینؑ

تھیں نے اس طرح اپنا حال زار بیان فرمایا ہے جو اہلِ دل کے لئے ایک نوحہ ہے۔
اس سے پہلے کہ شاہ امم شہید ہوں اور خیام تاراج و برباد ہوں اور میں شہر بہ شہر اسیر ہو کر بغیر چادر پھروں اور آفتاب مجھے کھلے سر دیکھے۔ میں نے ایران سے یثرب تک جو سفر اختیار کیا۔ اس میں میرے سر پر چتر شاہی تھا۔ یعنی کہ میں شہزادی تھی آہ اب حسینؑ شہید ہو جائیں گے اور میں بے پردہ ہو جاؤں گی میں کسی کو اپنے نوحہ میں شریک کروں میں جانتی ہوں کہ بلبل میرے ساتھ نوحہ کرے گی۔ اور تا دامن روزگار چشم ابر بہار آنسو بہائے گی میں جانتی ہوں کہ عرب و عجم دونوں گریہ وزاری کر کے مجھے یاد کریں گے۔
جب حضرت شہر بانوؑ نے اس طرح نوحہ کیا تو اہلِ حرم میں ایک کہرام برپا ہو گیا امام حسینؑ اس حال کو دیکھ کر پریشان ہوئے فرمایا اے خواتین حرم نالہ وفریاد نہ کرو۔
صاحب روضۃ الشہدا لکھتے ہیں کہ شہر بانوؑ دختر بادشاہ عجم نے امام حسینؑ کا دامن پکڑ کر بزبان فارسی عرض کیا اے شاہ من اے مولیٰ حسینؑ اے میرے تاجدار میں بیکس وغریب الوطن ہوں اور یہ مخدرات ذریت رسولؐ خدا اور عرب میں اور لشکر اعدا میں عربی ہے۔ میری حالت پر کوئی رحم نہ کرے گا۔ کیونکہ میں عجم ہوں۔ اے حسین نزدیک ہے کہ میری روح میرے جسم سے نکل جائے امام حسینؑ نے جناب شہر بانوؑ سے فرمایا کہ خیمہ میں بیٹھو۔ جب میں زخمی ہو کر گھوڑے سے زمین پر پہنچوں گا تو دلدل در خیمہ پر آئے گا اور تم اس پر سوار ہونا۔ اور جہاں تم چاہو گی وہاں لے جائے گا۔

غرض کہ امام حسینؑ بعد از وصیت و نصیحت خیمہ سے باہر نکلے۔ اس وقت خیام امامؑ میں شور وغوغا پیدا ہوا۔ نوحہ وشیون کی آواز بلند ہو رہی تھی خدا حافظ کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ حضرت امام حسینؑ نے جو مصائب بے پناہ برداشت کئے ہیں وہ اسلام کی بقاء کے لئے تھے امام حسینؑ میدان کارزار میں برائے جہاد تشریف لائے۔

(ریاض القدس جلد دوم ص ۱۹۹ مطبوعہ ایران)

سرکار شمس العلماء علّامہ آقا میرزا محمد کرمان شاہیؒ

روضۃ الحسینیہؑ کے حوالے سے فرماتے ہیں۔

حضرت سید الشہدا نے اہلِ حرم سے وداع کے وقت فرمایا کہ اے بی بی شہر بانوؑ میری شہادت کے بعد تم (عجم) فارس کی طرف چلی جانا لہٰذا شہادت کے بعد جب حضرت کا رہوار خیمہ گاہ میں آیا تو حضرت زین العابدینؑ بی بی شہر بانوؑ کو وداع کرتے وقت فرمایا کہ آپ نے تمام خاندان کے مردوں کو بھی شہید ہوتے دیکھا سید الشہدا کو بھی شہید ہوتے دیکھا لیکن آپ سکینہؑ کو طمانچے لگتے اور مجھے زنجیر اور طوق پہنے اور مخدرات عصمت کو زنجیر پہنے نہ دیکھ سکیں گی۔ آپ اسی وقت سوار ہوئیں آپ کے ساتھ امام حسینؑ کی دختر فاطمہ، زوجہ قاسمؑ عروسہ کربلا (جو زبیدہ کے نام سے مشہور ہیں) فارس کی طرف روانہ ہوئیں۔ چونکہ بی بی نے کبھی صحرا بیابانوں میں اکیلے سفر نہ کیا تھا۔ لہٰذا صحرا میں شہزادی گھبرا گئی اچانک ایک گھوڑا سوار نمودار ہوا جس نے شہزادی سے کہا کہ میرے گھوڑے کے پیچھے آپ اپنا گھوڑا لگائیں۔ حتیٰ کہ شہزادی کوہ رے (تہران) پہنچیں۔ اسی وقت شہزادی نے کہا کہ مجھ دردرسیدہ کی مدد کرنے والے آپ کون ہیں؟ جنہوں نے مجھے صحرا کی ہولناکیوں اور سفر کی صعوبتوں سے یہاں پہنچایا۔ نقاب پوش سوار نے جب چہرے سے نقاب اُلٹی تو بی بی شہر بانوؑ کی جب جمال بے مثال پر نگاہ پڑھی تو وہ سید الشہدا خود تھے آپ نے اپنے اہلِ حرم کو وداع کیا اور اپنی بیٹی فاطمہ (زبیدہ) زوجہ حضرت قاسم بن الحسن کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرا اور غائب ہو گئے۔

سرکار علامہ میرزا محمد کرمان شاہی فرماتے ہیں کہ "محل غیبت اُورادر کوه که رونواحی رے واقع است می دانند آں مکان شریف رازیارت گاه دانسته محل دعائے استجابت دعامی خوانند آیات و علامات بسیار

ازآں جا بظہور رسیدہ وکرامات بیشمار درآں مقام پیدا گردیدہ۔

جس مقام پر بی بی کوہ رے میں غائب ہوگئیں وہ مکان شریف زیارت گاہ ہے اور دعا کے مستجاب ہونے کا محل ہے اور بہت ساری علامات اور نشانیاں اس جگہ سے ظاہر ہوتی ہیں۔(تلخیص از کتاب تحفہ الذاکرین صفحہ مطبوعہ ایران طبع قدیم)

سید العلماء المحدثین

علامہ سیّد نعمت اللہ موسوی جزائری طاب ثراہ فرماتے ہیں

حضرت شہر بانوؑ حضرت امام حسینؑ کے راہوار پر سوار ہوئیں اور کوہ رے میں پہنچ کر پوشیدہ ہوگئیں۔ حضرت امام علی ابن الحسینؑ کی والدہ گرامی کا بقعہ مبارکہ ہے اور لوگ وہاں زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔(الانوار النعمانیہ جلد سوم ص ۸۹ مطبوعہ تبریز)

توثیق:

شیخ محمد حسین ڈھکو لکھتے ہیں:۔

سیّد نعمت اللہ بن عبداللہ المعروف علامہ جزائری آپ حضرت علامہ مجلسی اور آفتاب حق خوانساری اور فاضل جلیل علامہ محسن فیض کے شاگرد رشید اور بہت بلند پایہ کے عالم وفاضل ماہر کامل محدث جلیل اور محقق نبیل متکلم بے عدیل تھے۔(احسن الفوائد صفحہ ۳۶)

مقصرین کے سفسطہ کا رد:

اکثر لوگ بی بی شہر بانوؑ کے کوہِ رے کی طرف آمد پر مختلف اعتراضات کرتے ہیں جن میں ایک یہ بھی ہے کہ شہزادیوں کو اور تمام اہلِ حرم کو چھوڑ کر بی بی شہر بانو کوہ رے تہران کی طرف کیوں آگئیں اس کا جواب یہ ہے۔

اوّل: حضرت امام حسینؑ نے خود شہزادی کو حکم دیا لہٰذا مصلحت امام کو امام ہی بہتر سمجھتا

ہے۔ ہمارا اعتراض فضول ہے۔ ہمیں اتباع امر امامت حکم ہے نہ اس کی لم پوچھنے کا۔

دوم: یقیناً اس میں وہی مصلحت کارفرما ہے جو حضرت محمد حنفیہ جیسے شجاع بھائی کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کرنے کی۔

سوم: یقیناً سید الشہدا نے اپنے پیغام کو عام کرنا چاہا تاکہ ہر جگہ یہ پیغام پہنچے اور یہ کام آپؑ کے سفراء نے انجام دیا۔ اگر فاتح شام نے شام میں اپنے خطبات دے کر اس پیغام کو عام کیا۔ حتیٰ کہ وہاں شہزادی رقیہ بنت الحسینؑ یعنی جناب سکینہؑ کی زندان میں شہادت ہوئی۔ شہزادی کی زیارت گاہ کا زندان میں ہونا مظلومیت کو اجاگر کرتا ہے۔ تو اسی طرح امام حسینؑ نے چاہا کہ اگر عرب میں شہزادی مظلوم یزیدی مظالم کا پردہ چاک کر رہی ہے تو عجم میں بھی حضرت زہراؑ کی بہو نمائندہ ہو۔ جو اہلِ عجم کو کربلا میں ٹوٹنے والی قیامت سے آگاہ کرے۔

چہارم: ملک عجم میں شہرت شہادت کیلئے حضرت شہر بانوؑ سے بڑھ کر کون بہتر ہو سکتا ہے کہ شہزادی ملک فارس کے شہنشاہ کی بیٹی اور پوتی تھیں۔ یہ شہزادی کے مبارک قدم کا ہی اثر ہے کہ عجم (ایران) میں مذہب آلِ محمد علیہ السّلام نے فروغ پایا اور آج تک فروغ پا رہا ہے۔

محل غیبت:

حضرت شہر بانوؑ کوہ رے میں پہنچ کر غائب ہوگئیں۔ پہاڑ میں اُمّ السادات کا غائب ہونا خلاف عقل نہیں۔ حضرت ابو تراب علیہ السّلام کی بہو اگر پہاڑ کو حکم دے تو وہ کیوں نہ تعمیل امر کرے۔ باب اللہ کی بہو باب اللہ کی زوجہ باب اللہ کی مادر گرامی نے یقیناً کوہ میں دروازہ بہشت بنایا ہے۔

ابواب الارض:

دعاء سمات میں باب الارض کا ذکر موجود ہے۔

وازا دعیت به علی مضآیق ابواب الارض للفرج انفرجت (مفاتیح الجنان۔ص۱۲۳)

سیّدالشہداء حضرت امام حسینؑ کا اعلان:

بازار میں حضرت سید الشہدا علیہ اسلام کے سر اقدس نے تلاوت قرآن کرتے ہوئے اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا کی آیت کو تلاوت فرمایا۔ (سورۂ کہف آیت۔۹)

اصحابِ کہف نے ظالم حکمران کے شر سے نجات پائی تو مادر امام اور زوجہ امام نے بھی کوہِ رے میں فوج اشقیاء کے شر سے نجات پائی۔ یہ بہت ہی لطیف اور دقیق اشارات ہیں جن کو پاک ذہن ہی سمجھ سکتا ہے۔

کس رہوار پر سوار ہوئیں:

صدرالمقصّرین نے لکھا کہ وہ کون سا گھوڑا تھا جس پر آپ سوار ہو کر گئیں تھیں۔ سعادت الدارین ص ۴۴۴۔

جواب یہ ہے کہ حضرت سید الشہدا علیہ السّلام نے فرمایا تھا کہ میری شہادت کے بعد میرے راہوار پر سوار ہو کر کوہِ رے کی طرف جانا کربلا میں آپ کا صرف ایک راہوار نہیں تھا بلکہ سلطانِ کربلا کے متعدد راہوار تھے۔ آپ میمون نامی گھوڑے پر سوار ہو کر ملک عجم کی طرف روانہ ہوئیں۔ (بحور الغمہ صفحہ ۱۰۹ مطبوعہ انڈیا)

مرتجز کہاں گیا؟

سرکار آیت اللہ علاّمہ سیّد محمد رضی مجتہد قدس سرہ فرماتے ہیں۔

علماء کے دوسرے مقامات پر بعض اقوال سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب قائم آل محمد علیہ السّلام ظہور فرمائیں گے تو ذوالفقار سے ہی جنگ کریں گے اور اسی ذوالجناح پر سوار ہوں گے۔ ملاحظہ فرمائیں! (شہادت کبریٰ جلد اوّل صفحہ ۱۰۶ مطبوعہ۔کراچی)

غارِ عتیق:

امام حسینؑ کی شہادت کے بعد ذوالجناح نہر فرات میں ڈوب گیا اس کے متعلق حضرت امام سجاؑد سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا مرتجز ڈوبا نہیں بلکہ غار عتیق میں موجود ہے اور اس وقت تک موجود رہے گا جب تک ہمارے قائم کا ظہور نہیں ہوگا، وہ ظہور کے وقت آئے گا اور مولا کی سواری ہوگا۔

(احقاق الحق صفحہ ۴۸۶ طبع اوّل، طریق العرفان جلد اوّل صفحہ ۱۵۳/۱۵۴ طبع اوّل)

بہر حال حضرت شہر بانوؑ میمون نامی راہوار پر سوار ہو کر کوہِ رے کی طرف تشریف لے گئیں۔

اعجاز امامت:

مخدّومہ عالیہ صحرا کے سفر اور راستے کی تکلیف کے پیش نظر جب پریشان ہوئیں معلوم نہیں کس قدر قلبی تکلیف ہوئی ہوگی۔

اچانک ایک نقابدار سوار ظاہر ہوا جس کی معیت میں بی بی کوہِ رے تک پہنچ گئیں جب استفسار فرمایا تو نقاب پوش نے نقاب چہرہ سے اُٹھایا تو وہ غیر نہیں تھا بلکہ حضرت سیدالشہداء علیہ السّلام خود تھے جنھوں نے بعافیت اپنی غم زدہ زوجہ کو کوہ رے پہنچا دیا۔

(تحفۃ الذاکرین صفحہ ۲۵۹ مطبوعہ۔ایران)

مظہر العجائب کے مظہر العجائب فرزند سیّد الشہدا کا یہ عظیم معجزہ ہے اس کے مثل دیگر

معجزات بھی موجود ہیں۔اس سے اس امر کی طرف بھی اشارہ ملتا ہے کہ شاید یہ سفر فی الفور ہو گیا ہو۔اس لئے کہ اس وقت لشکر شہر یار وہاں راستے میں تھا اور پھر بعید نہیں وہ لشکر شہر یار بھی حضرت کے اعجاز سے تاراجی خیام کے بعد پہنچ گیا ہو جیسا کہ بعض کُتبِ مقاتل میں اشارات ملتے ہیں۔واللہ اعلم۔

اس موضوع پر ہم نے صرف روایت کو ہی قلم بند کیا ہے مقتل کی کتب مختلف روایات سے بھری پڑی ہیں کتب معتبرہ کی اہمیت سے ہم انکار نہیں کر سکتے بلکہ اس معاملے میں صدر المقصّرین شیخ محمد حسین ڈھکو کا ہی قول پیش کرتے ہیں کہ۔

"کسی کے قیاس میں آئے یا نہ آئے جب ایک واقعہ کتب معتبرہ میں موجود ہے اسے اپنی قیاس آرائیوں کی بنا پر مسترد نہیں کیا جا سکتا۔(سعادۃ الدارین صفحہ ۰ا مطبوعہ سرگودھا)

ہم نے رسالہ شریفہ میں حضرت سیّدہ شہر بانوؑ کی عظمت وطہارت نجابت وکرامت کے متعلق مفصل تحقیقی بحث کی ہے اور سب سے بڑے اعتراض اور مقصّرین کے عقیدہ ماتت فی نفسا سھا کہ معاذ اللہ حالت نفاس میں وفات پا گئیں کا شرح و بسط کے ساتھ ابطال کیا ہے کہ تمام **امہات آئمہ علیھم السلام** حیض ونفاس اور عوارض نسوانیہ سے منزا ومبرا ہیں تمام ائمہ کی مادر گرامی کی عظمت وطہات پوری تحقیق کے ساتھ بیان کی اور کوہ رے میں مخدّومہ عالیہ کی آمد بھی کتب مقاتل سے نقل کر دی اور اس کا سب سے بڑا ثبوت کوہ رے میں مخدومہ عالیہ کے حرم مطہر کی موجودگی اور اسلام جمہوریہ کے محکمہ اوقاف نے جس کے سربراہ علماء فقہا اہل علم وفضل ہیں انھوں نے جب اس حرم کو مادر امام سجادؑ امام السادات شہر بانوؑ کا حرم ہی تسلیم کیا ہے اور شہر بانوؑ کے نام کی قیمتی ضریح اطہر چڑھائی گئی ہے تو پھر پرائمری فیل صاحبان کی چوں چوں کوئی معنی نہیں رکھتی آل محمدؐ کے جس طرح مناقب کا شمار نہیں اسی طرح مصائب بھی لاتعداد ہیں خداوند کریم ہمیں ان

ذوات متعالیہ کے احوال کے نشر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(کتاب سیدہ شہر بانو سلام اللہ علیہا تصنیف حجۃ الاسلام مولانا سید محمد ابوالحسن موسوی)

کسریٰ کے محل میں امیر المومنینؑ کی آمد:

یہ بھی واضح رہے کہ جب زائر مدائن پہنچ جائے اور جناب سلمان فارسی کی زیارت سے فارغ ہو چکے تو اسے وہاں پر دو اور چیزوں کو بھی کرنا ہوگا۔ پہلے وہاں پر طاقِ کسریٰ ہے اور اس میں ہر زائر دو رکعت نماز یا اس سے زیادہ بجا لائے کیونکہ وہ جگہ امیر المومنینؑ کے نماز پڑھنے کا مقام تھا۔ عمار ساباطی سے روایت ہے کہ امیر المومنینؑ مدائن تشریف لائے اور ایوانِ کسریٰ میں نازل ہوئے اور آپ کے ساتھ دلف بن بجیر تھے۔ آپ نے وہاں نماز ادا کی اور اس کے بعد دلف بن بجیر سے فرمایا میرے ساتھ چل اور آپ بھی چل پڑے درانحالیکہ اہل ساباط میں سے ایک گروہ بھی آپ کے ساتھ تھا اور آپ کسریٰ کے مختلف منازل دیکھ رہے تھے اور دلف بن بجیر سے فرماتے تھے کہ کسریٰ کے لیئے یہاں فلاں چیز تھی اور وہاں فلاں چیز اور دلف کہتے تھے، قسم بخدا جس طرح آپ فرما رہے ہیں بالکل ٹھیک ہے آپ اس جماعت کے ساتھ کسریٰ کے محل میں پھرے اور ان کے حقائق بیان کرتے جاتے تھے اور دلف کہتے تھے کہ اے مولاؑ گویا آپ اس محل کی سب خصوصیات کو جانتے ہیں اور گویا آپ نے ان چیزوں کو اپنے دست مبارک سے ہر جگہ پر رکھا ہے، روایت میں ہے کہ آپ اس وقت مدائن کو دیکھ رہے تھے اور بادشاہ کسریٰ کے آثار اور محلِ خراب شدہ کا معائنہ فرما رہے تھے تو آپ کے ساتھیوں میں سے ایک نے عبرت کے طور پر یہ شعر پڑھا۔

جَرَتِ الرِّيَاحُ عَلٰى رُسُوْمِ دِيَارِهِمْ   فَكَانَّهُمْ كَانُوْا عَلٰى مِيْعَادٍ

یعنی ان کے مکانات کے باقی ماندہ آثار پر زمانے کی ہوائیں چل رہی ہیں اور گویا

وہ یعنی اس میں رہنے والے ایک مدت معلوم تک کے لیئے اس دنیا میں آئے تھے اور چلے گئے اور سب وہ چیزیں کہ جن کی جمع آوری پر انہوں نے عمرِ عزیز کو فنا کر دیا تھا اسی دنیا میں چھوڑ گئے اور کاش کہ زندہ انسان ان لوگوں سے عبرت حاصل کرتا اور امور اخرویہ پر توجہ دیتا۔ حضرت امیرؑ نے اس شعر پڑھنے والے سے فرمایا کہ تم نے اس مقام مناسب کے لیئے ان آیات کو کیوں نہیں پڑھا یعنی جب قرآن میں عبرت اور آیات موجود ہیں تو ان کو کیوں نہیں تلاوت کیا۔

كَمْ تَرَكُوا مِنْ جَنَّاتٍ وَّعُيُونٍ وَزُرُوعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيمٍ وَنَعْمَةٍ كَانُوا فِيهَا فَاكِهِينَ كَذَالِكَ وَاَوْرَثْنَاهَا قَوْماً اٰخَرِينَ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوا مُنْظَرِينَ

ترجمہ :- کتنے زیادہ باغوں، چشموں اور کھیتوں اور مقام گرامی اور نعمتوں کو جن میں وہ خوش تھے چھوڑ گئے، اِسی طرح ہم نے ان کا وارث بنایا دوسری قوموں کو ان پر نہ آسمان رویا اور نہ زمین اور انھیں مہلت بھی نہ ملی۔

اور پھر آپ نے اس آیات کی تلاوت فرمائی

اِنَّ هٰؤُلَاءِ كَانُوا وَارِثِينَ فَاَصْبَحُوا مَوْرُوثِينَ لَمْ تَيْشكُرُوا النِّعْمَةَ فَسُلِبُوا دُنْيَاهُمْ بِالْمَعْصِيَةِ اِيَّاكُمْ وَكُفْرَ النِّعَمِ لَاتُحِلُّ بِكُمُ النِّقَمَ

ترجمہ :- بے شک یہ وارث تھے پس وہ موروث ہو گئے انھوں نے نعمت کا شکرانہ ادا کیا تو ان کی دنیا چھین لی گئی نافرمانی کی وجہ سے خبردار کفرانِ نعمت سے بچو کہ مبادا تم کو ذلت کا سامنا کرنا پڑے۔

اس مقام ماحصل کو حکیم خاقانی نے ان اشعار میں جمع فرمایا ہے۔

ہان ایدل عبرت بین از دیدہ نظر کن ہان ایوان مدائن را آیئنہ عبرت دان

پرویز کہ بنہادی برخوان ترۂ زرّین　　زرّین ترہ کو برخوان رو کم تر کُوا برخوان

ترجمہ:- اے عبرت کی نگاہ رکھنے والے دل، دل کی نگاہ سے دیکھ.....مدائن کے ایوان کو آئینۂ عبرت سمجھ..... پرویز جو اپنے دسترخوان پر ترہ زرّین رکھتا تھا.....اب اس ترہ زرّین سے گذر رو تو "کم تر کُوا" پڑھو۔ (مفاتیح الجناں اُردو.. صفحہ ۴۹۷، ۴۹۸)

زیارت نامہ

اَلسَّلامُ عَلَيْكِ أَيَّتُهَا الطَّاهِرَةُ الْمُطَهَّرَةُ اَلسَّلام عَلَيكِ أَيَّتُهَا الرَّاضِيَةُ الْمَرضِيَّةُ اَلسَّلامُ عَلَيكِ يا والِدةُ الامَامِ الْمَعصُومِ عَلِيِّ بنِ الْحسَينِ زَينِ العَابدينِ اَلسَّلامُ عَلَيكِ يَا جَدَّةُ الَائِمَّةِ الْمعصُومِينَ عَلَيهِمُ السَّلامُ، اَلسَّلامُ عَليكِ يَا حَلِيلَةُ ابنِ سَيِّدِ الانبياءِ مُحمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَآلِهِ۔ اَلسَّلامُ عَلَيكِ يَا حَلِيلَةَ ابن سَيِّدِ الاوصياءِ عَلِي الْمُرتضىَ اَلسَّلامُ عَليكِ يا حَلِيلَةَ ابنِ سَيّدة نِسَاءِ العَالَمينَ فَاطِمَةَ الزَّهرَاءِ سَلام اللّٰهِ عَلَيهَا اَلسَّلامُ عَليكِ يا مَنِ اختارت نِعَمَ الاٰجلَةَ عَلَى العَاجِلَةَ اَلسَّلامُ عَلَيكِ يامَن اَحبَّت دارُ البَاقيةِ عَلَى القَاصِرةِ الفَانِيَةِ اَلسَّلامُ عَلَيكِ يَا سَيِّدَتَنَا وَمولاتَنَا اِنَّا تَوجَّهنَا وَاستَشفَعنَا وَ تَوسَّلنَا بِكِ اِلَى اللّٰهِ وَ قَدَّ مناكِ بينَ يَدَى حَاجَاتِنَا يَا وَجِيهَةً عِندَاللّٰهِ اِشفَعِي لَنَا عِندَاللّٰهِ فَانَّكِ مُستَجَابَةُ الدَّعوةِ وَمقبُولَةُ العَمَلِ وَالطَّاعَةِ وَالصَّلوٰة وَالسَّلامُ عَلَيكِ وَ عَلَى بَجلكَ وَبَنِيكِ اِلى قِيَامِ السَّاعَةِ وَ رَحمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ۔

باب دہم

حضرت شہربانو سلام اللہ علیہا شعرا کی نظر میں

مرثیہ

روایتِ شیریں

میر انیسؔ

بند......۸۸

۱
اے مومنو کیا صادق الاقرار تھے شبیرؑ دریائے وفا کے دُرِ شہوار تھے شبیرؑ
خوشنودیٔ خالق کے طلبگار تھے شبیرؑ اقلیمِ صداقت کے جہاں دار تھے شبیرؑ
چاہا جو خدا نے وہی چاہا شہِ دیں نے
کیا وعدۂ طفلی کو نباہا شہِ دیں نے

۲
تھا قول کا صادق پسرِ مخبرِ صادق معشوقِ خدا وہ تو یہ اللہ کا عاشق
کیوں خوش نہ ہو اس طرح کی مخلوق سے خالق بچپن سے رہے حق کی ملاقات کے شائق
فرماتے تھے سر تن پہ امانت ہے خدا کی
یہ دین ادا ہو تو عنایت ہے خدا کی

۳
سر دینے کا اقرار کیا تھا جو خدا سے آپ آئے کٹانے کو گلا تیغِ جفا سے
سر نذرِ خدا کر دیا تسلیم و رضا سے پانی نہ کئی روز ملا مر گئے پیاسے
وعدہ فقط اِک سر کا تھا درگاہِ خدا میں
حضرت نے بہتّر دیے سر راہِ خدا میں

۴
محتاجوں کی دعوت تھی یتیموں کی مدارات — تھا وعدہ وفائی کا خیال آپ کو دن رات
کیا بات کے پورے تھے شہنشاہِ خوش اوقات — فرق اس میں نہ آیا کبھی جو منھ سے کہی بات
اس طرح کے صادق کبھی دیکھے ہیں کسی نے؟
مر کر کیا وعدے کو وفا سبطِ نبیؐ نے

۵
شیریں رقیمانِ صحفِ حُسنِ بلاغت — اس طرح رقم کرتے ہیں شیریں کی روایت
زینت وہ بیت الشرف خاص تھے حضرت — اور سامنے تھی شیریں بھی حاضر پئے خدمت
بانو سے جو مانوس شہنشاہِ زمن تھے
کچھ پیار کی باتیں تھی محبت کے سخن تھے

۶
شیریں پہ جو حضرت کی نظر جا پڑی اک بار — بانوؑ سے یہ بولے بہ تبسم شہِ ابرار
خوش چشم ہے کس مرتبہ شیریںؑ خوش اطوار — اس طرح کی آنکھیں کبھی دیکھی نہیں زنہار
فرمائی جو یہ بات شہنشاہِ اُمم نے
نیہوڑا لیا سر دُخترِ سلطانِ عجم نے

۷
سوچی کہ یہ میلانِ شہِ جن و بشر ہے — کی آنکھوں کی تعریف تو منظورِ نظر ہے
پھر دل سے کہا عاشقِ صادق تو اگر ہے — معشوق جو راضی ہو تو اس میں ضرر ہے
فرزندِ نبیؐ ابنِ شہنشاہِ نجفؑ ہے
شیریںؑ کی کنیزی میں مجھے دیں تو شرف ہے

۸
یہ کہتی ہوئی واں سے وہ اک حجرے میں آئی — شیریں کو اشارے سے بلاتی ہوئی آئی
شانا کیا سرمہ کیا پوشاک پنہائی — حیرت ہوئی شیریںؑ کو تو یہ بات سنائی
کھلتا نہیں کچھ مجھ پہ یہ اسرار میں صدقے
کیوں کرتی ہو لونڈی کو گنہ گار میں صدقے

۹ وہ بولی کہ میں نے تجھے بچپن سے ہے پالا ۔ آزاد کیا سب کو پہ تجھ کو نہ نکالا
اب تجھ پہ پڑی ہے نظرِ سیّدِ والا ۔ رُتبہ ترا شہزادیوں سے اب ہے دوبالا
جو کچھ تری خدمت کروں واللہ وہ کم ہے
لونڈی تری اب دخترِ سلطانِ عجم ہے

۱۰ آراستہ جب ہو چکی شیرینِ وفادار ۔ بانوؑ گئی واں بیٹھے تھے جس جا شہِ ابرار
کی عرض کہ لونڈی کا فدا آپ پہ گھر بار ۔ کچھ کہنا ہے اُٹھیئے تو کروں حالِ دل اظہار
شہؑ سمجھے گلہ ہوگا دل افسردہ ہے بانوؑ
تعریف پہ شیریں کی کچھ آزردہ ہے بانوؑ

۱۱ اُٹھ کر گیا زہراؑ کا پسر بانوؑ کے ہمراہ ۔ پردہ جو اُٹھا حجرے کا کیا دیکھتے ہیں شاہ
ہے موتیوں میں شیریں ستاروں میں ہو جوں ماہ ۔ فرمانے لگے بانوؑ سے ہنس کر شہِ ذی جاہ
جو سمجھی ہو تم اِس کا مجھے دھیان نہیں ہے
جب تم سی ہو بی بی تو کچھ ارمان نہیں ہے

۱۲ بانوؑ نے کہا صدقے میں اے سرورِ والا ۔ کچھ لونڈی کی آزردگی کا دھیان نہ لانا
حاضر ہے یہ میں نے بہ دل و جاں اسے بخشا ۔ فرمانے لگے تب یہ شہِ یثربؔ و بطحا
تم نے تو دیا ہم کو کہ صادق ہو وفا میں
ہم نے اسے آزاد کیا راہِ خدا میں

۱۳ بانوؑ نے سنی جب شہِ والا کی یہ گفتار ۔ خوش ہو کے پھری گرد محبت سے کئی بار
اور اُس کو دیا زیورؔ و زرؔ درہمؔ و دینار ۔ حضرت نے کہا اس کا سبب کیا مری غم خوار
اوروں کو نہ اتنا زر و زیور دیا تم نے
شیریںؔ سے یہ الفت؟ کہ غنی کر دیا تم نے

۱۴
بانوؔ نے کہا اُن سے ہو کیونکر یہ برابر　　آزاد کیا تھا اُنھیں میں نے مرے سرور
ہر چند کہ سلطانِ عجم کی ہوں میں دختر　　پر فاطمہ زہراؑ کی کنیزوں سے ہوں کم تر
خود صدقے ہوں شیریں پہ اگر میں تو بجا ہے
فرزندِ نبیؐ نے اسے آزاد کیا ہے

۱۵
شیریںؔ کے یہ سن کر ہوئے اشک آنکھوں سے جاری　　لیں ہاتھوں سے بانوؔ کی بلائیں کئی باری
سجادؑ کو لے گود میں بولی کہ میں واری　　اب تم سے جدا ہوتی ہے یہ لونڈی بھی تمہاری
خط بھیج کے اپنا مرا دل شاد کرو گے
اس پالنے والی کو کبھی یاد کرو گے

۱۶
صدقے گئی خدمت کو مری بھول نہ جانا　　جب ہونے لگے بیاہ تو لونڈی کو بلانا
سہرا مجھے اس چاند سی صورت پہ دکھانا　　اُس سمت سفر ہو تو مرے گھر میں بھی آنا
نزدیک جو آنے کی خبر پاؤں گی واری
چھاتی مری اُمڈے گی میں آپ آؤں گی واری

۱۷
پھر پاؤں پہ سر حضرتِ زینبؑ کے جھکایا　　شفقت سے گلے شاہ کی خواہر نے لگایا
جب آپ کو اُس نے قدمِ شہ پہ گرایا　　سب روتے تھے حضرت کو بھی رونا بہت آیا
مولا کے نہ قدموں سے جدا ہوتی تھی شیریں
نعلین سے منہ ملتی تھی اور روتی تھی شیریں

۱۸
کہتی تھی یہ جانا ہے جہاں سے مرا جانا　　ان قدموں سے چھوٹی تو کہاں میرا ٹھکانا
فرماتے تھے شبیرؑ کہ یہ دھیان نہ لانا　　ہم آئیں گے اک ایسا بھی ہووے گا زمانہ
کہہ کر نہ کریں اپنا یہ دستور نہیں ہے
نزدیک ہے تو دل سے تو کچھ دور نہیں ہے

۱۹
لے لے کے بلائیں کہا شیریں نے کہ یا شاہ — جیسا ہے قلق مجھ کو خدا اس کا ہے آگاہ
اب عرض یہ لونڈی کی ہے اے سرورِ ذی جاہ — آپ آئیں تو ناموس بھی ہوں آپ کے ہمراہ
فرمایا نہ کڑھ پورے سب ارماں ترے ہوں گے
ہم ساتھ حرم کو لیے مہماں ترے ہوں گے

۲۰
یہ بات تو فرمائی پہ رونے لگے حضرت — آخر معِ اسباب کیا شیریں کو رخصت
کچھ لوگ کیے ساتھ کہ پہنچے بہ حفاظت — محمل میں وہ چڑھ کر گئی با عزت و حرمت
تھا پاس کنیزوں کا یہ جس شاہِ اُمم کو
ملعونوں نے بے پردہ کیا اہلِ حرم کو

۲۱
اک کوہ پہ تھا قلعہ کہ گھر اُس کا تھا اُس جا — واں پہنچی تو شیریں کے ہوا حُسن کا چرچا
تھا ایک یہودی کہ وہ طالب ہوا اس کا — شیریں نے سنا جب تو پیام اُس کو یہ بھیجا
گر ہے مری وصلت کی تمنا ترے جی میں
تو کفر کو تو چھوڑ کے آ دینِ نبیؐ میں

۲۲
پڑھ کر کلمے کو وہ ہوا دل سے مسلماں — عقد اُس سے ہوا ہاتھ لگی دولتِ ایماں
آباد یہودی کا ہوا خانۂ ویراں — وہ دونوں وہاں رہنے لگے خرّم و خنداں
شیریں کو محبت تھی زِبس آلِ نبیؐ کی
تھی آٹھ پہر یادِ حسینؑ ابنِ علیؑ کی

۲۳
کہتی تھی کہ یارب مرا گھر شہؑ کو دکھانا — وہ دن ہو کہ ہو زینبؑ و کلثوم کا آنا
شبیرؑ اُدھر کو کہیں جلدی ہوں روانا — اس لونڈی پہ اب شاق ہے تشریف نہ لانا
آقا مرے کیا جانیے کب آئیں ادھر کو
پھر بھی کبھی دیکھوں گی میں زہراؑ کے پسر کو

کہتی کبھی ہمسائیوں سے بیٹھ کے باہم   ۲۴   آویں گے مدینے سے یہاں سیّد اکرم
خاتونِ قیامت جو ہے مخدومۂ عالم   اب بیٹیوں سے اُن کی ملاویں گے تمہیں ہم
احمدؐ کی زیارت شہِ والا کی ملاقات
زینبؑ کی ملاقات ہے زہراؑ کی ملاقات

اے بیبیو! آقا ہے مرا صادق الاقرار   ۲۵   آنے کو کہا ہے مرے گھر آئیں گے اک بار
زہراؑ کے چمن سے یہ مکاں ہووے گا گلزار   فرزندِ نبیؐ کا تمہیں دکھلائیں گے دیدار
آنکھیں قدمِ سبطِ پیمبرؐ پہ ملیں گے
ہم دور تلک لینے کو مولا کے چلیں گے

رہتا تھا یہی اُس کو تردّد سحر و شام   ۲۶   اندوختہ کرتی تھی ضیافت کا سرانجام
جو میوے تھے مرغوب امام ذوی الاکرام   اُن میووں کو منگواتی تھی دے دے کے وہ انعام
شوہر کوئی تحفہ جو اُسے دیتا تھا لاکر
حضرت کے لئے رکھتی وہ کشتی میں لگا کر

تھا دھیان کہ آویں گے سفر سے شہِ والا   ۲۷   کورے گھڑوں میں پانی بھرا رکھتی تھی ٹھنڈا
دن ڈھلتا تو شوہر سے یہ کرتی تھی تقاضا   شہؑ آتے نہ ہوں شہر کے ناکے پہ ذرا جا
آمد ہو اگر لشکرِ حضرت کی اُدھر سے
میں بھی چلوں شہزادیوں کے لینے کو گھر سے

یہ شہؑ کے ہے لشکر کا نشاں اور یہ آثار   ۲۸   آگے علمِ سبز لئے ہوگا علمدار
ہوئیں گے عزیز و رُفقا گھوڑوں پہ اسوار   اور بیچ میں ہوگا خلفِ حیدرِ کرار
ملبوس رسول، عربیؐ ہووے گا بر میں
تیغِ اسداللہ لگی ہوگی کمر میں

۲۹ ناموس کی کچھ فاصلے سے ہوگی سواری   آوے گی نظر حضرتِ زینبؑ کی عماری
ہودج میں سوار آئے گی شہزادی ہماری   اور محملوں میں ہوویں گی سیدانیاں ساری

آگے یہ نقیبوں کا سخن ہووے گا سب سے
خاموش چلے جاؤ تفاوت سے ادب سے

۳۰ حضرت کا تصور تھا ادھر شیریں کو دن رات   واں کوفے کو یثرب سے گئے شاہِ خوش اوقات
دستور ہے مہماں کی کرتے ہیں مدارات   سو فاطمہؑ کے لال کی پوچھی بھی نہ کچھ بات

دسویں کو محرم کی لڑے شاہِ اُمم سے
سر کاٹ لیا پیاسے کا شمشیر دو دَم سے

۳۱ جب قتل ہوا حضرتِ زہراؑ کا وہ پیارا   سیدانیاں قیدی ہوئیں گھر لٹ گیا سارا
دُرِ گوشِ سکینہؑ سے لعینوں نے اُتارا   روئی وہ تو جھنجھلا کے طمانچہ اُسے مارا

یہ ظلم تھا ناموسِ شہِ جن و بشر پر
منھ ڈھانپنے کو تھی نہ ردا ایک کے سر پر

۳۲ گھر آگے سے خاتونِ قیامت کا جلایا   شہزادیوں کو ناقۂ عریاں پہ بٹھایا
سر سیّدِ مظلوم کا نیزے پہ چڑھایا   اور طوقِ گراں گردنِ عابد میں پنہایا

دفن اپنے تو لاشے کئے رانڈوں کو دکھا کے
بے غسل و کفن رہ گئے لاشے شہدا کے

۳۳ جب لے چلے مقتل سے اسیروں کو کھلے سر   سر پیٹ کے چلانے لگی زینبِؑ مضطر
اے ظالمو! ٹھہراؤ مرے اونٹ کو دم بھر   ہو لے تنِ شبیرؑ سے رخصت تو یہ خواہر

پاؤں گی نہ پھر لاشِ شہِ تشنہ دہن کو
رو لینے دو بھائی کے گلے مل کے بہن کو

۳۴ بانوؑ نے کہا اونٹ کو میرے بھی بٹھا دو — لوگو مجھے لاشہ علی اکبرؑ کا دکھا دو
بچھڑے ہوئے فرزند کو مادر سے ملا دو — اصغرؑ کو بھی لا کر مری چھاتی سے لگا دو
اُلفت نے پسر کی مجھے بے چین کیا ہے
بچے نے مرے دودھ نہیں کل سے پیا ہے

۳۵ زینبؑ سے یہ تب کہنے لگا شمر ستم گار — منزل ہے کڑی اونٹ نہ یاں ٹھہرے گا زنہار
تب لاش کو بھائی کی پکاری وہ دل افگار — بے بس ہے بہن اے خلفِ حیدرِ کرار
حضرت کی زیارت مجھے کرنے نہیں دیتے
اُشتر سے جفاکار اُترنے نہیں دیتے

۳۶ لاشِ شہِ مظلوم سے آواز یہ آئی — بہنا تری مظلومی کے صدقے ہو یہ بھائی
تم کیا کرو لکھی ہے مقدر میں جدائی — جاؤ تمہیں دے قید سے اللہ رہائی
اب تم ہو بہن اور اسیری کی جفا ہے
ہم ہیں یہ بیابان ہے اور یادِ خدا ہے

۳۷ سن کر یہ صدا بیبیاں کرنے لگیں فریاد — نزدیک تھا اشتر سے گرے زینبؑ ناشاد
نیزے کو دکھا بولا یہ شمرِ ستم ایجاد — اونٹوں کو بڑھا جلد اب اے سیّدِ سجادؑ
بن آیا نہ کچھ سیّدِ بے کس کے پسر کو
تسلیم بندھے ہاتھوں سے کی جھک کے پدر کو

۳۸ اونٹوں کو چلا کھینچتا عالم کا خوزادہ — صدمے سے ہوئی شدتِ تپ اور بھی زیادہ
اسوار تھے گھوڑوں پہ لعیں اور وہ پیادہ — جب ضعف سے کرتے تھے ٹھہرنے کا ارادہ
شانوں پہ سنانوں کو جھکاتے تھے ستمگر
بیمار کو کھینچے لئے جاتے تھے ستمگر

٣٩ اونٹوں پہ نبی زادیاں تھیں گردنیں ڈالے — اور پیاس سے بچے تھے زبانوں کو نکالے
عابدؑ تھے بندھے ہاتھوں سے زنجیر سنبھالے — دل میں بھی پھپھولے تھے کفِ پا میں بھی چھالے
منزل پہ اُتر کر بھی نہ سوتے تھے سحر تک
بابا کے لیے شام سے روتے تھے سحر تک

٤٠ اعدا تو لگاتے تھے زمیں جھاڑ کے بستر — اور خاک پہ گر رہتے تھے ناموسِ پیمبرؐ
بھر بھر کے گھڑے رکھتے تھے پانی کے ستمگر — یاں پھیرتے تھے پیاسے زبانوں کو لبوں پر
تیاری میں کھانے کی ادھر اہلِ ستم تھے
فاقوں کے سبب قیدیوں کے ہونٹوں پہ دم تھے

٤١ جب طے اسی صورت میں ہوئیں منزلیں دو چار — اک جا پہ دوراہا ہوا رستے میں نمودار
اک راہ سوئے دشت تھی اک جانب کہسار — صحرا کو چلے لے کے سرِ شاہ ستم گار
پہنچا جو دوراہے کے قریں رُک گیا نیزہ
جس سمت کو تھا کوہ اُدھر جھک گیا نیزہ

٤٢ گھبرا کے لگے کہنے یہ عابدؑ سے ستم گار — رُکنے کا سرِ شاہ کے ظاہر کرو اسرار
فرمانے لگے رو کے یہ تب عابدِ بیمارؑ — ہے مخبرِ صادق کا پسر صادق الاقرار
اعجاز ہوا یہ جو سرِ سبطِ نبیؐ سے
اس راہ میں مہمانی کا وعدہ ہے کسی سے

٤٣ یہ سن کے اُسی سمت چلے سب ستم آرا — لشکر کا ہوا کوہ کے دامن میں اُتارا
شیریںؔ سے کہا جا کے کسی نے یہ قضارا — آیا معِ لشکر اسداللہ کا پیارا
ناموس بھی ہمراہ ہیں اور بھیڑ بڑی ہے
جنگل میں کئی کوس تلک فوج پڑی ہے

۴۴
اس مژدے کو سنتے ہی جو خوش ہوگئی شیریں　　بولی کہ ہوئی اب دلِ بیتاب کو تسکیں
صد شکر کہ خالق نے نہ دیکھا مجھے غمگیں　　وعدہ جو کیا تھا اُسے بھولے نہ شہِ دیں
اب چل کے قدم پر شہِ والا کے گروں گی
دن میرے پھرے گرد میں آقا کے پھروں گی

۴۵
عوراتِ محلّہ کو بلا کر یہ سنایا　　دو تہنیت اے بیبیو آقا مرا آیا
یہ روزِ مبارک مجھے قسمت نے دکھایا　　اب عرش کے پائے سے ہے بڑھ کر مرا پایا
کونین میں ممتاز کیا شاہِ زمن نے
لونڈی کو سرافراز کیا شاہِ زمن نے

۴۶
سب نے کہا خوش ہو کے ہمیں بھول نہ جانا　　ہم کو بھی بہن حضرتِ زینبؑ سے ملانا
شہزادی کا اپنی ہمیں دیدار دکھانا　　قسمت سے ہوا فاطمہؑ کے لال کا آنا
حضرت کی سواری کا حشم دیکھیں گے ہم بھی
سردارِ دو عالم کے قدم دیکھیں گے ہم بھی

۴۷
عباسؑ علیؑ کے قد و قامت کے ہیں مشتاق　　اور قاسمؑ مہرو کی بھی طلعت کے ہیں مشتاق
زینبؑ کے جگر بندوں کی صورت کے ہیں مشتاق　　ہم شکلِ پیمبرؐ کی زیارت کے ہیں مشتاق
گُل رو ہے کوئی اُن میں کوئی غنچہ دہن ہے
کہتے ہیں بڑے حُسن پہ زہراؑ کا چمن ہے

۴۸
تھی شیریں تو اس ذکر سے پھولے نہ سماتی　　کرسی کو کہیں اور کہیں مسند کو بچھاتی
یہ کہہ کے کبھی صحن کے دروازے پہ جاتی　　دیکھ آؤں سواری تو نہیں شاہ کی آتی
دعوت کا سر انجام تو تیار ہوا ہے
کیوں دیر لگی فاطمہؑ کے لال کو کیا ہے

۴۹
مطبخ میں تقید کبھی کرتی تھی یہ جا کر — کھانے کے رکھو خوان قرینے سے لگا کر
شربت بھی بناؤ کہ مسافر پئیں آ کر — حجرے میں رکھیں نذر کی سب کشتیاں لا کر
کہتی تھی تصدق نہ اُتاروں گی میں پہلے
شہزادیوں پر آپ کو واروں گی میں پہلے

۵۰
دن ڈھل گیا اور جب نہ ہوئی آمدِ سرور — شوہر سے کہا اب تو نہایت ہوں میں مضطر
جا دیکھ تو اُترا ہے کہاں شاہ کا لشکر — کہیو قدمِ پاک کو آنکھوں سے لگا کر
شیریں کی یہ ہے عرض کہ اب آیئے مولا
لونڈی کو قریب آ کے نہ ترسایئے مولا

۵۱
مدت میں بر آئی ہے مرے دل کی تمنا — صدقے گئی نوش آج یہیں کیجئے کھانا
آپ آئیں یہ ہر چند نہیں ہے مرا رُتبا — عزّت مگر اس لونڈی کی ہو جائے گی شاہا
روشن مرا گھر کیجئے گر فیضِ قدم سے
کچھ دور نہیں آپ کے الطاف و کرم سے

۵۲
یہ سن کے چلا شوہرِ شیریں طرفِ شاہ — پوشاکیں بدل اہلِ محلّہ ہوئے ہمراہ
فوج اُتری نظر آئی اُسے دور سے ناگاہ — نزدیک جو پہنچا وہ شہِ دیں کا ہوا خواہ
لشکر میں عجب طرح کا عالم نظر آیا
شادی کہیں دیکھی کہیں ماتم نظر آیا

۵۳
جس جا پہ تھا خیمہ عمرِ سعد کا برپا — واں جا کے یہ ڈیوڑھی کے نگہبانوں سے پوچھا
کب ہوگا برآمد پسرِ فاطمہ زہراؑ — فرماتے ہیں آرام کہ بیدار ہیں مولا
گر اتنی خبر کر دو تو احسان بڑا ہے
اک تازہ غلام آپ کا مجرے کو کھڑا ہے

گر یہ نہ ہو تو شہ کے رفیقوں سے ملا دو　　عباسِؑ علمدار کے خیمے کا پتا دو
۵۴
سجادؑ کو اور عونؑ و محمدؑ کو بلا دو　　ہمشکلِ پیمبرؐ کی مجھے شکل دکھا دو
بتلاؤ قسم تم کو رسولِ عربیؐ کی
ڈیوڑھی ہے کدھر خیمۂ ناموسِ نبیؐ کی

وہ بولے کہ اے شخص کدھر دھیان ہے تیرا　　اس حال کی شاید نہیں تجھ کو خبر اصلا
۵۵
یہ شام کی ہے فوج یہ خیمہ ہے عمر کا　　مدت ہوئی مارا گیا لختِ دلِ زہراؑ
اب گھر ہے کہاں سبطِ رسولؐ عربی کا
خیمہ تو جلا آئے حسینؑ ابنِ علیؑ کا

مارے گئے سادات ہوئی فتح لڑائی　　تصویرِ نبیؐ صفحۂ ہستی سے مٹائی
۵۶
عباسؑ نے اک بوند بھی پانی کی نہ پائی　　لوٹی گئی سب شیرِ الٰہی کی کمائی
کوئی نہ رہا فوجِ شہِ جنّ و بشر میں
گھر فاطمہؑ کا صاف کیا تین پہر میں

کر لائے ہیں ناموسِ محمدؐ کو گرفتار　　ہے قید میں حضرت کا پسر عابدِ بیمار
۵۷
دفن اُن کو کیا یاں کے جو مارے گئے سردار　　بے سر ہے پڑی دشت میں لاشِ شہِ ابرار
بند آنکھیں ہیں لب خشک ہیں منہ خوں سے بھرے ہیں
وہ دیکھ لے سر نیزوں کی نوکوں پہ دھرے ہیں

سیدانیاں بیٹھی ہیں وہ چہروں پہ ملے خاک　　زینبؑ ہے وہی ماتمی پہنے جو ہے پوشاک
۵۸
وہ بانوئے بیکس ہے گریبان کیے چاک　　بیٹھی ہے وہ کلثومؑ بہن شاہ کی غمناک
کبراؑ ہے وہ زانو پہ جھکائے ہوئے سر کو
وہ بالی سکینہؑ ہے جو روتی ہے پدر کو

یہ سنتے ہی سینے میں جگر پھٹ گیا اُس کا ۵۹ تھرّانے لگا بید کی مانند سراپا
دے پٹکا عمامے کو گریبان کو پھاڑا کہتا تھا یہ کیا ہوگیا وا حسرت و دردا
میں لینے کو آیا تھا نہ پایا شہِ دیں کو
تقدیر نے جیتا نہ دکھایا شہِ دیں کو

شیریںؔ تھی جو یاں منتظرِ سبطِ پیمبرؐ ۶۰ رونے کا جو ایک شور سنا ہوگئی ششدر
دیکھا کہ چلا آتا ہے سر پیٹتا شوہر ڈیوڑھی سے سراسیمہ نکل آئی کھلے سر
چلا کے کہا کس نے تمہیں لوٹ لیا ہے
جلدی ارے لوگو کہو یہ ماجرا کیا ہے

سر پیٹ کے تب شوہرِ شیریں یہ پکارا ۶۱ بی بی ترے آقا کو ستمگاروں نے مارا
زہراؑ کا پسر خلق سے جنّت کو سدھارا سادات کا تو قافلہ لوٹا گیا سارا
بھیجا تھا جہاں تو نے وہ لشکر ہے شقی کا
سر کاٹ کے لائے ہیں حسینؑ ابنِ علیؑ کا

تو منتظر اب کس کی ہے کون آئے گا بی بی ۶۲ عابدؑ ہے سو بیمار ہے رانڈیں ہیں سو قیدی
شیریں نے کہا پیٹ کے سر کوٹ کے چھاتی ہے ہے مرے سیّد مرے آقا مرے والی
لٹوا کے گھر اور تیغ سے کٹوا کے سر آئے
فرمایا تھا آؤں گا سو یوں میرے گھر آئے

یہ کہہ کے چلی پیٹتی اور دیتی دہائی ۶۳ رستے میں کہیں گر پڑی ٹھوکر کہیں کھائی
یک بار خبر آنے کی شیریں کے جو پائی زینبؑ نے کہا ہائے سلامت نہیں بھائی
پُرسے کو وہ آئی ہے سو یاں گھر بھی نہیں ہے
منھ کا ہے سے ہم ڈھانپیں کہ چادر بھی نہیں ہے

یہ کہتی تھی زینبؑ کہ وہ آ پہنچی کھلے سر ۶۴ سب اُٹھ کے لگے پیٹنے ناموسِ پیمبرؐ
شیریںؔ کا یہ تھا حال کہ گرتی تھی وہ مضطر بانُو کے قدم پر کبھی زینبؑ کے قدم پر
چلّاتی تھی ہے ہے شہِ ذی جاہ کو مارا
کس جرم پہ اعدا نے مرے شاہ کو مارا

کیا فاطمہؑ کے لال سے ایسی ہوئی تقصیر ۶۵ کیوں خلقِ شہِ دیں پہ چلی ظلم کی شمشیر
فریاد ہے بے پردہ ہوئے صاحبِ تطہیر ہے ہے مرا شہزادہ ہے پہنے ہوئے زنجیر
گودی بھری اولاد سے خالی ہوئی ہے ہے
بی بی مری بے وارث و والی ہوئی ہے ہے

یہ کہہ کے پچھاڑیں کبھی کھاتی تھی وہ مضطر ۶۶ ہاتھوں سے کھڑی ہو کے کبھی پیٹتی تھی سر
جس نیزے پہ آلودۂ خوں تھا سرِ سرورؔ واں جاتی تھی اور کہتی تھی یوں ہاتھ اُٹھا کر
تھی میں تو قدم دیکھنے آئی مرے مولا
لونڈی کو یہ کیا شکل دکھائی مرے مولا

آقا تری اس خوں بھری تصویر کے واری ۶۷ میں مر نہ گئی ہائے بلا لے کے تمہاری
اس بین سے شیریںؔ نے جو کی گریہ وزاری نیزے پہ سرِ شاہ کے آنسو ہوئے جاری
پیدا یہ لب خشک سے حضرت کے صدا تھی
کیوں روتی ہے شیریں یہی مرضیٔ خدا تھی

صد شکر کہ ہم تجھ سے ہوئے صادق الاقرار ۶۸ دعوت ہے ہماری یہی اے مونس و غم خوار
فاقے سے کئی روز کے ہے عترتِ اطہار اور پیاس سے مرتی ہے سکینہؑ مری دلدار
دشمن کے بھی بچوں پہ نہ یوں فاقہ کشی ہو
پانی اُسے پلوا کہ مری روح خوشی ہو

۶۹
ہے تین برس کا تو سن اور تشنہ دہانی　　ہو جاتی ہے غش مانگتے ہی مانگتے پانی
ہر بار گھڑکتے ہیں اسے ظلم کے بانی　　کیا ضد ہے کہ بچوں کے بھی ہیں دشمنِ جانی
کی جاتی نہیں بات بھی اس تشنہ دہن سے
ننھا سا گلا شمر نے باندھا ہے رسن سے

۷۰
زینبؑ کی خبر لے کہ ہے قیدی مری خواہر　　بنتِ اسداللہ کے سر پر نہیں چادر
ہے خاک سے کبراؑ نے چھپایا رُخِ انور　　شہزادی تری آج ہے بلوے میں کھلے سر
احسان کا یہ وقت ہے عبرت کی یہ جا ہے
وہ قید ہے جس نے تجھے آزاد کیا ہے

۷۱
سیدانیوں کو چادریں پکھلا کے اُڑھا دے　　رانڈوں کی مدد کر کہ خدا تجھ کو جزا دے
راضی ہوں نبیؐ صاحبِ تطہیر دعا دے　　محشر میں تجھے حلّۂ فردوس خدا دے
بے وارث و والی ہیں گرفتارِ بلا ہیں
محتاجِ کفن ہم ہیں یہ محتاجِ ردا ہیں

۷۲
سن کر یہ سخن زینبؑ دلگیر پکاری　　ان باتوں کے صدقے میں اس آواز کے واری
یاد آئی مصیبت تمھیں اے عاشقِ باری　　شیریں سے سناں پر بھی سفارش ہے ہماری
تم تشنہ دہن ذبح ہوئے مجھ کو یہ غم ہے
اور آپ کو بھینا کی اسیری کا الم ہے

۷۳
جیتی ہے بہن کس لئے کڑھتے ہو برادر　　تن پر تو ہے سر گو مرے سر پر نہیں چادر
گردن پہ تو بھینا کی پھرایا نہیں خنجر　　لاشہ تو مرا دھوپ میں جلتا نہیں دن بھر
غم کھاؤ نہ چادر جو نہیں پاتی ہوں بھائی
بالوں سے تو منھ ڈھانپے چلی جاتی ہوں بھائی

زینبؑ تو یہ کہتی تھی سرِ شاہ سے رو کر ۷۴ چلاتی تھی شیریں کہ میں صدقے مرے سرور
ان آنکھوں کی تعریف کیا کرتے تھے اکثر کیوں ہو نہ گئے کور مرے دیدۂ انور
ہوتیں نہیں سیر آپ کے دیدار سے آنکھیں
لاؤ تو ملوں چاند سے رُخسار سے آنکھیں

اللہ رے اعجازِ سرِ سیّدِ ابرار ۷۵ اس خادمہ کے ہاتھوں پہ بس آگیا اک بار
شیریںؔ کے کفِ دست ہوئے مطلعِ انوار ہاتھوں سے ضیائے یدِ بیضا تھی نمودار
سب دیکھ کے شہؑ کے رُخِ روشن کی تجلّی
کہتے تھے یہ ہے وادیٔ ایمن کی تجلّی

آنکھوں سے لگا کر کہا شیریں نے سرِ شاہ ۷۶ صدقے میں اس اعجاز کے اے سرورِ ذیجاہ
پھر جا کے عمر سے کہا مت روکو مری راہ گھر تک سرِ سرور مجھے لے جانے دو للہ
خدمت حرمِ شہؑ کی مجھے مدِّ نظر ہے
لے مجھ سے زر و مال اگر طالبِ زر ہے

لونڈی ہوں میں آقا ہے مرا یہ شہِ عالم ۷۷ پیٹوں گی سر و سینہ بچھا کر صفِ ماتم
شب بھر مرے گھر میں رہیں سیدانیاں باہم پھر صبح کو لے لیجیو سرِ سیّدِ اکرم
دن سخت بہت گردشِ ایام سے گزرے
اک رات تو مظلوموں کی یہ آرام سے گزرے

لالچ میں ہوا زر کی رضا مند وہ غدار ۷۸ منگوا دیا شیریں نے اُسے صرّہِ دینار
سب قیدیوں کو لے گئی گھر میں وہ دل افگار اور رکھ دیا مسند پہ سرِ سیّدِ ابرار
حلقے میں حرم کے سرِ شیریںؔ تو کھلا تھا
غل ہائے حسینا کا تھا اور شورِ بکا تھا

۷۹
شیریں کے گھر آئے مجھے اس حال سے لے کر　چلاتی تھی بانو مرے سیّد مرے سرور
مہمان بہن آئی ہے سر پر نہیں چادر　لپٹی ہوئی کہتی تھی سرِ شاہ سے خواہر
غیرت سے موئی جاتی ہے صدمہ ہے بہن پر
ثابت نہیں کُرتا ہے سکینہؑ کے بدن پر

۸۰
شیریں نے چنے خوانِ طعام آن کے اک بار　جب رونے سے فارغ ہوئے وہ شہ کے عزادار
کھانے یہ کئے تھے شہِ دیں کے لئے تیار　رو رو کے یہ کی سیّدِ سجادؑ سے گفتار
سو مر گئے بھوکے یہی مرضی تھی خدا کی
ان کھانوں پہ دو فاتحہ شاہِ شہدا کی

۸۱
پانی کے بھی شیریں نے کئی بھر کے رکھے جام　یہ سن کے اُٹھے روتے ہوئے عابدِ ناکام
یہ جوش تھا رقت کا کہ تھرّاتا تھا اندام　جب دینے لگے فاتحہ شاہِ خوش انجام
جس وقت لیا نام شہِ تشنہ دہاں کا
اک شور ہوا رانڈوں میں فریاد و فغاں کا

۸۲
میں جیتی ہوں اور فاتحہ ہوتی ہے تمہاری　رو کر کہا زینبؑ نے بہن ہوگئی واری
پانی نہ کسی نے دیا مانگا کئی باری　کیا پیاس تھی جس دم تھا لہو زخموں سے جاری
جب تم تھے تو ملتا تھا نہ پانی کہیں بھائی
اب پانی تو موجود ہے اور تم نہیں بھائی

۸۳
اک دودھ کا کوزہ رکھا اک پانی کا ساغر　روتی ہوئی اتنے میں اُٹھی بانوئے بے پر
ان دونوں پہ دو فاتحۂ اکبرؑ و اصغرؑ　سجادؑ سے رو رو کے کہا اے مرے دلبر
مارے گئے کس ظلم و جفا سے مرے بچّے
تھے تین شب و روز کے پیاسے مرے بچّے

۸۴
سجاڈ نے جب فاتحہ سے پائی فراغت تا دیر رہی شہ کے عزاداروں میں رقت
تب بیبیوں سے شیریں نے کی عرض بہ منّت فاقہ شکنی کیجو کہ رونے کی ہو طاقت
اس کھانے پہ ہے فاتحہ خواں روح نبیؐ کی
یہ حاضری ہے سبطِ رسولِؐ عربی کی

۸۵
فاقہ شکنی کا جو اسیروں نے لیا نام پیٹے یہ سر و سینے کہ برپا ہوا کہرام
زینبؑ نے کہا کھانے کا ہے کون سا ہنگام نے چین محمدؐ کو نہ زہراؑ کو ہے آرام
کیا کھانے کو ہم کھائیں کہ دل غم سے بھرا ہے
لاشہ تو ابھی بھائی کا جنگل میں پڑا ہے

۸۶
بھائی تو ہو بے گور و کفن کھاؤں میں کھانا بے دفن ہو فرزندِ حسنؑ کھاؤں میں کھانا
بے سر علی اکبرؑ کا ہو تن کھاؤں میں کھانا پامال ہو زہراؑ کا چمن کھاؤں میں کھانا
رونا مجھے دیکھے سے چلا آتا ہے لوگو
لے جاؤ کہ کھانا مجھے یہ کھاتا ہے لوگو

۸۷
ناچار ہوا اک جام کو شیریں نے اُٹھایا پاس آن کے ہونٹوں سے سکینہؑ کے لگایا
بولی کہ پیو واری دم آنکھوں میں ہے آیا منھ پھیر کے شیریں کو سکینہؑ نے سنایا
پیاسے مرے بابا موئے میں بھی نہ پیوں گی
عباسؑ چچا آئیں گے جب پانی پیوں گی

۸۸
جس دم یہ سکینہؑ نے کہا پڑ گیا کہرام اور پیٹتے رونے میں ہوا صبح کا ہنگام
آئی سرِ شبیرؑ کو لینے سپہِ شام رخصت ہوئے شیریں سے حرم بادلِ ناکام
تجھ پر ہے انیسؔ اب یہ کرم ربِّ غنی کا
شہروں میں ہے شہرہ تری شیریں سخنی کا

شادیٔ شہر بانوؑ اور "روایتِ شیریں"

مرزا دبیرؔ

۱
جب خواب میں بانو کو نظر آ گئیں زہراؑ　　اور اپنی بہو سے پیار فرما گئیں زہراؑ
گیسوے دوتا شانہ سے سلجھا گئیں زہراؑ　　جو نور نہ دیکھا تھا وہ دکھلا گئیں زہراؑ
وہ سوتی تھی بیدار مگر ہو گئے طالع
بیدار جو بانوؑ ہوئی تو سو گئے طالع

۲
تھا پیشِ نظر فاطمہؑ کا خواب میں آنا　　اور دل پہ رقم سینے سے زہراؑ کا لگانا
بھولی تھی سرِ مو، نہ وہ شانے کا پھرانا　　وہ عالم عشرت یہ تاسف کا زمانا
پیدا سحرِ غم تھی شب عیشِ نہاں تھی
نے شانہ تھا نے ہاتھ نہ خاتونِ جناں تھی

۳
شانہ کشیٔ فاطمہ زہراؑ کا جو تھا دھیان　　تھے گیسوے سر جمع مگر دل تھا پریشان
شانے کی طرح چاک جگر ہوتا تھا ہر آن　　کہتی تھی تصوّر میں مَیں اس شکل کے قربان
اے دل یہ طلسمات تھا یا خواب تھا کیا تھا
وہ آنکھوں سے دیکھا کہ نہ کانوں سے سنا تھا

تن میں تھی کبھی روح کبھی تن سے جدا تھی ۴ ہستی تھی خفا اس سے وہ ہستی سے خفا تھی
تصویر بقا روکش تصویر فنا تھی وہ درد تھا جسکی کہ نہ دنیا میں دوا تھی
مظلوم سے منسوب جو زہراؑ نے کیا تھا
مظلومی و غربت نے اسے گھیر لیا تھا

اوقاتِ معیّن میں خلل پڑ گیا اک بار ۵ خود رفتہ کو یکساں ہیں غم و عیش کے آثار
سوتی تھی تو سوتی تھی جو بیدار تو بیدار بے ہوش تو بے ہوش جو ہشیار تو ہشیار
حسرت جو اسے آمد زہراؑ کی بڑی تھی
پہروں پئے تعظیم تصوّر میں کھڑی تھی

اندوہ میں کچھ زیرِ لب آہستہ سے کہنا ۶ گہہ دینا جواب آپ ہی گہہ سکتے میں رہنا
وہ یاس کا رونا وہ غمِ ہجر کا سہنا واں سانس کا رُکنا اور اِدھر اشکوں کا بہنا
پوچھا جو کسی لونڈی نے تیار ہے کھانا
تو رو کے یہ کہنا مجھے دشوار ہے کھانا

تھی صبح شبِ خواب سے تاکید یہ دن رات ۶ اُن روزوں میں دروازے پہ جاری رہے خیرات
تا ہاتھ غریبوں کے اُٹھیں بہرِ مناجات اور دامنِ امید تلک پہنچے مرا ہاتھ
لب سے تو یہ کہنا مرا مقصود بر آئے
دل میں یہ دعا خواب میں زہراؑ نظر آئے

اس فیض سے محتاجِ زمانہ تھے فرحناک ۷ بھوکوں کو غذا ملتی تھی عریانوں کو پوشاک
تھی حق سے دعا خلق کی یہ اے احدِ پاک شہزادی کے مقصد پہ ہو اب دورۂ افلاک
پر حیف جو محتاجوں کی یوں عقدہ کشا تھی
اک دن وہی بانوؑ تھی جو محتاجِ ردا تھی

۸ پر تھا اثرِ الفتِ زہراؑ کا یہ عالم　　ہمراہیٔ سایہ اسے دشوار تھی ہر دم
بس عفّت و عصمت یہی تھی مونس و ہمدم　　بس اشکوں سے صدا غوطہ زن چشمہ زُمزم
سُرمے کی جگہ چشمِ حیا مدِّ نظر تھی
آئینہ کو آئینِ نگہ سے نہ یہ خبر تھی

۹ اللہ رے اوجِ شرفِ حضرتِ زہراؑ　　طاقِ دلِ بانوؑ سے گرے تھے بُتِ کسرا
گو محرمِ کعبہ نہ سر سجدہ ابھی تھا　　پر کعبہ کی جا فاطمہؑ کا تھا رُخِ زیبا
دریائے سفید اشک کا تا سینہ بہا تھا
دل پر بھی سیاہی کا وہ نقطہ نہ رہا تھا

۱۰ تصویر صفت بالشِ سر تکیۂ حیرت　　زاہد کی طرح معتکفِ کعبۂ الفت
سجادۂ غم پر قد و قامت کو اقامت　　خمدار مگر نقشۂ محرابِ عبادت
فرزند جو بانوؑ کے امامانِ جہاں تھے
بیساختہ آثار عبادت کے عیاں تھے

۱۱ اعلیٰ فلک نہ قمر برجِ سعادت　　والا صدفِ نہ گہر دُرجِ امامت
طوبیٰ شجر نہ ثمر نخلِ شہادت　　زیبا صحفِ نہ ورق دیں شریعت
تھی شکل اگر نور کی تو حُور کی خو تھی
سب ایک طرف فاطمہ زہراؑ کی بہو تھی

۱۲ القصہ ہوا کچھ نہ تسلی کا جب اسباب　　اک شب یہ کہا دھیان میں زہراؑ کے دمِ خواب
اے حامی کل تاب و توان دل بیتاب　　بے تیری مدد کے دُرِ امید ہے نایاب
شبیرؑ جو پیارا ہے تو مانو کے قسم کو
ممتاز کرو بہر حسینؑ آن کے ہم کو

۱۳ دے کر یہ قسم سوگئی زہراؑ کی وہ شیدا — سونا تھا کہ بس خواب میں آگئیں زہراؑ
ساتھ اپنے تجمل لیے پہلے سے دوبالا — اور کشتیوں میں حلہ و زیور بہت اعلا
بانوؑ یہ پکاری سرِ تسلیم جھکا کر
مارا تھا مجھے جا کے جِلایا مجھے آ کر

۱۴ اب بھی میری خاطر سے نہیں آپ ہیں آئی — پر ہاں قسم نامِ حسینؑ آپ کو لائی
اس نام سے لذت تو بڑی ہجر میں پائی — پر اشک بھی جاری رہے خالق کی دوہائی
فرمایا یہ زہراؑ نے تسلی اسے دے کر
سب حشر تلک روئیں گے اس نام کو لے کر

۱۵ فرما کے یہ نکتہ کیا پیار اس کو فراواں — اور دیدۂ حق بیں میں دیا سُرمۂ عرفاں
اس سرمہ کی تھی ایک یہ تاثیر نمایاں — بے روشنی اس شب کو پڑھا کلمۂ ایماں
اور مصحفِ ناطق کی تلاوت بھی جدا کی
یعنی کہ زیارت ہوئی شاہِ شہدا کی

۱۶ وہ بولی کہ میں طالب زینت نہیں اس آن — شبیرؑ کے دیدارِ مبارک کا ہے ارمان
صدّیقہؑ نے فرمایا کہ ممکن ہے یہ سامان — پر شرک سے کر توبہ تو ہو جلوہ گر ایمان
بے اس کے ترے دل کو نہ چین آئے گا بانوؑ
کلمہ جو پڑھو گی تو حسینؑ آئے گا بانوؑ

۱۷ پڑھ کر کلمہ بانوے غمگین پکاری — لو اب مجھے شبیرؑ کو دکھلاؤ میں واری
زہراؑ نے کہا دیکھ تو اب قدرتِ باری — پر ہے تو دُلھن پیارے کی کیونکر نہ ہو پیاری
بس اتنا ٹھہر جا کہ دُلھن بھی میں بنالوں
پوشاک پنہالوں تجھے زیور میں پنہالوں

جس وقت یہ خاتونِ قیامت نے سنایا ۱۸ مشاطۂ قدرت نے عروس اس کو بنایا
حورانِ بہشتی نے لباس آکے پنہایا افشاں کی جگہ عقدِ ثریا کو لگایا
کہتی تھی قضا آج یہ افشاں سرِ رو ہے
اک دن یہ جبیں اور علی اکبرؑ کا لہو ہے

وہ طوق کہ تھا صانعِ قدرت نے بنایا ۱۹ خود فاطمہؑ نے گردنِ بانو میں پنہایا
پہلے تو یہ زیور یہاں مقسوم میں آیا آخر کو وہ گہنا تھا کہ زنداں میں جو پایا
دردا کہ عجب رنج و محن میں تھی وہ گردن
گردن میں رسن تھی تو رسن میں تھی وہ گردن

تھی آخری تقدیر کی یہ جلوہ نمائی ۲۰ جو طالعِ بانوؑ کو ہوئی اور رسائی
یعنی تُتقِ غیب سے آواز یہ آئی توقیر عجب زوجۂ شبیرؑ نے پائی
مشتاق ہیں بانوے شہِ تشنہ گلو کے
آتے ہیں نبیؐ دیکھنے کو اپنی بہو کے

غل ہے کہ فرشتے ہوں سواری کے نہ ہمراہ ۲۱ اللہ و نبیؐ بانوؑ کے پردے سے ہیں آگاہ
بانو کا یہ تھا پیشِ نبی مرتبہ و جاہ امت نے یہ بانوؑ کا کیا پاسِ ادب آہ
سرننگے پھراتے ہوئے بازار میں لائے
شانوں میں رسن باندھ کے دربار میں لائے

القصہ کہ وارد ہوئے سلطانِ رسالت ۲۲ تعظیم کی بانوؑ نے تو گویا ہوئے حضرت
ممکن ہے ترے مہر میں کونین کی دولت یا دولتِ کونین لے یا نسلِ امامت
وہ بولی جو مرضی ہو نبیؐ اور خدا کی
ہاتف نے کہا نسلِ امامت ہی عطا کی

۲۳ تب دستِ ادب باندھ کے بانو ہوئی اِستاد   اور عرض یہ کی اے نبیؐ عالمِ ایجاد
ہے مہرِ حسینؑ ابن علیؑ مہرِ خدا داد   اب دوریٔ شبیرؑ سے دل ہے مرا ناشاد
مطلوبِ دو عالم مرا مطلوب کہاں ہے
محبوبِ الٰہی مرا محبوب کہاں ہے

۲۴ زہراؑ سے کہا احمدؐ مرسل نے کہ جاؤ   خورشیدِ مدینہ کو مدائن میں لے آؤ
اِس ماہِ عجم کے اُسے پہلو میں بٹھاؤ   اس وقت قِرانِ مہ و خورشید دکھاؤ
قادر تھی جو قدرت کے ہر اک راز پہ زہراؑ
یثرب کو چلی ناقۂ اعجاز پہ زہراؑ

۲۵ یاں خواب میں شبیرؑ تھے پر دیدۂ دل وا   کیا دیکھتے ہیں خواب میں فرماتی ہیں زہراؑ
بانو کو دُلھن تیری بنا آئی میں بیٹا   اوراب ترے لینے کے لئے آئی ہوں اس جا
یہ عقد مبارک ہو تمہیں پھولو پھلو تم
نانا نے بلایا ہے مری جان چلو تم

۲۶ تب خواب میں بیدار ہوئے سیّدِ خوش ذات   اورخواب ہی میں فاطمہ زہراؑ کے ہوئے سات
سہرے کی جگہ چہرے پہ تھا نور کرامات   آئینہ مہتاب کو دکھلانے لگی رات
اسپند کیا پتلیوں کو حور و ملک نے
صدقے کیے انجم کے گُہر پیرِ فلک نے

۲۶ تھے فوج بہ فوج آگے ملک کھولے پر و بال   قدرت حشم افلاک خدم واہ رے اجلال
طالع بہ جلو بخت بہ پشت اوج باقبال   خدمت میں ازل اور ابد کا واں اک حال
یہ کہہ کے گرہ عقدِ ثریا نے بھی وا کی
ہاں شب ہے یہ عقدِ پسر خیر نسا کی

بس نور کا قالب تھا اور اعجاز کی رفتار ۔۔۔ اک لمحے میں بانوؑ کے گھر آئے شہِ ابرار
۲۷
بانوؑ نے یہ دیکھا کہ اُٹھے احمدِ مختار ۔۔۔ اور بولے نواسہ مرا آپہنچا خبردار
بانوؑ سے کہا حوروں نے تسلیم کو اُٹھو
مظلومِ ازل آتا ہے تعظیم کو اُٹھو

یہ وہ ہے وطن جس کا غریب الوطنی ہے ۔۔۔ یہ وہ ہے کفن جس کا فقط بے کفنی ہے
۲۸
یہ وہ ہے کہ جس کے لیے تشنہ دہنی ہے ۔۔۔ قانع ہے سخی ہے متوکّل ہے غنی ہے
خم فاقوں سے یعقوب صفت اس کی کمر ہے
یہ تو یوسفِ کنعانِ شہادت کا پدر ہے

یہ ہمسرِ الیاس ہے یہ خضر کا ثانی ۔۔۔ واں حصے میں چشمہ ہے یہاں خشک زبانی
۲۹
داؤد ہے وہ جس کا غمِ تشنہ دہانی ۔۔۔ آہن کو کرے موم تو کہسار کو پانی
داؤد بناتے تھے زرہ سب نے سُنا ہے
یہ خود زرہِ عافیتِ خلق خدا ہے

موسیٰؑ کی طرح طور مکیں عرش مکاں ہے ۔۔۔ ایوب صفت حاملِ اندوہ گراں ہے
۳۰
عیسیٰؑ کی طرح اس کے لیے دار سناں ہے ۔۔۔ یحییٰؑ کی طرح خوف خداوند جہاں ہے
گر ذکر میں کہیے زکریاؑ تو بجا ہے
واں ارّہ تھا سر کے لیے یاں گر زِ جفا ہے

کہیے جو ذبیح اور خلیل اس کو بجا ہے ۔۔۔ یہ فدیہ بھی اور عاشق ربّ دوسرا ہے
۳۱
محبوبِ خدا کا پسرِ ماہ لقا ہے ۔۔۔ لیکن پدرِ اُمّت محبوبِ خدا ہے
یہ جسم شفاعت کے لیے روحِ قوی ہے
یہ کشتیٔ اُمّت کے لیے نوحؑ نبی ہے

۳۲
ادریس سے رُتبے میں ہے برتر یہ شہ پاک — وہ اُن کے غلاموں کے لئے سیتا ہے پوشاک
پر اس کو کفن بھی نہیں ملنے کا بجُز خاک — یہ ہے وہ سلیمان کہ سر پر اس کے ہیں افلاک
تسخیر یہ ہے دھوپ میں پیاسا جو مرے گا
طائر تو ہیں کیا روح امیں سایہ کرے گا

۳۳
بانوؑ نے نگہ پئے زیارت جو اُٹھائی — اللہ کی قدرت اُسے بالکل نظر آئی
سر ہے تو وہ سر جس کو کہے عرش خدائی — معراج اُسی عرش پہ ایمان نے پائی
ہے خطِّ جبیں ذبح یہ جب ہو گا زمیں پر
لے جائیں گے جبریلؑ یہ سر عرشِ بریں پر

۳۴
بانو نے یہ عالم شہِ عالم کا جو دیکھا — یہ شوق بڑھا گھٹ گیا جو زور حیا کا
عفت تو یہ کہتی تھی کہ پنہاں ہو کسی جا — اور شوق کی تکرار تھی دامن سے لپٹ جا
زہرؑا نے یہ پوچھا کہ مرے ماہ کو دیکھا
بانوؑ نے کہا قدرتِ اللہ کو دیکھا

۳۵
اب کہیے بظاہر بھی کبھی ہو گی زیارت — اب خواب میں اس لونڈی کے کب آئیں گے حضرت
تب رو کے یہ کہنے لگی خاتونِ قیامت — شبیرؑ کے تو وصل کی نزدیک ہے مُدّت
پر ہو گی زیارت تجھے تب خیرِ نسا کی
بالوں سے زمیں جھاڑ دوں گی جب کرب و بلا کی

۳۶
اب کرب و بلا میں ترے پاس آئے گی زہرؑا — تو روئے گی اکبرؑ کو تو سمجھائے گی زہرؑا
بیٹے کو جو خنجر کے تلے پائے گی زہرؑا — شبیرؑ کی گردن سے لپٹ جائے گی زہرؑا
آفت میں مصیبت میں خبر میں تری لوں گی
زنداں میں سکینہؑ کا میں پرسہ تجھے دوں گی

۳۶
روتی ہوئی اس خواب سے بانوؑ ہوئی بیدار — تھی شام و سحر قیدِ تمنّا میں گرفتار
جب غازیوں نے جنگِ عجم فتح کی اک بار — پھر غارتِ اسباب پہ مومن ہوئے تیار
بلوہ جو محل میں ہوا حیراں ہوئی بانوؑ
گھر چھوڑ دیا حجرے میں پنہاں ہوئی بانوؑ

۳۷
کہتی تھی کہ چادر مری لینا نہ خبردار — ہے ساس مری چادرِ تطہیر کی مختار
لینا نہ عبا آلِ عبا کی ہوں طرفدار — ناموس ہوں میں ان کی جو ہے سیّدِ ابرار
دامن سے مرے ہاتھ نہ مس ہوے کسی کا
دامن ہے مرے ہاتھ میں فرزندِ علیؑ کا

۳۸
عادل کی وہ پوتی تھی زمانے میں مشہور — بے پردگی اُس کی نہ کسی کو ہوئی منظور
چادر کے تو لینے کا کہیں بھی تھا نہ دستور — یاد آتی ہے بے پردگیٔ زینبؑ رنجور
تھا حکم نبیؐ لے کوئی چادر نہ کسی کی
سو چھین لی اُمّت نے رِدا آلِ نبیؐ کی

۳۹
اس قید میں تھا یہ حشمِ بانوے خوش ذات — ہودج تو سواری کے لئے لونڈیاں سب ساتھ
جُز نام اسیری نہ حقارت کی تھی کچھ بات — بازو نہ رسن میں تھا نہ ہتکڑیوں میں ہاتھ
نے طوق تھا گردن میں نہ زنجیر تھی پا میں
پر سب یہ پہننے کو ملا کرب و بلا میں

۴۰
القصہ مدائن سے مدینہ میں وہ آئی — مسجد میں جو پہنچی ہوئی طالع کی رسائی
ایمان کی دولت اسداللہ سے پائی — اور اپنی عبا بھی شہ مرداں نے اُڑھائی
ممتاز ہوئی عقد سے فرزندِ علیؑ کے
اللہ کے گھر سے وہ گئی گھر میں نبیؐ کے

زینبؑ کے حضور آن کے تسلیم ادا کی ۴۱ سیدانی نے لیں اُٹھ کے بلائیں سروپا کی
اور پھولنے پھلنے کی کئی بار دعا کی زہراؑ کو جو پوچھا کہا زینبؑ نے قضا کی
اِس روز کے ارمان ہی میں مرگئیں زہراؑ
دیکھا نہ بہو کو کہ سفر کر گئیں زہراؑ

اب نقش نگارانِ بیاضِ خطِ شیریں ۴۲ یوں لکھتے ہیں شرحِ خطِ آزادیِ شیریں
اللہ رے فیاضیٔ بانوے شہ دیں ہمراہ جو آئیں تھیں کنیزانِ خوش آئیں
ایک ایک کو آزاد کیا فرطِ کرم سے
شیریں رہی خدمت کو پر آزاد تھی غم سے

اک دن لبِ شیریں سے کہا شہ نے یہ ناگاہ ۴۳ کیا چشم ہے شیریں کی زہے صنعت اللہ
آراستہ بانو نے کیا اس کو بصد جاہ اور عرض کی لاریب یہ خوش چشم ہے واللہ
سب خاک ہیں تم فاطمہؑ کے نورِ نظر ہو
ہے عین خوشی میری جو منظورِ نظر ہو

شیریں تو ہے کیا چیز بھلا تجھ پہ میں واری ۴۴ ہے جان جو شیریں وہ نہیں آپ سے پیاری
شیریں مری لونڈی ہے میں لونڈی ہوں تمہاری لونذر میں یہ کرتی ہوں اے عاشقِ باری
مطلب تو ہے خوشنودیٔ شاہِ دو جہاں سے
بخشا دل و جاں سے اسے بخشا دل و جاں سے

شہ بولے کہ تم دل سے خیال اور کرو دور ۴۵ کی مدح جو آنکھوں کی فقط مدح تھی منظور
ہے خُلق پیمبرؐ کے گھرانے کا تو مشہور اور چشم کرم اپنے بزرگوں کا ہے دستور
واللہ بدوں پر بھی مجھے نیک نظر ہے
دو آنکھیں ہیں پہ سب پہ مری ایک نظر ہے

پھر پوچھا کہ بخشا اِسے وہ بولی کہ بخشا　　شہ بولے ہم آزاد اِسے کرتے ہیں اچھا
کچھ خرچ دو اس کو کہ نہ ہو راہ میں فاقا　　پوشاک بھی پنہاؤ کہ حق تم پہ ہے اس کا
شیریں کوئی چیز آن کے اب تم سے نہ لے گی
اک روز وہ ہوگا کہ یہ چادر تمہیں دے گی

تب دوڑ کے بانوؑ نے گلے اُس کو لگایا　　شبیرؑ کی بہنوں نے لباس اُس کو پنہایا
پھر اپنے برابر اُسے زینبؑ نے بٹھایا　　تعظیم کی تکریم کی اور ہنس کے سنایا
فطرس کا شرف آج تجھے حق نے دیا ہے
شہزادۂ جبریل نے آزاد کیا ہے

شیریں نے تب اندوہ جدائی سے بھری آہ　　اور شہ کے قدم چوم کے بولی وہ حق آگاہ
ہے عرض جو مجھ کو کسی قابل کرے اللہ　　تو ہدیۂ شیریں ہو قبولِ حرمِ شاہ
بھجواؤں جو سوغات نہ رد کیجیوٗ میری
مشکل میں پکاروں تو مدد کیجیوٗ میری

پھر حضرتِ سجادؑ پہ شیریں ہوئی قربان　　اور بولی خوزادے ترا اللہ نگہبان
بابا سے سفارش مری تم کیجیوٗ ہر آن　　میں نے تمہیں پالا ہے ذرا اس کا رہے دھیان
عابدؑ سے عجب طرح جدا ہوتی تھی شیریں
یاں روتے تھے سجادؑ وہاں روتی تھی شیریں

زینبؑ نے یہ فرمایا کہ اے عاشقِ مولا　　مشکل جو پڑے لیجیو نام ابنِ علیؑ کا
اور تحفے کے بھجوانے کی حاجت ہے بھلا کیا　　سب کچھ ہے ابھی بھائی کے صدقے سے مہیا
سوغات یہاں کچھ نہیں درکار کسی کو
تو بھیجیو ہر جا سے درود آلِ نبیؐ کو

گہوارے سے شیریں نے پھر اکبرؑ کو اُٹھایا　آنکھوں سے بہت ننھے سے تلووں کو لگایا
پھر جھولے کے اندر یہ دعا دے کے لٹایا　اللہ و نبیؐ کا مرے شہزادے پہ سایا

دنیا کا تجھے سب حشم و جاہ ہو اکبرؑ
اور سونے کے سہرے سے ترا بیاہ ہو اکبرؑ

اب عرض ہے شیریں کی تم اقرار یہ فرماؤ　ایسا نہ ہو تم بیاہ میں لونڈی کو نہ بلواؤ
یہ خادمہ بھی دیکھے دُلھن بیاہ کے جب لاؤ　آباد رہو چین کرو زیست کا پھل پاؤ

ہاتف کی ندا آئی یہ مظلومِ ازل ہے
تقدیر میں اکبرؑ کی فقط برچھی کا پھل ہے

القصہ گئی شاہ سے رخصت کو جو شیریں　تب رونے لگے ہچکیاں لے لے کے شہ دیں
گردِ شہ دیں پھر کے لگی کہنے وہ غمگیں　قرباں گئی روتے ہو کیا دو مجھے تسکیں

یا شاہ میں صدقے میں فدا پھر نہ ملو گے
اس طرح جو روتے ہو تو کیا پھر نہ ملو گے

اب دو مرے مقصد ہیں خدا اس کا ہے آگاہ　یا تو مجھے قدموں سے لگا رہنے دو یا شاہ
یا گھر میں مرے آنے کا وعدہ کرو للہ　فرزند نبیؐ کی میں ضیافت کروں دل خواہ

میراث نبیؐ پائی ہے فرزندِ علیؑ نے
فضّہ کی ضیافت تو نہ روکی تھی نبیؐ نے

شہ بولے ابھی سر پہ ہے اک وعدۂ غفّار　کیونکر میں بھلا تجھ سے کروں دوسرا اقرار
فرمانِ خدا پہنچا کہ اے کُل کے مددگار　حامی ترے سب وعدوں کا ہے خالقِ غفار

اللہ سے ہے حلق کے کٹوانے کا وعدہ
اس بندۂ حق سے کرو گھر جانے کا وعدہ

شیریں سے مخاطب ہوئے یوں سیّد ابرار　　اچھا ترے گھر آنے کا میں کرتا ہوں اقرار
اُس دن کا تجمل نہ تجھے بھولے گا زنہار　　عابد تو پیادہ مرا ہوئے گا میں سوار
پیاسا کئی دن کا ترے گھر آئے گا شبیرؑ
پیاسا ہی ترے گھر سے چلا جائے گا شبیرؑ

وہ بولی بھلا جانے میں دوں گی تمہیں پیاسا　　حضرت نے کہا خیر سمجھ لیں گے جو ہوگا
پہنچانے کو شیریں کے گئے دور تک آقا　　رستے میں کہا لے تجھے اللہ کو سونپا
کیجو یہ دعا چین ملے غم سے سبھی کو
آزاد خدا کردے جہنم سے سبھی کو

قلعے پہ رہ شام کے تھا مسکنِ شیریں　　ہمسایہ عزیز ایک یہودی تھا خوش آئیں
جس شب یہ گئی سوتا تھا وہ بندۂ حق بیں　　پر عقد کو شیریں ملی کیا خواب تھا شیریں
دیدار پیمبرؐ کا ملا دین خدا کا
روشن کیا شیریں نے گھر اس اہلِ وفا کا

شوہر سے وہ ذکرِ شہ دیں کرتی تھی اکثر　　پہنچانے مجھے دور تلک آئے تھے سرور
کہتی تھی کبھی دو مری بی بی کہ ہیں دلبر　　نام ایک کا سجادؑ ہے اور ایک کا اکبرؑ
دونوں سے عیاں قدرتِ ربِّ ازلی ہے
بس نام خدا ایک نبیؐ ایک علیؑ ہے

گاہے یہ بیاں کرتی تھی وہ عاشقِ مولا　　مولا مرے آئیں تو ذرا شرم نہ کرنا
میں لونڈی ہوں ادنا تو غلام ان کا ہے ادنا　　خدمت میں کمر بستہ سدا رہیو مہیّا
وہ کہتا تھا تو اُن کی میں اُن کا یہ گھر اُن کا
تقدیر یہ کہتی تھی کہ آئے گا سر اُن کا

دن پوچھتا تھا آمد مولا کے جو شوہر　　تب کہتی تھی شوہر سے یہ وہ عاشقِ سرور
یہ پوچھنا میں بھول گئی وائے مقدر　　تاریخ مقرر نہیں آنا ہے مقرر
کہتا ہے یہ دل آئیں گے مولا مرے گھر میں
یا ماہِ محرّم میں ویا ماہِ صفر میں

شیریں کو عجب الفت سلطانِ امم تھی　　ہر دم شہ والا کی وہ مشتاق قدم تھی
آنکھوں کے تلے صورتِ بانوے عجم تھی　　پتلی صفتِ قبلہ نما سوے حرم تھی
غش کرتی تھی اقرار امام دو جہاں پر
اس کی نہ خبر تھی کہ سر آئے گا سناں پر

ڈیوڑھی پہ سدا نور کے تڑکے اُسے آنا　　اور شام کو دروازے سے روتے ہوئے جانا
گہہ صبح سے مولا کے لیے فرش بچھانا　　اور دیکھ کے رستہ سرِ شام اُس کو اُٹھانا
شہ کے لیے تیار کبھی کرتی غذا کو
مولا جو نہ آتے تو کھلاتی فقرا کو

ناگاہ ہوا شاہ سے برگشتہ زمانا　　جائز کیا فرزندِ پیمبرؐ کا ستانا
مسلم کا مدینہ سے ہوا کوفہ میں آنا　　آخر کو ہوے شاہ بھی یثرب سے روانا
واں نکلے نبیؐ قبر سے اور شاہ وطن سے
یاں روح نکلنے لگی شیریں کی بدن سے

تقدیر وہاں دربدر آقا کو پھراتی　　شیریں یہاں در پر کبھی آتی کبھی جاتی
گھبرا کے کبھی کوہ کے نیچے اُتر آتی　　راہ گیروں کو جاجا کے سرِ راہ سناتی
دنیا میں ہوں میں اور نہیں دنیا کی خبر ہے
لوگو تمہیں کچھ دلبرِ زہرؑا کی خبر ہے

پائی جو نہ اُس نے خبرِ سبط پیمبرؑ ذِلّج سے ہوئی تاریک لذّات وہ مضطر
کچھ پی لیا کچھ کھا لیا آیا جو میسر سونے کے لیے فرش وزمیں دونوں برابر
اندیشوں نے یہ حال کو تبدیل کیا تھا
پوشاک بدلنا بھی غرض چھوڑ دیا تھا

ہمسائیاں کہتی تھیں بنایا ہے یہ کیا حال پوشاک جو میلی ہے تو اُلجھے ہوئے ہیں بال
وہ کہتی تھی نیرنگ نظر آتا ہے اِمسال دریافت مجھی کو نہیں ہوتے ہیں یہ احوال
پوشاک کی کچھ مجھ کو خبر ہے نہ رِدا کی
اللہ مرا خیر کرے آلِ عبا کی

معلوم نہیں آنکھیں ہیں کس کے لیے خونبار دریافت نہیں سینہ ہے کس کے لیے افگار
ظاہر میں تو ہیں سوگ نشینی کے سب آثار پر یہ نہیں ثابت کہ ہوں میں کس کی عزادار
موجود مگر حال مرا غیر نہیں ہے
لوگو پسر فاطمہؑ کی خیر نہیں ہے

اک روز خبر اُس نے بہ تفصیل یہ پائی ذی الحجہ کی نویں کو ہوئی کوفہ میں لڑائی
مسلمؑ ہے کوئی حضرتِ شبیرؑ کا بھائی اُس نے کئی دن پانی کی اک بوند نہ پائی
کی آبِ دمِ تیغ مہمانئ مسلمؑ
عرفے کو ہوئی کوفہ میں قربانئ مسلمؑ

اب کوفہ کے دروازے میں لٹکا دیا ہے سر اور پاؤں میں لاشے کے رسن باندھی ہے کس کر
کوچوں میں لیے پھرتے ہیں کوفی ستم گر یہ حادثہ اور ایلچئ سبطِ پیمبرؑ
دو بچے تھے مسلمؑ کے سو مارے گئے شیریں
کوفے میں سر اُن کے بھی اُتارے گئے شیریں

ایسی ہی خبر آتی تھی ہر روز اُسے آہ　　اب کعبہ میں داخل ہوئے مکہ میں نہیں شاہ
گاہے یہ سنا کعبہ سے بھی کوفے کی لی راہ　　اک جا اُنھیں رہنے نہیں دیتے ہیں گمراہ
گاہے یہ خبر آئی کہ ہیں رنج و بلا میں
اغلب ہے کہ داخل ہوئے ہوں کرب و بلا میں

اِک سمت تو لشکر کے اُترنے کا وہ ساماں　　اِک سمت کو سر کھولے ہوئے شام غریباں
نیزوں کے تلے بیبیوں کے بال پریشاں　　اور نیزوں پہ مظلوموں کے سر خون میں غلطاں
زلفِ سرِ شہ بکھری ہوئی منھ پہ پڑی تھی
نیزے کے تلے فاطمہؑ سر ننگے کھڑی تھی

کبرؑا کا بہ زیرِ سر قاسمؑ تھا یہ عالم　　مہندی تو لگی ہاتھوں میں اور دولھا کا ماتم
زینبؑ سرِ اکبرؑ کے تلے کہتی تھی اس دم　　انصاف کرو بچھڑے ہیں کس دن سے تم اور ہم
درد اُٹھتا ہے رہ رہ کے مرے دل میں بلالوں
نیزے سے جو اُترو تو کلیجے سے لگالوں

بانو سرِ اصغرؑ کے قریب آ کے پکاری　　اے لال جھنڈولے ترے بالوں پہ میں واری
یہ شام کا وقت اور یہ نیزے کی سواری　　سر نیزے پہ، تن رن میں، یہ تقدیر تمہاری
ان دودھ بھری باچھوں پہ یہ دائی فدا ہو
ملتے ہیں دو وقت اور تم اماّں سے جدا ہو

کلثوم سرِ عونؑ و محمدؑ کی نگہبان　　چلاتی تھی اے بھانجو میں واری میں قربان
خواہر تو مرے بھائی کے غم سے ہے پریشان　　ہمشیر کے بدلے میں تمہیں روتی ہوں اس آن
نوحہ سرِ عباسؑ کا تھا ہائے سکینہؑ
اور سر کی طرف کُرتے کو پھیلائے سکینہؑ

تقدیر نے یہ شور جو شیریں کو سنایا　　دل سے کہا وہ قافلہ لوٹا ہوا آیا
قلعہ سے جو اُٹھی تو یہ قسمت نے دکھایا　　قیدی ہیں سرِ خاک نہ کچھ فرش نہ سایا
نیزوں پہ شہیدوں کے کئی سر نظر آئے
شب کو کئی خورشیدِ منوّر نظر آئے

ہاں بانو نے شیریں کو جو آتے ہوئے دیکھا　　یاد آیا بہت پہلا تجمل اُسے اپنا
گھبرا کے سکینہؑ سے لگی کہنے وہ دکھیا　　بی بی کے میں قربان مرا نام نہ لینا
پہچان لے شیریں کہیں ایسا نہ غضب ہو
موقوف صدا ہائے حسینا کی بھی اب ہو

بانو کے پاس آ کے وہاں بیٹھی وہ خوشخو　　نیہوڑا لیا سر بانو نے مابینِ دو زانو
اور رسّی بندھے ہاتھوں سے بکھرا دیئے گیسو　　شیریں نے کہا بی بی ذرا دیکھ اِدھر تو
گو خاک پہ تم حالِ غریبی سے ہو بی بی
پر کیسی مشابہ مری بی بی سے ہو بی بی

آتے ہی جمالِ آپ کا جو دور سے دیکھا　　یاد آیا مجھے بانوے شبیرؑ کا نقشا
اس شبہ سے پاس آپ ہی کے آئی میں دکھیا　　آپس میں کہیں عورتیں کرتی نہیں پردا
جانا تو ہے کچھ اور مگر جان لوں تم کو
واللہ جو اب دیکھوں تو پہچان لوں تم کو

رو کر کہا بانو نے کہ یہ شبہ نہ تو کر　　میں بیوہ کہاں اور کہاں بانوے سرور
تو بانو کی لونڈی ہے پر اب ہم سے ہے بہتر　　سر پر ہے مرے خاک ترے سر پہ ہے چادر
ڈھونڈھے گی تو ایسے کہیں ناشاد نہ ہوں گے
ہم ایسے لٹے ہیں کہ پھر آباد نہ ہوں گے

بانو تو مدینے میں ہے بانو کہاں اس جا　　لوٹے گا اُسے کون حسینؑ اُس کا ہے آقا
شیریں نے کہا آپ بھی ہیں ان کی شناسا　　تم ساکنِ یثرب ہو کہ باشندۂ بطحا
سیدانیوں کے چین سے چین اپنا فقط ہے
مسلمؑ کا ہوا خون یہ سچ ہے کہ غلط ہے

بانوؑ مری شہزادی ہے شبیرؑ ہے آقا　　تم نے ہے مدینے میں سلامت انھیں چھوڑا
میرے بھی گھر آنے کا کبھی کرتے ہیں چرچا　　سجاد مری گود کا پالا تو ہے اچھا
آباد تو بی بی مرے شہزادے کا گھر ہے
اب گود میں پوتا ہے یا کوئی پسر ہے

بی بی علی اکبرؑ کا سناؤ مجھے کچھ حال　　خط نکلا مسیں بھیگیں بڑھے گیسوؤں کے بال
میں اُن کا سن و سال گنا کرتی ہوں ہر سال　　اس سال میں اٹھارہ برس کا وہ ہوا لال
ماں باپ کو اکبرؑ کا خدا بیاہ دکھائے
شہزادے کی مجھ کو دُلھن اللہ دکھائے

یہ سنتے ہی تڑپا جگرِ بانوئے مضطر　　غش کھا کے گری اور کہا ہے ہے علی اکبرؑ
بیہوشی میں شیریں نے جو دیکھا اسے جھک کر　　پہچان لیا اور کہا وائے مقدر
اب لاکھ تم انکار کرو کس کو یقیں ہے
کیوں قیدیو یہ بانوئے شبیرؑ نہیں ہے

تسلیم کیا پھر اور گری پاؤں پہ رو رو　　کہتی تھی نہ پہچانا خطا کی مجھے بخشو
بانو کہے جاتی تھی نہیں میں نہیں بانو　　وہ کہتی تھی ہوئے گا ثواب اس میں بھی مجھ کو
بانو نہ سہی بانو کی ہمشکل تو تُو ہے
زہراؑ کی ندا آئی یہی میری بہو ہے

شیریں جو ردا اُوڑھے تھی بانو کو اوڑھائی وہ بولی نہ اوڑھوں گی دوہائی ہے دوہائی
تو دیکھ تو سر ننگے ہے زہراؑ کی وہ جائی وہ بولی ردا اُن کے لئے میں ابھی لائی
زینبؑ نے کہا گو تو ردا لائیگی شیریں
شبیرؑ کو کس طرح سے کفنائیگی شیریں

پھر پوچھا یہ شیریں نے کہ ہے ہے یہ ہوا کیا رو کر کہا بانو نے کہ تقدیر کا لکھا
وارث موا بیٹے موے گھر لُٹ گیا میرا گویا ہوا ناگہہ یہ سرِ سیّدِ والا
مہمان ہوں میں مجھ سے بھی کچھ بات کرے گی
یا اپنی ہی بی بی سے ملاقات کرے گی

شیریں نے کہا آئی میں حاضر ہوئی آقا سر پیٹتی نیزے کی طرف دوڑی وہ دکھیا
چلائی کہ اے شاہِ شہیدانِ کربلا ہے ہے مرے مہماں مرے سیّد مرے مولا
کس طرح سے شیریں ترے مکھڑے کی بلالے
آ گود میں اے فاطمہؑ کی گود کے پالے

دے کر یہ ندا ہاتھوں کو شیریں نے بڑھایا نیزے سے سرشاہ تڑپ کر اُتر آیا
چلائی کہ اعجاز یہ اعجاز دکھایا آیا مرے گھر نیزے پہ حیدر کا یہ جایا
اب گود میں میرے مرا سردار ہے لوگو
مہماں مرا صادق الاقرار ہے لوگو

پھر لے چلی رانڈوں کے دکھانے کو سرِ شاہ لینے لگے ظالم تو کہا دوں گی نہ واللہ
ناموس یداللہ پہ ہے صدمۂ جانکاہ بچھڑے جو تمہارا کوئی تو تم بھی ہو آگاہ
کیا لے کے یہ سر قبر بنانے کو چلی ہوں
بچھڑی ہوئی بیووں سے ملانے کو چلی ہوں

کہتے ہیں کہ شیریں نے دیا فوج کو کچھ زر　　سر شہ کے عزیزوں کے بھی منگوا لیے گن کر
اور لا کے ہر اک بی بی کو اک اک کا دیا سر　　رو کر کہا زینبؑ سے کہ اب چلیئے مرے گھر
وہ بولی تو چل آگے ترا دھیان کدھر ہے
شیریں ترے ہاتھوں پہ مرے بھائی کا سر ہے

شیریں کے گھر آئے حرم اس شان سے باہم　　گھر جاتے ہی شیریں نے بچھائی صف ماتم
سجادے پہ رکھا سرِ سلطان دو عالم　　سر اور بھی بیبوں نے وہیں رکھ دیئے اُس دم
ہاتف کی صدا آنے لگی آلِ نبیؐ کو
رونا ہے تو اب رو لو حسینؑ ابنِ علیؑ کو

رونے کو جو ترسی ہوئی تھی عترتِ زہراؑ　　ماتم کیا ایسا کہ قیامت ہوئی برپا
بہتا تھا لہو سینے سے اور آنکھوں سے دریا　　روتی تھی بہ جوش آن کے اُس غول میں زہراؑ
شیریں کبھی صدقے تھی سرِ شاہِ امم پر
گہہ غش میں چھڑکتی تھی گلاب اہلِ حرم پر

مشغول تھے ماتم میں ابھی آلِ پیمبرؐ　　زینبؑ کی نظر جا پڑی جو بھائی کے سر پر
چلّائی کہ ہے ہے مرے لب تشنہ برادر　　شیریں سے کہا دیکھ تو کیا پیٹتی ہے سر
پانی کو ترس کر جو میرے بھائی موے ہیں
اس وقت بھی سوکھے ہوئے لب کھولے ہوئے ہیں

شیریں پہ قلق اور بھی اس دم ہوا طاری　　پانی سے بھرا جام بصد نالہ وزاری
سوکھے ہوئے ہونٹوں سے ملا کر یہ پکاری　　پی لے مرے مہمان تری پیاس کے واری
لکھا ہے کہ اشکِ شہِ خوشخو نکل آئے
لب ہو گئے بند آنکھوں سے آنسو نکل آئے

روکر کہا شیریں نے کہ واحسرت و دردا پانی بھی مرے گھر کا نہیں پیتے ہیں آقا
منھ پیٹ کے زینبؑ نے کہا سمجھی میں دکھیا کیونکر یہ پئیں پانی کو سب کنبہ ہے پیاسا
اصغرؑ اسی پانی کے لیے قتل ہوئے ہیں
دریا پہ بہتّر رفقا پیاسے موئے ہیں

تا لوح و قلم اب تو دبیرؔ آہ و فغاں ہے شیریں جسے کہتے ہیں یہ وہ نظم بیاں ہے
اس نظم کی تعریف کا مقدور کہاں ہے ہر بند وہ شیریں ہے کہ جو بند زباں ہے
منصف ہو تو دعویٰ نہ کرے حرف زنی کا
سکّہ ہے مرے نام پہ شیریں سخنی کا

❁❁❁

ہے عقد کی تاکید احادیثِ نبیؐ میں

مرثیہ درحال حضرت شہربانوؑ

مرزا دبیر

۱
ہے عقد کی تاکید احادیثِ نبیؐ میں پر رشتۂ تزویج ہے دستِ احدی میں
سوجلوے ہیں قدرت کے اس اک رازِ خفی میں بانوؑ کو دیا عقدِ حسین ابن علیؑ میں
وہ ماہ عجم میں تھی یہ خورشید عرب میں
دونوں کا قِران ہو گیا اک پردۂ شب میں

۲
اے مومنو دیکھو تو ذرا قدرتِ اللہ شبیرؑ کہاں اور کہاں بانوئے ذیجاہ
کیا ذرّے کو ہم پہلوئے خورشید کیا واہ آگاہ ہیں اس ذرّہ نوازی سے حق آگاہ
وہ فخر عجم بانوئے اقلیم و حیا تھی
یاں زیرِ نگیں خاتمِ تسلیم و رضا تھی

۳
شبیرؑ سے بانوؑ کا ذرا دیکھو قرینہ وہ زیبِ مدائن تھی تو یہ فخرِ مدینہ
یہ نقدِ امامت تو وہ عفت کا خزینہ وہ خاتمِ عصمت یہ نبوت کا نگینہ
واں دولت و آسایش و تفریح و خوشی تھی
یاں حکمؐ میں سب کچھ تھا مگر فاقہ کشی تھی

فہرست ہوئی بارہ اماموں کی جو تحریر ۴ ناقص تھی وہ ہوتے نہ اگر بانوؑ و شبیرؑ
آقا ہیں امام سوم اللہ ری توقیر پر دیکھیو بانوؑ کی ذرا خوبیٔ تقدیر
شبیرؑ سا شوہر ہے تو عابدؑ سا خلف ہے
نوؑ گوہرِ دریائے امامت کی صدف ہے

کیوں فخر پہ وہ فخر نہ کونین میں پائے ۵ خاتونِ جناں خواب میں جس بی بی کے آئے
اور خواب میں آئے تو بہو اپنی بنائے اعجاز ہے فرزند کو بُلوا کے دکھائے
اُس رُو پہ طہارت کا نہ کیوں خاتمہ ہووے
خود دستِ مبارک سے جسے فاطمہؑ دھووے

پہلے شرفِ عقد سے بانوؑ کا یہ تھا حال ۶ اک قصر فلک زینہ کہ تھا عرش کی تمثال
واں جلوہ نُما رہتی تھی وہ صاحبِ اقبال حوروں کی طرح ساری کنیزانِ خوش اعمال
شیریں لب و شیریں سخن و اہلِ حیا تھیں
پروانۂ شمع حرمِ شیرِ خدا تھیں

خورشید کے سائے میں حیا کرتی تھی وہ ماہ ۷ آئینہ نہ اُس سے نہ وہ آئینے سے آگاہ
شانے کو کبھی کوچۂ کاکُل میں نہ تھی راہ تھا شانہ کشِ زلف یدِ قدرتِ اللہ
جب کہتا تھا کوئی یہ عجب خصلت و خو ہے
آتی تھی ندا صاحب یہ زہراؑ کی بہو ہے

گو جمع زر و زیور و اسباب تھا بالکل ۸ پیشہ تھا قناعت کا ہمیشہ سے توکّل
سُرمے کے بدل چشم میں عرفان و تامّل پازیب وہ حلقۂ تسلیم و تحمّل
خلخال کی آواز سے شرم اُس کو بڑی تھی
عفت وہاں خلخال کی جا پاؤں پڑی تھی

اک شب کو وہ سوتی تھی مگر بخت تھا بیدار　　کیا دیکھتی ہے خواب میں وہ عاشقِ غفار
۹
بالائے زمیں آیا ہے تختِ فلک آثار　　اک بی بی ہے اُس پر صفتِ عرش نمودار

وہ تخت ہے یا بخت بلند اہلِ زمیں کا
خاتونِ معظم ہے شرف عرشِ بریں کا

حورانِ جناں تخت کا پایا لیے سر پر　　کتنے ہی جلو دار سلیماں سے ہیں بہتر
۱۰
وہ بی بی جلوس آئی ہے اس طرح کا لے کر　　جس طرح چلے بیاہنے کو بیٹے کی مادر

کچھ اور یہ جز قدرت اللہ نہیں ہے
سامان ہے شادی کا پہ نوشاہ نہیں ہے

وہ تخت جو بانوؑ کے قریب آیا قضارا　　تب آپ کو خاتونِ معظم نے اُتارا
۱۱
کس پیار سے بانوؑ کو بہو کہہ کے پکارا　　الفت کا یہ کلمہ تھا قرابت کا اشارا

سُرمہ سا رکھا سینۂ اقدس پہ اُٹھا کے
ہاتھوں سے بلائیں لیں کلیجے سے لگا کے

پھر زلفِ معنبر پہ مَلا خلد کا عنبر　　تھا پنجۂ دست اُس کا جو ہر شانے سے بہتر
۱۲
سلجھائے اُس شانے سے گیسوئے معنبر　　آغاز تو یہ تھا مگر اے وائے مقدر

اٹھارھویں سال آہ جب اکبرؑ نے قضا کی
تھی خاک اُنھیں گیسوؤں پر کرب و بلا کی

فارغ جو ہوئی فاطمہؑ سلجھا کے وہ گیسو　　گلگونۂ جنّت کو کیا زیبِ گُلِ رُو
۱۳
اور نور کے جوشن کیے وابستۂ بازو　　پر نرم گرہ دی کہ نہ ایذا ہو سرِ مو

سُو کوفیوں نے بغضِ شہنشاہِ زمن سے
باندھا تھا اُنھیں بازوں کو کس کے رسن سے

حیران ہوئی خواب میں بانوؑ ے خوش اطوار ۱۴ تسلیم بجالا کے یہ کرنے لگی گفتار
تم کون ہو اے بی بی کرو نام تو اظہار بس شانِ نزول آپ کی ہے رحمتِ غفّار
شانہ بھی کیا زلفوں میں شادی و فرح سے
لیں تم نے بلائیں مری مادر کی طرح سے

وہ بولی تجھے مرتبہ اپنا نہیں معلوم ۱۵ ہے تیرے فضائل کی مگر عرش تلک دُھوم
تو زوجۂ مظلوم ہے میں مادرِ مظلوم واللہ کہ نَو لال ترے ہوئیں گے معصوم
میں فاطمہؑ ہوں اور مرا باپ نبیؐ ہے
تو مادرِ ہمشکلِ رسولؐ عربی ہے

کرتا ہے کوئی غیر کے گیسو میں بھی شانا ۱۶ ممکن نہیں یوں غیر کو چھاتی سے لگانا
بانوؑ مرے آنے کا سبب تو نے نہ جانا تھا حیدرِؑ صفدر کی بہو تجھ کو بنانا
طالع ترے بیدار ہیں گو خواب میں تو ہے
تو صاحبِ معراج کی واللہ بہو ہے

کافی ہے ترے مہر میں گو دولتِ عقبا ۱۷ پر فاطمہؑ کے مہر میں آئے ہیں جو دریا
مہر اپنا ترے مہر میں اب دیتی ہے زہراؑ اے صاحبو انصاف تو عدالت کی ہے یہ جا
پانی ہے جہاں مہر میں بانوؑ کے وہ سب ہے
قطرہ نہ ملا اکبرؑ و اصغرؑ کو غضب ہے

تب خواب میں زہراؑ سے یہ بانوؑ ہوئی گویا ۱۸ نام آپ کے فرزندِ جگر بند کا ہے کیا
زہراؑ نے کہا نامِ بزرگ اُس کا ہے ایسا زینت کے لیے حق نے جسے عرش پہ لکھا
ہر چند سب اولادِ علیؑ نیک ہے بانوؑ
پر ساری خدائی میں حسینؑ ایک ہے بانوؑ

گواسم نویسی کا ہے دستور ہر اک جا ۱۹ بلقیس کو بھی نامہ سلیماں نے لکھا تھا
توچاہے جہاں پوچھ لے نام ونسب اُس کا زینبؑ سی بہن اُس کی برادر ہے حسنؑ سا
ہے سبطِ نبیؐ پر وہ دل و جان نبیؐ ہے
شہزادۂ جبریلؑ ہے فرزندِ علیؑ ہے

جو قدرتِ حق میں ہے وہ سب اُس کو ملا ہے ۲۰ مختارِ بہشت و سقر و ارض و سما ہے
مظلوم وہی اور وہی شاہِ شہدا ہے مقتولِ جفا ہے وہی مذبوحِ قضا ہے
ایسا کوئی ذی رتبہ نہ دیکھا نہ سنا ہے
اب نسل میں آدمؑ کی نہ ہو گا نہ ہوا ہے

ذاتی و صفاتی ہیں شرف اُس میں سب واللہ ۲۱ محتاج ہے بیشک سو نہیں عیب یہ اصلا
میراث یہ ناناؐ کی ہے اور ورثہ باباؑ اکثر پئے جَو رہن ہوئی چادرِ زہراؑ
بیٹے کی مرے مشقِ غذا نانِ جویں ہے
یہ بھی ہے کبھی اور کبھی یہ بھی نہیں ہے

یہ ذکر تھا بیدار جو بانوؑ ہوئی ناگاہ ۲۲ دیکھا تو نہ وہ بی بی ہے نہ وہ تختِ فلک جاہ
رو کر یہی کہتی تھی میں کیوں جاگ پڑی آہ اب دیکھیئے کب دیکھوں میں یہ قدرتِ اللہ
اس خواب کی امید پہ سویا ہی کروں گی
پر عالمِ رویا میں مَیں رویا ہی کروں گی

آنکھوں سے جو دیکھا تھا کسی کو نہ سنایا ۲۳ اور دل میں تھا جو عشق وہ آنکھوں سے چھپایا
زانو پہ کبھی سر کبھی تکیے پہ جھکایا کھانا کبھی کچھ کھایا کبھی کچھ بھی نہ کھایا
سینہ تھا ورق اور ہر انگشت قلم تھی
اور شام و سحر نام شہ دیں کی رقم تھی

۲۴ آخر اسی اندوہ میں اک سال جو گزرا ۔ اک رات کو سامانِ وہی پھر خواب میں دیکھا
یعنی کہ قدم رنجہ ہوئیں فاطمہ زہرؑا ۔ بانوؑ بھی گری پاؤں پہ محشر کیا برپا
کہتی تھی کہ طاقت نہیں جو اُٹھ کے کھڑی ہوں
میں فرقتِ شبیرؑ میں بیمار پڑی ہوں

۲۵ اے فاطمہؑ لونڈی کے رُخِ زرد کو دیکھو ۔ ہاتھ اپنا مرے دل پہ رکھو درد کو دیکھو
چشمانِ تر و کاکُلِ پُر گرد کو دیکھو ۔ گرمیٔ فغان و نفَسِ سرد کو دیکھو
جز نامِ حسینؑ اور کوئی یاد نہیں ہے
فریاد کہ اب طاقتِ فریاد نہیں ہے

۲۶ نام اپنے جگر گوشے کا مجھ کو نہ سنایا ۔ اک نام بتایا پہ نشاں کچھ نہ بتایا
یہ نام بھی گو کام ہر اک وقت میں آیا ۔ سَو بار میں مُردہ ہوئی سَو بار جلایا
تعویزِ دلِ غم زدہ نامِ شہِ دیں ہے
آنکھوں کی تسلی کو مگر کچھ بھی نہیں ہے

۲۷ ایسا بھی کنیزوں سے کوئی ہوتا ہے غافل ۔ اُس دن سے زیارت ہوئی آج آپ کی حاصل
یہ رحم دلی کیسی کہ مجھ کو کیا بیدل ۔ رحمت کے یہ معنی ہیں کہ ہر وقت ہو نازل
کچھ وجہ تھی کیوں خادمہ کی یاد بھلا دی
حضرت نے مجھ درد دیا اور نہ دوا دی

۲۸ زہرؑا نے کہا کیا ہے ترے درد کی تدبیر ۔ بانوؑ نے یہ کی عرض کہ نظارۂ شبیرؑ
اِس کشتۂ ہجراں کے یہی حق میں ہے اکسیر ۔ زہرؑا نے کہا خیر یہاں کچھ نہیں تاخیر
نظارہ شبیرؑ سے خوشنودیٔ رب ہے
منظور کر اسلام یہ حاصل ابھی سب ہے

۲۹
بانو دل و جاں سے ہوئی اُس وقت مسلمان
آنکھوں سے حجاب اُٹھ گیا اللہ رے عرفان
ناگاہ قضا اور قدر کو ہوا فرمان
ہاں اب مرے شبیرؑ کو دکھلا دو اسی آن
گو حُسن ہے یوسف سے سوا ابنِ علیؑ کا
دکھلاؤ غریبی کہ یہ حصّہ ہے اُسی کا

۳۰
ہاں خواب میں بانو سے مخاطب ہوئی زہراؑ
لے دیکھ تو بی بی طرفِ راست یہ ہے کیا
بانو نے سوئے راست جو کی چشمِ تمنا
دیکھا تو عجب طرح کے مظلوم کو دیکھا
قامت تو ہے وہ جس کے لیے صلِّ علا ہے
پر سانچے میں مظلومی و غربت کے ڈھلا ہے

۳۱
آنکھوں سے عیاں مہر و مروت کے ہیں آثار
بے مادری اس روئے مبارک سے نمودار
چسپیدہ شکم فاقوں سے اور زرد ہیں رخسار
لرزنے میں سب اعضا سببِ ہیبتِ غفار
مخلوق جو کچھ درجے غریبی کے لیے ہیں
وہ سب اسی مظلوم کو خالق نے دیے ہیں

۳۲
لب قُفل درِ مخزنِ اعجاز و کرامت
پر کھولے گئے چوب سے وہ بعدِ شہادت
گیسو تھے کہ شہزادۂ اجزائے شفاعت
پر اُن کی پریشانی تھی دلجمعیٔ اُمت
تھی اُن کو غرض عقدہ کشائی جہاں سے
موجود تھے بندھنے کے لیے چوبِ سناں سے

۳۳
لوحِ کتبِ رازِ خدا سینۂ شبیرؑ
نشرح لک صدر اُس کی ہے قرآں میں تفسیر
جلادنے کی جس پہ اقامت دمِ تکبیر
رگ رگ سے یہ گویا تھا گلوئے شہِ دلگیر
پانی کا نہ شربت کا نہ ہوں شیر کا مشتاق
میں پیاس کا مشتاق ہوں شمشیر کا مشتاق

۳۴
بانو نے جو شکل شہ مظلوم کو دیکھا شیدا تو تھی پر اور زیادہ ہوئی شیدا
بیساختہ اک عشق کا نعرہ کیا ایسا جو کھل گئی اُس خواب سے ہر چشمِ تمنا
پایا شہ والا کو نہ پھر خیرِ نسا کو
ہر سمت لگی ڈھونڈھنے نقشِ کفِ کو

۳۵
نقش کفِ پائے شہ دیں کچھ بھی نہ پایا شبیرؑ تو تھا پاؤں سے اعجاز کے آیا
پھر آپ کو بانو نے سرِ فرش گرایا اک آہ کی ایسی کہ زمیں کو بھی ہلایا
رونا تھا بس اور نامِ حسینؑ ابن علیؑ تھا
تسبیح یہی ورد یہی ذکر یہی یہ تھا

۳۶
بند آنکھیں کیئے محوِ جمالِ شہ ذیجاہ دن رات اسی شکل سے کرتی تھی بسر آہ
آتا تھا عرب سے جو کوئی قافلہ ناگاہ کہتی تھی کنیزوں سے ذرا جاؤ سرِ راہ
دریافت کرو دل مرا ناشاد و حزیں ہے
اس قافلے میں یوسف زہراؑ تو نہیں ہے

۳۷
تب لونڈیاں کہتی تھیں اے صاحبِ توقیر یہ نام ہے کس شخص کا کچھ کیجیئے تفسیر
فرماتی تھی یہ فاطمہؑ کا لال ہے شبیرؑ معلوم اُسی کو ہے مرے خواب کی تعبیر
گو خلق میں اب یوسفِ یعقوب نہیں ہے
ایسا بھی خدا کا کوئی محبوب نہیں ہے

۳۸
خورشید جو ہوتا تھا عیاں صبح کے ہنگام تو شبہے میں خورشیدِ امامت کے وہ ناکام
بیساختہ دوڑی ہوئی جاتی تھی لبِ بام کچھ شکوے گلے کرتی تھی کچھ دیتی تھی پیغام
آگاہ نہ تھی شب کو جھپکنے سے پلک کے
تا صبح گنا کرتی تھی تارے ہی فلک کے

۳۹ کہتی تھی خیالِ شہ والا میں کہ آقا — آگے تھی میں بے دیں تمہیں پرہیز تھا زیبا
اب آپ کے تشریف نہ لانے کا سبب کیا — حضرت کے لیے کیا ترک دین بھی اپنا
ہاں سچ ہے نہیں قابلِ لطفِ شہ دیں ہوں
شہزادی ہوں بیشک پہ نبیؐ زادی نہیں ہوں

۴۰ میں آہ یہ کب کہتی ہوں ہمسر مجھے جانو — خط لکھ کے کنیزی کا تمہیں بھیج دے بانوؑ
لونڈی کی میں لونڈی ہوں یقیں تم اسے جانو — بس اب مرا دل تیرِ جدائی سے نہ چھانو
خود نکلوں تمہیں ڈھونڈھنے کو قصد یہ اب ہے
زہراؑ کی بہو ہونے کا پر مجھ کو ادب ہے

۴۱ یا شاہ نبوت اور امامت کا تصدّق — محبوبِ خدا شاہِ ولاویت کا تصدّق
محتاجیِ خاتونِ قیامت کا تصدّق — اور اپنی بھی مظلومی و غربت کا تصدّق
کچھ ایسا سبب کر لو بہم اپنی دعا سے
آنکھیں ملوں آ کر قدمِ آلِ عبا سے

۴۲ کیا عقدہ کشا ہے پسرِ فاطمہؑ کا نام — ناگاہ مدائن میں گیا لشکرِ اسلام
یکسر ہوے اشرافِ عجم سب تہ صمصام — پر لُوٹ کے آغاز میں تھا فتح کا انجام
بانو کے محل میں بھی عجب لوٹ پڑی تھی
در بند کیئے حجرے کا حیران کھڑی تھی

۴۳ زہراؑ سے جو سُن پایا تھا نامِ شہ مرداں — اُس دکھ میں وہ تھا وردِ لب بانوئے ذیشاں
کہتی تھی علیؑ سے مری مشکل کرو آساں — آتی تھی صدا فاطمہ ہے تیری نگہباں
اللہ رے اعجاز حسینؑ ابن علیؑ کا
بانوؑ کی طرف ہاتھ نہ اُٹھتا تھا کسی کا

۴۴
زیور دیا بانو نے اُنھیں آپ سے سارا — اور لشکرِ دیں نے بھی نہ لوٹا اُسے اصلا
یعنی کہ یہ شہزادی ہے جد اس کا ہے کسرا — کافر کا کیا پاس مسلمانوں نے کیا کیا
وہ کیا کلمہ گو تھے رسولِؐ عربی کے
لوٹا تھا اسی بانوؑ کو کُنبے میں نبیؐ کے

۴۵
اسلام بھی بانو کا ابھی سب سے تھا مستور — کسرا کے سبب سب کو رعایت ہوئی منظور
زہراؑ کی بہو کرب و بلا میں تھی مشہور — شوہر تھا حسینؑ اور پسر عابدِؑ رنجور
کچھ لشکرِ کوفہ کو نبیؐ کا نہ ادب تھا
زیور کے لیئے نیزے لگاتے تھے غضب تھا

۴۶
القصہ کہ جب لوٹ سے فارغ ہوئے دیں دار — بے طوق و سلاسل کیا بانو کو گرفتار
اک محملِ اُشتر پہ اُسے کر دیا اسوار — پہلے جو ہوئی قید یہ تھے قید کے آثار
آخر کی اسیری تو قیامت تھی بلا تھی
ناقے پہ نہ ہودج تھا نہ بالوں پہ رِدا تھی

۴۷
بانوؑ کی کنیزیں تھیں بندھی چاروں باہم — بی بی پہ نظر کرتی تھیں مُڑ مُڑ کے بصد غم
بانوؑ نے کہا لشکرِ اسلام سے اُس دم — جو بندے ہیں یہ خالقِ کونین کے سو ہم
یا تو یہ چلیں ہاتھ کھلے ساتھ ہمارے
گر یہ نہیں تو باندھ دو تم ہاتھ ہمارے

۴۸
سردار نے لشکر کے سُنی اُس کی جو یہ بات — بانوؑ کی کنیزوں کے بھی پھر کھول دیئے ہات
اللہ رے لطف و کرمِ بانوے خوش ذات — کھلوا دیئے ہاتھ اپنی کنیزوں پہ یہ ہیہات
بیتاب ہوئی ہوے گی کیا روح بدن میں
کبراؑ و سکینہؑ جو بندھی ہوں گی رسن میں

۴۹
وہ دیں دار اسیروں کو لئے خرّم و خوش دل داخل ہوئے یثرب میں پس از قطعِ منازل
مسجد میں اُسیرانِ عجم کو کیا داخل تھا حُسن کا بانو کے جو اک شہرۂ کامل
سب عورتیں انصار و مہاجر کی وہیں تھی
حلقہ کیئے بانو پہ کنیزانِ حسیں تھیں

۵۰
اور بانو کے اندام میں رعشہ تھا سراپا ہر سمت تھی جویائے رخِ یوسفِ زہراؑ
گہ آس کبھی یاس کبھی چپ کبھی گویا ہر مرتبہ اللہ سے کہتی تھی کہ یہ کیا
مسجد یہ نبیؐ کی یہ مدینہ ہے نبیؐ کا
یاں بھی نہیں دیدار حسینؑ ابنِ علیؑ کا

۵۱
حاکم نے ارادہ جو کیا دیکھے رخِ پاک تب بولی زبانِ عجمی میں یہ وہ غمناک
کسرا کا ملا تخت و کُلاہ آج تہہ خاک کیوں نامۂ پیغمبرِؐ برحق کو کیا چاک
نامحرموں سے سامنا ہے پردہ نشیں کا
زندہ مجھے پیوند کرے کوئی زمیں کا

۵۲
حاضر تھے فصیحانِ عرب صاحبِ توقیر پر سمجھا نہ بانوئے عجم کی کوئی تقریر
اس کلمے سے حاکم بھی ہوا اور پئے تعذیر کون اس کی بہ جُز مصحفِ ناطق کرے تفسیر
اس باب میں کمزور ہر اک فہمِ قوی تھا
حاضر نہ واں بابِ علومِ نبویؐ تھا

۵۳
الہام علیؑ کو ہوا ناگاہ کہ جاؤ زہرا کی بہو آئی ہے مسجد سے لے آؤ
شبیرؑ کو وہ ڈھونڈھتی ہے جا کے دکھاؤ مسجد سے تم اُس کو حرمِ خاص میں لاؤ
لاشہ بھی مری فاطمہؑ کا شب کو اُٹھا ہے
بلوے میں بہو اُس کی رہے کب یہ روا ہے

۵۴
مسجد میں در علم لدُنی جو در آیا حاکم کو خفا بانوؑ کی تقریر سے پایا
تب آپ نے اُس لفظ کے معنوں کو بتایا بانو کو مسلمان کیا اور یہ سُنایا
بس ہم کو ہدایت سے سروکار ہے بی بی
اب عقد کی اپنے تو ہی مختار ہے بی بی

۵۵
بانوؑ نے کہا خوب نظر کر کے رُخِ شاہ یوسف مرا بالکل ہے شبیہ آپ کی واللہ
پر ذکر تھا شبیرؑ جو وارِد ہوئے ناگاہ بانو نے اُنہیں دور سے پہچان لیا واہ
حیدرؑ سے کہا آپ کا محبوب یہی ہے
مقصود یہی ہے مرا مطلوب یہی ہے

۵۶
پھر تھام لیا دستِ حسینؑ اہل وفا نے بانو پہ عبا ڈال دی شاہ شہدا نے
تب باندھ دیا عقد شہ عُقدہ کشا نے شبیرؑ مبارک ہو ندادی یہ خدا نے
کیا مُہر میں بانو پہ ہوئی مہر خدا کی
باقی تھی جو کچھ نسلِ امامت سو عطا کی

۵۷
گھر لے کے چلے بانو کو پھر حیدرِ کرار سب عورتیں اُس وقت چلیں بن کے جلودار
اور مہتمم اک سمت کنیزانِ خوش اطوار خود روحِ بتولؑ آ کے فدا ہوتی تھی ہر بار
بھاوج کے جو آنے کی خوشی اُس کو بڑی تھی
زینب یہاں دروازے پہ مشتاق کھڑی تھی

۵۸
داخل حرمِ شہ میں ہوئی بانوئے ذیجاہ زینبؑ نے بلائیں لیں بصد حسرتِ جان کاہ
پھر دیکھ کے سب بیبیوں کو کہنے لگی آہ اماں مری آنکھوں کے تلے پھر گئیں واللہ
مرتے ہوئے حسرت جو اُنھیں تھی تو یہی تھی
اس روز کی کیسی مری اماں کو خوشی تھی

۵۹ افسوس مری مادرِ بیکس کی تمنا — جب موت کی ہچکی لگی اور ہونٹوں پہ دم تھا
اُس دم بھی یہ کہتی تھیں کہ واحسرت و دردا — دو بیٹوں میں سے ایک کا بھی سہرا نہ دیکھا
اب گھر میں بہو آئی ہے خالق کی مدد سے
امّاں کو میں کس طرح اُٹھا لاؤں لحد سے

۶۰ ممتاز جو بانو ہوئی عقدِ شہؑ دیں سے — مانوس تھی شہزادۂ جبریلِ امیں سے
خصلت میں مشابہ تھی شہ عرش نشیں سے — مظلومی و غربت تھی عیاں صاف جبیں سے
ہر وصف میں ہم رتبۂ شاہِ شہدا تھی
کیا زوجۂ شبیرؑ بھی مقبولِ خدا تھی

۶۱ یوں راوی شیریں سخن اب کرتا ہے ارشاد — بانو کی کنیزیں تھیں چہل غیرتِ شمشاد
کہتے ہیں کہ پیدا جو ہوئے حضرتِ سجادؑ — شیریں کے سوا سب کو کیا بانو نے آزاد
مشہور ہے شیریں سخنی شاہِ ہدا کی
شیریں کی بھی اک دن لبِ شیریں سے ثنا کی

۶۲ بانو نے سنوارا وہیں شیریں کو سراپا — خود زیور و ملبوس پہنایا اُسے اپنا
پیشِ شہِ دیں لا کے اُسے بولی کہ آقا — موجود ہے شیریں اسے میں نے تمہیں بخشا
جیسا مری طاعت سے اسے عُذر نہیں ہے
بانو بھی یوں ہی دل سے کنیزِ شہِ دیں ہے

۶۳ چشمِ شہِ مظلوم سے جاری ہوئے آنسو — کہنے لگے گردن کو جھکا کر شہ خوشخو
تو زینبؑ و کلثومؑ کی ہے زینتِ پہلو — ہدیہ ترا مقبول ہے تکرار نہ کر تو
تو نے دیا اور ہم نے لیا اس کو خوشی سے
ہم نے مگر آزاد کیا اُس کو خوشی سے

۶۴ بانو نے سُنا جب یہ کلامِ شہ ابرار — شیریں پہ ہزار اُس نے تصدق کیئے دینار
اور اپنے پہننے کا دیا خلعت زرتار — رُتبے میں جو تھا حلہ جنت سے گرانبار
فرمایا کہ اب خوف جہنم کا بھی کیا ہے
آزاد تجھے مالکِ جنت نے کیا ہے

۶۵ حضرت نے کہا لونڈیاں آزاد کیں ساری — بانو اُنھیں کیوں ایسے نہ خلعت دے بھاری
وہ بولی بڑا فرق ہے میں آپ پہ واری — وہ لونڈیاں میری تھیں یہ لونڈی ہے تمہاری
اُس سب کو رِہا دخترِ کسرا نے کیا ہے
آزاد اسے دلبرِ زہرؑا نے کیا ہے

۶۶ القصہ کہ شیریں جو ہوئی چلنے پہ تیار — پھر باندھ کے ہاتھ آئی حضورِ شہ ابرار
اور رونے لگی سر کو جُھکا کر وہ وفادار — شہ بولے سخی ہے ترا آقائے مددگار
غیروں پہ کرم کرتا ہوں اپنوں سے بھی پہلے
جو مانگنا ہو وہ مانگ لے جو کہنا ہو کہہ لے

۶۷ شیریں نے کہا شاق ہے یاں سے مجھے جانا — ہے عرض یہی دل سے نہ لونڈی کو بُھلانا
اور بیاہ میں اکبرؑ کے مجھے پہلے بلانا — شہ نے کہا گھر ہے ترا جب چاہیو آنا
پر ہم بھی تو اب یاں سے کہیں جائیں گے شیریں
اک روز ترے گھر میں ہمیں آئیں گے شیریں

۶۸ شیریں نے کہا کب تلک آؤ گے میں قرباں — آنکھوں پہ مرے پاؤں ترے اے شہ ذیشاں
شہ بولے کہ کچھ دن کی نہیں قید مگر ہاں — شیریں ضرور آکے ترا ہوئے گا مہماں
کچھ آل نبی ہدیہ و تحفہ ترا لیں گے
اور ہم تجھے کھانے کی بھی تکلیف نہ دیں گے

٦٩
شیریں نے کہا اے پسرِ فاطمہؑ یہ کیا　　شہ بولے یوں ہی ہوئے گا موقع ہے وہ ایسا
اب اور نہ پوچھ خدا کو تجھے سونپا　　رخصت ہوئی شیریں پھر ایک ایک کو دیکھا
رستے میں قلق تھا سخن شاہِ اُمم سے
شیریں کو حیات اپنی غرض تلخ، تھی غم سے

٧٠
کہتا ہے یہ راوی کہ گھر اُس اہلِ وفا کا　　مابین رہِ موصل و سرحدِ عجم تھا
مُدّت سے وہ قریہ تھا سرِ کوہ پہ برپا　　تھا ایک یہودی کا وہاں مسکن و ماوا
توریت کا حافظ تھا عزیز اُس کا لقب تھا
وہ قریہ جو تھا حکم میں اُس شخص کے سب تھا

٧١
قبل آمدِ شیریں کے ہوا خواب اُسے ناگاہ　　آئے ہیں نبیؐ موسیٰؑ عمران بھی ہیں ہمراہ
کہتے ہیں کلیم اُس سے کہ آگاہ ہو آگاہ　　آ دینِ محمدؐ میں کہ حق ہے یہی واللہ
موسیٰؑ نے عیاں اُس پہ رہِ دین خدا کی
اور دولتِ اسلام محمدؐ نے عطا کی

٧٢
پھر خواب میں اُس سے یہ محمدؐ ہوئے گویا　　آتی ہے کنیزِ پسرِ فاطمہ زہرؑا
ہو صبح تو جلد اُس کے تو لینے کے لیے جا　　شیریں تجھے اور تو اُسے ہے عقد کو زیبا
تجھ کو خطِ آزادیِ دوزخ دیا ہم نے
اور اُس کو ہے آزاد کیا شاہِ اُمم نے

٧٣
بولا یہ عزیز اے شرفِ آدم و حوّا　　سب آپ کا ارشاد کیا دل سے پذیرا
دیدارِ حسینؑ آگے سے تھی میری تمنا　　شہ بولے یہ گھر بیٹھے میسر تجھے ہوگا
شبیرؑ کا سر آئے گا یاں اور حرم بھی
زہرؑا بھی حسنؑ بھی اسد اللہ بھی ہم بھی

۷۴
ہم عقد ہوا صبح سے ناگہ شہ خاور یاں گھر سے گیا لینے کو شیریں کے یہ باہر
اور بعد نکاح اپنے گھر آیا اُسے لے کر نقشِ دلِ شیریں تھا سدا وعدۂ سرور
بس یاد میں زلف و رُخ سلطانِ عرب کی
شب صبح کی اور صبح اسی یاد میں شب کی

۷۵
شوہر سے ہمیشہ یہ کیا کرتی تھی تقریر لیتے رہو صاحب خبر آمدِ شبیرؑ
اللہ کرے جلد رساہو میری تقدیر آئے مع عترت پسرِ صاحب تطہیر
تو دیکھ چکا خواب میں تصویر نبیؐ ہے
اب دیکھنا اکبرؑ کو بالکل یہ وہی ہے

۷۶
جو یائے خبر رہنے لگا شوہر شیریں باہر سے گیا گھر میں پر اک روز وہ غمگیں
اور گر پڑا بستر پہ وہ غمخوارِ شہ دیں شیریں نے کہا خیر ہے اے مَردِ خوش آئیں
مجھ کو بھی قلق سے ترے اندوہِ دلی ہے
کیا کچھ خبرِ بد مرے آقا کی ملی ہے

۷۷
وہ بولا خدا جھوٹ کرے میں نے سُنا ہے مسلم کوئی بھائی پسرِ فاطمہؑ کا ہے
وہ کوفے میں مارا گیا بے گور پڑا ہے شبیرؑ بھی اب متصلِ کرب و بلا ہے
کوفے سے بھی اور شام سے بھی فوج چلی ہے
منظور تباہیٔ حسینؑ ابنِ علیؑ ہے

۷۸
یہ سنتے ہی زردی رُخِ شیریں پہ تو چھائی پھر بولی خبر یہ کسی دشمن نے اُڑائی
شبیرؑ سے اُمت نہیں کرنے کی لڑائی احمدؐ کی قرابت سے تو واقف ہے خدائی
کلمہ پڑھیں گے دم بھی محبت کا بھریں گے
اور خون بھی احمدؐ کے نواسے کا کریں گے

۷۹

یوں راویٔ شیریں سخن اب کرتا ہے ارشاد — اک دن خبر اک عورت ہمسایہ نے سنائی
شبیرؑ پہ بیداد کی اُمت نے دوہائی — ہوگی دہم ماہِ محرم کو لڑائی
دریا کو تو سب ظالموں نے چھین لیا ہے
پانی پسرِ فاطمہؑ پر بند کیا ہے

۸۰

شیریں کو گزرتی تھیں وہاں یہ خبریں آہ — یاں کرب و بلا میں تھے گرفتارِ بلا شاہ
جس روز سے وارد ہوئے تھے ابنِ یداللہ — قرق تھا پانی کا کبھی نرغۂ گمراہ
آفت کا ہر اک دن تھا ہر اک ظلم کی شب تھی
سب راتیں تو تھیں پر شبِ عاشور غضب تھی

۸۱

ہر دم شب عاشور رہا ذکرِ خدائی — دسویں کو تو سب لٹ گئی زہراؑ کی کمائی
تا عصر فراغت سپہ شام نے پائی — مارے گے شبیرؑ ہوئی ختم لڑائی
بس عصر کے تو وقت کٹا سر شہ دیں کا
اور شام تلک لٹ گیا سب گھر شہ دیں کا

۸۲

سیدانیوں کو ظلم لعینوں نے دکھائے — زینبؑ کی ردا چھین لی کچھ خوف نہ لائے
اور پشت پہ تلوار کے قبضے بھی لگائے — اور دستِ جفا دخترِ سرور پہ اُٹھائے
جس پر تھے بہت پیار حسینؑ ابنِ علیؑ کے
نیلے ہوئے رخسار طمانچوں سے اُسی کے

۸۳

سر ننگے نکالا حرمِ شاہِ زمن کو — اسوار کیا اونٹوں پہ ہر تشنہ دہن کو
مقتل میں دکھایا شہ بے گور و کفن کو — رونے نہ دیا بھائی کے لاشے پہ بہن کو
خالق نے جسے عہدہ امامت کا دیا تھا
اعدا نے شترباں اُسے رانڈوں کا کیا تھا

۸۴
اک وعدہ تھا شیریں سے اور اک حق سے تھا اقرار شبیرؑ سا صادق نہ کوئی ہوے گا زنہار
بن پاؤں چلے جانبِ شیریں شہِ ابرار سر دے کے کیا شہ نے وفا وعدۂ غفّار
لاشا تھا کہیں ہاتھ کہیں پاؤں کہیں تھے
لیکن قدمِ نیزہ سے راہی شہ دیں تھے

۸۵
جو شیعہ حیدر تھا خروج اُس نے کیا تھا قتلِ شہ مظلوم کا جب حال سنا تھا
رستے میں غرض شامیوں کو خوف بڑا تھا ایک ایک طلبگارِ قصاص شہدا تھا
بستی میں وہ لے کر نہ اُترتے تھے حرم کو
تا شیعہ نہ لے جائیں انھیں مار کے ہم کو

۸۶
جس قلعہ پہ شیریں کی عمارت تھی دل آرا شب باش ہوئی فوج وہاں آ کے قضارا
مامور حفاظت پہ وہ لشکر ہوا سارا گِن گِن کے تہہ قلعہ اسیروں کو اُتارا
نیزے تھے کھڑے نوکوں پہ سر تھے شہدا کے
اور اُن کے تلے سر تھے کھلے آلِ عبا کے

۸۷
تا چرخ تہہ قلعہ سے اک نور ہے پیدا شیریں ابھی سوئی تھی جو خواب یہ دیکھا
ہے شور کہ ہاں دو شہؑ لولاک کو پُرسا آمد ہے فرشتوں کی ہیں درہائے فلک وا
ہاں قدسیو اس کے کُشتۂ شمشیر کو روؤ
مظلوم کو روؤ مرے شبیرؑ کو روؤ

۸۸
شیریں یوں ہی مہمانوں کو بُلواتے ہیں ہیہات اک بی بی لہو منھ پہ ملے کہتی ہے یہ بات
کیا اب نہیں شبیرؑ سزاوارِ ملاقات ناخُلق نہ خاطر نہ تواضع نہ مدارات
بانُو کی تجھے عزت و توقیر نہیں ہے
ہاں سچ ہے وہ بیوہ ہوئی شبیرؑ نہیں ہے

۸۹ شیریں اُٹھی خواب سے شوہر کو جگایا اور خواب کا مضمون تمام اُس کو سنایا
وہ بولی یہی خواب مجھے حق نے دکھایا کہتے ہیں نبیؐ اُٹھ کہ نواسا مرا آیا
سب کنبہ تہہ قلعہ مِرا روتا ہے بھائی
اور چین سے اس رات کو تو سوتا ہے بھائی

۹۰ یہ کہہ کے تہہ قلعہ وہ اُترا تو یہ دیکھا لاغر سا ہے اک شخص سرِ قافلہ بیٹھا
پوچھا کہ کدھر قافلہ سالار ہے تیرا عابدؑ نے اشارہ کیا سوئے سرِ بابا
سر زلف بندھا نیزے سے خون میں تر ہے
ہم قیدیوں کے قافلہ سالار کا سر ہے

۹۱ اُس نے کہا کچھ نام بھی یہ بولے کہ شبیرؑ ناگہ سرِ شبیرؑ نے کھولے لب تقریر
شیریں جو تری زوجہ ہے وہ تابعِ تقدیر کہ اُس سے حسینؑ آیا ہے ملنے اے بیکس و دلگیر
ہستی نے نہ اُمّت نے نہ دنیا نے وفا کی
پر وعدے پہ تجھ سے ترے آقا نے وفا کی

۹۲ شیریں کو گوارہ تھا کہاں بیٹھنا گھر کا شوہر ہی کے پیچھے چلی آتی تھی وہ دکھیا
چلائی کدھر بول رہے ہیں مرے آقا حاضر ہے یہ لونڈی مرے سیّد مرے مولا
لکنت جو زباں کرتی ہے کیا تشنہ دہاں ہو
آقا مِرے آقا میری تسلیم کہاں ہو

۹۳ نیزے پہ نظر آیا سرِ سیّد ابرار نیزے کے تلے پیٹی کھڑی ہو کے وہ غمخوار
اونچے کیئے ہاتھ اور بلائیں لیں کئی بار چلائی کہ ہے ہے خلفِ حیدر کرّار
شیریں سے کیا وعدہ وفا آپ نے مر کر
اب گھر میں بھی میرے چلو نیزے سے اُتر کر

٩٤
اقرار کے بعد آپ یہ بولے تھے میں قربان — کھانا تو نہ کھائیں گے مگر ہوئیں گے مہمان
آنا تمہیں منظور تھا یوں اے مرے سلطان — کھانے کے عوض اب کروں ماتم کا میں سامان
اب حاضری آقا میں ترے مرنے کی دلاؤں
دعوت میں وہی تیرے یتیموں کو کھلاؤں

٩٥
پھر قیدیوں کی سمت چلی جان کو کھوتی — اور پہلے ملی خاک پہ کسرا ہی کی پوتی
اک چھوٹا سا سر دیکھ کے نیزے پہ ہے روتی — اک لڑکی پھٹے کُرتے سے ہے گود میں سوتی
چونک اُٹھتی ہے پر ہائے پدر کہہ کے زباں سے
وہ کہتی ہے لاؤں ترے بابا کو کہاں سے

٩٦
پہچانا بھی شیریں نے نہ پہچانا بھی اُس کو — منہ لا کے قریں منہ کے کہا دیکھ کے رو رو
بانوؑ تمہیں خاتونِ قیامت کی بہو ہو — بانوؑ نے کہا تو بھی مجھے بھول گئی لو
بانوؑ میں وہی ہوں یہ وہ عزت نہیں اب ہے
قیدی ہے مرا نام اور اب بیوہ لقب ہے

٩٧
اک دن وہ تھا زہراؑ نے بہو اپنی بنایا — اک دن یہ ہے رنڈ سالہ کسی نے نہ پنہایا
سر پاؤں پہ شیریں نے رکھا شور مچایا — کیا ہائے بُرا وقت مری بی بی پہ آیا
یا تو وہ حشم ، دولت و زر لٹتا تھا در پر
یا ایسی فقیری ہے کہ چادر نہیں سر پر

٩٨
پھر بولی سکینہؑ سے کہ صدقے ترے جاؤں — شہزادی مرے گھر چلو بستر پہ سُلاؤں
بدلوں یہ پھٹا کُرتا نیا کُرتا پنہاؤں — وہ بولی میں کیا حال تجھے اپنا سناؤں
پر خیر پھٹے کُرتے سے میرا تو بدن ہے
بھائی چھ مہینے کا محتاجِ کفن ہے

٩٩ شیریں نے کہا ہائے غضب حق کی دُہائی ناگاہ صدا آئی کہ ہے ہے مرے بھائی
گردن وہیں شیریں نے ہر اک سمت پھرائی بانوؑ نے کہا روتی ہے زہرا کی یہ جائی
شیریں نے کہا اُن کے میں صدقے وہ کہاں ہیں
بانوؑ نے کہا دیکھ کے تجھ کو وہ نہاں ہیں

١٠٠ تب ڈھونڈ کے شیریں گری زینبؑ کے قدم پر پوچھا کہ یہ سر کھلنے کی ہے شرم مقرر
وہ بولی کہ سب دیکھ چکے مجھ کو کُھلے سر تو اپنی تھی پھر تجھ سے بھلا چھپتی میں کیونکر
فریاد شہ کرب و بلائی گیا مارا
یہ شرم ہے میں جیتی ہوں بھائی گیا مارا

١٠١ ماں جائے کا لاشہ مرے آگے ہوا پامال دکھلائے بہن کو نہ خدا بھائی کا یہ حال
دم توڑ کے زانو پہ موئے دونوں مرے لال اور لاشہ اکبرؑ پہ بھی میں کھول چکی بال
کافر کے لیے بھی تھا مقام اُس پہ ترس کا
مارا اُسے اُمّت نے پر اٹھارہ برس کا

١٠٢ شیریں یہی احسان ہے یہی تیری ضیافت یاں سے ہمیں گھر اپنے تو لے چل کسی صورت
بھائی کے لئے رولوں بھلا تیری بدولت میں ہو کے نبی زادی تری کرتی ہوں منت
اک شب تو بھلا نوحہ کروں شاہِ اُمم پر
زہراؑ کی صدا آئی یہ احسان ہے ہم پر

١٠٣ شیریں نے بلایا پسرِ سعد کو اک بار شوہر سے منگا بھیجے کئی صُرّۂ دینار
دے کر عمرِ سعد کو یہ بولی وہ ناچار تجھ سے فقط اس بات کی اب ہوں میں طلبگار
اک شب کے لیے تو سرِ شاہِ شہدا دے
جانے کی مرے گھر میں اسیروں کو رضا دے

۱۰۴ راضی عمرِ سعد ہوا سُن کے یہ تقریر   شبیرؑ کا سر لے کے چلی عاشقِ شبیرؑ
ہمراہ پیادہ حرمِ صاحبِ تطہیر   داخل جو ہوئی گھر میں تو کہتی تھی یہ تقدیر
گھر سے جسے شبیرؑ نے آزاد کیا ہے
شہزادیوں کے رہنے کو گھر اُس نے دیا ہے

۱۰۵ ہمسائے کی سب عورتیں بہرِ خبر آئیں   دیواروں پہ کچھ آئیں تو کچھ بام پر آئیں
اور پوچھا کہ یہ رانڈیں کہاں سے اِدھر آئیں   وہ بولی نبیؐ زادیاں لونڈی کے گھر آئیں
کٹوا کے گلا شاہِ اُمم آئے ہیں لوگو
گھر میں مرے زینبؑ کے قدم آئے ہیں لوگو

۱۰۶ آقا مرا مہمان ہوا بیبیو آؤ   مُردے کے مجھے طورِ ضیافت کے بتاؤ
کالی کفنی جلد مجھے لا کے پنہاؤ   اس لونڈی کو مولا کا عزادار بناؤ
ہو ہو کے خجل کہتی تھی زینبؑ یہ حرم سے
اتنا بھی ادا حق نہ ہوا بھائی کا ہم سے

۱۰۷ سجادے پہ سر رکھ دیا شیریں نے پھر اُس آن   سیدانیوں کے ساتھ کیا رونے کا سامان
بانوؑ نے سکینہؑ سے کہا اے مری نادان   لو جتنا تمہیں رونا ہو یاں رو لو میں قربان
رونے کا محل شام کے لشکر میں نہیں ہے
بیکس نے کہا شمر تو اس گھر میں نہیں ہے

۱۰۸ شیریں سرِ شہ سے یہی کہتی تھی کہ مولا   کچھ تو مری دعوت کرو اس وقت پذیرا
بولا سرِ شہ خیر اگر ہے یہ تمنا   پلوا دے سکینہؑ کو مری پانی ذرا سا
دعوت کو نہیں رَد کسی مہمان نے کیا ہے
پانی جو پیا اُس نے وہ میں نے ہی پیا ہے

شیریں نے سکینہؑ کو دیا پانی کا ساغر ساغر تو لیا پیاسی نے پر لب نہ کیئے تر
۱۰۹
ہر سمت پھری ڈھونڈھتی یہ کہہ کے وہ مضطر کیا ہو گئے بھائی علی اصغرؑ علی اصغرؑ

جب تم تھے تو پانی نہ تھا صدقے ترے بھائی
پانی ہے تو اب تم نہیں ہے ہے مرے بھائی

سبیلِ سکینہؑ حیدر آباد سندھ پاکستان

اب واقعۂ صبح دبیرؔ آگے لکھوں کیا شیریں نے رِدائیں دیں مگر لے گئے اعدا
۱۱۰
کہہ شہ سے مرے باب میں کیا دیر ہے آقا واللہ سوا آپ کے کوئی نہیں میرا

پڑھوایئے عرض مری ضرغامِ صمد کو
بھجوایئے عباسؑ کو لِلّٰہ مدد کو

❁❁❁

مرثیہ درحال عقد حضرت شہر بانوؑ

میر عشقؔ

بلقیس کو علیؑ کے سلیماں کی یاد ہے
نجمِ سحر کو مہرِ درخشاں کی یاد ہے
حورِ جناں کو یوسفِ کنعاں کی یاد ہے
شاہ زناں کو شاہِ شہیداں کی یاد ہے
پیدا ہوا ہے عشق شہِ مشرقین سے
ہوتا ہے عقدِ بانوئے خوشخو حسینؑ سے

۱

تھا یزدجرد ملک عجم میں جو بادشاہ
بیٹی تھی اُس کی ماہ لقا عاشقِ اِلٰہ
یوں تھی لباسِ کفر میں وہ نیک دیں پناہ
جیسے گہن میں چودھویں کا چاند ہو سیاہ
ظلمت سرا میں نورِ مجسّم خدا کی شان
تھیں بتکدے میں حضرت مریم خدا کی شان

۲

سوئی جو ایک رات کو وہ غیرتِ قمر
جاگے نصیب قدرتِ حق آ گئی نظر
اُترا فلک سے تختِ مرصّع زمین پر
دیکھا کہ آفتاب سرہانے ہے جلوہ گر
کس حُسن سے سواریِ معصومہ لائی ہیں
حوریں دُلھن بنی ہوئی جنّت سے آئی ہیں

۳

۴ پہنے سہوئے ہے تاج جواہر ہر ایک حور   ہیں تین عورتیں کہ سراپا خدا کا نور
کالشمس فی النجوم ہیں پر تو فگن حضور   آئیں جناب فاطمہؑ غل ہے یہ دور، دور
دل کو خدا نے اُلفتِ زہراؑ سے بھر دیا
بانوؑ کو جوشِ نور نے بیہوش کر دیا

۵ کی عرض آ کے ہوش میں زہراؑ سے ناگہاں   ہمراہ ہیں جناب کے یہ کون بیبیاں
ارشاد فاطمہؑ نے کیا ہو کے شاد ماں   مریم ہیں ایک عیسیٰؑ گردوں نشیں کی ماں
ہیں دوسری کہ حق نے کیا نامور انھیں
حوّا ہے نام کہتے ہیں خیر البشر انھیں

۶ ہیں تیسری خدیجۂ کبریٰ جو با خدا   اللہ نے دیا ہے بڑا ان کو مرتبا
مادر ہیں میری زوجۂ پیغمبرؐ خدا   اس نے کہا کہ اسمِ مبارک حضور کا
ارشاد کیجیے کہ خوشی ہو ملول کی
بولیں بتولؑ ، فاطمہؑ بیٹی رسولؐ کی

۷ ان عورتوں سے پھر ہوئیں گویا وہ خوش سیر   میں چاہتی ہوں اس سے ہو آباد میرا گھر
بزم حسینؑ میں ہو یہی شمع جلوہ گر   ہو پاس میرے چاند کے یہ غیرتِ قمر
میری بہو یہ رشکِ بہار چمن بنے
دولھا میرا حسینؑ بنے یہ دُلھن بنے

۸ بولیں یہ سن کے مریم و حوّا ے ذی شعور   لاریب ہے بہشت کے قابل یہ رشک حور
اے فاطمہؑ اس امر میں تعجیل ہے ضرور   حوروں میں غل ہوا کہ مبارک ہوا ے حضور
شادی کے دن بھی خالقِ ارض و سما دکھائے
ہم سب کو شاہزادے کا سہرا خدا دکھائے

۹ بانو نے سیّدالشہدا کا سنا جو نام   دل پر چلی محبت شبیرؑ کی حُسام
نقشِ نگینِ دل ہوا اسمِ شہ انام   غیرِ حسینؑ اور زباں کو رہا نہ کام
دل میں در آئی اُلفتِ شبیرؑ اس طرح
ہو آئینہ میں جلوۂ محبوب جس طرح

۱۰ زہراؑ چھپیں نظر سے گئیں سب فرشتہ خو   چونکی تو اُٹھ کے سوچ میں بیٹھی وہ ماہ رو
دیوار و در تمام معطر تھے چار سو   پھیلی ہوئی تھی سارے محل میں دُلھن کی بو
ایماں کی تھی صدا کہ مقدّر رسا ہوا
حجرے کو عطرِ خلد سے پایا بسا ہوا

۱۱ جب گُل ہوئے چراغ کو اک بُجھا قمر   اوڑھے ردائے نور بڑھی بانوئے سحر
حجرے میں جو نسیم کا ناگہہ ہوا گزر   دیکھا اِدھر اُدھر تہہ بالا ہوا جگر
پھیلی جو روشنی تو قلق کچھ سوا ہوا
دل تھا چراغِ صبح کی صورت بجھا ہوا

۱۲ نامِ خدا حسینؑ ہے کیا نام خوش نُما   ہے ہر حَسین حُسن پر اس نام کے فدا
بیٹھی ہوئی تھی پشت کیے سُوئے اقربا   دیوار پر دھرے تھی جبیں کو وہ مہ لقا
سب کچھ نظر سے الفت عقبیٰ میں گر گیا
گویا کہ مُنھ محبتِ دنیا سے پھر گیا

۱۳ حیران لونڈیاں تھیں خواصیں تھیں بیقرار   لیں ایک نے بلائیں کیا دوسری نے پیار
مالک خموش مضطر و بیتاب جاں نثار   پروانوں کے ہجوم میں تھی شمع اشکبار
بولی کوئی کہ بات کرو دل کو کل پڑے
منھ سے نہ کچھ کہا مگر آنسو نکل پڑے

۱۴ حیرت بڑھی کبھی، کبھی اُلجھن ہوئی دوچند تھا ناگوار آئینہ کنگھی تھی نا پسند
نیلے قلق سے ہونٹ نقاہت سے آنکھ بند مِسّی سے احتراز تو سرمے سے دردمند
پھر آئی شام رخ نہ اِدھر اور اُدھر کیا
اُس دن کو سر جھکائے جھکائے بسر کیا

۱۵ سلطانِ شب نے نصب کیا خیمۂ سیاہ پہنچا میانِ غرب شہ شرق بارگاہ
تھا روشنی کا لطف پر اونچی نہ کی نگاہ قندیلوں پر محل کی ستاروں کا اشتباہ
تھے سب چراغ و شمع سبب انتشار کا
تھا حجرے پر یقین دلِ داغ دار کا

۱۶ پھر آ گئے نظر وہی تارے وہ ماہتاب آیا اُسی خیال میں کچھ نصف شب کو خواب
کی فاطمہؑ سے عرض کہ اے آسماں جناب پہلے کہا نہ شرم سے کچھ پر رہی نہ تاب
اچھا تو ہے مزاج حسینِؑ غیور کا
کہیئے کہاں ہے یوسفِ ثانی حضور کا

۱۷ دیکھے گی تو حسینؑ کو اے معدنِ حیا یہ سن کے فاطمہؑ نے عجب پیار سے کہا
ہے نام جدِّ امجدِ شبیرؑ مصطفےٰ اچھا اب آفتاب پرستی سے ہاتھ اُٹھا
منظور تجھ کو دینِ مبینِ رسولؐ ہے؟
اُس نے کہا بتایئے دل سے قبول ہے

۱۸ دیکھا جبیں کو پیار سے ایمان عطا کیا کلمہ پڑھا کے جلد گلے سے لگا لیا
پروانۂ چراغ جبیں خود ہوئی حیا اچھا بہو کو فاطمہؑ نے رونما دیا
سر کو نصیب زانوئے خیرالنّسا ہوا
قرآن تھا مگر سر قرآں دھرا ہوا

عطرِ جناں منگا کے بسایا لباسِ تن سر میں ہوئی بہشت کی کنگھی، بنی دُلھن
19
حوروں سے لے کے روغن گلہائے یاسمن کی زلفِ مشکبار معطر ختن ختن

کاکل ہر ایک زلف کی سر تاج ہو گئی
شب کو خدا کے فضل سے معراج ہو گئی

بنتِ نبیؐ بہو کو جب بنا چکیں بولیں ہُوا ہے فضل خدا اب نہ ہو حزیں
20
تجھ سے جہاں میں ہوں گے کئی پیشوائے دیں ہادی، امام، زیبِ فلک زینتِ زمیں

دریائے معصیت کے مسافر جو آئیں گے
جنّت کی راہ تیرے ستارے بتائیں گے

حسرت سے پھر عروس کی جانب نگاہ کی آنسو ٹپک پڑے نہ رہا ضبط آہ کی
21
پوچھا یہ کیوں حضور نے حالت تباہ کی ہچکی بندھی بتولِؑ فلک بارگاہ کی

فرمایا دل پہ ابرِ غم و یاس چھا گیا
ترے مآل کا مجھے کچھ دھیان آ گیا

دو انگلیاں اٹھا کے سوئے سقفِ آسماں فرمایا بنتِ صاحبِ شقّ القمر نے ہاں
22
اُٹھا سرِ عروس تو دیکھا نیا سماں یعنی ہے زیبِ کُرسیٔ نور ایک نو جواں

کہتا ہے جوشِ نور لطیف و وجیہ ہے
جس کا نہ سایہ تھا یہ اُسی کی شبیہ ہے

مشتاق دید نور و ضیا دیکھتی رہی حُسنِ ملک وہ حور لقا دیکھتی رہی
23
زہراؑ کے نورِ عین کی جا دیکھتی رہی کرسی پہ ایک نورِ خدا دیکھتی رہی

کب چشم سے تجلّیٔ شاہِ زمن گئی
سونے میں آنکھ چشمۂ خورشید بن گئی

۲۴
غالب ہوئیں نگاہ سے حق کی تجلیاں چونکی تو کوندتی رہیں آنکھوں میں بجلیاں
بارانِ اشک چھائی ہوئی غم کی بدلیاں روتی رہی اندھیرے میں لے لے کے ہچکیاں
سی پارہ لا کلام دلِ پاک بر میں تھا
صورت یہ تھی کہ مصحفِ زہرؑا نظر میں تھا

۲۵
ظاہر اُصولِ صبح ہوئے بہرِ خاص و عام اخبار ختم شب میں نہ باقی رہا کلام
گردوں سے مہ کے ساتھ ستارے چلے تمام روشن دلوں کی جیسے جماعت پسِ امام
ہے وقتِ ذکر حق یہ نہیں وقت خواب کا
تھا یہ اشارہ مجتہدِ آفتاب کا

حجرے سے دیکھنے کو جھکی وہ خجستہ فال دیکھا جو سوئے نجم سحر بڑھ گیا ملال
خالِ رُخِ حسینؑ کا آیا اُسے خیال نکلا جب آفتاب تو کانپا جگر کمال
جلوہ عروج پر نظر آیا حسینؑ کا
سمجھی کہ بے نقاب ہے چہرا حسینؑ کا

۲۷
مہرِ علیؑ و فاطمہؑ کا دل میں تھا وفور خود یاد تھی دعائے صباح و دعائے نور
سلطان کربلا کی وِلا کفر دل سے دور ناقوس میں صدائے اذاں قدرتِ غفور
زُنّار کو گلے نے عجب مرتبا دیا
تسبیح خاک پاک کا ڈورا بنا دیا

۲۸
بیٹھی تھی سر جھکائے ہوئے سوچ میں اُداس نوبت کا شور، صبح کا تڑکا ہجومِ یاس
ٹھنڈی ہوا بہشت کی خوشبو گلوں کی باس دیکھا مصاحبوں نے جو چہرہ ہوا ہراس
پکڑے تھی کوئی دل کوئی تھامے جگر کو تھی
سارے محل میں طُرفہ قیامت سحر کو تھی

۲۹ جا جا کے بادشہ سے کہا یہ تمام حال سمجھیں کہ اب چھپانے میں الزام ہے کمال
اب ان کے دشمنوں کی ہلاکت کا ہے خیال شہزادی انتہا سے سوا آج ہیں نڈھال
اُلٹا ہے دل مرض کا مگر طور کچھ نہیں
فرماتی ہیں حسینؑ حسینؑ اور کچھ نہیں

۳۰ یہ سنتے ہی منجّم و کاہن کیے طلب آئے تو بادشہ نے کہا ہے مجھے تعب
دنیا میں ہے حسینؑ کوئی شخص خوش لقب دیکھو بتاؤ اُس کا حسب کیا ہے کیا نسب؟
کس سرزمین پر ہے جواں ہے صغیر ہے!
محتاج ہے کہ صاحبِ تاج دسریر ہے!

۳۱ ان سب نے بعدِ فکر و تامل یہی کہا مُلکِ عرب میں ایک محمدؐ ہے بادشاہ
بیٹی ہے اُس کی فاطمہؑ داماد مرتضےٰ کہتے ہیں اس کے ایک نواسے کو مجتبیٰ
آنکھوں کا نور، راحتِ جاں، دل کا چین ہے
اس بادشہ کا ایک نواسا حسینؑ ہے

۳۲ تو جس کو پوچھتا ہے یہی وہ حسینؑ ہے جد جس کا مصطفےٰؐ ہے یہی وہ حسینؑ ہے
ماں جس کی فاطمہؑ ہے یہی وہ حسینؑ ہے جو ابنِ مرتضٰی ہے یہی وہ حسینؑ ہے
مشہور پنجتن جو شہِ مشرقین ہیں
اوّل محمدؐ ان میں ہیں آخر حسینؑ ہیں

۳۳ اے شہریار یہ وہ محمدؐ ہے سُن نشاں پیدا ہوا یہ مہر تو روشن ہوا جہاں
نوشیرواں کے قِصے میں تھا زلزلہ عیاں ختم ہو گئے تھے صورتِ محراب سب مکاں
حیرت ہوئی سبھوں کو در و بام گر پڑے
طاقوں سے کانپ کانپ کے اصنام گر پڑے

اس بادشاہ کے ہیں علیؑ ولی وزیر ۳۴ معجز نُما کا لباس فقیرانہ ، دل امیر
سردار ، تاج بخش، عدو بند باج گیر شیرِ خدا ، مجاہدِ بے مثل و بے نظیر
سب حوصلے مٹادیئے اربابِ نار کے
خیبر کا در اُکھاڑ کے مرحب کو مار کے

ناہید فرق دان و سہا زہرا مشتری ۳۵ ان سب سے ہے علیؑ کی عیاں ذرّہ پروری
تاروں کواس کے نور نے دی نیک اختری مریخ کو جلال ، ثریا کو برتری
تزئینِ عرش ثانیِ اشباہِ خمس ہے
کیں جس سے آفتاب نے باتیں وہ شمس ہے

ہشت و چہار چشم فلک میں ہے اس کا نور ۳۶ جو خط وہ کھینچے شکل عروسی کا ہو ظہور
راس و ذنب رجوم پئے بانیِ غرور ہو سعد، وہ زُحل کی نحوست کرے جو دور
طالع میں جس کے رنج سوا ہو وہ کم کرے
مہتاب کے ورق پہ عطارد رقم کرے

پروائے فال و زائچہ و قرعہ اُس کو کیا ۳۷ آئندہ و گذشتہ ہے سب اس پہ آئینا
دن رات اُس کا تار نظر زینت السّما گہہ خطِ کہکشاں ہے کبھی خطِ استوا
ہر دل کو عشقِ مرکز حق آسرا ہوا
سب نقطوں پر محیط یہی دائرا ہوا

افزوں ہے اس سے عشق محمدؐ کو ماہ وسال ۳۸ زیبا یہاں تو موسیٰؑ و ہاروںؑ کی ہے مثال
معلوم ہے زمیں پہ اسے آسماں کا حال جھوٹے ہیں اس کے آگے منجم زہے کمال
چلنے سے اس کی تیغ کے دیں کا چلن ہوا
پیدا خدا کے گھر میں وہی بُت شکن ہوا

۳۹ زوجہ ہے اس کی گلشنِ نورِ خدا کا پھول — زہراؑ، ذکیہ، فاطمہ، خیرالنساءؑ، بتولؑ
اُمّ الحسینؑ اُمّ حسنؑ بضعتہ الرسولؐ — شوہر کیا نہ دخترِ عمراں نے خود قبول
سچ ہے کہ عقدِ حضرت مریمؑ ہوا نہ تھا
دنیا میں کوئی مثلِ علیؑ دوسرا نہ تھا

۴۰ بے شک علیؑ کے بعد حسنؑ لاجواب ہے — وہ دوسرا کتاب امامت کا باب ہے
مملو اُنھیں کے وصف سے اُمّ الکتاب ہے — مانندِ آفتاب شرف بے حساب ہے
عارض ہیں مہر و مہ سحر و شام کے لیئے
وجہ حَسن ہے قوتِ اسلام کے لیئے

۴۱ رکھتا ہے اُس کا چھوٹا نواسا بڑا وقار — یعنی یہی حسینؑ تجھے جس سے ہے غبار
مثلِ نبیؐ ہے عاشق و معشوقِ کردگار — تنہا کرے گا پیاس میں لاکھوں سے کارزار
تعظیم فرض ہوگئی ہر نیک و پاک پر
سجدہ کرے گی خلق خدا اس کی خاک پر

۴۲ دربار سے محل میں گیا اُٹھ کے بادشاہ — بیٹی کو قید کرکے یہ بولا وہ کینہ خواہ
نسر و یعوق اور یغوث اس کے ہیں گواہ — اب جو لیا یہ نام نہیں قتل سے پناہ
تقدیر نے کہا کہ یہ ہے ابتدا کی قید
درپیش اے دُلھن ہے ابھی کربلا کی قید

۴۳ دردا شب سوُم شب مرقد سے تھی نہ کم — اے فاطمہؑ کہاں ہو یہ کہتی تھی دم بدم
حجرے کا در ہے بند بہت گھٹ رہا ہے دم — آئی صدا حسینؑ کی ہاں اے اسیرِ غم
گھبرا نہ اس قدر ترا قصّہ عجیب ہے
شب ہے تمام صبحِ تمنّا قریب ہے

۴۴
ظاہر سحر کے ساتھ ہوئے طورِ فضلِ رب　　داخل ہوا میانِ عجم لشکرِ عرب
کفّار کام آئے دمِ جنگ سب کے سب　　بازار بند گلیوں میں لاشے سماں عجب
سب کافروں سے مال و مکانات چھٹ گئے
بُت پائمال ہو گئے بُت خانے لٹ گئے

۴۵
غازی جو بعد فتح مدینے میں پھر کے آئے　　حاکم کے سامنے وہ اسیروں کو ساتھ لائے
سب عورتیں کھڑی ہوئی تھیں گردنیں جھکائے　　غل تھا ہجوم ہے کوئی قیدی نہ چھوٹ جائے
مسجد میں اہلِ شہر بھی شیرِ خدا بھی تھے
مشکل میں تھے اسیر تو مشکل کشا بھی تھے

۴۶
رکھے تھے مصطفیٰؐ کا عمامہ ابوترابؑ　　تھی دوش پر ردائے رسولؐ فلک جناب
چپکی کھڑی تھی شاہِ زناں باعثِ حجاب　　حاکم رخِ حزیں سے اُٹھانے لگا نقاب
اپنی زباں میں اس نے کہا جو بجا کہا
سمجھا وہ پست فہم کہ مجھ کو بُرا کہا

۴۷
بولا زباں دراز ہے یہ سُست اعتقاد　　لے جائیں بیچنے کو اسے بانیٔ جہاد
بولے علیؑ نہ چاہیئے غیظ و غضب زیاد　　یہ کہہ رہی ہے چہرۂ ہُرمُز سیاہ باد
پھاڑا خطِ رسولؐ نہ مطلق حیا ہوئی
نازل اسی کے ہاتھ سے ہم پر بلا ہوئی

۴۸
شہزادیوں کی قید کا دستور یہ نہیں　　دیتے ہیں ان کو دولتِ اسلام اہلِ دیں
مختار ہیں وہ جب انھیں حاصل ہو یقیں　　جس کو کریں قبول وہ ہو ان کا ہم نشیں
حکم نکاح دے جو شریعت شعار ہے
کیا جبر شاہزادیوں پر اختیار ہے

۴۹
گویا ہوا کہ تم ہو زمانے کے رہنما ارکانِ دین بتاؤ اسے شاہِ لافتا
اُٹھے علیؑ، قریب گئے اور یہ کہا زہراؑ نے خواب میں جو بتایا ہے وہ بتا
کلمہ پڑھا پکار کے اُس نیک نام نے
ہے اختیارِ عقد کہا یہ امام نے

۵۰
پھیلی خبر تمام مدینے میں ناگہاں پہنے لباسِ فاخرہ موجود سب جواں
شاہِ زناں کو سوچ کہ جاؤں میں اب کہاں اپنی نظر میں آپ سبک زندگی گراں
آنسو نہ تھے نقابِ زمرّد نگار میں
موتی بھرے تھے دامنِ ابرِ بہار میں

۵۱
چپکے کھڑے تھے جانبِ منبر حسنؑ حسینؑ جانِ علیؑ و جانِ پیمبرؐ حسنؑ حسینؑ
منبر نہالِ خلد گل تر حسنؑ حسینؑ پہنے ہوئے لباسِ معطر حسنؑ حسینؑ
قدرت کی تھی صدا کہ یہ دو رشکِ باغ ہیں
روشن ہے جن سے خانۂ حق وہ چراغ ہیں

۵۲
رو رو کے دیکھتی تھی وہ مضطر اِدھر اُدھر ناگاہ سوئے گوشۂ مسجد گئی نظر
دیکھا کہ شمسِ عالم رویا ہے جلوہ گر مثلِ نگہ قریبِ حسینؑ آئی بے خطر
بلبل صفت نثار تھی زہراؑ کے پھول پر
تھا ہاتھ دوشِ راکبِ دوشِ رسولؐ پر

جب شانے پر حسینؑ کے ہاتھ اس نے رکھ دیا بڑھ کے علیؑ نے اپنی اُڑھائی اسے ردا
سرکو! ہٹو! نقیبِ ادب نے یہ دی صدا اب سرپرست خامسِ آلِ عبا ہوا
مسجد سے اس کے حیدرؑ ذیجاہ لے چلے
گھر میں پکڑ کے ہاتھ ید اللہ لے چلے

۵۴ چالیس لونڈیاں ہوئیں شاہِ زناں کے ساتھ   ہوں جیسے جاں نثار کسی قدرداں کے ساتھ
تھا بلبلوں کا غول گلِ بوستاں کے ساتھ   پریاں روانہ ہو گئیں حورِ جناں کے ساتھ
جس وقت فاطمہؑ کے مکاں میں مکیں ہوئی
غل تھا کہ حور داخلِ خلد بریں ہوئی

۵۵ ڈیوڑھی سے دخترانِ یداللہ لے گئیں   کلثومؑ ہاتھ تھام کے ہمراہ لے گئیں
کس آبرو سے عاشقِ اللہ لے گئیں   دامن اُٹھا کے زینبؑ ذیجاہ لے گئیں
عالی مقام و صاحبِ توقیر ہو گئیں
یہ بھی شریکِ چادرِ تطہیر ہو گئیں

۵۶ تھے اہتمامِ دعوتِ احباب میں حسنؑ   ڈیوڑھی عجم عرب کے رئیسوں سے تھی چمن
دولھا دُلھن کی خیر یہی شورِ مرد و زن   حاضر سلاح پہنے جوانانِ صف شکن
دامن دراز سائلِ بطحا کیے ہوئے
مدّاح تہنیت کے قصیدے لئے ہوئے

۵۷ آئی خوشی کی شام زہے قدرتِ اِلٰہ   پڑھنے کو آئے عقدہ کشا عقدِ مہر و ماہ
نوشاہ تاج بخش ، دُلھن بنتِ بادشاہ   عصمت اِدھر گواہ شہادت اُدھر گواہ
ایسے ہوئے نہ عقد کسی اور شہر میں
مہر و وفا جہیز میں الطاف مہر میں

۵۸ پھولی شفق نمونۂ حنا لیئے ہوئے   چھلکے ستارے خلعتِ زیبا لیئے ہوئے
آئینہ چاند ، شانہ ثریا لیے ہوئے   حوریں جناں کی پھولوں کا گہنا لیئے ہوئے
کہتی تھی کہکشاں مجھے شادی حصول ہو
میرا بھی گوشوارۂ مرصّع قبول ہو

۵۹
جاں بخش تھی ہوا جدھر آئی جدھر گئی ذرے اُڑا اُڑا کے عجب کام کر گئی
جگنو تھے سیکڑوں جو نظر اوج پر گئی شادی سے زلفِ شب یہ بڑھی تا سحر گئی
بازار کی بہار زیادہ تھی باغ سے
لاکھوں ہزاروں پھول جھڑے ہر چراغ سے

۶۰
قدرت خدا کی مثل شبِ قدر تھی وہ شب پڑھتے تھے بیٹھے سورۂ اخلاص سب کے سب
جلوہ دُلھن کے چہرے کا آئینہ حلب دولھا کے رخ کا عکس شبیہ کتابِ رب
ہے وجہ بھی وہی ، وہی صورت نگاہ میں
اب تک ہے رسم آرسی مصحف کی بیاہ میں

۶۱
جب عقد ہو چکا طبقِ زر عطا ہوئے سب مرد و زن کو خلعت و زیور عطا ہوئے
لعل یمن زمرد اخضر عطا ہوئے فیرزہ زبر جد و گوہر عطا ہوئے
نکلے گدا علیؑ کے تونگر کیئے ہوئے
اطفال مٹھیوں میں جواہر لیئے ہوئے

۶۲
ابرِ کرم زمین سے تا چرخ چھا گیا وہ دولتیں ملیں نہ زمیں سے ہلا گیا
پوشاک نیلگوں فلک پیر پا گیا خلعت کا تھا یہ بوجھ کمر میں خم آگیا
مریخ و ما و مہر کی شانیں سوا ہوئیں
سرخ و سپید و زرد قبائیں عطا ہوئیں

۶۳
منھ دیکھ کے عروس کا بولے ابوترابؑ ہے شہر بانو آج سے یہ آسماں جناب
چلّا رہے تھے صبر و تحمل زہے شباب دولھا کا سیّد الشہدا چاہیئے خطاب
قمری کی سعی سرو سے حق کے ولی نے کی ۔
فرزند سے بہو کی سفارش علیؑ نے کی

۶۴
وابستہ اپنے دم سے جو ہوا ے مرے غیور　　اُس کا لحاظ و پاس ہے انسان کو ضرور
ہے دور اپنے گھر سے یگانوں سے اپنے دور　　دیکھے ہوئے ہے شوکت کسریٰ یہ ذی شعور
خاطر تمہاری ماں کو بھی اس مہ لقا کی ہے
بیٹا مقام شکر ہے قدرت خدا کی ہے

۶۵
بیٹھی ہوئی تھی سر کو جھکائے ہوئے دُلھن　　گویا ہوئے بہو سے جنابِ ابوالحسنؑ
ہو بنتِ بادشاہ عجم اس میں کیا سخن　　بیٹی ہمارے گھر کا فقیرانہ ہے چلن
شاہی کا باپ کی نہ غم اے خوش سیر کرو
یہ گھر تمہارا گھر ہے خوشی سے بسر کرو

۶۶
گھونگھٹ میں ہاتھ جوڑ کے بانو نے یہ کہا　　بیٹی کہیں حضور مجھے قدرتِ خدا
اس گھر کی لونڈیوں کا نہیں مجھ کو مرتبا　　نامِ جنابِ زینبؑ و کلثومؑ پر فدا
کیا رنج مجھ کو باپ کی دولت جو لُٹ گئی
میں ہو کے قید کفر کے زنداں سے چُھٹ گئی

۶۷
لونڈی کا باپ خلق کا مشکل کشا نہ تھا　　شیرِ خدا ہیں آپ وہ شیرِ خدا نہ تھا
ہادی نہ تھا امام نہ تھا پیشوا نہ تھا　　تھا حاکمِ عجم شہِ ارض و سما نہ تھا
فخرِ ملک ہے مامنِ جنّ و بشر یہ ہے
قصرِ بہشت جس سے ملے ہیں وہ گھر یہ ہے

۶۸
لونڈی بلا میں کرب میں گھبرا نہ جائے گی　　شکوہ سوائے شکر زباں پر نہ لائے گی
حضرت تمام عمر میں دولت جو پائے گی　　صبر و رضا سے راہِ خدا میں لٹائے گی
باتیں سُنیں دُلھن کی خوشی میں خلل پڑے
شاباش تو کہا مگر آنسو نکل پڑے

چندے کے بعد اور منوّر ہوا جہاں ۶۹ پیدا ہوئے امامِ چہارم شہ شہاں
دنیا میں آئے سیّدِ سجادؑ ناتواں آزاد راہِ حق میں ہوئیں ساری لونڈیاں
شیریں جو تھی سبھوں میں سوا نیک رہ گئی
چالیس لونڈیوں میں فقط ایک رہ گئی

صاحب تمیز و با ادب و صاحبِ جمال ۷۰ صورت میں لاجواب تھی سیرت میں بے مثال
تھے موجِ عطر مہر و وفا گیسوؤں کے بال ابرو سپہرِ عفّت و عصمت کے دو ہلال
دستِ مژہ دعائے شہِ مشرقین کو
آنکھیں پسند فاطمہؑ کے نورِعین کو

مُنھ ایک دن دُھلاتی تھی وہ صاحبِ حجاب ۷۱ تھا آفتابہ عکس رخِ شہؑ سے آفتاب
مسواک میں تھی خطِ شعاعی کی آب و تاب پانی گلِ جبیں کے اثر سے ہوا گلاب
قطرے دُرِ خوش آب تھے سارے زمین پر
سورج سے گر رہے تھے ستارے زمین پر

اونچی غزالِ شیرِ خدا نے جو کی نگاہ ۷۲ شیریں کی آنکھ دیکھ کے فرمایا واہ واہ
دیکھے نہ خوشنما کبھی ایسے ہرن سیاہ بینا ہے نرگسِ چمنِ قدرتِ اِلٰہ
چشمِ وفا ہے جس سے وہ محبوب آنکھ دی
شیریں تجھے کریم نے کیا خوب آنکھ دی

تشریف لے گئے سوئے مسجد شہِ زمن ۷۳ بانوؑ نے آپ اُٹھ کے بنایا اُسے دُلھن
حجرہ جو تھا مزّین و خوشبو چمن چمن بانوؑ کے حکم سے گئی اس میں وہ کم سخن
بیٹھی ہوئی تھی حجرۂ روشن میں اس طرح
سینے میں قلب آنکھ میں تارا ہو جس طرح

۷۴
مسجد سے آئے شاہ تو دیکھا یہ ماجرا — شیریں دُلھن بنی ہوئی ، حجرہ سجا ہوا
بانوؑ نے یہ کہا کہ بڑھے اس کا مرتبا — حضرت کے نام پر اسے میں نے ہبہ کیا
بولے حسینؑ تم نے خوشی سے اگر دیا
ہم نے خدا کی راہ میں آزاد کر دیا

۷۵
پھر یوں کہا حسینؑ نے شیریں اِدھر تو آ — آئی وہ سامنے بہت کچھ عطا کیا
فرمایا ہم بھی تجھ سے ہیں خرسند خیر جا — مہمان تیرے ہوں گے ہم اے معدنِ وفا
درگاہِ کبریا میں پئے نذر جائیں گے
دربارِ حق سے پھر کے ترے گھر میں آئیں گے

۷۶
آزاد کر چکے جو اُسے شاہِ نیک اساس — زیور دیا کسی نے کسی نے دیا لباس
شیریں حضورِ حضرت زینبؑ گئی اُداس — کی عرض اب کنیز چلی ہے کمالِ یاس
رُخصت کیا ہے دیدۂ زہراؑ کے نور نے
آزاد کر دیا مجھے میرے حضور نے

۷۷
وعدہ ہے مجھ سے آئیں گے شاہِ فلک وقار — حضرت سے بھی ہوں لطف و کرم کی امیدوار
لونڈی رہے گی شوقِ زیارت سے بیقرار — بولیں ضرور آؤں گی لایا جو کردگار
شیریں بغیر میرے کہاں جائیں گے حضور
زینبؑ ہے ساتھ ساتھ جہاں جائیں گے حضور

۷۸
اُٹھی کیا سلام ، کہا ہو کے بیقرار — رکھّے سلامت آپ کو دنیا میں کردگار
لے لیں بلائیں عونؑ و محمدؑ کی چند بار — بولیں جھکا کے سر کو یہ زینبؑ جگر فگار
شیریں دعائیں مانگیو ہر وقت اس لیئے
وہ اِن سے بن پڑے اِنھیں پالا ہے جس لیئے

۷۹
بانوؑ کے پاس پھر گئی شیریں گہر فشاں — سیروں دیا جواہر اُسے ہو کے مہرباں
شہ نے کہا کہ سب ہوئیں آزاد لونڈیاں — اس پر ہے کیوں دفورِ عنایت کرو بیاں
شہ کو دیا جواب یہ اُس خوش خصال نے
آزاد اِسے کیا ہے محمدؐ کے لال نے

۸۰
ارشاد کر چکیں جو یہ بانوئے نیک نام — شیریں نے گرد پھر کے ادب سے کیا کلام
لونڈی چھٹی قدم سے تاسف کا ہے مقام — بچے جئیں ہمیشہ سلامت رہیں امام
لطفِ حیات کیا اُسے اس گھر سے جو گئی
شیریں کو زندگی بخدا تلخ ہو گئی

۸۱
سجادؑ کو گلے سے لگایا دعائیں دیں — تلووں سے آنکھیں مل کے گلے کی بلائیں لیں
میں جلد سرفراز ہوں باتیں یہ اُس نے کیں — شیریں کے حق ہیں آپ پر اے عیسیٰ حسینؑ
کیوں آپ کس شکوہ سے شوکت سے آئیں گے!
تقدیر نے کہا نئی صورت سے آئیں گے!

۸۲
پھر ہاتھ جوڑ کے وہ گری پائے شاہ پر — کی عرض اب عراق کا درپیش ہے سفر
تحفہ کوئی عراق کا مرغوب ہو اگر — فرمائش اس کنیز سے ہو شاہِ بحر و بر
نام عراق سن کے قلق اس قدر ہوا
کُرتے کا آنسوؤں سے گریبان تر ہوا

۸۳
بولے یہ اشک پونچھ کے سلطانِ خوش خصال — شیریں وہاں جب آئیں یہ اطفال خرد سال
تحفہ ہے بس یہی تجھے ان کا رہے خیال — بیمار ہو جو کوئی ترس کھائیو کمال
اُس دم حسینؑ کے یہ سخن یاد کیجیو
سب سے زیادہ خاطر سجاد کیجیو

۸۴
بولی وہ جاں نثار کہ آقا یہ کیا کہا! دل کانپتا ہے دلبرِ زہرؑا یہ کیا کہا!
لونڈی نثار سیّدِ والا یہ کیا کہا! خدمت سبھوں کی فخر ہے میرا یہ کیا کہا!
جب شاہزادے آئیں گے قربان جاؤں گی
زیرِ قدم حضور میں آنکھیں بچھاؤں گی

۸۵
تسلیم کرکے جب ہوئی رخصت وہ مہ لقا فضہ کھڑی تھیں پاس گلے سے گلا لیا
وہ جھک گئی اونھوں نے بزرگانہ دی دعا اللہ تیری عفت و عصمت کرے سوا
کرنا دعا رہیں شہ ابرار چین سے!
شیریں پھرا ہوا ہے زمانہ حسینؑ سے!

۸۶
دیں شاہ کو دعائیں بڑھی آگے ناگہاں ڈیوڑھی تک اس کے ساتھ گئیں ساری لونڈیاں
ہر ایک نے گلے سے لگایا، کیا بیاں اچھا بہن سدھارو علیؑ کی تمہیں اماں
گھر میں تمہارے سیّد عالم بھی آئیں گے
جیتے ہیں تو خدا کی قسم ہم بھی آئیں گے

۸۷
نکلی محل سے عاشقِ سلطانِ غرب و شرق روتی تھی مثلِ ابر تڑپتی تھی مثلِ برق
آنکھیں پُر آب زلف پریشاں عرق میں غرق سرخم حواس میں سببِ اضطراب فرق
بلبل نہ کیوں فراق چمن میں بکا کرے
تڑپے نہ چھٹ کے بحر سے مچھلی تو کیا کرے

۸۸
شیریں سوئے عراق روانہ ہوئی اُدھر عرصے کے بعد شہ نے وطن سے کیا سفر
کعبہ میں بہر حج گئے سلطانِ بحر و بر ساماں کُشت و خوں کے وہاں آ گئے نظر
مہلت نہ پائی سیّدِ عالی مقام نے
ناچار حج کو عمرے سے بدلا امامؑ نے

٨٩
چپکے کھڑے تھے کعبہ کے در پر شہ زماں ‏ تھا شہ کا ہاتھ تھامے ہوئے ایک نوجواں
خالق کا نور اس کے سراپا سے تھا عیاں ‏ ہر مرتبہ پکار کے اس کا تھا یہ بیاں
یہ ہے امام وقت میں حق کا وکیل ہوں
یہ رکن دیں حسینؑ ہے میں جبرئیل ہوں

٩٠
ہاں آؤ حاجیو کہ غنیمت یہ ہاتھ ہے ‏ بیعت کرو کہ قابل بیعت یہ ہاتھ ہے
دیکھو اسے برائے زیارت یہ ہاتھ ہے ‏ شاخ نہالِ باغِ شہادت یہ ہاتھ ہے
گھر سے خدا کے رخصت سبطِ رسولؐ ہے
جس کو ہے ان کی سعی حج اس کا قبول ہے

٩١
جاتے ہیں اب امام تمہارے نہ آئیں گے ‏ اہلِ صفا یہ ہاتھ کہیں پر نہ پائیں گے
یہ اپنی وعدہ گاہ پہ کعبہ سے آئیں گے ‏ سر نذر دیں گے عاصیوں کو بخشوائیں گے
وعدہ کے روز سے یہ شہیدوں کے شاہ ہیں
محضر پہ ان کی مہر ہوئی ہم گواہ ہیں

٩٢
گھر سے خدا کے سیّدِ کون و مکاں چلے ‏ کعبہ سے بادشاہِ زمین و زماں چلے
پوچھا اگر کسی نے شہ دیں کہاں چلے ‏ فرما دیا جہاں کی ہے مٹی وہاں چلے
گزرے جو منزلوں میں وہ صدمے گزر گئے
مقتل پہ اپنے آ کے مسافر ٹھہر گئے

٩٣
دیکھا جو کربلا میں قیامِ شہِ زمن ‏ زینبؑ نے شاہ دیں سے کیئے یاس کے سُخن
شیریں کے گھر بھی جایئے گا شاہِ بے وطن ‏ فرمایا ابنِ مخبرِ صادق نے ہاں بہن
جانا وہاں ضرور ہمیں کربلا سے ہے
بندے سے ایک عہد پیماں خدا سے ہے

۹۴
تھی گفتگوئے حسرت وحرماں ہزار حیف　　گرمی کے دن مہیب بیاباں ہزار حیف
شامیں اُداس صبحیں پریشاں ہزار حیف　　پیشِ نگاہ موت کا ساماں ہزار حیف
راہیں تمام ہوگئیں فوج لعیں سے بند
پانی ستمگروں نے کیا ساتویں سے بند

۹۵
کھینچی جو پیر چرخ نے شمشیر آبدار　　بس آئی صبح قتلِ جگر بند بوتراب
بدلی ہوا سیاہ بڑھی صورتِ سحاب　　شمشیروں نے دکھائی مہ نو کی آب وتاب
ڈر سے نسیم جان بچا کے نکل گئی
رن میں کرن نکلتے ہی تلوار چل گئی

۹۶
سرتا قدم عرق میں نہایا کیئے حسینؑ　　رہ رہ کے قتل گاہ میں جایا کیئے حسینؑ
احباب جاں نثار کو لایا کیئے حسینؑ　　لاشے بہادروں کے اٹھایا کیئے حسینؑ
تاریک چشمِ شاہ میں دن مثلِ شب ہوا
نوبت جب آئی ہاشمیوں کی غضب ہوا

۹۷
دردا ہوا عقیلؑ کے پوتوں کا انتقال　　زینبؑ کے لال ہوگئے رن میں لہو سے لال
قاسمؑ کی لاش ہوگئی گھوڑوں سے پائمال　　توڑا قضا نے بازوئے سلطان خوش خصال
پکڑے کمر گئے جو فدائی کی لاش پر
غش آگیا حسینؑ کو بھائی کی لاش پر

۹۸
روتے ہوئے فرات سے لے کے علم پھرے　　اکبرؑ کا ہاتھ تھامے ہوئے شاہ خم پھرے
کس یاس سے یہ کہتے ہوئے دم بہ دم پھرے　　عباسؑ نہر سے نہ پھرے آہ ہم پھرے
بولے پہنچ کے گنجِ شہیداں میں کیا کریں
اب ہم خدا کی راہ میں کس کو فدا کریں

۹۹
اکبرؑ نے عرض کی ابھی جیتا ہے جاں نثار   شہؑ نے کیا پسر کو گلے سے لگا کے پیار
دیکھا فلک کی سمت کہا ہو کے بیقرار   اس دم عطا ہو صبر مجھے میرے کردگار
بولے پسر سے جاؤ یہ قصّہ پسر چکے
رہ جائے نام تم بھی چلے ہم بھی مر چکے

۱۰۰
اکبرؑ پئے جہاد چلے تیغ کی علم   مڑ مڑ کے دیکھتے تھے سوئے شاہ دم بہ دم
ڈر تھا کہ گر پڑیں نہ قلق سے شہِ امم   جب تک لڑا وہ شیر نہ تھا شہ کے دم میں دم
نیزہ دلِ شبیہ نبیؐ پر جو چل گیا
بولے حسینؑ آہ کلیجہ نکل گیا

۱۰۱
گھوڑے سے گر کے یوسفِ شبیرؑ مر گئے   غل تھا کہ جیتے جی شہِ دلگیر مر گئے
خیمے سے لائے شاہ لگا تیر مر گئے   اکبرؑ کے بعد اصغرِؑ بے شِیر مر گئے
تنہا تھے شاہ سامنے فوجیں کھڑی ہوئی
طوسی لباس خون چھینٹیں پڑی ہوئی

۱۰۲
رونے کی پیٹنے کی صدا آئی ناگہاں   ڈر تھا نکل نہ آئیں نبیؐ کی نواسیاں
گرتے ہوئے محل میں گئے سرورِ زماں   گویا ہوئے پکار کے سلطانِ انس و جاں
سر پیٹنے کی جا نہ محل یہ فغاں کا ہے
مانگو دعائیں صاحبو وقت امتحاں کا ہے

۱۰۳
بولے بہن سے جاؤ بہن رو رہی ہو کیا   لا دو کوئی پھٹا ہوا کرتا کوئی قبا
سمجھیں کریں گے شہ کسی محتاج کو عطا   لے آئیں جلد دوڑ کے زینبؑ برہنہ پا
ہر جا سے اُس کو چاک کیا تشنہ کام نے
پہنا لباسِ جنگ کے نیچے امامؑ نے

۱۰۴
تڑپی یہ دیکھتے ہی سکینہؑ بڑھا محن — بولی پکڑ کے دامنِ سلطانِ بے وطن
پھٹتا ہے دل اتاریے بابا یہ پیرہن — بہلا دیا امام نے فرما کے یہ سخن
دم بھر رہیں گے سایہ میں تیغ وسناں کے ہم
بعد زوال پہنیں گے حُلّے جناں کے ہم

۱۰۵
سیدانیاں تھیں گردِ حسینؑ اُڑ رہی تھی خاک — لرزاں تھے بند بند کلیجے تھے چاک چاک
پوچھا بہن نے ہو گئے مجبور امام پاک — فرمائے کان میں جو سخن ہائے دردناک
غش کھا کے وہ کلامِ برادر سے گر پڑی
آنکھوں سے اشک اور رِدا سر سے گر پڑی

۱۰۶
آنسو چھڑک چھڑک کے رداؤں کی دی ہوا — اک شور تھا کہ مر گئیں زینبؑ غضب ہوا
کیا جانیے حضور نے ارشاد کیا کیا — آیا ذرا جو ہوش کہا وا مصیبتا
کہتے ہیں کوئی دم میں قضا آئے گی بہن
پوشاک سب حسینؑ کی لُٹ جائے گی بہن

۱۰۷
ناگہ ہوا یہ شور کٹا سر حسینؑ کا — لاشہ تڑپ رہا ہے زمیں پر حسینؑ کا
لوٹو لباس بیکس و بے پَر حسینؑ کا — تاراج ظلم و جور سے ہو گھر حسینؑ کا
جلدی اسیر احمدِ مرسل کی آل ہو
ہاں جسم سیّد الشہداؑ پائمال ہو

۱۰۸
پھیلی جو رن میں خونِ گلِ فاطمہؑ کی بو — آندھی سیاہ آئی برسنے لگا لہو
اُڑنا وہ طائرانِ بیاباں کا چار سو — آنکھوں سے وحشیوں کے بہے اشک تا گلو
ٹوٹے، جھکے یہ حال درختوں کا رن میں تھا
آیا ہوا تھا زلزلہ، سورج گہن میں تھا

۱۰۹ پانی میں ایک شور تلاطم ہوا عیاں دریا سے قتل گاہ تک آئیں تھیں مچھلیاں
ٹکرا رہے تھے کوہِ صدا تھی کہ الاماں ہے ہے حسینؑ حضرتِ زہراؑ کی تھی فغاں
ہر سوگوار کُوٹ کے سینہ نکل پڑی
باہر سبھوں سے پہلے سکینہؑ نکل پڑی

۱۱۰ چلّائی سر کو پیٹ کے بابا کا سر کٹا زینبؑ پکاریں سیّدِ والا کا سر کٹا
فضہ کا تھا کلام کہ آقا کا سر کٹا مہمانِ کربلائے معلٰی کا سر کٹا
منھ پیٹتی تھیں بال پریشاں کیئے ہوئے
تھا شمر سامنے سرِ سرور لیئے ہوئے

۱۱۱ دن کا وہ قتل گاہ میں ڈھلنا ہزار حیف سن سن ہوائے گرم کا چلنا ہزار حیف
وہ خیمۂ حسینؑ کا جلنا ہزار حیف بچوں کا مارے ڈر کے دہلنا ہزار حیف
فریاد وقتِ عصر کٹا سَر حسینؑ کا
تا شام کربلا میں لٹا گھر حسینؑ کا

واحسرتا یہاں تو عجیب انقلاب تھا شیریں کو یادشہ میں وہاں اضطراب تھا
پیشِ نگاہ فاطمہؑ کا آفتاب تھا آرام دن کو تھا اُسے شب کو نہ خواب تھا
کہتی تھی ہے قلق کہ نہیں شکل چین کی
فرمائے ذوالجلال حفاظت حسینؑ کی

۱۱۳ سوئی جو ایک روز پریشاں وہ خوش سیر بیکس حسینؑ خواب میں آئے اُسے نظر
دیکھا لباس ابنِ علیؑ ہے لہو میں تر نیزوں کے پہلوؤں میں ہیں روزن اِدھر اُدھر
کہتے ہیں ایک وعدہ وفا کر کے آئے ہیں
فرصت نہ زندگی میں ہوئی مر کے آئے ہیں

ہم گھر سے کربلا میں گئے آہ کیا کہیں ۔ جور و جفائے لشکرِ گمراہ کیا کہیں
۱۱۴
احوالِ عترتِ اسد اللہ کیا کہیں ۔ شیریں ہم اپنا قصّۂ جانکاہ کیا کہیں
کس حال میں ہیں جاکے ذرا سب سے پوچھ لے
ہم پر جو کچھ گزر گئی زینبؑ سے پوچھ لے

یہ سن کے شہ سے خواب میں تڑپی وہ خوش خصال ۔ چونکی تو روتے روتے ہوا کچھ عجیب حال
۱۱۵
مولا کو ڈھونڈھتی رہی ہر سُو دمِ ملال ۔ چلائی بال کھول کے ہے ہے علیؑ کے لال
لوگو میں کیا کروں شہِ ذیشاں کدھر گئے
آئے تھے بدنصیب کے مہماں کدھر گئے

بیٹھی ہوئی تھی برہنہ سر اشک تھے رواں ۔ آ کے کسی نے دی یہ خبر اُس کو ناگہاں
۱۱۶
اُترا ہے زیرِ کوہ عجب لشکرِ گراں ۔ کچھ لونڈیاں اسیر ہیں کچھ شاہزادیاں
لشکر میں ہے خوشی نہ تردُّد نہ فکر ہے
شیعوں کے بادشاہ کو مارا یہ ذکر ہے

بیبیوں کے سر کھلے ہیں سراسر ہزار حیف ۔ جائے نقاب بال ہیں منھ پر ہزار حیف
۱۱۷
آگاہ رحم سے نہیں لشکر ہزار حیف ۔ بچوں کے ہاتھ باندھے ہیں کیونکر ہزار حیف
لوٹا ہے گھر سپاہ نے جس رشکِ ماہ کا
شاید حسینؑ نام تھا اس بادشاہ کا

سُنتے ہی نام شاہِ ہدا مضطرب ہوئی ۔ شیدائے ابنِ شیرِ خدا مضطرب ہوئی
۱۱۸
گرنے لگی جو سر سے رِدا مضطرب ہوئی ۔ اُٹھی جگر کو تھام لیا مضطرب ہوئی
جب آئی زیرِ کوہ زیادہ تعب ہوا
عابدؑ کا حال دیکھ کے بولی غضب ہوا

119 فریاد کانپتے ہوئے ہاتھوں میں تھی مہار — چلنے سے پاؤں سوجے ہوئے تھے چبھے تھے خار
اور ایڑیوں سے خون ٹپکتا تھا بار بار — لے کے بلائیں کہنے لگی وہ جگر فگار
کیوں خوش ہیں آپ دھوپ میں جانے کے واسطے
فرمایا عاصیوں کے بچانے کے واسطے

120 دیکھا جو دور سے سرِ زینبؑ کھلا ہوا — دل کو یقینِ مرگ شہ کربلا ہوا
کس یاس سے کہا کہ الٰہی یہ کیا ہوا — ہے ہے یہ حالِ دخترِ مشکل کشا ہوا
لائی ہے قید کر کے جنھیں فوج شام کی
ہیں یہ بہن حسین علیہ السّلام کی

121 سر پیٹتی ہوئی جو وہ مضطر گئی قریں — شرما کے منہ چھپانے لگیں زینبِؑ حزیں
بہرِ سلام جھک گئی وہ صاحبِ یقیں — کی عرض ہاتھ جوڑ کے لونڈی میں کیا نہیں
بہر نبیؐ کنیز کی تسلیم لیجیے
بنتِ علیؑ کنیز کی تسلیم لیجیے

122 جز آپ کے کسی میں نہیں خوئے فاطمہؑ — حضرت سے آ رہی ہے مجھے بوئے فاطمہؑ
گویا رسن میں آج ہیں بازوئے فاطمہؑ — کیوں بی بی ذبح ہو گیا آہوئے فاطمہؑ
خدمت میں ایک عمر رہی جانتی ہوں میں
اچھی طرح حضور کو پہچانتی ہوں میں

123 یہ سُن کے ضبط آہ کیا دم اُلٹ گیا — فرمایا کیا بتاؤں کہ دل غم سے پھٹ گیا
جی زندگی سے ہجرِ برادر میں ہٹ گیا — شیریں ترے حسینؑ کا سرتن سے کٹ گیا
اطفالِ بادشاہِ اُمم قید ہو گئے
بھائی ہمارے مر گئے ہم قید ہو گئے

۱۲۴
ہوتے تھے ذبح سرورِ دیں دیکھتی تھی میں تھا حلق زیرِ خنجرِ کیں دیکھتی تھی میں
جور و جفائے شمرِ لعیں دیکھتی تھی میں ہلتی تھی کربلا کی زمیں دیکھتی تھی میں
کس کو پکارتی کوئی فریاد رس نہ تھا
سر پیٹ کے میں رہ گئی کچھ اور بس نہ تھا

۱۲۴
بھائی کے بعد ظلم اُٹھائے ہیں بے حساب سر پر نہیں ردا مرے منھ پر نہیں نقاب
تو نے کیا سلام مجھے آ گیا حجاب مشہور ہوں جہان میں بنتِ ابوتراب
مشکل ہوا جوابِ سلام اب یہ حال ہے
رسّی بندھی ہے ہاتھ اُٹھانا محال ہے

۱۲۶
چلائی خاک ڈال کے در پردہ ذی شعور فرمایئے تو جا کے ردا لاؤں اے حضور
شرما کے بولیں زینبؑ دلگیر کیا ضرور پھر مجھ سے چھین لیں گے ابھی بانیِ غرور
اس کے سوا ہے دھیان شہؑ مشرقین کا
لاشہ پڑا ہے دھوپ میں بھائی حسینؑ کا

۱۲۷
بانو کی شکل آج تو اے خوش خصال دیکھ شیریں ذرا یتیم سکینہؑ کا حال دیکھ
یہ سن، یہ قید دیکھ، یہ رنج و ملال دیکھ ہیں آج تک کبود طمانچوں سے گال دیکھ
حلقہ رسن کا ہنسلیوں کی جا گلے میں ہے
بھائی کے سامنے سے یہ کُرتا گلے میں ہے

۱۲۸
شیریں نے عرض کی مہ انور کہاں گئے کہیئے حضور آپ کے دلبر کہاں گئے
فرمایئے شبیہ پیمبرؐ کہاں گئے عباسؑ نامدارِ دلاور کہاں گئے
ہے ہے یہ کیا ہوا کوئی رشکِ قمر نہیں
حضرت کے حال کی انھیں شاید خبر نہیں

۱۲۹
زینبؑ نے دی صدا رہِ حق میں فدا ہوئے　　وارث تمام راہیِ ملکِ بقا ہوئے
عباسؑ بھی نثارِ شہ کربلا ہوئے　　برچھی سے قتل اکبرؑ گلگوں قبا ہوئے
ان سب کے غم سے شاہ کو جینا محال تھا
شیریں میں کیا کہوں جو برادر کا حال تھا

۱۳۰
تلواریں چل رہی تھیں توقف ذرا نہ تھا　　غش میں پڑے ہوئے تھے کوئی آشنا نہ تھا
بستر سوائے دامنِ خاک شفا نہ تھا　　ہوتے تھے ذبح پاس کوئی دلربا نہ تھا
ہر ایک تشنہ لب کو پکارا کیئے حسینؑ
لے لے کے نام سب کو پکارا کیئے حسینؑ

۱۳۱
شیریں نے جب سنی یہ مصیبت اُڑائی خاک　　پھر آئی سوئے حضرتِ بانوئے دردناک
جھک کے کیا سلام ہوا قلب چاک چاک　　کی عرض ہاتھ جوڑ کے سب تو ہوئے ہلاک
کہیئے حضور دلبرِ شبیرؑ کیا ہوئے
خالی ہے گود اصغرؑ بے شیر کیا ہوئے

۱۳۲
بانوؑ پکاریں تیرِ ستم کھا کے مَر گئے　　اپنے پدر کی گود میں تھرّا کے مَر گئے
ٹپکا گلے سے خون تو گھبرا کے مَر گئے　　جنگل میں سامنے شہِ والا کے مَر گئے
پھول اُن کی قبر پر بھی چڑھانے نہ پائے ہم
چھینا اجل نے دودھ بڑھانے نہ پائے ہم

۱۳۳
کیا کیا ستم ہوئے چھ مہینے کی جان پر　　اس دم ہوئے ہیں ذبح کہ تھی ٹھیک دوپہر
آتے ہیں یاد سنتی ہوں پانی کا نام اگر　　وہ چاند میری آنکھوں میں پھرتے ہیں رات بھر
کیا ہاتھ پاؤں مارتے ہوں گے مزار میں
اصغرؑ مجھے پکارتے ہوں گے مزار میں

شیریں وطن میں شاہ کو تیرا خیال تھا ۱۳۴ ہوتے تھے ذکر تیری محبت کے بارہا
کہتے تھے وقت کم ہے مجھے کام ہے سوا کیا کیجئے غضب ہے جو وعدہ نہ ہو وفا
پہلے ادائے وعدۂ ربِ غفور ہے
شیریں کے گھر میں ہمیں جانا ضرور ہے

شاید ابھی نہیں نظر آیا سرِ حسینؑ ۱۳۵ تو دیکھ تو لہو میں تر آیا سرِ حسینؑ
تیرے گھر اے خجستہ سیر آیا سرِ حسینؑ کیا راہ چھوڑ کے اِدھر آیا سرِ حسینؑ
بولی کدھر سرِ گردوں اساس ہے
زینبؑ نے دی صدا مرے ناقے کے پاس ہے

دیکھا سر سناں سرِ شاہنشہِ انام ۱۳۶ سر کے قریب آئی کھلے سر وہ نیک نام
دل تھام کے کیا سر شبیرؑ کو سلام چلّائی میں فدا ملک و حور کے امام
لے لوں بلائیں فاطمہؑ کے ماہ آیئے
لونڈی کی گود میں شہ ذیجاہ آیئے

کس درجہ لُطفِ سرورِ گردوں حشم ہوا ۱۳۷ اس کی طرف رُخِ سرِ شاہِ اُمم ہوا
حیراں تمام لشکرِ اہلِ ستم ہوا ناگاہ نیزۂ سرِ شبیرؑ خم ہوا
نیچا ہوا جو شمس اندھیرا سا چھا گیا
شیریں کی گود میں سرِ شبیرؑ آ گیا

آواز دی تڑپ کے سکینہؑ نے ایک بار ۱۳۸ شیریں حسینؑ کے سرِ انور سے ہوشیار
لے آ ذرا اِدھر تو کروں میں پدر کو پیار لعل و گہر نبیؐ نے اسی پر کیئے نثار
اس سر کی جا سدا رہی دادا کی گود میں
یہ سر رہا ہے فاطمہ زہراؑ کی گود میں

۱۳۹ شیریں کی سر سے تھی یہی گفتار میں نثار لے کر بلائیں کہتی تھی ہر بار میں نثار
میرے حسینؑ صادق الاقرار میں نثار گل سی جبیں ہے تیروں سے افگار میں نثار
سامانِ دعوت اے شہِ ذیشاں میں کیا کروں
یہ کیا ستم ہوا مرے مہماں میں کیا کروں

۱۴۰ ہے ہے لہو سے بھر گئے ابرو حضور کے چوبِ سناں سے بندھ گئے گیسو حضور کے
دیکھے نہ میں نے ساعد و بازو حضور کے سنتی ہوں ٹکڑے ہو گئے پہلو حضور کے
خنجر سے ذبح آپ کو اے تشنہ لب کیا
سینے پہ آہ پاؤں دھرا کیا غضب کیا

۱۴۱ اب کس کا منھ دھلاؤں گی اے قدرداں حسینؑ میرے امام، ہادیٔ کون و مکاں حسینؑ
شیریں سے باتیں کیجئے شیریں بیاں حسینؑ ہے ہے کٹیں گلے کی رگیں مہماں حسینؑ
جنگل میں آپ مر گئے آقا یہ کیا ہوا
سر نے کہا کہ شکر ہے وعدہ وفا ہوا

۱۴۲ جو مرضیٔ خدا، مجھے اپنا نہیں خیال شیریں! مگر اسیری زینبؑ کا ہے ملال
رسّی سے دونوں ہاتھ بندھے ہیں کھلے ہیں بال ہے غیر میری چاہنے والی بہن کا حال
شیریں! مجھے نہ چین ملے گا کسی طرح
پیشِ یزید جائے گی زینبؑ اسی طرح

۱۴۳ ماتم کیا سُنے جو سرِ شہؑ سے یہ سخن زینبؑ پکاریں بھائی فدا آپ پر بہن
روئے سروں کو پیٹ کے سب قیدیِ رسن بس عشقؔ اب خموش کہ ہے کثرتِ محن
مشہور یہ بھی ہے کہ جہاں سے گزر گئی
شیریں لیئے ہوئے سرِ شبیرؑ مر گئی

مرثیہ در حال حضرت شہر بانوؑ

نسیم امروہوی

بانوؑ دلِ محمدؐ و حیدرؑ کا چین ہیں		جزوِ مقاصد شہِ بدر و حنین ہیں
۱
میکے میں یزدِ جرد کی یہ نورِ عین ہیں		سسرال میں شریکِ حیاتِ حسینؑ ہیں
کِسرا کے گھر سے آل میں قسمت جولائی ہے
دادا کے عدل و داد کی یہ داد پائی ہے

اُن کی ہیں یہ بہو جو ہیں دامادِ مصطفےٰؐ		شوہر ہے وجہ نامِ خدا دادِ مصطفےٰؐ
۲
بیٹا وہ ہے جو یوسف آزادِ مصطفےٰؐ		بعد از حسینؑ آدمِ اولادِ مصطفےٰؐ
بانوؑ کی آل سے ہے شہِ انبیا کا نام
ان سے نبیؐ کا نام نبیؐ سے خدا کا نام

دادا وہ ہے کہ جس پہ عدالت تمام ہے		اُس گھر میں آئیں جس پہ رسالت تمام ہے
۳
شوہر پہ جدوجہدِ شفاعت تمام ہے		بیٹوں کے سلسلے پہ امامت تمام ہے
نولال ان کے عزّ و شرف کا ثبوت ہیںؑ
ماں عید کی نماز، پسر نو قنوت ہیں

ہر چند ہاجرہ کو بڑا مرتبا ملا ۔۔۔ بیٹا ذبیح ، زوج خلیلِ خدا ملا
۴
بعد ان کے یہ نہ پوچھیے بانو کو کیا ملا ۔۔۔ انعام جو ملا اِنھیں ، اُن سے سوا ملا
زوجہ ہیں یہ حسینؑ علیہ السّلام کی
وہ اک نبیؐ کی ماں ہیں تو یہ نوؑ امام کی

دیکھو وقار بانوئے سلطانِ کربلا ۔۔۔ حوّا نثار ہیں ، تو بلا گرد آسیا
۵
مریم میں اور ان میں یہ اک فرق ہے کُھلا ۔۔۔ بیٹے کا اُن کے، آپ کا پوتا ہے مقتدا
سارہؑ کا یہ شکوہ بھی شان بھی نہیں
عصمت یہاں نہیں ہے تو عصیان بھی نہیں

نسلِ عرب کا نسلِ عجم سے یہ اتّصال ۔۔۔ پہلی صدی کے دور میں اک مقتضائے حال
۶
رنگ و وطن کے فرق کا اٹھے نہ اب سوال ۔۔۔ خرمے کی سرزمیں میں ہوئی سیوتی نہال
کسرا ہے فیضیاب رسولؐ قدیر سے
شیر و شکر ہے نہرِ لبن جوئے شیر سے

وہ ضو نہاں ہے فطرت عالی جناب میں ۔۔۔ کرنیں ہیں جس کی جلوہ فشاں آفتاب میں
۷
کس کو ملا یہ بخت جہانِ خراب میں ۔۔۔ شانہ کیا رسولؐ کی بیٹی نے خواب میں
معصومہ ہاتھ رکھنے کو سر پر جب آئی ہیں
زحمت سے تب کہیں انھیں رحمت میں لائی ہیں

بچپن تھا بانوئے شہ دیں کا کہ بے خطا ۔۔۔ نازل عجم پہ فوجِ عرب کی ہوئی بلا
۸
اولاد منتشر ہوئی کسریٰ کی جابجا ۔۔۔ لیکن جفا کے رنگ میں قسمت نے کی وفا
بانو گھریں جو غم میں تو غم سے رہا ہوئیں
مشکل میں پڑ کے عترتِ مشکل کشا ہوئیں

۹
حالات سولھویں سنِ ہجری کے ہیں گواہ — اُس وقت یزدِجرد عجم کا تھا بادشاہ
کل چار سال قبل ہی اس کا ہوا تھا بیاہ — سوچیں تو اس حساب سے اب صاحبِ نگاہ
اولاد اس کی کتنی بڑی ہوگی حد سے حد
یہ اور بات ہے نہ بتائیں حسد سے حد

۱۰
ہے اک زمخشری کے سوا سب کا یہ بیاں — بانو تھیں تین سال کی اُس وقت بے گماں
بی بی کی قید اور کنیزی کی داستاں — تاریخ کے ورق پہ سیاہی کا ہے نشاں
قائل ہو جو وہ بندۂ افکارِ خام ہے
بانو کو جو کنیز کہے ، خود غلام ہے

۱۱
بی بی پہ لطفِ حق کی یہ صورت ہے مختصر — بھاگا جو یزدجرد مدائن کو چھوڑ کر
حلوان کی زمین پہ تلخی میں کی بسر — سوہانِ زندگی تھا صفاہان کا سفر
کرمان میں بھی کبھی مابینِ مرو تھا
بندِ الم میں قید وہ آزاد سرو تھا

۱۲
مارا گیا وہ در بدری میں اٹھا کے غم — پامالِ انتشار ہوئے اس کے سب حرم
اُس دردِ انقلاب میں بانوئے محترم — بھٹکیں جو روز و شب تو ملا ہادیِ امم
غم کی اندھیری رات میں نورِ سحر ملا
تھیں دربدر کہ علمِ پیمبرؐ کا در ملا

۱۳
بانو کے بخت میں جو امامت کے تھے گہر — تطہیرِ نفس و دل پہ مشیت کی تھی نظر
سنِ تمیز سے جو ہوئی زیست بہرہ ور — رویائے صادقہ میں کھلے رہبری کے در
جھپکی پلک حسینؑ کا دیدار ہو گیا
سویا نصیب خواب میں بیدار ہو گیا

۱۴ غل تھا، نزولِ رحمت ربِ ودود ہے — نوشیرواں کی بزم میں، حق کی نمود ہے
عادل کے گھر میں قاضیِ دیں کا ورود ہے — بانو کی خواب گاہ میں شورِ درود ہے
نسبت لیے ہوئے چمنِ حق کے پھول کی
جنّت سے آرہی ہے سواری رسولؐ کی

۱۵ سوتی تھیں صحن میں بانوئے سبز بخت — نازل ہوا فلک سے سلیمانِ دیں کا تخت
وہ صاحبِ جلوس کا جلوہ وہ حُسنِ رخت — چمکے یہ گل کہ سروِ چراغاں بنے درخت
کسرا کا گھر جو منزلِ خیرالبشر ہوا
آتش کدے میں نورِ خدا جلوہ گر ہوا

۱۶ آئے سریرِ نور پہ دو آسماں جناب — روشن تھے ایک برج میں مہتاب و آفتاب
گو دیدِ آفتاب کی نظروں کو تھی نہ تاب — لیکن کھبا نگاہوں میں مہتابِ لاجواب
بیخود ہوئیں یوسفِ زہراؑ کو دیکھ کر
دم آگیا لبوں پہ مسیحا کو دیکھ کر

۱۷ آنکھوں میں بس گیا جو نبی کا مہِ کمال — محوِ جمالِ حق ہوئیں بانوئے خوشخصال
بولا یہ مسکرا کے وہ خورشیدِ لازوال — روشن ہے ہم پہ نورِ نظر تیرے دل کا حال
خلدِ بریں سے شوقِ زیارت میں آئے ہیں
ہم ہیں رسولؐ عقد کا پیغام لائے ہیں

۱۸ دولھا ہمارے ساتھ ہیں، یہ ماہِ پُرضیا — صورت ہے یا کہ آئینۂ جلوۂ خدا
یہ سن کے صاف مُہرِ خموشی نے دی رضا — چشمِ قبول کے لیے پردہ ہوئی حیا
فطرت جو کنہ رازِ نہاں پوچھنے لگی
نیچی نگاہ نام و نشاں پوچھنے لگی

خورشید نے یہ سرِ خفی یوں کیا جلی ۱۹ نوشاہ یہ ریاض امامت کی ہیں کلی
جانِ محمدِ عربی ، دلبر علیؑ خود بھی ولی ہیں باپ بھی فرزند بھی ولی
یہ بنتِ مصطفےؐ کے دلارے حسینؑ ہیں
ہم مصطفےؐ ہیں اور یہ ہمارے حسینؑ ہیں

نام حسینؑ سنتے ہی دل پر چھری چلی ۲۰ بانو تڑپ کے چونک پڑی ہجر میں جلی
دیکھا تو باغ میں نہ وہ گل تھا نہ وہ کلی شب کو غمِ فراق میں دن کی طرح ڈھلی
رخ زرد مثلِ شمع سحر بے درنگ تھا
اس خواب کے خیال میں سونے کا رنگ تھا

آنکھیں تلاش کرتی تھیں جانِ بہار کو ۲۱ دل ڈھونڈتا تھا جلوۂ پروردگار کو
پھونکا تھا سوزِ ہجر نے یوں جانِ زار کو پنکھے لگے ہوئے تھے دلِ بیقرار کو
تھا غیر حال نورِ خدا کے فراق میں
کعبے کی شمع جلتی تھی کسرا کے طاق میں

کہتی تھیں دل ہی دل میں پھر آجاؤ یا حسینؑ ۲۲ کلمہ تو اپنے جد کا پڑھا جاؤ یا حسینؑ
اسلام کا شعار سکھا جاؤ یا حسینؑ قابل تو اپنے گھر کے بنا جاؤ یا حسینؑ
باتیں شعور کی وہ بتا جاؤ خواب میں
نبھ جاؤں خاندانِ رسالتمآبؐ میں

دیکھی ہے جب سے خواب میں تنویرِ ذوالجلال ۲۳ بالکل بدل گیا ہے مری زندگی کا حال
ناچیز سے جو آپ کے جد نے کیا مقال اپنے پہ خود ہے رشک مجھے اے علیؑ کے لال
ہے جائے افتخار یہ شکلِ انتساب کی
منھ بولی ہوں بہو میں رسالتمآبؐ کی

۲۴
چھائے دل و دماغ پہ یوں شاہِ مرسلیں — خود رفتگی کی موج میں ڈوبا دلِ حزیں
تھیں محوِ فکر ہاتھ کو رکھ کر سرِ جبیں — بیٹھیں تو بیٹھ ہی گئیں اُٹھیں تو اُٹھ گئیں
گھبرا کے بڑھ گئیں کبھی تعظیم کے لیے
جھجکیں ادب سے جھک گئیں تسلیم کے لیے

۲۵
فیضِ زیارتِ رخِ پیغمبرؐ انام — بالائے طاق رکھ دیئے کسرا کے بُت تمام
باندھے ہوئے خیالِ شہنشاہِ خاص و عام — تھیں معتکف حرم میں تولاّ کے صبح و شام
راہی تھیں ملک شہ بدر و حنین پر
خیرات روز ہوتی تھی نامِ حسینؑ پر

۲۶
گہہ سوچتیں امید بر آنا محال ہے — پھر خواب میں وہ آئیں یہ محض اِک خیال ہے
گہہ کہتیں وہ رسولؐ ہیں، یہ نیک فال ہے — ظاہر ہے ان پہ جو مرے باطن کا حال ہے
صورت وہی نکالیں گے اب دل کے چین کی
اُن کو قسم میں دوں گی اِنھیں کے حسینؑ کی

۲۷
اس آرزوئے نیک میں بانوئے نیک خو — یوں محو تھیں کہ جیسے فضا محوِ رنگ و بو
اکثر چمن چمن گل زہراؑ کی جستجو — پہروں امامِ دیں سے تصوّر میں گفتگو
اک روز سو گئیں جو اسی اضطراب میں
آنکھوں کو فرشِ راہ کیا عین خواب میں

۲۸
جھپکی ذرا جو آنکھ نظر سے اٹھے حجاب — دیکھا جناب کے دلِ بیدار نے یہ خواب
اترے ہیں گھر میں چرخِ بریں سے بآب و تاب — اک چاند، اک معظّمہ آسماں جناب
جلوے جلو میں جیسے مضامیں کتاب میں
حوریں ملازمت میں، فرشتے رکاب میں

۲۹ وہ چاند جس کو پہلے بھی دیکھا تھا اک نظر   رہوارِ معجزات و کرامت پہ جلوہ گر
گردوں حشم نجوم خدم ، نور سر بسر   طالع جلو میں پشت پہ قسمت فلک پہ سر
ہلتی ہے اس صدا سے فضا مشرقین کی
ہٹ جاؤ آرہی ہے سواری حسینؑ کی

۳۰ سہرا ہے رخ پہ چاند کے تاروں کا ضوفگن   لڑیاں ہیں جس کی مہر کی کرنوں پہ خندہ زن
لب پر ہے اک فرشتۂ رحمت کے یہ سخن   دولھا بنا ہے خاتمِ انوارِ پنجتنؑ
سب رنج و غم ہوں دور کہ شادی کی رات ہے
جور جس سے بری ہے یہ اس کی برات ہے

۳۱ تکبیر کے بجاتے ہیں قدسی جو چنگ و دف   گونجا ہوا ہے نعرۂ توحید ہر طرف
سُبحانَ ربّنا کے جو طاسے ہیں صف بہ صف   شہنائیاں ہیں نغمۂ نادِ علیؑ بکف
ہر جھانجھ کہہ رہی ہے جھما جھم علیؑ علیؑ
ہر طبل کی صدا ہے دما دم علیؑ علیؑ

۳۲ بانوؑ کے پاس آ کے پکاری یہ ایک حور   بنتِ رسولؐ آتی ہیں کلمہ پڑھیں حضور
کھولے یہ سن کے لب تو بڑھی رحمتِ غفور   جُھلے میں معرفت کے دیا غسلِ آبِ نور
غل پڑ گیا کہ پرتوِ تطہیر ہو گئیں
نو محوروں کا مرکزِ تنویر ہو گئیں

۳۳ تطہیر نے قنات جو روکی پئے حجاب   حوروں نے بال گوندھے بنایا دُلھن شتاب
پہنا دیا لباس جو عفت کا لاجواب   برقع حیا و شرم ، جلالت بنی نقاب
غازہ جو نور کا تھا رخ تابناک پر
خلقِ نبیؐ کا عطر مَلا جسمِ پاک پر

۳۴
ٹیکا لگا کے حبِ رسالتمآب کا روشن جبیں کو نور دیا آفتاب کا
آئینہ لائیں صورت اُم الکتاب کا آیا رِدا کے واسطے آیہ حجاب کا
ذاتی شرف تھا فخر کی مشعل لیے ہوئے
پیوندِ آل نور کا آنچل لیے ہوئے

۳۵
تقدیس نے جو خلعۂ رحمت پنھا دیا نعلین پا ثبات قدم کو بنا دیا
قدموں پہ عظمتِ دو جہاں کو جھکا دیا چشمِ خرد میں سرمۂ بینش لگا دیا
عرش بریں کا تخت بچھا کر جلوس کو
بخشا زرِ خلوص کا زیور عروس کو

۳۶
جھومر وہ سایۂ پسرِ ظلِّ کبریا ماتھے کا چاند نقشِ تولّائے مرتضیٰ
گردن کا طوق، عروۂ وثقیٰ کا سلسلا حَبلُ المتین دیں کا گلوبند دل کُشا
چمپا کلی وہ شمۂ تسبیح پاک کی
کلیوں نے آبرو دُرِ یکتا کی خاک کی

۳۷
گردن کا ہار، جس میں ہو مریم کا دل اسیر درِ نجف کی سلکِ حسینؑ، کہکشاں نظیر
کنگن وہ دستگیریٔ مولائے دستگیر وہ جوشنین، لطفِ نبی، رحمتِ قدیر
ہاتھوں کی ضو قمر سے بھی دِہ چند ہو گئی
مشکل کشا کی مُہر علیؑ بند ہو گئی

۳۸
کانوں کے زیورات بھی یکتائے دو جہاں آویزۂ جمیل، وہ آوازۂ اذاں
کیا زیبِ گوش پاک ہوئی ہیں بعزّ وشاں مولا کے حلقہ ہائے اطاعت کی بالیاں
ان بالیوں کا حاصل و محصول دیکھیے
پھر ان میں آیتوں کے کرن پھول دیکھیے

۳۹
تعویذ وہ کہ جس کے اثر سے عدو ہوں خاک　　مفہوم جس کا یہ ہے کہ لا ناصِرَ سواک
عزت کی نتھ، ہلالِ فلک سے بھی تابناک　　انگشتری میں ختمِ اِمامت کا نورِ پاک
پہنائی خود بتولؑ نے تاروں کی چھاؤں میں
پابندی اصول کی پازیب پاؤں میں

۴۰
پہنے جو معرفت کے یہ زیور بکّر و فر　　خدمت میں جھک گئے بادب شکل دیکھ کر
حوروں کے سر فرشتوں کے سر اولیا کے سر　　گویا سراسری یہ دُلھن کی تھی سر بسر
بن سج گئیں جو خلعتِ عنبر سرشت سے
آئے رسولؐ بہرِ زیارت بہشت سے

۴۱
خوشبو سے بزمِ رشک خطا و ختن بنی　　سہرے کے گل کھلے تو فضا گلبدن بنی
ہمرنگِ آل بانوے گل پیرہن بنی　　گلگوں قبا بنے کی شہادت دُلھن بنی
غل پڑ گیا کہ بخت پھرا ماہ و سال کا
زہرہ جبیں سے عقد ہے زہراؑ کے لال کا

۴۲
ہاشم کے خاندان کی حشمت ہے اک طرف　　کسرائیوں کی شانِ شرافت ہے اک طرف
فضل اک طرف ہے اور فضیلت ہے اک طرف　　توحید اک طرف تو عدالت ہے اک طرف
سیّد سے کائناتِ نجابت کا عقد ہے
قرآں کے ساتھ نور کی سورت کا عقد ہے

۴۳
شمعیں لیے ہوئے عظمت کی آب و تاب　　اقوال مصطفا و روایات بوتراب
دولھا بھی منتخب ہے دُلھن ہے انتخاب　　اُن کی کوئی نظیر نہ اِن کا کوئی جواب
وہ مرکزِ شرافتِ نسلِ بتولؑ ہیں
یہ مادرِ آئمۂ آلِ رسولؐ ہیں

۴۴ نوروز کی سحر تھی کہ معراج کی وہ شب   دولھا دُلھن کی قدر کہوں یا حسب نسب
یہ بانوے عجم تو وہ شہزادۂ عرب   مشاطہ حورِ خلد ، براتی امینِ ربّ
وہ ساس جس کا زوج امیر حنین سا
نوشاہ ، بادشاہِ دو عالم حسینؑ سا

۴۵ وہ ہے دُلھن جو آلِ پیمبرؐ کے دل کا چین   دولھا وہ ہے جو عینِ الٰہی کا نورِ عین
دونوں طرف وکیل ملائک بزیب وزین   میکال و جبرئیل گواہانِ عادلین
وہ خطبہ خواں ہے جس کی زباں شمع طور ہے
قاضی وہ ہے مفتیٔ روزِ نشور ہے

۴۶ ہے حجلۂ عروس میں حوروں کا اژدھام   مریم بھی ہاجرہ بھی ہیں مصروفِ اہتمام
وہ رت جگے کی فرش سے تا عرش دھوم دھام   وہ گیت جو انیسؔ کی اس بیت پر تمام
بانوئے نیک نام کی کھیتی ہری رہے
صندل سے مانگ بچّوں سے گودی بھری رہے

۴۷ آمین اس دعا پہ جو کہنے لگیں بتولؑ   پیہم فلک سے رحمتِ رب کا ہوا نزول
صیغے کو سن کے بول اُٹھا شرع کا اصول   ایجاب مستجاب تو مقبول ہے قبول
بانو کی ضو جو نورِ پیمبرؐ سے مل گئی
موجِ فرات چشمۂ کوثر سے مل گئی

۴۸ صلِ علیٰ کے شور سے گونجی وہ بزمِ دیں   ہر فرد جس میں خلد نشین و فلک نشیں
غلمان و حور و قدسی و رضوانِ مہ جبیں   کل اولیا تمام نبی سارے مرسلیں
شامل تھے جشنِ سرورِ عالی صفات میں
روح الامین پڑھتے تھے سہرا برات میں

۴۹
سہرا سرِ حسینؑ پہ نورِ جلیل کا سہرا سرِ حسینؑ پہ صبرِ جمیل کا
سہرا سرِ حسینؑ پہ عزمِ خلیل کا سہرا سرِ حسینؑ پہ حق کی سبیل کا
تعمیرِ کربلا کا ہے سہرا انھیں کے سر
اسلام کی بقا کا ہے سہرا انھیں کے سر

۵۰
سہرا سرِ حسینؑ پہ سب کی نجات کا سہرا سرِ حسینؑ پہ عزمِ حیات کا
سہرا سرِ حسینؑ پہ حق کی صفات کا سہرا سرِ حسینؑ پہ اسمائے ذات کا
عزت کی زندگی کا ہے سہرا انھیں کے سر
دینِ محمدی کا ہے سہرا انھیں کے سر

۵۱
سہرا ہے سر پہ دینِ خدا کی نمود کا سہرا ہے سر پہ مرضیٔ رب ودود کا
سہرا انھیں کے سر تہ خنجر سجود کا سہرا انھیں کے سر ہے قیام وقعود کا
مقتل میں حق کی یاد کا سہرا انھیں کے سر
ہے نفس سے جہاد کا سہرا انھیں کے سر

۵۲
سہرا سرِ حسینؑ پہ خُلقِ کریم کا سہرا سرِ حسینؑ پہ باغِ نعیم کا
سہرا سرِ حسینؑ پہ ذبحِ عظیم کا سہرا سرِ حسینؑ پہ دینِ قدیم کا
باطل کے سدِّ باب کا سہرا اِنھیں کے سر
پُر فیض انقلاب کا سہرا انھیں کے سر

۵۳
حوریں دُلھن سے کہتی ہیں ہنس ہنس کے بار بار شوہر کی منزلت جو ہے سہرے سے آشکار
غیر از بتولؑ جنتی ہیں نسوانِ ذی وقار بی بی عجب نصیب تمہارا ہے ہم نثار
ان میں کسی کو بھی یہ مقدر نہیں ملا
سب کچھ ملا حسینؑ سا شوہر نہیں ملا

ناگاہ شاد ہو کے پکارے یہ خاص و عام ۔ رخصت ہے اب دُلھن کی بصد جاہ واحترام
۵۴
نذریں گزارتے ہیں نبی و ولی تمام ۔ دارالسّلام پیش کرے تحفۂ سلام

نو آسماں جھکے ہیں غلامی کے واسطے

حاضر ہیں نو امام سلامی کے واسطے

آئے خلیل مقصدِ خُلّت لیے ہوئے ۔ حق کا حبیب دین کی دولت لیے ہوئے
۵۵
اتمامِ مدعائے رسالت لیے ہوئے ۔ راز بقائے نسلِ امامت لیے ہوئے

نو لال حق نے غیرتِ لعل یمن دیئے

جو پنجتنؑ کا فخر ہیں وہ نو رتن دیئے

یہ قاسمؑ جناں کی وِلا کا ثمر ملا ۔ احمدؐ کے اہلِ بیتؑ سے جنّت کا گھر ملا
۵۶
شمس الضحا کی آنکھوں کا تارہ قمر ملا ۔ خیرالبشر کا فخر جو ہے وہ بشر ملا

غنچے بھی مل گئے چمنِ حق کے پھول بھی

شبرؑ بھی فاطمہؑ بھی علیؑ بھی رسولؐ بھی

پہلو میں ہیں بہارِ امامت لیے ہوئے ۔ دامن میں کائناتِ رسالت لیے ہوئے
۵۷
نسلِ عجم کی بوئے شرافت لیے ہوئے ۔ سلمانِ فارسی کی فراست لیے ہوئے

گل ہیں ہزار اک چمنِ مشک بیز میں

میکے سے لے چلی ہیں عدالت جہیز میں

بولیں گلے لگا کے پیمبرؐ کی نورِ عین ۔ بچی ترا سہاگ رکھے ربِ مشرقین
۵۸
اب صدمۂ فراق سے کرنا نہ شور و شین ۔ رخصت کے دن قریب ہیں مل جائینگے حسینؑ

بانو یہ سن کے خواب سے بیدار ہو گئیں

کھلتے ہی آنکھ نرگسِ بیمار ہو گئیں

۵۹
مَل مَل کے آنکھیں غور سے دیکھا اِدھر اُدھر　　وہ تخت تھا نہ انجمن انجم و قمر
رہنے لگا وہ چاند تصوّر میں جلوہ گر　　وعدے کا انتظار تھا، اللہ پر نظر
شام و سحر خیال رسولؐ حنیُن کا
تسبیح فاطمہؑ کی وظیفہ حسینؑ کا

۶۰
دل میں نہ کوئی بات نہ لب پر کوئی کلام　　خود بے چھری حلال اور آب وغذا حرام
شب کو چراغِ صبح ، سحر کو مہ تمام　　آنکھوں میں جلوہ گر شفقِ خوں قریب شام
دن رات چشم تر میں شہ انس و جنّ پھرے
راتوں جلیں چراغ کی صورت تو دن پھرے

۶۱
آیا جو راستی پہ زرا چرخ کج مدار　　بدلا خوشی کے رنگ سے نیرنگِ روزگار
اب تک خلافتیں تھیں مخالف کہ ایک بار　　پہنچا علیؑ کے ہاتھ میں ہر پھر کے اقتدار
بانوؑ جو ڈھونڈتی تھیں سہارا نصیب کا
چمکا بلادِ شرق میں تارا نصیب کا

۶۲
جس سرزمیں پر تھی مکیں آلِ کیقباد　　تھے اختیار میں بنِ جابر کے وہ بلاد
عامل جو تھا شریعتِ حق پر وہ خوش نہاد　　کسرائیوں کے حق میں کیا نفس سے جہاد
دل نے کہا ستم سے فضا صاف کیجیے
نوشیرواں کی آل سے انصاف کیجیے

۶۳
پامالِ انقلاب جو کسرائی تھے تمام　　ان کی بحالیوں کا کیا دل سے اہتمام
بانو کو تھا جو شوقِ قدم بوسی امام　　دربار شاہ میں انھیں بھیجا بہ احترام
چھوڑیں قرابتیں کہ زیارت عزیز تھی
بانو تھیں ایک ان کی بہن ، اک کنیز تھی

۶۴
آئیں جو مسجد نبوی میں یہ نیک خو   بانوؑ کسی کی تھیں متجسس ہر ایک سو
آنکھوں سے اشک بن کے نکلتی تھی آرزو   فانوس پیرہن میں پگھلتی تھی شمع رو
پیہم تلاش کرتی تھی ضو آفتاب کو
بلقیس ڈھونڈتی تھی سلیماں جناب کو

۶۵
ناگاہ دن ڈھلے نظر آیا مہ تمام   تعظیم کو ادب سے صحابہ اٹھے تمام
دیکھا جو مڑ کے بانوئے شہ نے سوئے امام   اُٹھتے ہی آنکھ جھک گئیں نظریں پئے سلام
دل کی کلی کھلی کہ گلِ مدعا ملا
مسجد میں جب امام ملے تو خدا ملا

۶۶
پایا خدا کے گھر سے درِ علم کا مکاں   زینبؑ نے ماں کی طرح بنایا دُلھن یہاں
قاضی ہوئے نبیؐ کی جگہ شاہِ مومناں   تعبیر خواب سن کے ملا یوسفِ زماں
شادی ہوئی جو آپ سے سبطِ رسولؐ کی
بخشی علیؑ نے مہر میں مسند بتولؑ کی

۶۷
ہمنامِ حق نے نام جو پوچھا دمِ سلام   بولیں حیا سے سر کو جھکا کر کہ یا امام
شاہ زماں کنیز کو کہتے ہیں خاص و عام   فرمایا ہم تو آپ کا بانو رکھیں گے نام
خلعت ملا تھا بنتِ رسالتمآب سے
پایا خطاب سرور فصل الخطاب سے

۶۸
ساتھ آئی تھی جو اُن کے کنیز ایک معتبر   شیریں تھا نام خُلق بھی شیریں و پُر اثر
بانوؑ کے گھر میں اس کی یہ صورت تھی مختصر   کچھ کام اِن کے ذمّے تھا کچھ کام اُس کے سر
یہ خو، گھروں کا نظم و نسق بن کے رہ گئی
بہر زنانِ خلق سبق بن کے رہ گئی

۶۹
ان ذمہ داریوں سے سنبھالا علیؑ کا گھر ۔۔۔ ابھرا وہ پھر دلوں پہ جو زہراؑ کا تھا اثر
زینبؑ پہ یہ نثار وہ صدقے تھیں آپ پر ۔۔۔ شبیرؑ کی نگاہ تھی ، اللہ کی نظر
ہر رنج سے فراغ دیا بے نیاز نے
سجادؑ سا چراغ دیا بے نیاز نے

۷۰
پایا پسر وہ غیرتِ یوسف وہ خوش جمال ۔۔۔ یوسفؑ بھی کہہ رہے تھے کہاں میں کہاں یہ لال
اب اس مقام سے ہے بہت اختلافِ حال ۔۔۔ نو دس روایتوں کے پرکھنے کا ہے سوال
اعدا کے قول اہلِ ولا نے سنائے ہیں
موتی تمام سچے ہیں جھوٹوں سے پائے ہیں

۷۱
بی بی کے باب میں ہیں روایات جس قدر ۔۔۔ راوی ہیں ان میں ایک کے اوروں سے معتبر
یعنی دمِ ولادتِ سجادِ نامور ۔۔۔ یہ ہوگئیں علیل ہوئی زیست مختصر
اتنا بڑھا مرض کہ جہاں سے گزر گئیں
عابدؑ کو پالنے بھی نہ پائیں کہ مر گئیں

۷۲
قبل از وفات ذکر کے قابل کیا وہ کام ۔۔۔ انسانیت کو جو ہے مساوات کا پیام
شیریں جو تھی کنیز بصد جاہ و احترام ۔۔۔ بانوئے شہ کے گھر میں وہ فضہ تھی لاکلام
خدمت سے باوفا نے جو دل شاد کر دیا
یہ حرّیت پسند تھیں آزاد کر دیا

ہونے لگی حرم سے جو رخصت وہ باوقار ۔۔۔ بانو کو دیکھ دیکھ کے روتی تھی زار زار
کرتی تھی شہ سے عرض یہ ہو ہو کے بے قرار ۔۔۔ اس گھر سے ایک شرط پہ جاتی ہے خاکسار
وعدہ کریں حضور مرے گھر پہ آئیں گے
سب شاہزادیوں کو بھی ہمراہ لائیں گے

بولے اک آہ بھر کے شہنشاہِ مشرقین　　اچھا سدھارو بی بی کبھی آئے گا حسینؑ
۷۴
وہ بولی اور سب حرم سرورِ حُنین　　خالق نے کی ہے ان کی زیارت بھی فرضِ عین
ہمسائیاں سر آنکھوں پہ سب کو بٹھائیں گی
حضرت نے سر جھکا کے کہا یہ بھی آئیں گی

خوش ہوگئی یہ سن کے جو شیرینِ باوفا　　پھیلا کے گود دلبرِ زہراؑ کو دی دعا
۷۵
چلنے لگی تو شہ نے یہ بانو کو دی ندا　　پوشاک و زادِ راہ اسے کیجئے عطا
خلعت بھی ایک دیجئے اس دل ملول کو
اک دن ردائیں دے گی یہ آلِ رسولؐ کو

کہتا ہے اب یہ ذکرِ مصائب کا اقتضا　　لکھئے زبانِ حال میں شیریں کا ماجرا
بانو سے پھر وہ مل نہ سکی اس سے بحث کیا　　مشہور خلق میں ہے مگر آج تک وفا
اس کو نہ صرف بانوئے سرور عزیز تھی
سب آلِ فاطمہؑ کی وہ دل سے کنیز تھی

سب عترتِ نبیؐ کے بچھڑنے کا تھا ملال　　زینبؑ کی دید کے لیے بے چین تھی کمال
۷۷
بانوؑ کی یاد میں کبھی گریاں کبھی نڈھال　　سب سے زیادہ دعوتِ شبیرؑ کا خیال
ہر شے پہ ذکرِ شاہ کو ترجیح رات دن
تھی حرزِ جاں امام کی تسبیح رات دن

اک دن سنا کہ آتے ہیں اس درد کے طبیب　　ہے کاروانِ قبلۂ عالم بہت قریب
۷۸
دل نے کہا کہ کھل گئی قسمت پھرے نصیب　　وعدہ وفائی کے لیے آئے مرے حبیب
دیکھو یہ مرحمت کی نظرِ اہلِ بیتؑ کی
آمد ہے مجھ غریب کے گھر اہلِ بیتؑ کی

لازم ہے یہ کہ صاف ہو شفاف ہو مکاں ۷۹ شایانِ شانِ حضرت سلطان انس وجاں
رضواں زبانِ حال سے بولا یہ ناگہاں لایا میں زلفِ حور کی جاروبِ ضوفشاں
دعوت ہے بادشاہِ کرامت ظہور کی
کرسی منگاؤ عرشِ معلیٰ سے نور کی

باطن کے آئینے کی طرف صاف کرکے گھر ۸۰ شوہر کے پاس آکے پکاری وہ خوش سیر
درپیش ہے ضیافت مولائے بحر و بر ہمراہ ہوں گے سب حرمِ سیّدالبشر
میوہ بھی کچھ منگاؤ کہ بچّے بھی آتے ہیں
قسمت پکارتی تھی طمانچے وہ کھاتے ہیں

ناگاہ گھر میں آکے کسی نے یہ دی خبر ۸۱ آیا قریب قافلۂ شاہِ بحر و بر
شاید کسی جہاد سے آتے ہیں شہ اِدھر ہمراہ کچھ اسیر ہیں کچھ سر لہو میں تر
خوش ہو کے وہ پکاری یہ ہر اک فدائی کو
لوگو حسینؑ آتے ہیں چلو پیشوائی کو

سامانِ نذر لے کے وہ گھر سے ہوئی رواں ۸۲ آئی برونِ قلعہ تو دیکھا عجب سماں
ناقوں پہ سر کھلے ہوئے ہیں چند بیبیاں ہے اک مریض بستۂ زنجیر، سارباں
رسّی میں کچھ بندھے ہوئے بچے نڈھال ہیں
رخسار گلرخوں کے طمانچوں سے لال ہیں

حیران ہو کے رہ گئی شیرینِ باوفا ۸۳ پوچھا یہ ساربان سے بڑھ کر کہ میں فدا
کس جرم پر امام نے دی تم کو یہ سزا شکلیں تو کہہ رہی ہیں کہ تم سب ہو بے خطا
اللہ کس سبب سے یہ قیدِ شدید ہے
بے پردگی کا حکم تو شہ سے بعید ہے

۸۴
بولا اک آہ بھر کے وہ بیمارِ نیم جاں — بی بی امام کا نہیں یہ لشکر گراں
قیدی ہیں میرِ شام کے ہم زار و ناتواں — غش ہوگیا یہ کہہ کے نقاہت سے ساربان
ناقے رکے تو ظلم ہوئے بے گناہ پر
دُرّے پڑے حسینؑ کے نورِ نگاہ پر

۸۵
شیریں تڑپ کے رہ گئی آنسو ہوئے رواں — بولی یہ بیبیوں سے بصد نالہ و فغاں
لوگو بتاؤ کچھ خبرِ سرورِ زماں — تم کس جگہ سے آئے ہو شبیرؑ ہیں کہاں
یا ربّ پھر ایک بار میں سرور کو دیکھ لوں
عابدؑ کو دیکھ لوں علی اکبرؑ کو دیکھ لو

۸۶
میں نے سنا تھا لاتے ہیں تشریف شاہِ دیں — کیا راہ میں امامِ اُمم رک گئے کہیں
بولیں دبی زبان سے یہ زینبؑ حزیں — ہم خود ہیں نیم جاں ہمیں اپنی خبر نہیں
شیریں صدا کو سن کے عرق میں نہا گئی
کانوں میں اک سُنی ہوئی آواز آ گئی

۸۷
زینبؑ کی گفتگو پہ جو بانوؑ کا شک ہوا — سر پیٹ کر پکاری مصیبت کی مبتلا
بی بی نہ منھ چھپائیے پہچان لی صدا — لونڈی ہوں میں تو آپ کی مجھ سے حجاب کیا
یا کبریا میں جاگتی ہوں یا کہ خواب ہے
بانوؑ کے دشمنوں کی یہ حالت خراب ہے

۸۸
بنتِ علیؑ پکاریں کہ بیجا ہے یہ گماں — بانو کہاں یہ قیدی دامِ بلا کہاں
میں اک کنیزِ فاطمہؑ اور وہ شہِ زناں — ان کا پسر امام مرا لال ساربان
وہ کہتی ہے کہ آپ تو بانوؑ ضرور ہیں
حیرت یہ ہے کہ سبطِ پیمبرؐ سے دور ہیں

زینبؑ کا یہ بیان ہے بانوؑ نہیں ہوں میں ۸۹ بانوؑ کی اور شان ہے بانوؑ نہیں ہوں میں
اُن کا پسر جوان ہے بانوؑ نہیں ہوں میں میری اکیلی جان ہے بانوؑ نہیں ہوں میں
اُن کی تو گود میں چھ مہینے کا لال ہے
بچے کو چھوڑ دے کوئی ماں یہ محال ہے

وہ بولی ہاتھ جوڑتی ہوں مجھ پہ رحم کھاؤ ۹۰ بی بی کی دردمند ہوں میں دردِ دل سناؤ
لونڈی نثار نام تو اپنا نہ اب چھپاؤ مولا مرے کہاں گئے لِلّہ کچھ بتاؤ
یہ عرض ہو قبول کنیزِ امام کی
تم کو قسم حسین علیہ السلام کی

رو کر پکاریں خواہرِ شبیرؑ نامدار ۹۱ بھائی کی دے قسم نہ مجھے بہرِ کردگار
لے دل کو اب سنبھال سناتی ہوں حالِ زار زینبؑ ہوں میں حسینؑ کی ہمشیرِ دل فگار
پردیس میں بہن شہ والا سے چھُٹ گئی
مقتل میں میرے بھائی کی سرکار لُٹ گئی

آگے جو میرے ناقے کے ہے مرکزِ نظر ۹۲ نیزے پہ یہ بلند مرے بھائی کا ہے سر
یہ ساربان گرا تھا جو غش کھا کے خاک پر عابد یہی ہے بانوئے ذی جاہ کا پسر
اس کے سوا ہر اک کا لہو رن میں بہہ گیا
تنہا مریض ٹھوکریں کھانے کو رہ گیا

❁ ❁ ❁

علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی کی معرکتہ الآرا کتاب شائع ہوگئی ہے

شہزادۂ علی اصغرؑ

علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

چھٹی مجلس

زوجۂ حسینؑ حضرت شہر بانوؑ

سبیلِ سکینہؑ حیدرآباد لطیف آباد

یہ تقریر امام بارگاہِ آلِ عباؑ میں ۲۰۰۰ء، ۱۴۲۱ھ کے عشرۂ محرم میں کی گئی تھی۔
اس کے علاوہ بھی حضرت شہر بانوؑ پر پانچ تقاریر علامہ ضمیر اختر نقوی کی
ادارے کے پاس موجود ہیں۔

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی

چھٹی مجلس

زوجۂ حسینؑ حضرت شہر بانوؑ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے درود و سلام محمدؐ و آلِ محمدؐ کے لئے

۱۴۲۱ھ کے عشرہ محرّم کی امام بارگاہ آلِ عبا میں آپ حضرات چھٹی تقریر سماعت فرما رہے ہیں۔ حیاتِ امام مظلومؑ کے عنوان پر ہم آپ سے مسلسل گفتگو کر رہے ہیں کئی تقریروں میں ہم نے یہ بات کہی کہ کسی کے حیات میں وہ کون کون سے باب ہیں کہ جو انتہائی اہم ہوتے ہیں دونوں شہزادوں کی زندگی کا آغاز ولادت سے بچپن تک رسولؐ کی شفقت و محبت کے سائے میں گزرا اور بچپن کا کوئی واقعہ ایسا نہیں کہ جو ہمارے بچے بچے کو یاد نہ ہو، جب طفلی تھی اور جھولا جھول رہے تھے اس وقت بھی فرشتے خدمت گزار تھے۔ اور رسولؐ اکرم کو چین نہیں پڑتا تھا جب تک دن میں کئی مرتبہ بچوں کو دیکھنے نہ آئیں بلکہ حسینؑ کی ولادت کے بعد مسلسل یہ عالم ہو گیا تھا کہ صبح سے شام تک گود میں اُٹھا کر زبان چُساتے رہتے تھے، جب وہ وقت آیا کہ دونوں بچّے کچھ غذا کھانے لگے تو ہمیشہ کھجور یا روٹی کے ٹکڑے کو اپنے دانتوں سے چباتے اس کا لعاب بناتے تھے اور لعاب بنا کر کبھی حسنؑ کے منہ میں بھر دیتے کبھی حسینؑ کے منہ میں جیسے پرندہ اپنے بچے کو دانہ بھراتا ہے، ہمیشہ جب آتے بچوں سے پیار کرتے تو ہمیشہ جُھک کر سب سے پہلے حسنؑ کے ہونٹوں کو چومتے اور کافی دیر تک چومتے اور پھر اس کے بعد حسینؑ کے قریب

جاتے اور گریبان کھول کے حسینؑ کے گلے کو دونوں طرف سے چومتے آپ کو معلوم ہے کہ کبھی سورۂ دہر نازل ہوا اور کبھی آیۂ مباہلہ نازل ہوئی کبھی آیۂ تطہیر نازل ہوئی یہ وہ آیات ہیں کہ جس میں نانا کے ساتھ ساتھ بچے برابر کے حصّے دار ہیں کبھی چادر میں ہیں کبھی ایسا ہوا آپ کا اصحاب انتظار کر رہے ہیں کہ رسولؐ ابھی برآمد ہونے والے ہیں اور جب باہر آئے تو عبا کو یوں اپنے اوپر ڈھانپے ہوئے آئے کہ اصحاب نے سوال کیا کہ آج بچوں کو لے کر نہیں نکلے؟ تو فوراً عبا کے دامن کو ہٹا دیا ایک طرف حسنؑ لپٹے تھے ایک طرف حسینؑ لپٹے تھے کبھی عبا میں چھپا کے نکلے کبھی عبا میں لے کے نکلے کبھی کاندھوں پر سوار کیا کبھی عید کے جوڑے آئے کبھی ہرنی کا بچہ آیا تو تحفے میں دے دیا اور جب حسنؑ ہرنی کا بچہ لے کر گئے تو حسینؑ دوڑتے ہوئے آئے کہ نانا ہمارے لئے؟ تو اللہ نے ہرنی کو حکم دیا کہ اس سے پہلے کہ حسینؑ کی آنکھ سے آنسو ٹپکے اپنے دوسرے بچے کو تیز تیز دوڑ کر مدینے تک پہنچا دے رسولؐ کی خدمت میں، کبھی ایسا ہوا کہ اگر نانا کے پاس ہیں خطبہ سُن رہے ہیں اور گھر آئے ہیں تو فاطمہؑ نے بچوں کو بٹھا کے کہا ہمیں بھی تو سناؤ نانا سے کیا سن کے آئے ہو تو بچے ایک نانا کا خطبہ سنتے تو پورا خطبہ زبانی یاد ہو جاتا یہ بچوں کے حافظے کا عالم تھا اور ماں بچوں ہی سے خطبہ سنتی اور جب کبھی علیؑ آتے تو فاطمہؑ پورا خطبہ سنا دیتیں تو علیؑ کہتے تمہیں کیسے علم ہوا کہا آپ کے بیٹے اپنے نانا کا خطبہ روز ہمیں آ کر سناتے ہیں کبھی ایسا ہوا کہ اگر ماں کے پاس بیٹھے ہیں تو ماں ہمیشہ محبت و شفقت میں علم کی ہی بات کرتیں آج تختی لکھ کر دکھاؤ دونوں بچوں نے تختی لکھ کر دکھائی ظاہر ہے نانا سے اور علیؑ سے لکھنا سیکھا تھا فاطمہؑ تختی دیکھتی رہ گئیں کہ ہم فیصلہ نہیں کر سکتے کہ تختی حسنؑ نے اچھی لکھی یا حسینؑ نے اچھی لکھی ہے۔ دیکھو میرے گلوبند میں سات موتی ہیں میں اپنا گلوبند توڑتی ہوں تو آج پتہ چلا کہ بی بی نے گلے میں گلوبند پہنا

کیوں تھا ورنہ بی بی تو کبھی زیور پہنتی ہی نہ تھیں تو معلوم ہوا کہ یہ گلے میں گلوبند اس لئے رہ گیا تھا کہ ماں کو ان بچوں کے لئے یہ موتی نچھاور کرنے تھے گلوبند کو توڑ دیا کہا جو جتنے موتی اُٹھا لے وہ اس کا انعام ہے سات موتی تھے تین حسنؑ نے اُٹھا لئے تین حسینؑ نے اُٹھا لئے ایک موتی بچا تھا کہ ہاتھ بڑھتا جاتا تھا دونوں شہزادوں کا کہ اللہ نے جبریل امینؑ سے کہا اس سے پہلے کہ کسی کا ہاتھ موتی پر پڑے اپنے پر سے موتی کو دو ٹکڑے کر دو اِدھر حسنؑ کا ہاتھ بڑھا اُدھر حسینؑ کا۔ آدھا موتی حسنؑ کے ہاتھ میں آیا، آدھا موتی حسینؑ کے ہاتھ میں آیا۔ موتی قیمتی تو تھے ہی لیکن بی بیؑ کے گلے میں پڑے تھے اس لئے اور زیادہ قیمتی ہو گئے تھے اب عصمت کے ہاتھ میں آئے حسنؑ وحسینؑ نے پائے، امامت کو ملے کہتے ہیں حسینؑ کو جو موتی ملے تھے اسی کے دو موتی تھے جو سکینہؑ کی بالی میں پڑے تھے تو یہ موتی فدک سے کم نہیں تھے یہ بچوں کی سوانحِ حیات ہے امام حسینؑ کا کوئی واقعہ کتاب میں پڑھیں یا سنیں اس کا آخری رُخ کربلا میں مڑ جاتا ہے یقیناً حسینؑ کو کربلا کے لئے تخلیق کیا گیا تھا بچپن یوں گزرا، چھ یا سات برس کے تھے کہ نانا دنیا سے چلے گئے تین مہینے بعد ماں بھی دنیا سے چلی گئی اب باپ کے سائے میں پروان چڑھے پندرہ سولہ برس کا سن ہوا تو مدینے میں عرب میں خلافت فتوحات کر رہی تھی لیکن علیؑ نے شہزادوں کو کبھی کسی لشکر کے ساتھ نہیں بھیجا اس لئے نہیں بھیجا کہ فاتح خیبر میں ہوں، فاتحِ بدر وحنین میں ہوں، جب میرے بغیر تم لڑائی لڑ سکتے ہو اور تم مجھ سے ہی نہیں کہہ رہے ہو کہ کسی لڑائی کی سپہ سالاری میں کروں تو میں بچوں کو کیسے جانے دوں اگر کبھی خود کسی لڑائی پر گئے ہیں بعدِ رسولؐ جمل میں گئے ہیں صفین میں گئے ہیں نہروان میں گئے ہیں اور ہمیشہ حکم یہ ہوتا تھا مالکِ اشتر کو کہ میرے دونوں بچوں کو میرے پہلو سے ہٹنے نہ دینا اور اگر خود حملہ کرتے تو ایک ایک بنی ہاشم کے جوان سے کہتے تھے حسنؑ اور حسینؑ کو

یہاں سے ہٹنے نہ دینا سپر بنے کھڑے رہنا مدینے سے لے کر صفّین کے میدان تک ایک ایک کو تاکید کرتے تھے دیکھو حسنؑ کو بھی جلال آسکتا ہے حسینؑ کو بھی جلال آسکتا ہے یہ محمدؐ کے بیٹے ہیں لیکن تم سب سپر بنے رہنا ایسا نہ ہو یہ تمہارے حصار کو توڑ کر آگے بڑھ جائیں جب کبھی باری باری اپنے بیٹوں کو لڑنے کے لئے بھیجتے علیؑ ہر بیٹے کی لڑائی دیکھتے تھے اور جب کوئی بیٹا فتح مند آتا تھا محمد حنفیہؒ آئیں یا عباسؑ آئیں یا عبدؒاللہ آئیں یا جعفرؑ آئیں یا محمد بن علیؑ آئیں یا عون بن علیؑ لڑ کر آئیں ہمیشہ کہتے تھے خوب لڑے بہت اچھا لڑے علیؑ تمہیں داد دیتا ہے علیؑ جیسا فاتح اور شجاع تمہیں داد دیتا ہے لیکن یاد رکھنا میرے حسینؑ سے بہادر تم میں کوئی نہیں ہے ایک لڑائی میں عبداللہ ابن جعفرؑ، محمد بن حنفیہؒ، مسلم بن عقیلؑ، جمل کے میدان میں سب کو لڑنے کے لئے بھیجا کہ جاؤ ہم تم سب کی لڑائی دیکھیں گے خوب حملہ کیا اور سارے بھائی بڑی شجاعت سے لڑے لیکن جب واپس آئے تو کہا عبداللہ بن جعفرؑ اپنی شجاعت پر ناز نہ کرنا، مسلم بن عقیلؑ اپنی شجاعت پر ناز نہ کرنا تم سب بہادر ہو لیکن یہ یاد رکھنا میرے حسینؑ سے بہادر کوئی نہیں ہے گویا یہ حسینؑ کی جوانی تھی یہ حسینؑ کا شباب تھا لیکن عجیب بات یہ ہے کہ مورّخین نے مسلمانوں کی تاریخ لکھتے ہوئے ایک باب قائم کیا ہے کہ جب حضرت عمر کے دور میں ایران فتح ہوا تو ایران کے بادشاہ کو خلیفہ وقت کے لشکروں نے زیر کیا اور ان کے گھر والوں کو گرفتار کیا اور اس گرفتاری میں بادشاہ کی بیٹی شہر بانو آئیں اور حضرت عمر نے جب حضرت علیؑ کو بلوایا اور پوچھا کہ آپ بتایئے کہ شاہی خاندان کی عورتوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے تو حضرت علیؑ نے شہر بانوؑ کی شادی امام حسینؑ سے کردی، یہ ایک غلط فہمی ایسی پیدا ہوئی کہ شیعہ سنی سب ہی اس کو اپنی کتاب میں لکھنے لگے یہ روایت اس لئے قابلِ اعتبار نہیں ہے، کہ زمخشری نے سب سے پہلے اس روایت کو لکھا ہے، شبلی

نعمانی نے الفاروق میں اس روایت کی تردید کی ہے بعد میں ابنِ خلکان نے لکھا ہے تو وہ بھی غلط ہے مورّخین نے زمانے کا صحیح تعیّن نہیں کیا اس لئے کہ جب فتح ایران ہوئی ہے تو اُس وقت امام حسینؑ کی عمر سولہ سال تھی اور ظاہر ہے سولہ برس میں اس گھر میں شادی کا امکان نہیں ہے کوئی مثال کربلا سے پہلے نہیں ملتی کہ کسی بچے کی شادی سولہویں سال میں ہوئی ہو تو اس غلط فہمی کو میں امام حسینؑ کی سوانحِ حیات میں سے آپ کے ذہنوں سے اس وقت دور کروں اور اس کے لئے میں نے کہا تھا ایک عراق کے بہت بڑے عالم مہدی صاحب جو کہ عربی کے ماہر ہیں اور وہ مسلسل کئی برس پہلے عراق سے کراچی آ گئے ہیں اور وہ امام حسینؑ کی سوانحِ حیات عربی میں لکھنے میں مصروف ہیں۔ وہ کئی بار ہمارے پاس آئے جب انہوں نے ہم سے پوچھا کہ امام حسینؑ کی سوانحِ حیات ہم کس طرح سے لکھیں اور کیا کیا ابواب قائم کریں تو ہم نے مہدی صاحب کو بتایا کہ ہم آپ سے سوال کرتے جاتے ہیں اس خلاء کو آپ پُر کرتے جائیں، اس طرح کتاب بنتی جائے گی، نے پندرہ منٹ ان سے کچھ سوالات کئے میں نے ان سے کہا کہ اب تک کوئی مؤرخ نہیں بتا سکا کہ کتنی بیویاں ہیں امام حسینؑ کی ان کی شادیوں میں کتنے وقفے ہیں پہلے کس سے شادی ہوئی کون سا بیٹا کس بیوی سے پیدا ہوا کون سی بیٹی کس زوجہ سے ہے اور اس کے بعد رُک گیا تو انہوں نے مجھ سے کہا بولتے رہیئے بولتے رہیئے اور سوال کرتے رہیئے مجھے بڑا مزہ آ رہا ہے اور مجھے ایسا لگ رہا ہے میری کتاب بنتی چلی جائیگی اگر آپ اسی طرح بولتے رہے، کوئی ایک ڈیڑھ گھنٹے پہلے دن ان سے بات ہوئی تھی اور اس کے بعد وہ ہم سے محبت فرمانے لگے اور مسلسل سوانحِ حیات لکھنے میں مصروف ہیں اور خدا کرے کہ پینتالیس، چھیالیس جلدوں میں جو امام حسینؑ کی سوانحِ حیات وہ لکھ رہے ہیں وہ کامل ہو اور اس کا اردو میں ترجمہ بھی ہو اور پڑھنے

والے اس سے فائدہ اُٹھائیں بہر حال اس وقت میں نے جو سوالات کیئے تھے اس کا مقصد یہی تھا کہ خالی جگہوں کو آپ بھریئے اور تاریخ کیوں خاموش ہے یہاں پر تو ظاہر ہے کہ ہم نے جو سوال کیئے تھے کوئی خاکہ ذہن میں ہمارے جواب کا بھی تھا اس خاکے کو میں آپ کے سامنے پیش کیئے دے رہا ہوں اور اس تقریر کو جب آپ ٹیپ (tape.) سے لکھیں گے تو امام حسینؑ کی سوانحِ حیات کا ایک ایسا نادر تحقیقی باب آپ کے پاس آ جائے گا کہ آپ حیران رہ جائیں گے جب آپ بغداد سے سامرے کی زیارت کرنے کے لئے جائیں گے، اور آپ سلمانؑ پاک پر پہنچتے ہیں حضرت سلمانؑ فارسی کے مزار پر تو وہاں سے جب آپ نکلیں چند قدم کے فاصلے پر وہ عظیم الشان محل نظر آئے گا جو حضرت شہر بانوؑ کا محل ہے یہ یاد رکھیئے کہ ایران کا دارالسلطنت پہلے بغداد اور سامرے کی سرحد پر تھا یعنی ایران میں سامرہ شامل تھا اور اتفاق سے جب بٹوارہ ہوا تو کسریٰ کا محل اب عراق کے حصے میں آ گیا اسی کو کسریٰ کا محل کہتے ہیں، یہ وہ محل ہے کہ جب ہمارے حضور اکرمؐ پیدا ہوئے تھے تو اسی قصر کے کنگرے جو تھے وہ ٹوٹ ٹوٹ کر گر گئے تھے اور اس میں ایک ہزار برس سے آگ روشن تھی جس کی عبادت وہ لوگ کرتے تھے جسے آتش کدہ کہتے تھے جب حضورؐ ہمارے پیدا ہوئے تو وہ مخصوص جگہ جسے آتش کدہ کہتے تھے، اُس محل میں وہ آگ بجھ گئی اور بادشاہ وقت نے دریافت کیا یہ آگ کیوں بجھ گئی تو نجومیوں نے بتایا تھا کہ عرب کے شہر مکّے میں ایک نبیؐ پیدا ہوا ہے جس کی برکت سے اللہ نے دنیا کے پورے کفر کو نیست و نابود کرنے کا ارادہ کر لیا ہے چونکہ آگ کی عبادت اُس کے مذہب میں کفر ہے اس لئے اس کے پیدا ہوتے ہی یہ آگ بجھ گئی۔ جہاں وہ آتش کدہ تھا جہاں وہ آگ جلتی تھی وہاں ایک در بنا ہوا تھا اسے کہتے تھے در کسریٰ، عجیب بات یہ ہے کہ پورا محل جو کئی میل میں پھیلا ہوا تھا اور دنیا کا سب

سے بڑا محل تھا اُس وقت دنیا میں بس دو سلطنتیں بڑی کہلاتی تھیں ایک روم کی ایک ایران کی۔ ایران کے بادشاہ کو کسریٰ کہتے تھے اور روم کے بادشاہ کو قیصر کہتے تھے یہ نام نہیں ہیں یہ دونوں خطاب ہیں یعنی روم میں جو بھی بادشاہ آتا تھا وہ قیصر روم کہا جاتا تھا ایران میں جو بادشاہ آتا تھا اسے کسریٰ کہا جاتا تھا یہ دونوں خطاب تھے اور حضرت ادریسؑ کے زمانے سے جو حضرتِ آدمؑ کے پوتے تھے اُن کے زمانے میں حضرت نوحؑ سے بھی پہلے یہ سلطنت شروع ہوئی تھی اور دنیا میں اس سے قدیم کوئی سلطنت نہیں تھی اور عجیب بات یہ ہے کہ جو سائرس اعظم ہیں وہی سکندر ذوالقرنین ہیں، قرآن نے جسے سکندر ذوالقرنین کہا ہے ایران نے اُسے سائرسِ اعظم (کیخسرو) کہا ہے تو جنابِ شہر بانوؑ سکندر ذوالقرنین کی نسل میں تھیں۔

حضرت نوحؑ کو اللہ نے تین بیٹے دیئے تھے سام، حام اور یافث سام کی اولاد میں حضورؐ تھے، اور سام کے پوتے کیومرسؑ کی اولاد میں سائرس اعظم ہیں اور کیخسرو سائرس کی نسل میں جناب شہر بانوؑ تھیں تو اللہ نے نوحؑ کے دو پوتوں کی نسل کو حسینؑ اور شہر بانوؑ کی شکل میں ملایا تو صدیوں سے یہ پشت ہا پشت نسل در نسل یوں قدرت نے ان نسلوں کو محفوظ رکھا تھا کہ پورا شجرہ آج بھی جناب شہر بانوؑ کا مکمل موجود ہے اور شجرے کی پاکیزگی کی گواہی خود حضورؐ نے دی سرکارِ دو عالمؐ نے اپنی زندگی میں کبھی بھی کسی کافر کی مدح نہیں کی کسی کافر کی تعریف نہیں کی کسی مشرک کی تعریف نہیں کی لیکن دو مشرک ایسے ہیں کہ جن کے لئے حضورؐ نے تعریفی کلمات کہے اور اپنے اصحاب کے سامنے دو حدیثیں دے دیں اور آپ نے فرمایا مدح کرتے ہوئے کہ میں نوشیروانِ عادل بادشاہ کے عہد میں پیدا ہوا یہ کلمہ آپ نے مقام فخر پر فرمایا دوسری حدیث میں فرمایا کہ ایک حاتم طائی اور دوسرے نوشیروانِ عادل یہ دو جہنم میں ہیں بقول مسلمانوں کی حدیثوں

کے سب نے لکھا ہے ان حدیثوں کو وہ مستند ہے یا غیر مستند یہ تحقیق کی بات ہے لیکن حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ نے دونوں کو ایک ایک پنکھا ان کے ہاتھ میں دے دیا اور جب جہنم کے شعلے ان دونوں کی طرف بڑھتے ہیں تو پنکھوں سے وہ آگ کے شعلے ہٹا دیتے ہیں اور آگ ان کے قریب نہیں آتی تو اصحاب نے پوچھا کہ یہ نوشیروان اور حاتم کو جہنم کی آگ کیوں نہیں جلاتی تو آپ نے فرمایا نوشیروان دنیا کا سب سے بڑا عادل تھا اور اس نے کبھی اپنے فیصلے میں کسی انسان پر ظلم نہیں کیا اس لئے اللہ نے اس کے عدل کا یہ انعام دیا ہے کہ مشرک تھا لیکن انعام یہ ملا کہ تو نے ہمیشہ عدل کیا اس لئے کوئی شعلہ جہنم کا تجھے جلا نہ سکے گا اور حاتم اتنا سخی تھا کہ اس نے انسانوں کو اتنی سخاوت کے ساتھ دولت اور رزق بانٹا اس لئے اللہ نے اس کو انعام دیا ہے اور حاتم طائی مذہب نہیں پوچھتا تھا کسی کا جب وہ رزق روٹی اور دولت بانٹتا تھا اور نوشیروان جب عدل کرتا تھا کسی کا مذہب نہیں پوچھتا تھا۔ اب حضورؐ کی اس حدیث کی روشنی میں کم از کم پاکستان کے سربراہوں کو یہ سوچنا چاہئے کہ عدل کرتے ہوئے یہ نہ پوچھیں کہ یہ شیعہ ہے یا سنّی اور عدل کی نگاہ سے دیکھیں کہ لہو کس کا بہہ رہا ہے اور کیوں بہہ رہا ہے اس لئے کہ عدل کا انعام ملتا ہے جب نوشیرواں جیسے عادل کو انعام مل سکتا ہے تو کلمہ پڑھنے والے کو کیوں نہیں انعام ملے گا کہ وہ پوچھے کہ حسینؑ کے عزاداروں سے کیا خطا ہوئی ہے اور کیوں پاکستان میں بے خطا اتنے لوگوں کو قتل کیا جا رہا ہے پہلا سوال کیا جائے صرف بیانات نہیں کہ ہم مجرموں کو ٹائٹ (Tight) کریں گے کب کریں گے آغازِ محرّم ہو تو تین آدمی مر جائیں محرّم کی پانچ آتے آتے ستر آدمی مر جائیں سوچنے کی بات ہے کہ یہ جو اپنے گھروں سے صرف رونے کو نکلتے ہیں کیا آپ ان کی حفاظت کی ضمانت نہیں دے سکتے ہیں آپ کو تحفظ دینا پڑے گا ملک کے لاء (Low) کے مطابق

قانون کے مطابق آپ اپنے ہر پاکستان کے شہری کی جان و مال کے امین ہیں اگر یہاں سوال نہیں ہوگا تو یاد رکھیئے وہاں جب رسول اکرمؐ کے سامنے آپ جائیں گے تو رسول اکرمؐ اپنی اولاد کے بارے میں سوال ضرور کریں گے ایسا نہیں ہے کہ سوال نہیں ہوگا اور فیصلہ نہیں ہوگا جس وقت روزانہ شیعوں کو بے دردی سے پاکستان میں قتل کیا جارہا تھا اس وقت علاّمہ صاحب نے جتنے عشرے پڑھے علمی احتجاج کیا جس کی بدولت شیعوں کا قتلِ عام رُک گیا، شیعہ قوم نے بہت جلد علاّمہ صاحب کے احسان کو بھلا دیا۔ بہرحال زمخشری نے جو کچھ لکھا، عہد جو لکھا زمانہ جو لکھا وہ غلط لکھا اس لئے کہ یہ قصر جو بنا ہوا ہے اتفاق سے میں دو مرتبہ کربلا و نجف کی زیارت کو گیا ہوں تو ''کسریٰ کا محل'' بھی مدائن میں دیکھا اور وہاں کی تصاویر بھی لایا ہوں۔ وہ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں (منبر سے تصاویر دکھارہے ہیں) جب آپ سامنے جائیں گے تو جہاں تک بھی آپ کو نظر آئے یہ قصر کی وہ دیوار ہے جو اتنی پُر ہیبت ہے کہ جب آپ اس پر نظر ڈالیں تو حیرانی ہوتی ہے کہ اتنا اونچا قصر اور یہ جو بیل بوٹے ہیں یہ بنائے کیسے گئے، آج سے صدیوں پہلے اور یہ وہ جگہ ہے جہاں آگ جلا کرتی تھی یہ وہ دَر ہے اور یہ وہ جگہ ہے جسے دَرِ کسریٰ کہتے ہیں اب یہ درِ کسریٰ جو ہے اس کے بارے میں میں آپ کو بتادوں کہ یہ پورا محل گر گیا ہے لیکن یہ باقی ہے اس لئے کہ ہسٹری (history) میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ آخری بادشاہ کسریٰ کا جو تھا وہ یزدجرد تھا اور جب حملہ ہوا ایران پر اور وہ اپنے محل کو چھوڑ کر بھاگنے لگا تو چونکہ یہ اُن کے عبادت خانے کا در تھا تو وہ یہاں پر آیا رُک کر اس در کو دیکھا اور دیکھنے کے بعد اس نے ہاتھ اُٹھا کر یہ کہا کہ اے طاقِ کسریٰ تجھ پر کسریٰ کا آخری سلام لیکن تو اس وقت تک باقی رہے گا جب تک میری نسل سے ایک مہدیؑ نہ آجائے تو اس وقت تک باقی رہے گا تو یہ طاقِ کسریٰ اب تک باقی

ہے اوران اقوال کی روشنی میں یہ بات پتہ چلتی ہے کہ یہ لوگ بھی تقیے میں تھے جہاں امامت آنے والی ہو یہ ہمارا عقیدہ ہے کہ وہاں کفراور شرک کا شائبہ نہیں ہوتا، نوشیروانِ عادل کی تعریف حضورؐ کی زبان سے اس بات کی دلیل ہے، نوشیروانِ عادل کے بیٹے کا نام خسرو پرویز تھا اور خسرو پرویز کے بیٹے کا نام شہریار تھا اوراُس کے بیٹے کا نام یزدجرد تھا، یزدجرد کو اللہ نے تین بیٹیاں اور ایک بیٹا دیا تھا بیٹے کا نام فیروز تھا اور بیٹیوں میں سب سے بڑی شاہِ زماں تھیں شاہِ زماں کے بعد گیہان بانو تھیں اور پھر خورشید بانو یا ماہ بانو تھیں یہ تین بیٹیاں تھیں اب یہ کہ یہ صحیح ہے کہ ایران جب فتح ہوا اس کا سَن صحیح ہے لیکن حضرت شہر بانوؑ کی شادی اس وقت نہیں ہوئی، ایران کے فتح کا سن صحیح ہے اس لئے کہ جب ایران پر حملہ ہوا اور اس قصر پر بھی حملہ ہو گیا اس وقت لشکر میں سلمانِ فارسیؓ کو بھیجا گیا تھا کہ آپ جا کر اپنی زبان میں ظاہر ہے کہ آپ ان کی زبان جانتے ہیں اور ان سے گفتگو کریں اور انہیں سمجھائیں اور انہیں بتائیں تو سلمان فارسیؓ نے درمیانی رابطہ عربوں میں اور ایرانیوں میں قائم کیا تھا یہ پورا خاندان حملے کی رات سے پہلے ہی محل سے کُوچ کر گیا تھا قصر سے نکل گیا تھا اور یہ سب بہت تیز اپنے لاؤ اور لشکر کے ساتھ اپنے قصر سے نکل کر سرحدوں کو پار کرتے ہوئے افغانستان پہنچ گئے تھے اور یہ سب جا کر کابل کے بادشاہ کی پناہ میں آ گئے تھے اس لئے عرب کے مسلمان اس خاندان کو نہ پا سکے اور لوگوں کو یہ پتہ نہ چلا کہ بادشاہِ ایران یزدجرد کہاں گیا لیکن راستے میں اصفہان سے گزرتے ہوئے یزدجرد اصفہان میں ٹھہر گیا اور تمام شاہی سپاہی بادشاہ کے بیٹے اور بیٹیوں کو لے کر افغانستان پہنچ گئے، یہاں تک کہ فتح ایران سے لے کر مولا علیؑ کی خلافت کے دور تک یہ لوگ افغانستان میں رہے جب مولا علیؑ کی حکومت کا دور شروع ہوا تب اس خاندان نے یہ کہا کہ اب وہاں امن ہو گیا ہے اس لئے ہم اپنے

وطن کی طرف واپس چلیں اور شاید ہمیں ہمارا قصر اور تمام چیزیں مل جائیں اُس وقت اُس مقام کے گورنر حضرت علیؑ کی طرف سے حریث تھے حریث چونکہ گورنر تھے اور یہ خاندان یعنی شاہی قافلہ واپس آیا افغانستان سے اور اس میں بیٹا جو فیروز ہے اُس کے قیامِ افغانستان کے اس دس پندرہ برس میں یہ واقعات بھی ہوئے کہ اس شاہی خاندان کا جو بیٹا فیروز ہے وہ وہیں ٹھہر گیا اس نے افغانستان میں شادی کی اور اس کی نویں پشت میں محمود غزنوی آیا، اور ان تین بیٹیوں میں ایک بیٹی ماہ بانو کی شادی اُودے پور کے راجہ چندر بھان سے ہوگئی اور ماہ بانو بیاہ کر ہندوستان چلی گئیں اور مہاراجہ اُودے پور کی زوجہ قرار پائیں اور صدیوں تک کچھ عجیب اثر تھا یزدجرد کی اس بیٹی کے قدم اُس زمین پر پہنچے تو صدیوں تک مہاراجہ چندر بھان کے گھر سے تعزیہ اُٹھتا رہا اور یہ عزاداری گوالیار تک آ گئی یہاں کے راجاؤں نے بھی امام باڑے بنوائے اور تعزیہ اٹھاتے رہے گوالیار میں تعزیہ اب تک اُٹھتا ہے اور اس تعزیئے کا معجزہ صدیوں سے یہ ہے کہ جب تک مہاراجہ اس میں ہاتھ نہ لگا دے وہ تعزیہ اپنی جگہ سے اُٹھتا نہیں ہے اور وہ عظیم امام باڑہ بنوایا جس میں چاندی سونے کے جواہرات جڑے ہوئے تھے اور جس میں ہندوستان کے بڑے بڑے علماء اور میر انیسؔ اور مرزا دبیرؔ کے خاندان کے لوگ مرثیہ پڑھنے جایا کرتے تھے اور بڑے بڑے وظیفے اس نے دیئے تمام شعراء ادیبوں اور علماء کو مہاراجہ نے نوازا، اور اب اس کا خاندان انگلینڈ میں ہے سلطنت اور اسٹیٹ باقی ہے اور وہاں ان کے پاس تبرک کے طور پر ایک ایسی قیمتی چیز ہے جو امام حسینؑ کے ہاتھ کا لکھا ہوا خط ہے جب آپ نے حبیب ابن مظاہرؓ کو اور دیگر اصحاب کو خط لکھے تھے تو ایک خط آپ نے اپنے ہم زلف یعنی حسینؑ کی زوجہ شہر بانوؑ اور ماہ بانو دونوں سگی بہنیں ہیں اس لئے امام حسینؑ کا وہ مہاراجہ ہم زلف ہوا اس کو بھی ایک خط لکھا تھا وہ خط تبرک کے طور پر اس

کے پاس رہا اور آج اس کی نسل اس پر فخر کرتی ہے کہ حسینؑ کا صحیح خط اور تحریر ہمارے پاس موجود ہے ظاہر ہے کہ وہ خط ان کے لئے اسمِ اعظم ہے اور اس خاندان کو جو برکت ملی ہے اور جو نام تاریخ میں مشہور ہوا کہ کئی کتابیں راجستھان کے محرّم پر لکھی گئی ہیں اور وہاں کے تعزیوں کی تصویریں کتابوں میں محفوظ ہیں کہ کیسے جلوس نکلتا تھا کیسی عزاداری ہوتی تھی یہ سب ذکر اس لئے نہیں ہے کہ میں آپ کو صرف ہسٹری سنا رہا ہوں مسلمانوں کے لئے یہ دعوت فکر ہے کہ ایک ہندو مہاراجہ حسینؑ کو اپنا دیوتا تصور کرتے ہوئے نسل در نسل تعزیہ اٹھائے سلسلہ بند نہ ہو تو کم از کم کلمہ گو مسلمانوں کو سوچنا چاہئے کہ حسینؑ کی یادگار کو کس طرح منایا جائے اور کس طرح قائم کیا جائے یہ اللہ کی نشانیاں ہیں جو اس نے زمین پر پھیلا دیں ہیں کہ دیکھو وہ کلمہ پڑھیں یا نہ پڑھیں لیکن وہ حسینؑ کو کس طرح مانتے ہیں اور تم یہ نہ سمجھ لینا کہ ہم انہیں سزا دے دیں گے کہ انہوں نے کلمہ نہیں پڑھا اور صرف حسینؑ کو مان رہے ہیں اس لئے کہ ہمارے یہاں کلمہ پڑھنا جو ہے وہ کوئی بہت بڑا انعام نہیں ہے اس لئے کہ جب تک کلمے کی شرائط نہ ہوں ہم کلمے کو نہیں مانتے، اب اگر کوئی کلمہ نہ پڑھے اور کلمے کی ساری شرطوں کو پورا کر دے تو ہم اسے جہنم میں نہیں جانے دیں گے چاہے وہ ابو طالبؑ ہوں یا اصحابِ کہف ہوں اللہ فرماتا ہے کہ قرآن میں ہم نے اصحابِ کہف کا قصہ اس لئے سنایا کہ انہوں نے کلمہ نہیں پڑھا تھا لیکن کلمے کی شرائط پوری کر دی تھیں اس لئے ہم نے انہیں مرنے نہیں دیا جو کلمے کی شرائط پوری کر دیتا ہے اس پر موت واقع نہیں ہوتی اس لئے ابو طالبؑ زندہ ہیں مسلمانوں کا تو یہ وطیرہ رہا کہ کلمہ پڑھو اور نبیؐ کی جان جلاؤ، کلمہ پڑھو اور زہراؑ کا گھر جلاؤ کلمہ پڑھو اور حسینؑ کا گھر جلاؤ کلمہ پڑھو اور حسینؑ کے گلے پر خنجر رکھ دو تو پھر کلمہ کام نہیں آتا پھر وہ کلمہ جہنم کی طرف لے جاتا ہے اگر ہر وقت کلمہ پڑھتے رہے جب بھی زبان

میں اثر نہیں آئے گا اس لئے کہ اللہ قرآن میں کہتا ہے، منافقوں کے کلمے کو ہم قبول نہیں کرتے صفات سے مومن بنتا ہے کلمے سے کوئی مومن نہیں بنتا پہلے اپنے میں صفات ایمان کی پیدا کرو پھر کلمہ کام آئے گا یہ کہہ دینا کافی نہیں ہے کہ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ، لا الہ کا مطلب نہ سعودی عرب ہے نہ لا الہ کا مطلب پاکستان ہے، لا الہ کا صرف ایک مطلب ہے ''حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؑ'' کلمے کا عکس ہیں حسینؑ اس لئے کلمہ جب مٹ رہا تھا اس وقت حسینؑ اپنے خون کی دھار سے کربلا کی زمین پہ لا الہ لکھ رہے تھے اب کون مٹائے گا اس لئے کہ لہو محافظ ہے اس کلمے کا تو اب مدائن کے گورنر حریث نے خط لکھا کہ مولا علیؑ یہ شاہی قافلہ آیا ہے کیا حکم ہے مولا علیؑ نے خط لکھا کہ بحفاظت تم پر واجب ہے کہ شاہی خاندان کی حفاظت کرو اس لئے کہ حضورؐ کا یہ دستور رہا اپنی پوری زندگی میں کہ اگر کسی قوم کے سردار پر حملہ کرتے تھے وہ یہودی ہو یا عیسائی ہو یا کافر ہو کبھی حضورؐ نے ایسا نہ کیا کہ ان کے گھر کی عورتوں کو اسیر کیا ہو خیبر میں حکم دیا علیؑ کو ہر یہودی کو قتل کر دو لیکن جب ان کے گھر کی عورتیں گرفتار کی گئیں تو حضورؐ نے کہا بلال احترام سے لانا خبردار بادشاہ حیؑ بن اخطب جو کہ خیبر کا بادشاہ ہے اس کی بیٹی کے تم نے بازو باندھے ہمیں بہت افسوس ہوا تم نے صفیہ کے بازو باندھے یاد رکھنا آج کے بعد پھر کافر بھی اگر اسیر کیا جائے تو گھر کی عورتوں کو کبھی اسیر نہ کرنا اور بازو نہ باندھنا اگر کافر کے گھر کی بھی عورتیں ہوں یہ حضورؐ کا حکم تھا تو علیؑ فرماتے ہیں وہ کچھ بھی مذہب رکھتے ہوں لیکن عورتوں کو پریشان نہ کرنا انہیں مدینے پہنچاؤ ان کو ہمارے پاس پہنچاؤ تو اس وقت حضرت علیؑ ابھی کوفے کی طرف روانہ نہیں ہوئے ہیں اور بیعت مدینے میں ہوئی ہے کہ یہ خاندان مدینے پہنچ گیا اور باخیریت پہنچ گیا اور جب یہ خاندان پہنچا تو اس وقت حضرت علیؑ نے ان دونوں بیٹیوں کو گیہان بانو اور شاہِ زناں کو

خود اپنے حکم سے اور انہیں اختیار دے کر کہ یہ جتنے جوان ہیں ان میں تم جس کو بھی پسند کرو ہم اس کے ساتھ تمہارا عقد کر دیں گے گیہان بانو نے محمد بن ابی بکر کو پسند کیا، علیؑ نے اُن کا عقد اِن کے ساتھ پڑھ دیا، گیہان بانو کی شادی محمد ابن ابی بکر سے ہوئی ان سے ایک بیٹا قاسمؑ پیدا ہوا قاسمؑ اور جناب امام زین العابدینؑ آپس میں خالہ زاد بھائی تھے اور قاسمؑ کو اللہ نے ایک بیٹی دی اس کا نام اُمِ فروہؑ ہے، اُن کی شادی پانچویں امامؑ، امام محمد باقرؑ سے ہوئی تو امام صادقؑ پیدا ہوئے یعنی امام صادقؑ کا ننھیال شاہِ ایران کی بیٹی گیہان بانو کے گھر میں ہے اب یہ دوہرا رشتہ ہے کہ ایک طرف چوتھے امام کی والدہ بھی ایران کی شہزادی ہیں جب شہر بانوؑ پہلے ان کا نام شاہِ زماں تھا شہر بانوؑ کا خطاب مولا علیؑ نے اُن کو دیا دیکھیں تینوں بیٹیوں کے صرف نام مشہور ہیں لیکن یہ اپنے خطاب سے مشہور ہیں نام شاہِ زماں ہے بڑی بیٹی تھیں اور ان کے سر پہ تاج رہتا تھا تاریخ میں لکھا ہے چونکہ بڑی بیٹی تھیں تو ان کے سر پہ تاج رہتا تھا جب تک ایران کی شاہی باقی رہی تو اُن کے سر پر تاج تھا اس لئے انہیں شاہِ زماں کہا جاتا ہے لیکن خطاب علیؑ نے شہر بانوؑ شادی کے بعد دیا جس وقت کہا علیؑ نے کہ تم خود پسند کرو تو اُس سے عقد کر دیا جائے تو آپ نے مولا علیؑ سے فرمایا کہ یہ آپ کے پہلو میں جو یہ ستائیس برس کا جوان موجود ہے جس کے نام سے میں واقف ہوں، میں اسے پہچانتی ہوں تو مولا علیؑ نے پوچھا کیسے پہچانتی ہو تو کہا جب ہم چلے تھے بے وطنی میں تو اُس شب میں ہم نے خواب دیکھا تھا کہ ہمارے خواب میں ایک نورانی بی بی آئیں اور اُن کے ساتھ یہ جوان بھی تھا اور اس بی بی نے آ کر یہ کہا تھا کہ میں نبیؐ آخر کی بیٹی فاطمہؑ ہوں اور یہ میرا بیٹا حسینؑ ہے تو میں اس وقت تمہارے سامنے جو باتیں کہتی جاؤں دین کی وہ باتیں تم دہراتی جاؤ تو ہم تمہیں اپنے دین میں داخل کرتے ہیں اور اس بیٹے سے ہم تمہاری شادی کا وعدہ

کرتے ہیں۔ اُس دن سے ہم یہ دعا مانگتے تھے کہ ایک بار یہ ہمارے خواب میں آ جائیں لیکن ہمیں کیا معلوم تھا کہ اتنی جلدی ہمارے خواب کی تعبیر ہمارے سامنے آ جائے گی۔ تو اُس وقت امام حسینؑ آگے بڑھے اور امام حسینؑ نے اُن کے سر پر چادر ڈال دی اور گھر لایا گیا اور جب گھر آ گئیں بی بی تو مولا علیؑ نے عقد پڑھا، نکاح ہوا اور بہت دھوم دھام سے شادی ہوئی جب دلہن بیاہ کر گھر میں آ گئی حسینؑ کی یہ حسینؑ کی پہلی شادی تھی یہ حسینؑ کی پہلی دلہن تھی تو علیؑ نے پکار کر بنی ہاشم سے کہا یہ شہر بانوؑ ہیں اب آپ خود سوچئے کہ باب مدینۃ العلم کسی کو خطاب دے تو اس کا کیا رُتبہ ہوگا، مولا علیؑ نے فرمایا کہا آج سے ہم اس بی بی کو شہر بانوؑ کا خطاب دیتے ہیں، کچھ غور کیا یہ اس گھر کی بہو کا جو خطاب ہے تو اس پر غور کیجئے خطاب دینے والا کون ہے اور خطاب میں کیا راز ہے لفظ شہر یہ بتا رہا ہے کہ علیؑ کوئی اشارہ کرنا چاہتے تھے کہ یہ شہر بانوؑ ہے بانو کے معنی ہیں شہر کی ملکہ بانو کے معنی ہیں ملکہ تو شہر بانوؑ، شہر کی ملکہ مولا علیؑ نے یہ خطاب کہاں سے دیا حدیث کے مطابق دیا میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں اگر نبیؐ شہر علم ہیں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں تو علیؑ نے اعلان کیا کہ اس شہر کی ملکہ یہ ہے کیوں؟ اس لئے کہ نو امام اس کے بطن سے آنے والے ہیں ایک سال کے بعد آپ کے چوتھے امام پیدا ہوئے گویا حسینؑ ابنِ علیؑ کا سب سے بڑا بیٹا جس کا نام علیؑ نے علیؑ رکھا اور اپنے نام پر رکھا اور پیدا ہوتے ہی علیؑ کی گود میں پیش کیا گیا دادا کی گود میں آئے، اور شہر بانوؑ جب تک زندہ رہیں زیادہ دن زندہ نہ رہیں بی بی ایسا لگتا ہے ان کا سفر یہیں پہ قدرت کو ختم کرنا تھا بی بی کا سفر یہیں پر ختم ہو رہا تھا حضرت شہر بانوؑ کی چونکہ کنیزیں بہت سی ساتھ تھیں شاہی خاندان تھا اور کنیزیں بہت دن تک ساتھ رہیں اور جب انہیں آزاد کرتی جاتی تھیں تو ایک کنیز ایسی تھی جس کا نام شیریں تھا وہ بار بار کہتی تھی مجھے آزاد نہ کیجئے گا میں اس بچے کو

پالنا چاہتی ہوں میں آپ کی خدمت کرنا چاہتی ہوں سب سے آخر میں شیریں کو آزاد کیا ہے وہ بھی صرف اس لئے کہ شیریں کی شادی ہو جائے لیکن جب اس کی شادی ہوئی تو اس نے امام حسینؑ سے چلتے وقت یہ کہا تھا مولا بہت دور کوفے کی ایک پہاڑی کے قصر پہ ہمیں بھیجا جا رہا ہے وہاں کے امیر سے شادی ہو رہی ہے لیکن مولا یہ وعدہ کیجئے کہ کبھی آپ ہمارے گھر آئیں گے ضرور آئیں گے اور جب دروازے تک گئی مڑ کر پھر واپس آئی اور آ کر آپ کے چوتھے امام امام زین العابدینؑ کے پیروں کو چومتی جاتی تھی اور کہتی تھی شہزادے یہ قدم کبھی میرے گھر لانا ضرور، میرے گھر آنا ضرور کہ میں نے تمہیں گود میں کھلایا ہے ظاہر ہے کہ یہ پورا واقعہ تو میں صفر میں پڑھتا ہوں اس وقت تو نہیں پڑھنا صرف یہ اشارہ کرنا تھا تو یہ کنیزیں جو تھیں اکثر کہتی تھیں کہ بی بی ہم نے وہ آپ کا زمانہ دیکھا ہے جب آپ شہزادی تھیں اور ہمیں ایک ایک لمحہ یاد ہے کہ اُس قصر میں آپ کس طرح رہتی تھیں، وہ قصر آپ کے لئے جنت تھا لیکن یہ کچا مکان اور یہاں کی گرمی ایسا لگتا ہے شہزادی آپ جنت سے نکل کر جہنم میں آ گئی ہیں ہمیں آپ کا ایک ایک لمحہ آرام کا یاد آتا ہے تو اُس وقت غیظ کے عالم میں شہر بانوؑ نے کہا تھا اب یہ کلمہ زبان سے نہ نکالنا ہم پہلے جہنم میں تھے اب ہم جنت میں آ گئے، یہ فاطمہ زہراؑ کا گھر ہے، کتنا فخر کیا ہے بی بی شہر بانوؑ نے کہ ہم فاطمہ زہراؑ کی بہو بن کر آ گئے تو اب آپ دیکھئے شہر بانوؑ کا باپ یزدجرد طاقِ کسریٰ کے قریب یہ دیکھ رہا تھا کہ میری ایک بیٹی علیؑ کی بہو بننے والی ہے اور اس کی نسل میں نو امام آنے والے ہیں اور آخری امام مہدیؑ ہوگا تو اس نے طاقِ کسریٰ کو دعا دی ہے اب نسل امامت میری بیٹی کے ذریعے چلے گی تو مولا مسجد میں جب خطبہ دیتے تو اکثر یہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ قدرت نے تمہارے لئے انتظام کیا کہ روئے زمین پر ایران اور عرب سے بڑا کوئی آپس میں دشمن نہیں تھا قدرت

نے تم کو ملا دیا اور یہ حسینؑ اور شہر بانوؑ کی شکل میں تم میں وہ محبت پیدا کرادی ہے کہ اگر یہ رشتہ نہ ہوتا تو تم قیامت تک ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہوتے اور دیکھو ایرانی اپنی زبان اپنے تمدّن میں کتنے تعصبی ہوتے ہیں لیکن وہ عربی زبان پر اور قرآن پر فوراً ایمان لائے جیسے تم کسی زبان پر ایمان نہیں لاتے ویسے وہ بھی کسی زبان پر ایمان نہیں لاتے تھے لیکن یہ میرے پوتے زین العابدینؑ کی برکت ہے کہ پورے ایران نے قرآن کو بھی مان لیا ہے نبیؐ کو بھی مان لیا دین کو بھی مان لیا اور یوں قبول کیا کہ علم ہی علم ان کے پاس بڑھتا چلا جائے گا اللہ انہیں علم میں برکت دے گا تو آج جب ہم زیارت پڑھتے ہیں تو ہم اپنے امام حضرت رضا غریبؑ کو کہتے ہیں کہ آپ شاہِ عرب بھی ہیں اور شاہِ عجم بھی اس لئے کہ ددھیال عرب میں ہے اور ننھیال ایران میں ہے اور جتنا بھی فخر کریں اس ملک کے لوگ وہ کم ہے اور پھر جب اسی نسل سے آٹھواں امام اس سرزمین پر آ جائے تو ظاہر ہے اس زمین کے لئے فخر کی کیا کمی ہے لیکن یہ بھی علیؑ نے بتا دیا کہ اگر تم اس خاندان کو کافر سمجھ رہے تھے تو آج ہم تمہیں بتا دیں جب جنگِ صفّین سے واپس آئے تو کہا جو ابھی تصویریں میں نے آپ کو دکھائیں اس کسریٰ کے محل میں علیؑ اس عالم میں داخل ہوئے کہ علیؑ نے ابھی جنگی لباس زرہ بکتر نہیں اتارا تھا، جو لباس جنگ کا علیؑ پہنے ہوئے تھے اسی لباس میں اس محل میں داخل ہوئے اور سارے اصحابِ علیؑ کے ساتھ ساتھ تھے اب یہ واقعہ اگر آپ کو پڑھنا ہے جو میں سنا رہا ہوں تو مفاتیح الجنان میں پورا واقعہ لکھا ہوا ہے اور آپ کی مفاتیح نمازوں اور دعاؤں کی جو کتاب ہے اس میں آپ کو کسریٰ کا جب بیان ملے گا اس کا اس کی زیارت کا تو اس میں لکھا ہوا ہے کہ وہاں جائے اور جا کر دو رکعت نماز پڑھے یہ مفاتیح میں کسریٰ کی نماز بھی لکھی ہوئی ہے اور دعائیں بھی لکھی ہوئی ہیں کیوں؟ اس لئے کہ مولا علیؑ نے داخل ہوتے ہی وہاں دو

رکعت نماز ادا کی تھی اور جس جگہ مولا علیؑ نے نماز پڑھی ہے اس جگہ کی ایک پہچان ہے اب گورنمنٹ نے خاردار تار لگا دیئے ہیں، وہاں جانے نہیں دیتے باہر سے دیکھنا پڑتا ہے لیکن پہلے یہ تار نہیں لگے ہوئے تھے لوگ اندر جاتے تھے اور اس مقام پر نماز پڑھتے تھے لیکن نماز پڑھنے کے بعد جب علیؑ چلے تو یوں بتاتے چلے کہ یہ شاہی خاندان کی خواب گاہیں ہیں یہاں آگ جلتی تھی یہاں بادشاہ بیٹھ کر عدل کرتا تھا یہ عدالت کی جگہ ہے یہ فلاں جگہ ہے یہ فلاں جگہ ہے تو ایک ایک صحابی نے پوچھا کہ آپ تو اس طرح بتا رہے ہیں جیسے آپ نے سب کچھ دیکھا ہو کہا دیکھا نہ ہوتا تو بتاتے کیسے؟ اس کے اوپر اگر ریسرچ (research) کی جائے تو آپ کو پتہ چلے گا کہ مولا علیؑ نے یہ عمل کیوں کیا اگر یہ عمل نہ کرتے تو، ایسے عمل کر کے تعصبات کی دیواریں گرایا کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ ہر انسان جو اسلام میں داخل ہو جائے وہ ایک دوسرے کو انسان سمجھے دیکھئے علیؑ کے اس عمل سے لسانی تعصب ختم ہو رہا ہے فرقہ ورانہ تعصب ختم ہو رہا ہے اسی لئے ہم کہا کرتے ہیں کہ اگر علیؑ کے علم کو پڑھو تو لسانی تعصب بھی ختم ہو جائے فرقہ وارانہ تعصب بھی ختم ہو جائے پھر نہ فرقہ وارانہ تعصب ہو نہ لسانی تعصب ہو یہ لوگ آئے اسی لئے تھے تعصّبات کو ختم کرنے۔ حضرت شہر بانوؑ کی وفات کے بعد، حضرت زین العابدینؑ جب جوان ہوئے تو ۲۴ برس کی عمر میں مدینے سے کربلا کا سفر درپیش ہوا۔ زین العابدینؑ کو جناب زینبؑ نے پالا۔

پھر آگے گھوڑے پر بیٹھ کے چل رہے تھے ایک عباسؑ ایک زین العابدینؑ ایک علی اکبرؑ تینوں کو لوگ بار بار دیکھتے تھے ایک طرح کے ایک قامت کے جوان چوڑے شانے چاند جیسے، چودھویں کے چاند جیسے چہرے اور زرہ بکتر پہنے ہوں فوجی لباس پہنے ہوں اور بلند قامت گھوڑوں پر سوار ہوں تو کیا عالم ہوگا، تو ذہن سے یہ نکال دیں کہ

زین العابدینؑ بیمار تھے پانچ محرّم اور چھ محرّم کا یہ واقعہ لکھا ہے کہ ایک بار حسینؑ اپنے خیمے سے نکلے دو پہر کا وقت تھا تو دیکھا خیام سے کچھ آگے ایک شیر اپنی کمر میں تلوار لگائے ٹہل رہا ہے مولا حسینؑ نے پوچھا عباسؑ یہ کون جوان ہے جو اتنی شجاعت کے ساتھ دونوں لشکروں کے درمیان ٹہل رہا ہے عباسؑ نے کہا یہ آپ کا بڑا بیٹا علیؑ ابن الحسینؑ ہے امام حسینؑ نے فرمایا کہو کہ تمہارا پدر گرامی بلاتا ہے حسینؑ بلا رہے ہیں جب حضرت زین العابدینؑ خدمتِ حسین ابنِ علیؑ میں قریب آئے آپ نے ہاتھ پکڑا اور خیمے میں ساتھ لے گئے، اللہ سب کو کربلا کی زیارت کرائے جب آپ خیمہ گاہ میں داخل ہوں گے جناب زینبؑ کا جو بڑا خیمہ ہے اس کی پشت پہ جب جائیں گے جو آخری خیمہ ہے اس پر سیّد سجادؑ کا نام لکھا ہوا ہے اس میں بستر بھی بچھا ہوا ہے یہ زین العابدینؑ کا خیمہ تھا اس مقام پر حسینؑ بیٹے کو لے کر خیمہ گاہ میں داخل ہوئے اور بیٹھ کر کچھ دیر باتیں کیں اور گوشِ مبارک میں کچھ باتیں کیں کہ دوسرا نہ سن سکا اور صرف اتنا کہا تھا کہ زین العابدینؑ دیکھو جہاد کی دو قسمیں ہیں بیٹا ایک جہادِ اکبر ہے ایک جہادِ اصغر، اللہ نے جہادِ اصغر ہمارے سپرد کیا ہے لیکن جہادِ اکبر تمہیں کرنا ہے بیٹے نے پوچھا جہادِ اصغر کیا ہے کہا لڑتے ہوئے اللہ کی راہ میں سر کو کٹا دینا یہ جہادِ اصغر ہے اور کہا بابا جہادِ اکبر کیا ہے؟ کہا ماں بہنوں کو کھلے سر سے بازاروں میں لے کر چلنا یہ جہادِ اکبر ہے۔ اللہ کی رضا میں ہم گلا کٹائیں گے ہم جہادِ اصغر کریں گے، تمہیں کربلا سے کوفے، کوفے سے شام کھلے سر ماؤں بہنوں پھوپھیوں کو لے کر جانا ہے، قیدی بن کر یہ تمہارا جہادِ اکبر ہے۔ کہتے ہیں یہ سن کر اتنا صدمہ ہوا کہ تیز بخار چڑھا شہزادے کو اور اتنا تیز بخار چڑھا کہ شہزادے پر غشی طاری ہو گئی تھوڑی دیر کے بعد ہوش آتا تھا لیکن جب ساتویں محرّم سے پانی بند ہو جائے اور بخار میں جو تپ رہا ہو اس کو پانی نہ ملے تو اس کا کیا عالم ہوگا کہتے

ہیں کہ ہوش آ تا تھا جاگتے تھے اور پھر غش میں چلے جاتے تھے لیکن سارے مورّخین نے لکھا کہ عاشور کو عصر کے ہنگام میں جب غش سے آنکھیں کھولیں تو شام تک کوئی غش نہ آیا پھر کربلا سے کوفے، کوفے سے شام تک پھر عصر عاشورہ کے بعد زین العابدینؑ کہیں غش میں نہیں گرے پھر تو زین العابدینؑ نے درِ خیبر کی طرح زنجیریں اور طوق کا وزن اُٹھالیا اور فاتح خیبر بن گئے بڑے بھائی زین العابدینؑ ہیں اور چھوٹے بھائی کا نام بھی علیؑ ہے، جب دربارِ یزید میں شہیدوں کے سر آئے اور نام گنوائے شمر نے تو یزید نے سیّد سجادؑ سے مخاطب ہو کر کہا تمہارا نام علیؑ ابنِ حسینؑ ہے تو کہا ہاں اور یزید نے پھر کہا یہ جو تمہارے بھائیوں کے سر ہیں ان کا نام بھی علیؑ ہے تو کہا تجھے نہیں معلوم میرے بابا کہا کرتے تھے کہ اللہ مجھے اور بیٹے دے جب بھی میں ہر بیٹے کا نام علیؑ رکھوں گا میں اپنے باپ کے نام پر ہی اپنے بیٹوں کے نام رکھوں گا یہ صحیح ہے کہ سب علیؑ ہیں لیکن کوئی علی اکبرؑ ہے کوئی علیؑ اوسط ہے کوئی علی اصغرؑ ہے ایک غلط فہمی ہو جاتی ہے ایک علی اکبرؑ ہیں ایک علی اصغرؑ ہیں اور یہ علیؑ ابن الحسینؑ ہیں جب یہ بڑے ہیں تو وہ کیسے ہو گئے علی اکبرؑ۔ اس فرق کو سمجھ لیجئے کہ یہ فرق اس لئے آیا کتابوں میں کہ شہید ہونے والے دو علیؑ ہیں ان میں ایک اصغرؑ ہے ایک اکبرؑ ہے شہید ہونے والوں میں ایک بڑا بھائی ہے ایک علی اکبرؑ ایک علیؑ اصغرؑ بعد شہر بانو جو دوسری شادی امام حسینؑ نے کی وہ طائف کے مشہور خاندان بنی ثقیف کی اور رسولؐ کے صحابی عبداللہ ابن مسعود ثقفی کی پوتی جناب اُم لیلیٰؑ سے کی اور طائف کا یہ خاندان دو باتوں میں مشہور تھا ایک حُسنِ صفات میں اور ایک سخاوت میں، یہ بی بی بیاہ کر آئیں تو ایک سال کے بعد اللہ نے انہیں چاند سا بیٹا عطا کیا اور جب بیٹا پیدا ہوا اس وقت بھی مولائے کائنات امیر المومنینؑ کو اطلاع ہوئی ایک روایت کے مطابق لیکن میں اس روایت کو مانتا ہوں کہ اس وقت علیؑ کی

شہادت ہو چکی تھی جب حضرت علی اکبرؑ پیدا ہوئے اس وقت مولائے کائناتؑ اس دنیا میں نہیں تھے اس روایت کو میں ترجیح دیتا ہوں کہ ایک کنیز نے حسینؑ کو اطلاع دی کہ اللہ نے اُمِ لیلیٰؑ کو چاند سا بیٹا عطا کیا ہے اس وقت امام حسینؑ آئے اور بچے کو گود میں اُٹھایا اور بس روایت میں اتنا ہے کہ جب بچے کو گود میں لیا اور فوراً کہا کہ کہاں ہیں زینبؑ، بس ہو گئی تقریر، ابھی حضرت علی اکبرؑ کا تابوت برآمد ہو گا بی بیؑ آئیں شہزادی آئیں امام حسینؑ نے کہا تم نے میرے بچے کو دیکھا یہ کہہ کے زینبؑ کی گود میں دے دیا شہزادی زینبؑ نے کہا بھیّا کیا نام رکھا امام حسینؑ نے کہا میں نے علیؑ نام رکھ دیا زینبؑ نے کہا ہم بھی ان کو علیؑ کہیں گے لیکن بھیّا ایک وعدہ کرو کہ اب زین العابدینؑ تو بڑے ہو گئے لیکن آج تم نے میری گود میں بچے کو دیا تو میں ہی پالوں گی کہتے ہیں کہ زینبؑ اپنے بچوں کو پہلو میں سلاتی تھیں، لیکن علی اکبرؑ کو سینے پہ سلاتی تھیں اور اتنے مانوس پھوپھی سے ہو گئے تھے کہ جب تک پھوپھی بھتیجے کو نہ دیکھ لیتی تو چین نہ پڑتا اور جب تک بھتیجا پھوپھی سے بات نہ کر لیتا چین نہیں پڑتا تھا اور جب ہم شکل نبیؐ ہوں صورت میں بھی نبیؐ ہوں سیرت میں بھی نبیؐ ہوں رفتار و گفتار میں نبیؐ ہوں کہتے ہیں، اُٹھتے بیٹھتے اُمِ لیلیٰؑ کی نظر حضرتِ علی اکبرؑ پر رہتی حسینؑ کی نظر علی اکبرؑ پر رہتی زینبؑ کی نظر علی اکبرؑ پر رہتی اکثر ایسا ہوتا کہ اُمِ لیلیٰؑ صبح اُٹھتیں تو کہتیں کہ میرے والی میرے وارث حسینؑ ابن علیؑ سے کہتیں کہ جب سب سو جاتے ہیں جب آدھی رات گزر جاتی ہے تو اکثر میں دیکھتی ہوں ایک سایہ سا آتا ہے اور علی اکبرؑ پر وہ سایہ جھک جاتا ہے کون ہوتا ہے میرے والی کہا اُمِ لیلیٰؑ کسی کو بتانا نہیں وہ میں ہوتا ہوں جب سب سو جاتے ہیں تو ہمیں علی اکبرؑ کی یاد آتی ہے، کہا آپ آتے ہیں باہر سے کہا ہاں میں آتا ہوں کہا آپ چھپ کے کیا دیکھتے ہیں کہا اُمِ لیلیٰؑ بس بتانا نہیں اب تم نے پوچھا ہے تو کہہ رہے ہیں کہ جھک جھک

کر دیکھتے ہیں میرا لعلؑ پیاسا تو نہیں ہے اس کے ہونٹ خشک تو نہیں ہو گئے اس کو کہیں پانی تو نہیں چاہیے لیجئے گریہ ہو گیا میدانِ کربلا سے علی اکبرؑ لڑتے ہوئے آئے اور آ کر کہا بابا میری لڑائی دیکھی آپ نے امام حسینؑ نے فرمایا ہاں علیؑ اکبر تم تو اس طرح لڑ رہے تھے جیسے خیبر میں علیؑ لڑ رہے ہوں جب تعریف کروالی تو اب چاہا انعام بھی مانگ لیں کہا بابا اگر کچھ مانگوں تو آپ دیں گے کہا علی اکبرؑ کیا ہے حسینؑ کے پاس؟ مانگو میرے لعلؑ کہا بابا ایک جام آب کی سبیل ہو سکتی ہے، بہت پیاسا ہوں زرہ جل رہی ہے بابا دھوپ بہت تیز ہے تین دن ہو گئے پانی نہیں پیا واحد علی اکبرؑ ہیں جنہوں نے پانی کا شکوہ کیا تو تمام علماء حیران ہیں کہ عباسؑ نے پانی کا شکوہ نہیں کیا زینبؑ نے شکوہ نہیں کیا قاسمؑ نے شکوہ نہیں کیا یہ علی اکبرؑ نے کیوں شکوہ کیا؟ تو علماء نے بتایا چونکہ آخری شہید تھے تو چاہتے تھے دنیا کو یہ بتاتے ہوئے جائیں کہ میرا بابا کتنا پیاسا ہے علی اکبرؑ دنیا کو بتانا چاہتے تھے کہ پتہ چلے کہ حسینؑ کتنے پیاسے ہیں تو دیکھئے اس واقعے سے پتہ چلا کہ حسینؑ کتنے پیاسے تھے کہا علی اکبرؑ فرات سامنے ہے مگر باپ تیرا پانی نہیں لا سکتا بہت مجبور ہے کہا علی اکبرؑ ایسا کرو بیٹا میرے قریب آؤ لاؤ اپنی زبان میرے منہ میں ڈال دو علی اکبرؑ آگے بڑھے حسینؑ نے دہن کھولا علی اکبرؑ نے اپنی زبان حسینؑ کے دہن میں ڈال دی کہا علی اکبرؑ ہم تمہاری زبان چوسیں گے بچپن میں بھی چوستے تھے پیاس مٹ جائے گی جیسے ہی زبان حسینؑ کی دہن میں ڈالی گھبرا کر نکالی کہا بابا آپ کی زبان میں تو کانٹے پڑے ہیں حسینؑ رونے لگے اور رو کر بس اتنا کہا کہ علی اکبرؑ گھبراؤ نہ جام کوثر تمہارے لئے تمہارے دادا علیؑ لے کر کھڑے ہیں میں دیکھ رہا ہوں رسولؐ خدا جنت کے جام بھرے انتظار میں ہیں ارے علی اکبرؑ آ رہا ہے میرا ہم شبیہ آ رہا ہے حسینؑ کا پیاسا بیٹا آ رہا ہے۔ یہی بات ہے کہ جب لاشے پہ پہنچے کہا علی اکبرؑ کیا دیکھا کہا بابا یہ

کھڑے ہیں علیؑ مرتضیٰؑ یہ کھڑے ہیں رسولؐ خدا اور اے بابا ایک بی بی بال بکھرائے پکار رہی ہے میرے لعل علی اکبرؑ کو میری گود میں دے دو کہا وہی تو تمہاری دادی ہیں وہ فاطمہ زہراؑ ہیں ہوگئی تقریر جب لاشہ آیا تو کہتے ہیں مقتل میں یہ آخری جملے سن لیجئے اور کبھی کبھی یہ روایت پڑھتا ہوں کہ جب حسینؑ لاشہ لاتے تھے تو پہلے مقتل میں رکھتے اور مقتل سے اُٹھا کر پھر خیمے میں لایا کرتے تھے اس کے بعد ظاہر ہے علی اکبرؑ کے بعد تو کوئی لاشہ سوا علی اصغرؑ کے اُٹھانا نہیں تھا تو راوی نے یہ لکھا کہ جب علی اکبرؑ کا لاشہ لائے حسینؑ تو وہاں رکھا جہاں قاسم کا پامال شدہ لاشہ تھا میں بہت کم پڑھتا ہوں لیکن اس وقت پڑھ رہا ہوں اس لئے کہ آپ جتنا روسکیں تابوت کو دیکھ کر روئیں یہ روایت قیامت کی ہے اور جو روایتیں میری نظر میں پسندیدہ ہوتی ہیں قیامت کی ہوتی ہیں میں کم پڑھتا ہوں یہ دو جملے ہیں بہت گریہ کریں گے آپ جہاں قاسم کا لاشہ رکھا تھا وہیں علی اکبرؑ کا لاشہ رکھا اور ان دونوں لاشوں کے درمیان میں بیٹھ گئے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور کبھی رخسار قاسمؑ کے منہ پر رکھتے کبھی علی اکبرؑ کے منہ پر رکھتے اور پکار کر چیخ کر روتے جاتے اور کہتے جاتے وا قاسماوا علی اکبرا وا قاسماوا علی اکبرا تو کہتے ہیں دور سے اس وقت جب صحرا سے رونے کی صدا آئی تو زینبؑ اُٹھیں اور کہا کچھ خبر ہے دو جوان لاشوں کے بیچ میں میرا بھائی بیٹھا ہے یہ کہہ کر چلیں بھیا زینبؑ آ رہی ہے غم ساتھ منائیں گے جوان کا ماتم بھائی اور بہن جوان کے لاشے پر گریہ کر رہے تھے ہائے علی اکبرؑ ہائے علی اکبرؑ۔

❁❁❁

علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی کی معرکتہ الآرا کتاب شائع ہوگئی ہے

شہزادۂ قاسمؑ کی مہندی

علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی کی معرکۃ الآرا کتاب شائع ہوگئی ہے

سوانح

شہزادہ علی اصغرؑ

سبیلِ سکینہؑ حیدرآباد لطیف آباد

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی